جادہ و منزل
حجاز مقدس، بغداد معلی اور ایشیا، افریقہ
یورپ و امریکہ کے متعدد ملکوں کی
مذہبی، تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی معلومات
پر مشتمل، وقیع سفرنامہ
مولانا بدر القادری
پیشکش: محمد احمد ترازی
المجمع الاسلامی - مبارکپور - اعظم گڑھ - یوپی
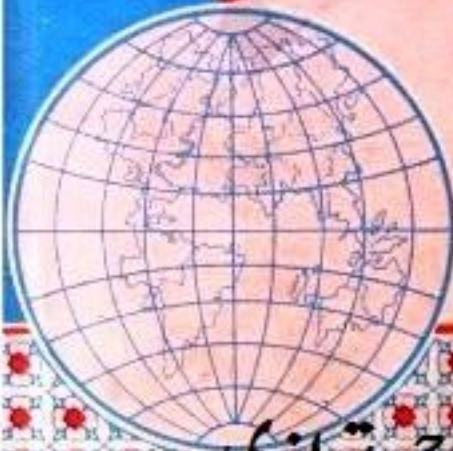
جادہ و منزل

حجاز مقدس، بغداد معلی اور ایشیا، افریقہ، یورپ و امریکہ
کے متعدد ملکوں کی مذہبی، تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی معلومات
پر مشتمل، وقیع سفرنامہ

بدر القادری

اسلامک اکیڈمی۔ دین ہیگ۔ ہالینڈ

ادارۂ تصنیف و اشاعت
المجمع الاسلامی مبارکپور

ملنے کا پتہ
المجمع الاسلامی فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ۲۷۶۴۰۳ یوپی۔ ہند

یہ کتاب

محسن ملت الحاج محمد حسین ... فائن ریسٹورنٹ
دین ہاخ کے مالی تعاون سے ...

ادارہ تہ دل سے جناب ... صاحب ان کی اہلیہ اور بچوں کے حق میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو آفاتِ روزگار سے محفوظ رکھے۔ اور ان کے نیک اعمال کا آخرت میں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبینا وشفیعنا سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سلسلۂ اشاعت نمبر ــــــ ۸۳

کتاب	جادہ و منزل
مصنف	بدر القادری
تقدیم	محمد احمد مصباحی
سال اشاعت	۱۹۹۱ء
ناشر	المجمع الاسلامی مبارک پور۔ انڈیا
کتابت	راشد کتابت سینٹر۔ لال باغ مراد آباد
تصحیح	مولانا نصر اللہ صاحب، مولانا عارف اللہ، مولانا احمد القادری
صفحات	۵۶۸
قیمت	
مطبع	

ترتیب

٭ ٭ ٭

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامداً و مصلیاً ۔

سفرناموں کا رواج زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے ـــــ ابن بطوطہ اور ابن جبیر کے سفرنامے آج بھی شہرۂ آفاق حیثیت کے حامل ہیں جن میں انہوں نے مختلف ملکوں اور شہروں میں اپنے قیام اور وہاں کے قومی، مذہبی، تمدنی اور جغرافیائی حالات کو بیان کیا ہے اور انہیں اس کا موقع بھی ملا۔ کیوں کہ ان کے سفر یک روزہ، دو روزہ نہ تھے بلکہ مختلف مقامات پر ایک عرصے تک قیام کرکے وہاں کے ہر قسم کے حالات کا گہرا جائزہ لیا۔ وہاں کی عادات و رسوم اور آثار و اشخاص سے براہ راست آشنائی حاصل کی، پھر اپنے عہد کے دور افتادہ باشندوں اور آنے والی نسلوں کے لئے ان سب کی واقفیت بہم پہنچائی۔

یوں تو تجارت وصنعت کے تعلق سے آج بھی دنیا کے مختلف گوشوں میں بے شمار سیاح ملیں گے جنہوں نے بہت سے ممالک کا دورہ کیا ہوگا۔ اور یہ ہمارے ترقی یافتہ دور میں کوئی حیرت انگیز امر نہیں ـــــ اس لئے کہ برق رفتار سواریوں کی ایجاد نے آج پوری دنیا کو ایک شہر بنا دیا ہے اور تھوڑی دیر میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جانا، کوئی ناممکن یا مشکل بات نہ رہی۔ بس وسائل تک دسترس چاہیئے پھر سب کچھ آسان ہے۔

لیکن ایک عام تاجر اور ایک صاحب فکر عالم کی سیاحت میں بڑا فرق ہے، تاجر اپنی تجارت کے گوشوں، اس کے فروغ کے طریقوں اور اس سے تعلق رکھنے والے

افراد اور اداروں پر ہی نظر رکھتا ہے ـــــ لیکن کوئی اسلامی مفکر جب کسی نئی سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو اس سرزمین کی پوری تاریخ اس کی نظر میں گھوم جاتی ہے۔ اس کے انقلابات، ماضی وحال کے تغیرات، اس پر قوموں کے عروج وزوال کے سارے نقوش اس کی نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں ـــــ کبھی حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں، کبھی عبرت سے جھک جاتی ہیں اور کبھی رنج وحسرت سے اشکبار ہو جاتی ہیں ـــــ اس کا دل لرز اٹھتا ہے، ذہن کے تار جھنجھنا جاتے ہیں، فکر وخیال کی رگیں تیز سے تیز تر ہو جاتی ہیں اور ماضی میں وہ ایسا گم ہو جاتا ہے جیسے حال سے اس کا رشتہ ٹوٹ چکا ہو۔

کہیں اس کے جذبات اسے مہمیز دیتے ہیں اور وہ مستقبل کے امکانات پر غور کرتا ہے، اسلام کے فروغ وارتقا اور تبلیغ اسلام کے ذرائع پر نظر ڈالتا ہے اور اس کی راہیں تلاش کرتا ہے۔

وہ اس سرزمین کی تجارتی، صنعتی، ثقافتی، صحافتی، تمدنی، ہر طرح کی سرگرمیوں کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرتا ہے ـــــ مختلف طبقوں کی عادات وتہذیب، افکار ورسوم اور حالات وخیالات کا جائزہ لیتا ہے ـــــ ان کے بارے میں ایک رائے قائم کرتا ہے ـــــ راہِ اعتدال اور جادۂ حق سے ان کے قرب وبعد کی نشاندہی کرتا ہے۔ فکرِ مستقیم کی روشنی میں ان کے انحطاط وارتقا کی تعیین کرتا ہے اور حسنِ ظاہر کے ساتھ نورِ باطن سے بھی انہیں مستنیر کرنے کی قریب ترین راہوں پر غور کرتا ہے ـــــ یہ وہ فرق ہے جو ایک عام تاجر اور ایک اسلامی مفکر کی سیاحت میں خطِ امتیاز کھینچتا ہے۔

برادر محترم مولانا بدر القادری نے بھی ایک اسلامی مفکر اور حوصلہ مند مبلغ کی حیثیت سے بہت سے شہروں اور ملکوں کا دورہ کیا (یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا) اور انہوں نے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اسے اب اپنی قوم کے سامنے رکھ دیا تاکہ وہ بھی ان کے مشاہدات و

احساسات میں شریک ہو۔

اس سفر نامے میں آپ کو سفر کے حالات بھی ملیں گے، ہم سفروں کے اخلاق و عادات بھی، قوموں اور ملکوں کے جغرافیائی نشانات اور تاریخی انقلابات بھی، ایک مفکر کے جذبات وخیالات بھی، ایک مبلغ کے مشاہدات ومعاملات بھی، ایک بالغ نظر دانشور کے مشورے اور ہدایات بھی ——

کبھی محسوس ہوگا کہ آپ بھی ان مقامات کی سیر وسیاحت سے گزر رہے ہیں اور ان کے مشاہدہ وزیارت کا لطف اُٹھا رہے ہیں —— کبھی خیال ہوگا کہ ہم کہاں ہیں اور برق رفتار دُنیا کہاں پہنچی ؟ —— کبھی تصور ہوگا کہ دُنیا کو افکار واخلاق کی کس بلندی پر جانا تھا اور وہ کس انحطاط وپستی میں جاگری —— کبھی عیاں ہوگا کہ ہماری ذمہ داریاں کیا تھیں اور ہم غفلت وتغافل کے کس سمندر میں غرق ہیں —— کبھی ماضی کی یاد اُبھرے گی، کبھی حال کا درد اُٹھے گا، کبھی مستقبل کا غم تڑپائے گا —— کبھی حسرت وحرماں کا احساس ہوگا —— کبھی اُمید کی کرن چمکے گی اور حوصلوں کا آفتاب گرمائے گا، ہمتوں کو مہمیز ہوگی، عزیمتوں کے چراغ روشن ہوں گے اور آفاق میں حرکت وعمل کا اُجالا نظر آئے گا۔

مولانا کا کرم ہے کہ انہوں نے اپنے مشاہدات سے سب کو نفع اندوزی کا موقع فراہم کیا —— اور ان کا کمال ہے کہ اس سفر نامہ کو مفید سے مفید تر بنا کر پیش کیا —— ربِّ کریم ہم سب کی طرف سے انہیں جزائے خیر سے نوازے اور دُنیا کو ان کے رشحاتِ قلم سے، زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی توفیق جمیل بخشے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

محمد احمد مصباحی بھیروی
رُکن المجمع الاسلامی مُبارکپور
اُستاذ جامعہ اشرفیہ مُبارکپور

۲۷ رذی قعدہ ۱۴۱۱ھ
۱۱ رجون ۱۹۹۱ء شنبہ

سُوئے مدینہ

۱

چھا رہی ہیں گھٹائیں رحمت کی
دل کی وادی ہری بھری ہوگی
دھڑکنیں کہہ رہی ہیں سینے کی
شاید اس بار حاضری ہوگی

۲

اے دلِ ناصبور آتا ہے
اب نہیں کچھ بھی دور آتا ہے
چشمِ تر کرے بار بار وضو
آستانِ حضور آتا ہے

۳

شوخ ایسی نہ تھی صبا پہلے
نغمگی سی فضا میں چھائی ہے
بدر کانوں میں کہہ گیا کوئی
حاضری کی نوید آئی ہے

۴

خواب، تعبیر بن گیا میرا
اشک بابِ قبول تک آئے
بدر ہم اور اتنے خوش قسمت
جو دیارِ رسول تک آئے

۵

عشق خیر البشر عطا ہو جائے
رُوح کو غم کا سوز وساز ملے
موت کے بعد خاک کو میری
اے خدا وادئ حجاز ملے

۶

تخت دیتے ہیں تاج دیتے ہیں
جو بھی ہو احتیاج دیتے ہیں
جن وانساں کو رحمتِ عالم
بندگی کا مزاج دیتے ہیں

۷

میرے سرکار ہیں رؤف ورحیم
دل سے اُمّت کو پیار کرتے ہیں
جس جگہ کوئی کام آ نہ سکے
آپ کشتی کو پار کرتے ہیں

۸

لوگ لے لے کے تھک گئے لیکن
اب بھی وہ بے تکان دیتے ہیں
قاسمِ رحمتِ خدا ہیں وہ
مال وزر عزّ وآن دیتے ہیں

سفر نامہ حرمین

(۱۷ اگست ۱۹۸۵ء تا ۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ء)

چھا رہی ہیں گھٹائیں رحمت کی
دل کی وادی ہری بھری ہو گی
دھڑکنیں کہہ رہی ہیں سینے کی
شاید اس بار حاضری ہو گی

قافلہ جا رہا ہے سوئے حجاز

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔ آج شنبہ یکم ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ / ۱۷ اگست ۱۹۸۵ء، پھر دیارِ پاک حرمین کی خاک بوسی کے لئے، اہلیہ کو ہمراہ لے کر، KLM سے روم اور وہاں سے ALITALIA کے ذریعہ گیارہ بج کر پچپن منٹ پر روانگی ہے۔ احباب اور اہل تعلق کی تگ و دو صبح سے جاری ہے، امسٹرڈم اور دی ہیگ کی آشنا نگاہیں ایئر پورٹ پر ہمیں رخصت کرنے کے لئے جمع ہیں۔

احباب گلے ملے ——— ہم آگے بڑھے ——— سفر شروع ہو گیا ——— ارض مقدس کا سفر، حرمین طیبین کا سفر آرزوؤں امنگوں، حسرتوں اور ایمانی حرارتوں کا سفر، دنیا بھر میں ملک ملک گھومے، شہر شہر کی خاک چھانے، دیارِ پاک محبوب کی طرف جانے جیسا سرور کہاں ———؟

انگ انگ پر ایک کیف طاری ہو جاتا ہے ——— ذہن و فکر سے غم و آلام کی دھول، دُھل جاتی ہے، ایک نشہ، ایک خمار، اور سرمستی کا عالم ہوتا ہے ——— جب بھی کسی لمبے سفر کے لئے رخت سفر باندھا ارض حرمین کی کشش نے سینے میں سر ابھارا۔ اور بزبان میر کہا ؎

چلتے ہیں تو چمن کو چلئے وہاں پہ فصل بہاراں ہے
پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے

درحقیقت چمن تو اللہ اور رسول اللہ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا چمن ہے۔ دنیا کے اور سارے چمنستان وادی ام القریٰ، اور مدینۃ النبی کے چمن سے ہی رنگ و بو کی خیرات پاتے ہیں ——— امام احمد رضا کے قربان کیا خوب فرمایا ؎

انہی کی بُو مایۂ سمن ہے انہی کا جلوہ چمن چمن ہے
انہی سے گلشن مہک رہے ہیں انہی کی رنگت گلاب میں ہے

سفر جاری ہے ـــــ تصورات کے قدم آگے آگے چل رہے ہیں، بہت جلد، چند ساعتوں بعد ارض پاک حرم ہوگی اور ہم

حرم کی سرزمین طیبہ نگر کا راستہ ہوگا
زبان شوق پر صل علیٰ صل علیٰ ہوگا

انہوں نے بلایا ہے ــ اپنے باب کرم پر ـــــ یہ التفات، یہ توجہ، یہ پذیرائی یقیناً ہم دکھیاروں پر، ان کے کرم خاص کی علامت ہے۔ اگرچہ ان کا ہی کھا کر جیتا ہوں اور حق شکر بھی ادا نہیں کرتا انہیں کی نسبت کا قلادہ ڈالے، انہیں کے دین کی خدمت کے نام پر پیٹ بھرتا ہوں۔ مگر آج تک نمک کا تھوڑا سا بھی حق تو ادا نہیں کیا، ایک طرف اپنی یہ حالت، دوسری جانب ان کی اتنی فراواں رحمت کہ صرف ایک بار نہیں کئی بار چوکھٹ چومنے کے لئے بلایا۔ یا خدا مجھے معاف کر، یارب میری مغفرت فرما! مجھے دنیا اور آخرت میں اپنے اور اپنے حبیب کے حضور شرمندہ ہونے سے بچا۔ مجھ پر توفیق خیر کی چادر دراز فرما۔ میرا دامن زندگی تو عصیاں کے داغ دھبوں سے اٹا پڑا ہے، کشاکش حیات اور دنیاوی افکار کے جھمیلوں نے اپنا اسیر بنا رکھا ہے، فکر معاش، اور نفسانی سرکشی نے روح کے چراغ کی لو مدھم کر رکھی ہے، دل کی سختی میں اضافہ ہوگیا ہے، کوئی کام جیسا کام جو خدا اور رسول خدا کی رضا جوئی والا ہو، نہیں ہو رہا ہے ـــــ اب جب کہ ان کے دربار میں جانا ہے، کیا منہ دکھاؤں گا۔ سیاہ کاری سے نجس نجس پیکر لے کر ان کے آگے کیسے جاؤں گا ـــ؟

اے میرے رحیم و کریم رب رحم و کرم فرما!

تو بزن یا ربنا آب طہور
تا شود ایں نار عالم جملہ نور

(اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر رحمت کا پاک کرنے والا پانی ڈال تاکہ (صفات ذمیمہ کی) یہ آگ

(اخلاق حمیدہ کا) نور بن جائے)

فانی دنیا کی مہلک آسائشوں سے روکش ہو کر تیری رضا کے کاموں میں عمر تمام ہو، چشم گریاں اور قلب بریاں کی دولت ملے۔ تیری قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ

گر تو خواہی آتش آب خوش شود
ورنہ خواہی آب ہم آتش شود

(تو جو چاہے تو آگ خوشگوار پانی میں تبدیل ہو جائے اور اگر تو نہ چاہے تو پانی پانی نہ رہے بلکہ آگ بن جائے)

هٰكَذَا اَنْعِمْ اِلٰى دَارِ السَّلَامْ
بِالنَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى خَيْرِ الْاَنَامْ

(اے میرے رب! اسی طرح، بہشت میں داخلہ تک، نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازتا جا)

موج خیال ندامت کی گہرائیوں تک گئی تو روشنی کا ایک دریچہ چمکا ـــــ حضور شفیع المذنبین کی رحمت، کرم اور نوازش کا دریچہ ـــــ مرشدی امام احمد رضا نے سہارا دیا

اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور ترے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو درگزر کی ہے
تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
سنکی وہ دیکھ باد شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضا ترے دامان تر کی ہے

طیارہ اپنی پوری قوت سے محو پرواز ہے۔ اور ادھر رگ و ریشے میں ارض حرم کے قرب کا خیال ایک نیا سرور ایک نئی امنگ اور ولولہ بکھیر رہا ہے ـــــ کس قدر

فضل واحسان ہے پروردگار عالم کا۔ اور کتنا وسیع دامن ہے رحمت کونین کا کہ اللہ پاک کا گھر ——— اور رسول معظم کا در پھر نزدیک ہو رہا ہے سفر حرمین شوق و محبت کے پروں پر طے ہوتا ہے۔ یقیناً وہ لمحات زندگی کے زریں لمحات ہیں جو اس مبارک سفر میں بسر ہوں۔ سفر مدینہ کی حلاوتوں سے سرشار ہو کر ہی کسی نے یہ کہا ہو گا

مدینے جاؤں پھر آؤں مدینے پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے !

رات کے گیسو بکھر چکے ہیں۔ طیارہ فضا کے دامن میں سمت سفر کو بڑھ رہا ہے ——— کھڑکی کے باہر روشنیوں کا ہجوم ابھرنے لگا ——— اعلان ہوا کہ اب ہم جلد ہی جدہ ایئر پورٹ پر پہونچنے والے ہیں ——— مسافر کھڑکیوں پر جھکے ہوئے قمقموں کے سمندر کا نظارہ کر رہے ہیں ——— بلند و وسیع عمارتیں۔ خوشنما سڑکیں موٹر گاڑیوں سے آباد شاہراہیں۔ بلند و بالا مساجد کے مینار عربی وضع اور تہذیب مشرق کے قالب میں چھپا ہوا مغربی تاجروں کا مرکز "جدہ" جہاں امریکی اور برطانوی چہرے بھی ٹھڈی پر کالے بالوں کا پیوند چپکائے نظر آتے ہیں ——— خانوادۂ ابن سعود کے نام پر امریکی اور برطانوی تسلط کی زمین "جدہ" پیش نظر ہے۔ جہاز رکا۔ مسافروں نے باہر قدم نکالے۔ ہم بھی چل پڑے ——— دو ڈھائی گھنٹے کی سخت جانچ پڑتال کا مرحلہ نہایت تکلیف دہ رہا۔ سب سے زیادہ پریشانی ان چند عدد کتابوں کی وجہ سے ہوئی جو میرے ساتھ تھیں۔ ایمگریشن آفیسر نے کتابوں کا ورق ورق دیکھ لینے کے بعد ایک فارم پر میرا نام پاسپورٹ نمبر اور کتابوں کا اندراج کرنے کے بعد عملے کے ایک آدمی کے ہمراہ کسی اپنے بڑے کے پاس بھیجا ——— وہاں پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لمبا کرتا پہنے لال چیکی دار رومال سر پر باندھے، ایک اور آدھی آنکھ والا ایک مکروہ صورت نجدی، گندی سندی ہزاروں فلموں کے انبار اور کچھ کتابوں سے بھری الماریوں کے درمیان ویڈیو پر چلا کر کوئی فلم دیکھ رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں المجمع الاسلا

مبارکپور کی طرف سے مطبوعہ چند کتابیں دیکھیں تو بغیر کچھ سوال جواب کئے فارم پر دستخط کیا اور ہونہہ کر کے جلد کمرے سے نکل جانے کا اشارہ کیا۔ شاید ہم لوگ اس کے کباب میں ہڈی بن گئے تھے۔ اس لئے۔ ورنہ سعودیہ میں مذہبی کتابوں کا داخلہ تو اتنا دشوار کام ہے کہ نہ پوچھئے اس ملک کے خوش عقیدہ باشندوں کو اگر کوئی اہم کتاب لانی ہوتی ہے تو اسے ہاتھ سے نقل کر کے لاتے ہیں ورنہ ضبط ہو جاتی ہے۔ دلائل الخیرات شریف مترجم قرآن مجید اور کتب وظائف تک کوئی لیکر نہیں جا سکتا۔ الامان والحفیظ۔

تمام ساتھی تلاشی کے مرحلے سے گذر چکے تو ایک ساتھ ہم لوگ ایئر پورٹ سے باہر نکلے۔ رات کا آخری حصہ تھا سامان ایک جگہ رکھ کر نماز ادا کی گئی۔ ایئر پورٹ کے باہر حد نظر تک عازمین حج پھیلے ہوئے ہیں، لوگ جلد از جلد مکہ مکرمہ پہونچنے کے لئے بیقرار ہیں۔ صبح ہوئی سواریوں کی تلاش اور اپنے اپنے قافلے کو سنبھالنے میں ہر میر کارواں تگ و دو کر رہا ہے ——— ہم لوگوں کو اپنے معلم کی تلاش میں پریشانی تھی مگر اس بار حکومت نے اس طرح انتظام کیا ہے کہ یورپین ملکوں اور امریکہ وغیرہ سے آنے والوں کے لئے پہلے ہی سے ہوٹل مخصوص کر دیئے ہیں۔ لہذا معلم تو وہاں ملے نہیں البتہ ایک چھوٹی بس کے ذریعہ ہم لوگ مکہ شریف جانے کے لئے تیار ہوئے۔ دھوپ تیز ہو چکی تھی ہم لوگوں کی سواری جانب مکہ جانے کے لئے آمادہ ہو رہی ہے سب پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صدائے فضا گونج رہی ہے۔ احرام پوش حجاج کرام خدا کے مقدس گھر سے اپنی آنکھیں روشن کرنے کے لئے بیقرار ہیں

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

یہ سعودیہ ہے

جنوب مغربی ایشیا، جزیرہ نمائے عرب کا ایک ملک، جسے المملکۃ العربیۃ السعودیہ

کہتے ہیں عثمانی ترکوں کے اقتدار اسلامی کو مسیحیوں نے اپنے ٹکڑے پاش پاش کیا۔ اور امیر نجد نے انگریزوں کے تعاون سے اس حکومت کی بنیادیں ١٣٥١ھ / ١٩٣٢ء میں مضبوط کیں اور اسی سال اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ ابتداءً یہ حکومت نجد ریاض تک محدود تھی رفتہ رفتہ حجاز مقدس کا پورا علاقہ ان کے زیر اثر آگیا۔

اس کے شمال میں ملک اردن، عراق اور کویت، جانب مشرق خلیج فارس، قطر، متحدہ عرب امارات اور عمان واقع ہیں، جنوب میں عمان و یمن ہیں (یمن، شمالی اور جنوبی دو حصوں میں منقسم ہے)، سعودیہ کے جانب مغرب بحیرۂ احمر ہے۔

- ○ رقبہ — ٢١٤٩٦٩٠ مربع کلومیٹر تقریباً
- ○ زبان — عربی —
- ○ انٹرنیشنل ایئر پورٹ ۔ جدہ، ریاض
- ○ انٹرنیشنل بندرگاہ — جدہ
- ○ آب و ہوا — گرم خشک ۔ ملک کا بیشتر حصہ بنجر، سطح مرتفع، جنوب مغرب میں پہاڑوں کی بلندیاں آٹھ ہزار فٹ تک ۔
- ○ ملک چار صوبوں پر منقسم ہے — الحجاز — الاحساء — عسیر — اور نجد۔
- ○ دین — اسلام
- ○ سکہ — ریال
- ○ دار السلطنت — ریاض

اقتصادیات

سعودی عرب کی اقتصادیاتی بنیاد معدنی دولت پر ہے ١٩٣٦ء میں ظہران، دمن میں پہلی بار دریافت ہوا اور اب تیل پیدا کرنے والے ملکوں میں سعودی عرب تیسرا ملک ہے۔ ایک اندازے کے مطابق سعودی عرب میں ١٦٥ بلین بیرل تیل موجود ہے کچھ روز تک یہاں سے ٦٥ لاکھ بیرل تیل روزانہ کے حساب سے نکالا جاتا رہا پھر ١٩٨٠ء

سے ایک کروڑ بیرل یومیہ کے حساب سے نکاسی شروع ہوئی۔ زمین سے نکالا ہوا تیل موجودہ دور میں توانائی کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ تیل نکالنے کے لئے زمین میں مشینی برموں سے سوراخ کئے جاتے ہیں، پھر پمپ کے ذریعہ تیل باہر نکالا جاتا ہے اور صاف کرنے والی مشینوں کے ذریعہ، اسے پٹرول، مٹی کے تیل، اور ڈیزل تین حصوں میں الگ کیا جاتا ہے۔ پٹرول تیل کی نہایت صاف ستھری قسم ہے۔ اور ڈیزل تیل کا گندہ حصہ ہے۔ اسی سے کروڈ آئل موبل آئل گریس وغیرہ بناتے ہیں —— دنیا میں سب سے زیادہ تیل سوویت یونین (روس) میں نکالا جاتا ہے۔ اس کے بعد ریاستہائے متحدہ امریکہ میں، اس کے بعد سعودی عرب اور ایران کا نمبر آتا ہے۔ سعودی تیل کے سب سے بڑے خریدار ریاستہائے متحدہ امریکہ، جرمنی اور جاپان ہیں۔ ابتداءً سعودی تیل پر امریکہ کیلیفورنیا کی "اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کی اجارہ داری تھی۔ بعد میں "آرامکو" کے نام سے کمپنی بنائی گئی جس میں چار امریکی کمپنیوں کے حصص ٤٠ فی صد اور سعودی عرب کے ٦٠ فی صد تھے دسمبر ١٩٧٤ء میں مکمل آرامکو، سعودی حکومت کی ہوگئی۔

١٩٧٣ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران شاہ فیصل نے امریکہ کو تیل کی سپلائی میں دس فیصد کمی کردی تھی، تاکہ امریکہ اسرائیل کی امداد سے دستبردار ہوجائے، آرامکو کو قومی تحویل میں لینا بھی اسی نظریہ کے تحت تھا، افسوس کہ سعودی خاندان کے اس ذہین شخص کو اس کے بھتیجے ہی نے مارچ ١٩٧٥ء میں قتل کردیا۔

سعودی عرب کو تیل کے ذریعہ ہونے والی آمدنی کا ایک چارٹ ہم "البلدان الاسلامیہ" سے نذر قارئین کرتے ہیں۔

١٣٨٠ھ / ١٩٦٠ء	میں	تین سو چونتیس ملین ڈالر۔	٣٣٤	ملین ڈالر
١٣٨٩ھ	"	نو سو انچاس ملین ڈالر۔	٩٤٩	"
١٣٩١ھ	"	اٹھارہ سو پچاسی ملین ڈالر۔	١٨٨٥	"
١٣٩٢ھ	"	ستائیس سو چونتیس ملین ڈالر۔	٢٧٣٤	"
١٣٩٣ھ	"	چوبیس ہزار چھ سو ملین ڈالر	٢٤٦٠٠	"

۱۳۹۵ھ	میں	ستائیس ہزار پچاس ملین ڈالر۔	۲۷۰۵۰	ملین ڈالر
۱۳۹۶ھ	"	تیس ہزار ملین ڈالر۔	۳۰۰۰۰	ملین ڈالر

حکومت سعودیہ نے ۱۳۹۶ھ میں ۵۴ بلین ڈالر مغربی ملکوں میں سرمایہ کاری کی۔
تیل کے علاوہ سعودی عرب کی زمین سے دوسری معدنیات بھی برآمد ہوتی ہیں۔
جپسم، تانبا، مینگنیز، سلور، سیسہ اور چاندی سونا سبھی کچھ نکلتا ہے۔
سعودی عرب میں فی کس آمدنی۔ ۱۶۴۴۴ ریال / یعنی ۴۶۹۸ ڈالر سالانہ ہے۔

آبادی

سعودی عرب کی مجموعی آبادی کے بارے میں "البلدان الاسلامیہ والاقلیات المسلمۃ فی العالم المعاصر" کا مقالہ نگار لکھتا ہے :

الملکۃ العربیۃ السعودیہ کی آبادی کا ۱۳۹۶ھ میں ۶۰۰۰۰۰۰ ۔ اندازہ کیا گیا تھا
۱۳۹۵ھ میں سرکاری اعداد و شمار نے ــــــــ ۷۰۱۲۶۴۲ کی تعداد بتائی
اور فی الحال آبادی ۹ ملین سے زیادہ ہونے کا اندازہ ہے۔ ۱½ ملین غیر ملکی ان کے علاوہ ہیں (واضح رہے کہ یہ اعداد و شمار ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء کے ایڈیشن سے لئے گئے ہیں)

۱۹۷۶ء کی سرکاری رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے سولہ بڑے شہروں کی آبادی مندرجہ ذیل تھی :

ریاض	۶۶۶٬۰۰۰	بریدہ	۷۰٬۰۰۰
جدّہ	۵۶۱٬۰۰۰	الخبر	۵۴٬۰۰۰
مکہ معظمہ	۳۶۷٬۰۰۰	خمیس مشیط	۵۰٬۰۰۰
طائف	۲۰۵٬۰۰۰	الجنید	۴۹٬۰۰۰
مدینہ منورہ	۱۹۸٬۰۰۰	نجران	۴۸٬۰۰۰
دمام	۱۲۸٬۰۰۰	حائل	۴۱٬۰۰۰
الہفوف	۱۰۱٬۰۰۰	جیزان	۳۳٬۰۰۰
تبوک	۷۴٬۰۰۰	ابہا	۳۰٬۰۰۰

کاروانِ شوق

مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور سرزمین حجاز پر اسلام کے مقدس آثار اور آیات الٰہیہ موجود ہیں اس وجہ سے مسلمانان عالم حجاز سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہر دور میں اہل اللہ نے حرمین طیبین اور ان کے ملحقات کی تاریخ نہایت والہیت سے تحریر کی ہے ــــــ انہی سراپا عشق و عرفان ہستیوں کے نقوش قدم کو رہنما بناتے ہوئے، فقیر آثم بھی اپنے کاروان شوق کی نورانی گذرگاہوں کے حالات حتی المقدور سمیٹنے کی کوشش کریگا اگرچہ اپنے زبان قلم میں وہ توانائی کہاں جو کیفیات قلبی اور اس سفر مبارک کی واردات کی ترجمانی کر سکے۔ تاہم اللہ رب العزت کے کرم اور اس کے حبیب لبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و رافت کے سہارے چل پڑا ہوں۔ بقول ذوق دہلوی

بیان درد محبت جو ہو تو کیوں کر ہو!
زباں نہ دل کیلئے ہے نہ دل زباں کیلئے

عروس البحر "جدّہ"

جدّہ ایرپورٹ سے مکہ مکرمہ جانے والا راستہ حجاج کرام سے بھرا پڑا ہے۔ توحید کے متوالے دنیا بھر سے سمٹ کر بیت اللہ الاعظم کے قریب آ رہے ہیں ــــ ہمارے قافلے نے بھی ایک بڑی ٹیکسی طے کی اور سامان سفر بار کر کے، مطار جدّہ سے۔ سوئے حرم کا رُخ کیا۔
جدّہ بحر احمر کے کنارے سعودی حکومت کی عظیم الشان بندرگاہ ہے۔ جو کئی کلو میٹر وسیع ہے۔ یہاں کا انٹرنیشنل ایرپورٹ بھی بہت شاندار ہے ــــــ جدّہ ایک نہایت وسیع خوبصورت کاروباری شہر کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ دنیا بھر کی تجارتی کمپنیوں کے دفاتر اور ہر قومیت کے لوگ یہاں بڑی مقدار میں آباد ہیں۔ آبادی کا دامن بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس شہر کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ایرانی تاجروں

نے بسایا تھا۔ سارے انسانوں کی ماں حوا علیہا السلام کا مزار مبارک یہیں ہے۔ جس پر عقیدت
کیش امرا نے قبہ تعمیر کیا تھا۔ مگر آج کے حجاز میں خود اہل جدہ بھی نہیں جانتے کہ حضرت حوا
کا مزار کہاں ہے ؟ ۱۹۶۵ء کی رپورٹ کے مطابق جدہ کی آبادی ۱،۹۴،۰۰۰ تھی۔ المنجد
میں آبادی تیرہ لاکھ لکھی ہے۔ جدہ پندرھویں صدی عیسوی میں ہندوستان اور مصر کے
مابین تجارتی مرکز کے لحاظ سے مشہور ہوا۔ اور اس وقت جدہ سعودیہ کی عظیم ترین بندرگاہ
ہے۔ ہند و پاک کے حجاج کے بحری جہاز یہیں لنگر انداز ہوتے ہیں۔ جدہ کا فاصلہ سعودی
دارالحکومت ریاض سے ۱۰۴۰ کلومیٹر ہے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ ۷۵ کلومیٹر اور مدینہ منورہ ۳۹۰
کلومیٹر دور ہے ـــــ اہل عرب موجودہ جدہ کے حسن و زیبائش کی وجہ سے اسے "عروس
البحر" کا لقب دیتے ہیں۔ جدہ کا انٹرنیشنل ایر پورٹ ایک سو پچاس ہیکٹر پر بنا ہوا ہے اسے
ایک سو ساٹھ میٹر لمبے باغ کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ خاص ایام حج میں استعمال
کیا جانے والا حصہ فلک نما خیموں کی طرح بنا ہے۔ جن کی تعداد ۲۱۰ ہے۔ یقیناً یہ جگہ دنیا کی
عظیم ترین خیمہ گاہ ہے۔ یہ خیمے "فیر گلاس" ڈھال کر بنائے گئے ہیں۔ جو پانچ لاکھ دس ہزار
مربع میٹر زمین تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گرد و نواح میں درختوں کی قطاریں نظر آتی ہیں جن سے
ہو کر پہنچنے والی ہوا معتدل ہو جاتی ہے وزارت حج و اوقاف کے دفاتر، دیگر ضروری آفس
وضو نماز کی جگہیں، بنکوں کے دفاتر اور انٹرنیشنل ایر لائنوں کے دفاتر موجود ہیں ـــــ جدہ
میں ایر پورٹ کے تین حصے ہیں۔ ایک غیر ملکی فلائٹوں کے لئے۔ دوسرا صرف سعودی ایر لائن
کے لئے۔ تیسرا ایر پورٹ محض دنیا کی سیاسی شخصیات اور شاہی خاندان اور شاہی مہمانوں
کے لئے ہے۔

ـــــ جدہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ وہی سلسلہ
ہے جو بحر قلزم کے ساحل سے چل کر یمن سے اردن تک چلا گیا ہے۔ اب تو ہائی وے جدید
طرز پر اس قدر کشادہ اور آرام دہ بنا دی گئی ہے کہ سفر میں پریشانی کا احساس ہی نہیں ہوتا
ـــــ جدہ سے مکہ مکرمہ کو چلئے تو راستے میں "ام السلم" کی بستی پڑتی ہے۔ پھر
بحرہ پھر جدہ۔

حُدیبیہ شریف

اس کے بعد شمیسی ہے دور نبوی میں جسے حدیبیہ کہا جاتا تھا۔ یہاں سے مکہ مکرمہ ۲۱
کلومیٹر رہ جاتا ہے، مکہ حدیبیہ کے شمال میں ہے۔ یہیں وہ درخت تھا جس کے نیچے بیٹھ کر
حضور اقدس نے صحابہ سے بیعت لی تھی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔

یہ ذی قعدہ ۶ھ ر ۶۲۸ء کی بات ہے جب رسول خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صحابۂ کرام کو لے کر مکہ کی جانب چلے بدر و خندق کے غزوات، اور معرکوں کے ذریعہ اسلام
اور مسلمانوں کا غلبہ ثابت ہو چکا تھا، اور نصرت خداوندی کے مظاہر عالم آشکار ہو رہے
تھے۔ اسی مقام حدیبیہ پر آپ نے قیام فرمایا اور قریش سے بات چیت کرنے کے لئے سیدنا
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا۔ مکہ میں انتشار و لامرکزیت کا دور دورہ
تھا جس کی وجہ سے سیدنا عثمان ذی النورین کو وہاں زیادہ رکنا پڑ گیا۔ ادھر صحابۂ کرام میں
افواہ پھیل گئی کہ عثمان شہید کر دیئے گئے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقع
پر صحابۂ کرام سے بیعت لی، اور اپنے ایک دست مبارک کو عثمان غنی کا ہاتھ قرار دے کر
ان کی بیعت خود لی، جس کا لازمی مطلب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا
عثمان غنی کے زندہ بخیر ہونے پر مطمئن تھے۔ اس دن اس مقام پر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین نے جاں بازی و سرفروشی کی جو تاریخ اپنی بیعت کے ذریعہ مرتب کی، وہ ہماری
اسلامی تاریخ کا زریں روشن باب ہے قرآن مجید ذکر فرماتا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا	(اے جان عالم) بے شک جو لوگ آپ
يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ	سے بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ اللہ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ	سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ
(الفتح : ۱۰)	ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس مقام پر قریش کے ساتھ جو معاہدہ ہوا۔ اسے قرآن مجید نے "فتح عظیم" قرار
دیا ـــــ سورہ فتح نازل ہوئی تو فتح عظیم کی خوشخبری سن کر بعض صحابہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ کیا یہ فتح ہے ——؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، یقیناً یہ فتح ہے۔"

دعوت خلیل

مکہ معظمہ کی جانب جانے والی شاہراہ لبیک اللھم لبیک کی فدا کارانہ صدائے گونج رہی ہے۔ حجاج کرام بسوں، ٹیکسیوں اور کاروں کے ذریعہ ایک ہی لباس میں ملبوس بیت اللہ کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔ عجیب کیف و مستی کا عالم ہے۔ چار ہزار سال کا عرصہ ہوا، جب خدا کے خلیل نے، کعبہ کی تعمیر کے بعد لوگوں کو اس کے حج کی دعوت دی تھی۔ اللہ اکبر! کتنی دور رس ہے خدا کے اس برگزیدہ نبی کی پکار —— کہ روئے زمین کی پوری گولائی سے ہر سال لاکھوں —— فرزندان توحید اس گھر کی زیارت اور طواف کے لئے سر کے بل آتے ہیں۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ	اور لوگوں میں حج کی ندا عام کر دے۔
يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ	وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور
يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ٥	ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے
(الحج : ۲۷)	آتی ہے۔

اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا —— تمدن عالم خواہ کوئی رنگ و روپ اختیار کرلے۔ ابراہیمی مے کے سرشار، مستانہ وار اسی اپنی مخصوص سج دھج کے ساتھ حج و عمرہ کے لئے آتے رہیں گے۔

دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے (حسرت)

شہر مکہ کی حد شروع ہوئی زبان پر دعا جاری ہو گئی۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ جِئْتُکَ ھَارِبًا مِنْکَ اِلَیْکَ لِاُؤَدِّیَ فَرَائِضَکَ

أَطْلُبُ رَحْمَتَكَ وَأَلْتَمِسُ رِضْوَانَكَ الخ اے اللہ تو میرا پروردگار اور میں تیرا بندہ۔ یہ شہر تیرا شہر ہے میں تیرے حضور تیرے عذاب سے بھاگ کر آیا ہوں تاکہ تیرا فرض ادا کروں۔ رحمت طلب کروں اور تیری رضا تلاش کروں الخ

دوپہر کا وقت اور عرب شریف کی گرمی، ہالینڈ کے اندر ماہ اگست بھی لباس برودت میں آتا ہے کہاں دی ہیگ میں ۱۱-۱۲ سینٹی گریڈ کا برف کدہ اور کہاں چالیس سینٹی گریڈ کا یہ گناہ سوز، پرجلال موسم —— ہمارے قافلہ کے نازک اندامول کے چھکے چھوٹنے لگے —— فندق اجیاد کے گیٹ پر گاڑی رکی سامان اتارے گئے —— اور کمرہ بک کرا کے چابی حاصل کی گئی —— حج کے زمانے میں یہ اور اسی قسم کے متعدد فائیو اسٹار قسم کے ہوٹل یورپین او امریکن حجاج کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ کمرے میں پہونچتے ہی ٹھنڈا زمزم شریف پی کر بے تحاشا سب لوگ بستروں پر دراز ہونے لگے —— مگر میں نے عرض کیا —— یارو! گھر بار، عزیز و اقارب ملک و وطن خیر باد کہنے کا جو مقصد ہے، اس کے لئے چلو، پہلے عمرہ کرو، پھر کوئی اور کام —— یہ سنتے ہی سب لوگ وضو کر کے عمرہ کرنے چل پڑے، ہمارے قافلے میں ہم چار مردوں کے ہمراہ چاروں کی خواتین خانہ بھی تھیں، ہوٹل میں کمرہ ملا تو وہاں کنیڈا سے آئے ہوئے ایک پاکستانی حاجی صاحب اور ان کی اہلیہ بھی ہمارے ہی ساتھ ہو گئے —— اس طرح ہم آٹھ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ہو گئے۔

مسجد الحرام شریف کے بلند و بالا مینار رب الصمد کی کبریائی کا خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ دہلیز حرم تک رسائی ہوئی، عقیدت سے بوسہ لیا داہنا قدم آگے بڑھایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ "

رب البیت کا لاکھ لاکھ شکر و احسان کہ اس نے یہ سعادت بخشی۔ خانہ کعبہ شریف سامنے ہے، نگاہ شرم و ندامت سے اٹھانا مشکل ہے، تکبیر و تہلیل زبان پر جاری ہے۔ اور دل کی کثافتیں آنکھوں کے پرنالوں سے نکل رہی ہیں، سب کو ہمراہ لے کر لرزتے

قدموں کے ساتھ مطاف پہونچا طواف شروع ہوا۔ گرمی اپنے شباب پر ہے مگر اللہ کے بندے اس سے مغفرت اور رحمت مانگنے کی دُھن میں ہر شئی سے بے نیاز ہو کر اس کے مقدس گھر کا پروانہ وار طواف کر رہے ہیں ـــــــ طواف پورا کر کے مسعیٰ پہونچے عمرہ کی تکمیل ہوئی۔ اور اب پوری مسجد الحرام شریف میں تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ اذان سے پہلے ہی جدھر نظر اٹھایئے انسانی سر ہی سر نظر آ رہے ہیں۔ مروہ سے چاہ زمزم کی جانب آتے آتے ہمارے تمام احباب منتشر ہو گئے۔ مگر خیر یہ کہ کوئی بھی تنہا نہیں رہا۔ ظہر کی نماز کے بعد زمزم شریف سے سیراب ہو کر ہوٹل پہونچے ـــــــ اور سب لوگوں کو ہوٹل میں جمع ہوتے ہوتے شام ہو گئی۔ سچ یہ ہے کہ اس مقدس سرزمین پر کھو جانا بھی مقدر والوں کے حصے میں آتا ہے۔ اے رب الارض والسموات! تیرا کتنا کرم ہے کہ ہم لوگ تیرے پاک در پر اپنی قلبی و روحانی ناپاکی دھونے کی سعادت پا رہے ہیں ـــــــ ہر ہر گام پر نگاہ الجھتی ہے ـــــــ ہر منظر دامن دل کو کھینچ رہا ہے ـــــــ ہر نظارہ نعمت و رحمت والے پروردگار کے شکر و سجدہ گذاری کا متقاضی ہے۔

چند ثانیہ بعد ہوٹل کا نمائندہ آیا۔ اور سب نے اٹھارہ اٹھارہ سو ریال فی نفر کے لحاظ سے کرایہ ادا کیا۔ اسی دن جنوب امریکہ سرینام کا قافلہ بھی آ گیا ـــــــ اس بات کی خوشخبری پہلے ہی مل چکی تھی کہ نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ نیز حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری جانشین مفتی اعظم ہند بریلی شریف کی آمد آمد ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ ہند و پاک کے علماء اور احباب کے آنے کی اطلاعات ملیں ـــــــ میں نے قصداً اس مقدس سرزمین پر مذکورۃ الصدر دونوں بزرگوں کی جستجو کے سوا کسی اور کی تلاش نہیں کی، بلکہ ان لمحات کو غنیمت سمجھ کر رب الکعبہ کے حضور حتی المقدور خود اپنی تلاش کی سعی کرتا رہا۔

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبالؔ اپنے آپکو
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

یہ سرزمین مکہ ہے

یہ مکہ مکرمہ ہے جس کے مکہ، بکہ، ام القریٰ، البیت العتیق، کوثیٰ، قریۃ النمل، الحاطمۃ، المعاد، الرأس، ام روح، الباسّۃ، صلاح، العرش، القادس اور اسی طرح سینکڑوں نام ہیں۔ اس بلد مقدس کے ناموں کا شمار تو کیا جا سکتا ہے مگر اس کے فضائل و مناقب، اور شرف و کمال کا احصار انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہر نام اپنے اندر عظمت و سطوت کا جہان سمیٹے ہوئے ہے۔

مکہ، مک سے بنا ہے جس کا معنی دھکا دینے اور جذب کرنے کے ہیں۔ یہاں ذوق و شوق سے آنے والے بکثرت ہوتے ہیں، خاص طور سے طواف کے دوران کھوئے سے کھوا چھلتا ہے۔ اور سرکاری ازدحام کے باعث لوگ ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں اور اس شہر مبارک کی یہ صفت کتنی عظیم ہے کہ یہ عصیاں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کی خطائیں جذب کر لیتا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں پانی کی قلت ہو اس مقام کو بھی مکہ کہا جاتا ہے۔ اور جس مقام کی قوت کشش لوگوں کو اپنی طرف کھینچے اس کو بھی مکہ کہتے ہیں۔ بات ظاہر ہے کہ کرۂ ارض پر آباد ایمان والوں کے لاکھوں کروڑوں قلوب اس کی جانب کھنچ کر آتے ہیں ـــــــ یہی وہ شہر مقدس ہے جہاں بڑے بڑے ظالموں اور جابروں کے سر جھکتے ہیں، جہاں آٹھوں پہر بادۂ توحید کے سرشاروں کا پروانہ وار طواف جاری رہتا ہے۔

قلبی و روحانی نجاست میں لت پت لوگوں کا یہاں داخلہ رب کائنات نے ممنوع قرار دے دیا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا	بے شک مشرک نجس ہیں، لہذا مسجد حرام
يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (توبہ:۲۸)	کے قریب نہ آئیں۔

یہاں "مسجد حرام" سے پورا حرم محترم مراد ہے۔

فرش گیتی بچھانے سے دو ہزار سال پہلے، خالق ارض و سما نے مکہ مکرمہ کو سطح آب پر

پانی کے جھاگ کی شکل میں ظاہر فرمایا۔ پھر اسی کے نیچے اپنی قدرت سے پوری زمین تخلیق فرمادی۔ مکہ مکرمہ زمین کے وسط میں واقع ہے۔ اور یہ ناف زمین ہے اس بنیاد پر اسے ام القریٰ کہا جاتا ہے، مکہ مکرمہ بیت المعمور کا سایہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ صفحہ ۹۷۶)

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ   بے شک پہلا گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ فرماتے ہیں، سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو مکہ میں ہے، لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا اس سے پہلے قوم ہود اور قوم نوح نے اپنے رہنے کے لئے مکانات نہیں بنائے تھے؟ آپ نے فرمایا برکت اور ہدایت کے لحاظ سے پہلا گھر بیت اللہ شریف ہے (ابن جریر ج ۴ صفحہ ۶)

رب حکیم نے اپنے مقدس گھر کے لئے ایسے شہر کا انتخاب فرمایا جو روئے زمین کا ہر لحاظ سے وسط ہے انسائیکلو پیڈیا آف برطانیکا میں "مکہ" کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"حدود شہر مکہ اندازاً ایک ہیرے کی شکل میں ہے، اس کا طول اشماس سے بانان تک ۲۵ میل ہے جب کہ تنعیم (جو جدہ روڈ پر واقع ہے)، سے باب اقصیٰ (جو مسفلہ کی جانب یمن روڈ پر ہے) تک بارہ میل ہے۔ اور اشماس (مقام حدیبیہ) شہر سے مغرب میں چودہ میل کے فاصلے پر ہے" (ج ۵ ص ۳۲ مطبوعہ ۱۹۸۶ء)

مکہ مکرمہ شہر جلال وجبروت ہے گنہ گاروں کے آلودہ دامن یہاں کے پرجلال موسم میں پہونچ کر صاف ہوجاتے ہیں۔ علامہ رفعت پاشا مصری مکہ مکرمہ کے موسم کی بابت لکھتے ہیں:

"آب وہوا گرم خشک ہے جنوری میں درجہ حرارت ۱۸ ڈگری سینٹی گریڈ فروری میں ۲۰ ڈگری سینٹی گریڈ مارچ میں ۲۲ ڈگری سینٹی گریڈ اپریل میں ۲۴۔ مئی میں ۲۷ جون جولائی میں ۲۹۔ اگست میں ۳۰۔ اکتوبر میں ۲۵۔ نومبر میں ۲۴۔ دسمبر میں ۲۰۔ زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۳۹ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔"

(مرآۃ الحرمین ج ۱ صفحہ ۱۰۱)

اے شہر پاک مکہ!

اے شہر مکہ! تیرے دامن میں ہی وہ مکان مقدس ہے جہاں خدا کا حبیب، دو عالم کا تاج رحمت کونین، مولائے کل، ختم الرسل سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عالم قدس سے دنیا میں جلوہ فگن ہوا۔ تیری آغوش میں رحمت ہر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک بچپن گزرا۔ تیری خاک پر چلتے پھرتے محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر مبارک کے ترپن سال گزارے یہیں چالیس سال کی عمر تک تجھ پر نبی رحمت کو لوگ امین وصادق کے لقب سے پکارتے رہے۔ اور جب اس امین وصادق آمنہ کے لال عبداللہ کے دُرِّ یتیم کو امانت الٰہیہ سونپی گئی تو تیری ہی سرزمین پر اس نے ظلم وسرکشی کی ہر آندھی کا نہایت صبر واستقلال سے مقابلہ کیا۔

اے قریٰ کی وادی! تو گواہ ہے کہ سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا آراستہ کیا ہوا حرم محترم تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن بنا ہوا تھا۔ پھر صبح تاباں کی وہ گھڑی بھی آئی کہ بنی ہاشم میں ایک تابندہ پیشانی والا نمودار ہوا۔ حرم مقدس میں ننگے رقص کرنے والوں میں وہ پہلا انوکھا انسان تھا جس نے رکوع وسجود کی خاموش عبادت سے مشرکانہ ظلمت میں فطرت عبودیت کے شفق کی روشنی بکھیری، شام وسحر اور کبھی رات کے سنسان اندھیروں میں، اس کی آہ وزاری گریہ وبکا کی گونج تھی، اور خدا دشمنی کے الاؤ میں سلگتے ماحول کو آتش جہنم سے بچالینے کی بیقرار خواہش میں تیری فضاؤں کے اندر اس کی کتنی چیخیں اور نالے ابھرے۔ جو لوح تاریخ پر نہایت مضبوطی سے جم گئے۔

اے ارض مکہ! تو نے بلال پر امیہ کا ستم بھی دیکھا۔ اور جسد سمیہ کے ٹکڑے ہوتے بھی دیکھے۔

اے ارض مکہ! تیری تاریخ میں وہ دن نہایت اہم ہے جب تیرے ایک پہاڑ (صفا) کی چوٹی پر کھڑے ہو کر خدا کے آخری پیغمبر نے قریش کو اسلام کی دعوت پیش کی تھی، وہ دن پہلا دن تھا جب کھلم کھلا تیری فضاؤں میں نغمۂ لاہوتی کے اعلان کے تیرے چہیتے لاڈلے اور مایۂ ناز سپوت نے صفا کو اپنا ممبر بنایا تھا۔ مگر حق کی دعوت سے

روگردانی کرنے والوں، سرکشی سے گردنیں ٹیڑھی کرنے والوں تمرد سے مشرکانہ روش پر رہ کر عالم کی سب سے بڑی سچائی سے پھرنے والوں کو بھی تو نے دیکھا ہوگا۔ مگر کیا نبی مکرم جیسے صبر و ضبط اور عزیمت بے مثال کا بھی کوئی منظر تو نے اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا ــــ؟

اے ارض مکہ! حدود حرم کا وہ منظر کتنا دلگداز تھا جب عرشیوں اور فرشیوں کی آنکھ کا تارا، محبوب دلدار اپنا سر مبارک سجدے میں رکھے ہوئے تھا اور دشمنان خدا کفار و مشرکین اس کی پشت اطہر پر مذبوح اونٹ کی غلاظت ڈال رہے تھے۔

اور اے ارض حرم! تو نے اس کمسن بچی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کی بیقرار چیخ تو ضرور سنی ہوگی جب اس کے بابا جان کو عین حالت عبادت میں ظالمان مکہ گلے میں کپڑے کا پھندا ڈال کر کسے جاتے تھے، حضور اقدس کی چشمان مبارک اُبل آتی تھیں، دوران تنفس رُک رہا تھا۔ اور اس حالت کو دیکھ کر وہ بے چارگی سے بلک رہی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر کے جسم کا زخموں سے چور چور ہونا بھی تجھے یاد ہے، اور غنودگی و بیہوشی کے خاتمے پر صدیق باوفا کی زبان پر محبوب خدا سے شوق لقاء کی آرزو بھی تو نے خباب پر ظلم و عدوان کا سیلاب گزرتے بھی دیکھا اور انگاروں کے داغ سے جسم عمار پر ابھرتے حق پر ثبات قدمی کے نقوش بھی۔

اے شہر مکہ! تجھے وہ جاں گداز، روح فرسا منظر تو کبھی نہ بھولے گا جب خدا کا آخری پیغمبر مشرکوں کی قاتلانہ سازش، اور منظم مفسدہ پردازیوں سے تنگ آکر رات کی تاریکیوں میں اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کے لئے قدم اٹھا رہا تھا۔ تیری گلیوں سے اس کا رک رک گزرنا اور چل چل کر رکنا، حسرت و محبت سے تیرے بام و در کو دیکھنا تجھے کیسے بھول سکتا ہے۔ یقیناً اس وقت کے نبی مکرم کی زبان پاک سے درد و اضطراب میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات تیری فضاؤں میں قیامت تک گونجتے رہیں گے:

"اے مکہ تو کتنا ذی شان شہر ہے اور تو مجھے کتنا محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی دوسری جگہ قیام نہ کرتا" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۳۸)

تو نے یقیناً اس منظر کو بھی فراموش نہ کیا ہوگا جب خاتم مرسلان "حزورہ" کے پاس ہجرت کے لئے اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور حسرت سے ارشاد فرما رہے تھے:

وَاللّٰہِ اِنَّکِ لَخَیْرُ اَرْضِ	اے شہر مکہ، بخدا تو اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین
اللّٰہِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰہِ وَ	ہے اور تو مجھے بے حد محبوب ہے اور بخدا
اللّٰہِ لَوْلَا اَنِّیْ اُخْرِجْتُ مِنْہُ	اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو میں تجھ سے کبھی
مَا خَرَجْتُ (ابن ماجہ ص ۲۲۳)	نہ نکلتا۔

اے بلد حرام! ظہور اسلام کے بعد تو ہر دور میں مسلمانان عالم کا مرجع، ان کی عقیدتوں کا مرکز رہا جس بلد مقدس کی تاسیس سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمائی۔ جس کی آبادی جواں سال پیغمبر سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے دم قدم کی مرہون منت ہے ــــــــ اور جہاں خاتم الانبیاء سید المرسلین حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو وحی ربانی کا آخری مہبط، رہتی دنیا تک کے موحدین کے قبلہ و کعبہ سے مشرف ہوا۔ تیری عظمت و سطوت کا کیا کہنا۔

اے "ام القریٰ"! تیرا دامن اس مقدس گھر سے آباد ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں۔ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری عظمت اس طرح بیان فرمائی کہ:

"مسجد نبوی میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کی فضیلت رکھتی ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز کا لاکھ گنا ثواب ملتا ہے" (ابن ماجہ عن انس بن مالک ص ۱۰۲)

اے ارض مقدس! تیری کرامت شان خدا کے برگزیدہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوں بیان فرمائی ہے:

"جس نے مکہ معظمہ میں رمضان المبارک پایا۔ اور اس کے روزے رکھے اور تراویح ادا کی تو کسی دوسرے مقام کے روزے اور تراویح کی بنسبت یہاں اسے ایک لاکھ رمضان کا اجر ملے گا۔ اور اس کے علاوہ اسے ہر شب و روز کے عوض ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور روزانہ دو گھوڑے راہ خدا میں خیرات کرنے کا ثواب بھی حاصل ہوگا" (مرقاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۱۱)

"جس نے مکہ مکرمہ کی گرمی ایک ساعت بھی برداشت کر لی، اللہ تعالیٰ اس سے آتش جہنم ایک سو سال کی مسافت کے برابر دور فرما دیتا ہے" (اعلام الاعلام ص۲۲)

"جو مکہ مکرمہ میں ایک روز بیمار ہو جائے، اور اس سے روزانہ کے معمولات ادا نہ ہو سکیں تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو اس دن کے اعمال کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ مزید سات سال کے اعمال حسنہ کا بھی اجر مرحمت فرماتا ہے"

(جامع صغیر عن سعید بن جبیر ج ۲ ص ۲۴)

"جس نے مکہ مکرمہ کی گرمی پر ایک ساعت صبر کیا، اس سے جہنم سو سال کی مسافت کے برابر دور کر دیا جائے گا۔ اور اس سے جنت دو سو سال کی مسافت کے برابر نزدیک کر دی جائے گی"

"روئے زمین کا بہترین شہر اور اللہ تعالیٰ کا محبوب مقام مکہ مکرمہ ہے"

"جس شخص کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا گویا وہ آسمان دنیا میں فوت ہوا"

"مکہ مکرمہ میں سکونت سعادت مندی ہے، اور ترک سکونت بدبختی ہے"

"اگر مجھے بارگاہ الٰہی سے ہجرت کا حکم نہ ملتا تو میں مکہ کی سکونت کبھی نہ چھوڑتا میں نے آسمان کو مکہ کی زمین سے زیادہ قریب کہیں نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی میرے دل نے زمین مکہ کے سوا کہیں سکون و قرار پایا اور مجھے اس شہر میں چاند بے حد حسین و جمیل نظر آتا ہے" (یہاں تک کی ۵ روایتیں "جامع اللطیف" الشیخ جمال الدین جار اللہ سے ماخوذ ہیں ص ۹۳ تا ص۹۶)

مرحبا نکہت ریاض خلیل

علماء فرماتے ہیں، اس شہر معظم میں ہر روز باغ جناں کی ہوا کے جھونکے، اور خوشبو آتی ہے۔ اسی شہر شریف میں شراب الابرار زمزم اور مصلی اخیار حطیم ہے، روز حشر انبیاء صدیقین اور اخیار و ابرار مرد و زن یہاں سے اٹھائے جائیں گے۔

نیز فرماتے ہیں خالق ارض و سماء نے ذریت آدم علیہ السلام میں انبیاء علیہم السلام کو

منتخب فرمایا، ان میں سے رسولوں کو منتخب فرمایا (جن کا ذکر سورۃ شوریٰ اور سورۃ احزاب میں ہوا) پھر ان میں اپنے خلیل و حبیب کو منتخب فرمایا، پھر ان دونوں کے لئے بزرگی والی جگہ مکہ مکرمہ کو منتخب فرمایا۔ جہاں حج ہوتا ہے۔ جہاں لوگ لباس عجز و انکسار "احرام" پہن کر داخل ہوتے ہیں ـــــ یہ شہر مبارک مہبط وحی، نزول قرآن اور ظہور نور ایمان سے منور ہے۔ یہاں ایک ہی دین کا بول بالا ہے۔ یہاں کافر کا داخلہ اور تدفین شرعاً منع ہے۔ یہاں جنگ و جدال اور شکار حرام ہے۔ اس زمین مقدس کے درخت کاٹنا یہاں سے مٹی اور پتھر باہر لے جانا بھی جائز نہیں۔ یہیں کے جنت المعلیٰ سے روز حشر ستر ہزار ایسے قدسی صفات اٹھائے جائیں گے جو خود بے حساب و کتاب داخل جنت ہوں گے۔ ان کے چہرہ کی زیبائش بدر کامل کو ماند کرتی ہوگی۔ اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ ستر ہزار کی مغفرت فرمائے گا ـــــ اس شہر گرامی کے اردگرد بعض روایتوں کے مطابق تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ دجال لعین ساری دنیا گھوم کر آئے گا مگر اس شہر گرامی قدر میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ دنیا بھر میں صرف یہیں نمازیں چاروں جانب رُخ کیا جاتا ہے التاریخ القویم میں علامہ محمد طاہر کُردی مکی لکھتے ہیں کہ بیت الحرام میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ستر انبیاء اور حطیم کے اندر میزاب کعبہ کے نیچے سیدنا اسماعیل اور سیدہ ہاجرہ علیہما السلام کی قبریں ہیں۔ اسی طرح چاہ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان سیدنا ہود، سیدنا شعیب اور صالح علیہم وعلی نبینا السلام کی قبریں واقع ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ۹۹ انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ (ج ۲ ص۳۶)

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ کا ذکر قرآن مجید میں پچاس مقامات پر آیا ہے۔ یہ اسکی دلیل عظمت ہیں حتی کہ رب کریم نے اس شہر شریف کی قسم بھی ارشاد فرمائی ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ (التین: ۱-۳)	قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور اس امن والے شہر (مکہ معظمہ) کی۔
لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ	مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب

حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (البلد: ۱-۲)		تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت اس شہر عظمت کی حقیقی [آ]بادکاری کے لئے یہیں بعثت نبی آخر الزماں کے لئے دعا فرمائی تھی :

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا	اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک برگزیدہ
مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ	رسول انہی میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انھیں
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور
وَيُزَكِّيهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ	دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے
الْحَكِيمُ ۝	انہیں، بے شک تو ہی بہت زبردست،
(بقرہ : ۱۲۹)	(اور) حکمت والا ہے۔

خانۂ کعبہ خدا کا گھر ہے۔ بے نیاز رب نے اسے ہمارے لئے قبلہ، مخزن عزت، اور [مر]جع خلائق بنایا ہے ارشاد ہے :

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً	اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کے لئے
لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرہ : ۱۲۵)	مرجع اور جائے امان بنایا۔
جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ	بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا
الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ: ۹۷)	گھر ہے لوگوں کے لئے باعث بقاء۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اس امت سے ہرگز برکت زائل نہ ہوگی جب تک یہ حرم مکہ کی تعظیم کرتی رہیگی جس طرح تعظیم کا حق ہے اور جب اس کی تعظیم کو ترک کر دے گی تو ہلاک ہو جائے گی۔"
(مشکوٰۃ ص ۲۳۸)

"اللہ تعالیٰ کی روزانہ دن اور رات میں، اس گھر پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس نماز پڑھنے والوں پر، اور بیس اس کے دیکھنے والوں پر۔" (عن ابن عباس)

"رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں، تو اگر کوئی اس جگہ یہ دعا کرے کہ اے اللہ!

میں تجھ سے دنیا و آخرت کا امن اور آرام طلب کرتا ہوں، اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی سے نواز اور عذاب دوزخ سے بچا۔ تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔"
(عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

"ملتزم قبولیت دعا کا مقام ہے کوئی ایسا بندہ نہیں وہاں جس کی دعا قبول نہ ہوتی ہو۔"

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرا دل چاہا کہ خانہ کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں داخل کر دیا اور فرمایا جب کعبہ میں داخل ہونا چاہو تو یہاں آجایا کرو یہ کعبہ ہی کا ٹکڑا ہے۔ تمہاری قوم نے جب تعمیر کعبہ کی تھی تو اس حصہ کو (پاکیزہ مال کی قلت کے باعث تعمیر میں شامل نہیں کیا اور الگ چھوڑ دیا۔"

اے کریم تیرے آستانے پر

دامن پھیلائے، امید کرم کے ساتھ دنیا بھر کے سرمستان توحید آج وادیٔ قر[یش] میں انعام و اکرام کی بھیک لینے حاضر ہیں ——— شب و روز طواف کا زور و شور، تکبیر و تہلیل کے ہنگامے، گریہ وزاری، اور دعا و مناجات کا سماں ہے۔ کعبہ معظمہ سے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اور حجاج و زائرین سرفرازی پا رہے ہیں۔ ان لاکھوں لاکھ کے درمیان ایک گدا سرتاپا جرم و خطا عرض گذار ہے :

فکر و رنج و الم کی یورشں سے
ہو کے یارب نڈھال آیا ہوں
وصف بندہ ہو سے تجھے مقبول
میں وہی عجز ساتھ لایا ہوں

نفس و شیطاں کے کر سے چھوٹیں   قربت رب کائنات سے ملے

حج مبرور کر عطا یا رب! فکر کونین سے نجات ملے

ے کے شکل و شبیہ دیوانہ
کالبد پر کفن سجائے ہوئے
سب کی توبہ ہو رب بیت قبول
ترے بندے ہیں آج آئے ہوئے

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة — اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا و
وفی الآخرة حسنة وقنا — آخرت کی بھلائی عطا فرما۔ اور ہمیں
عذاب النار وصلی اللہ — دوزخ کی آگ سے بچا۔ اور صلوٰۃ و
تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد — سلام نازل فرما بہترین مخلوق ہمارے آقا
وآلہ وصحبہ اجمعین — و مولا محمد پر اور ان کے آل و اصحاب تمام پر۔

تعمیر بیت اللہ

یہ خانہ خدا روئے زمین پر وہ اولین گھر ہے جس کی تعمیر ملائکہ عرش، اور انبیاء کرام
نے کی اور سارے عالم میں یہاں سے توحید کا اجالا پھیلتا ہے علماء و مورخین کی تحریروں سے
پتہ چلتا ہے کہ اس بیت اللہ شریف کی تعمیر حسب ذیل طور پر ہوئی :

—تعمیر ملائکہ —— سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے۔
(مرقاۃ المفاتیح : ج ۵ ص ۲۶۳)

—تعمیر آدم علیہ السلام —— جس میں حضرت جبرئیل نے پر مار کر بنیاد کعبہ ظاہر کی فرشتوں نے ۵ پہاڑوں سے پتھر لے کر بنیاد بھری۔

—تعمیر حضرت شیث علیہ السلام —— (اکثر مورخین نے تعمیر آدم ہی کا ذکر فرمایا ہے تعمیر شیث کا ذکر نہیں کیا۔)

—تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام —— یہ تعمیر طوفان نوح کے تقریباً ۴ سو سال بعد ہوئی

—تعمیر بنی جرہم —— امتداد زمانہ کے سبب سے عمارت کعبہ منہدم ہونے کی وجہ سے

یہ تعمیر کرنی پڑی۔

۶—تعمیر عمالقہ —— ایک زبردست سیلاب سے عمارت گر گئی اس کے بعد یہ تعمیر عم
میں آئی۔

۷—تعمیر قصی بن کلاب —— کعبہ کی بوسیدہ عمارت شہید کر کے یہ تعمیر کی گئی۔

۸—تعمیر قریش —— یہ تعمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے ۵ سال پہلے ہو

۹—تعمیر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما —— یزیدی فوج کی سنگ باری سے عمارت کعب
مخدوش ہو جانے کے بعد یہ تعمیر عمل میں آئی۔

۱۰—تعمیر حجاج بن یوسف۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۴۷ و تاریخ کعبہ ص ۳۹)

کعبہ مشرفہ کی موجودہ عمارت کی مرمت سعودی دور میں اوائل محرم ۱۳۷۷ھ سے شرو
ہو کر شعبان میں پایۂ تکمیل کو پہونچی اس تعمیر کے ذریعہ کہیں کسی حیثیت سے طول و عرض
وغیرہ کی ترمیم نہیں کی گئی بلکہ صرف قدیم عمارت شریف کو ہر لحاظ سے مضبوط و مستحکم کر
گیا ہے۔

پیمائش

کعبہ عظمت و جلال ربانی کا آئینہ دار ہے، کعبہ شب و روز اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل
و کرم سمیٹ کر سجدہ گزاروں —— طواف کرنے والوں، اور اپنی جانب عقیدت و احترام
کی نظر کرنے والوں پر لٹاتا ہے۔ اس کی شان و شوکت۔ اس کے جلال و جبروت کو اس کے
شرف اور بزرگی کو اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے۔ آیئے اس پُر جلال گھر کی پیمائش سے دل و نگا
میں اس کے احترام و عقیدت کو فزوں تر کریں —— تفاسیر و تاریخ کی کتابوں میں علمائے
اعلام نے کعبہ مشرفہ کی ہر زمانے کی تعمیر کے لحاظ سے پیمائش تحریر فرمائی ہے۔ ہم اس وقت
موجودہ بیت اللہ شریف کی پیمائش بالاختصار سپرد قلم کرتے ہیں :

	سینٹی میٹر	میٹر
حجر اسود والے کونے میں ملتزم کی جانب پشتہ کی لمبائی		۱

	سینٹی میٹر	میٹر
مشرقی دیوار کی مطاف سے بلندی	۹۵	۱۲
مشرقی دیوار رکن حجر اسود سے رکن عراقی تک	۷۱	۱۱
مغربی دیوار رکن یمانی سے رکن شامی تک	۹	۱۲
حطیم کی طرف رکن عراقی سے رکن شامی تک	۰	۱۰
رکن یمانی سے حجر اسود تک	۱۷	۱۰
پشتہ کعبہ کی شمولیت کے ساتھ رکن یمانی سے حجر اسود تک	۳۵	۱۱
پشتہ کعبہ کی شمولیت کے ساتھ حجر اسود سے رکن عراقی تک	۸۰	۱۲
پشتہ کعبہ کی شمولیت کے ساتھ رکن عراقی سے رکن شامی تک	۲۰	۱۱
پشتہ کعبہ کی شمولیت کے ساتھ رکن یمانی سے رکن شامی تک	۳۰	۱۳
فرش مطاف سے حجر اسود تک کی بلندی	۵۰	۱
ملتزم کی چوڑائی	۰	۲
فرش مطاف سے کعبہ شریف کے دروازے کی بلندی	۹۲	۱
کعبہ شریف کی دیواروں کی چوڑائی	۹۳	۰
میزاب رحمت کی لمبائی	۵۳	۲
میزاب رحمت کی چوڑائی	۲۶	۰
میزاب رحمت کی اونچائی	۲۳	۰
میزاب رحمت کا وہ حصہ جو دیوار کے اندر ہے	۵۸	۰
حطیم کی دیوار کی لمبائی	۵۷	۲۱
حطیم کی دیوار کی چوڑائی	۵۲	۱
حطیم میں جانے کا مشرقی راستہ	۶۵	۲
حطیم میں داخلہ کا مغربی راستہ	۶۵	۲

	سینٹی میٹر	میٹر
کعبہ شریف کی دیوار کے وسط سے دیوار حطیم کا فاصلہ	۵۵	۸
کعبہ شریف کے چاروں طرف نزدیک سے ایک چکر کی مسافت	۰	۴۸

(بحوالہ "التاریخ القویم" محمد طاہر کردی مکی ج ۴ ص ۱۰۱ مطبوعہ النہضۃ الحدیثہ مکہ)

مسجد حرام کی وسعت اور اس سے متعلق چند اہم امور

مسجد الحرام شریف کی جدید توسیع و تعمیر پر کروڑوں ریال خرچ ہوئے ہیں۔ موجود[ہ]
مسجد الحرام کی پیمائش بالاختصار اس طرح ہے۔

دور الارض	۳۶۰۰۰	میٹر
مسعیٰ	۸۰۰۰	"
قدیم حرم	۱۰۰۰۰	"
مطاف اور صحن	۱۷۰۰۰	"

مسجد الحرام کی جدید توسیع کا کام ۱۳۷۵ھ میں شروع ہوا تھا۔ اس سال تک اس میں حسب ذیل کام ہوئے۔ مسعیٰ کی جانب گدیلوں کی تعمیر جن سے نمازی اس جانب سے بھی بآسانی حرم میں آسکیں اس پر ایک کروڑ چالیس لاکھ ترانوے ہزار دو سو پچاس ریال خرچ ہوئے۔ مسجد الحرام میں الیکٹرک کی جدید فٹنگ ہوئی اور بجلی سے چلنے والی نئی مشینیں اور گھڑیاں جن کی تعداد ۵۵۴ ہے۔ ان تمام پر ۶۵۰٬۰۰۰ ریال خرچ ہوا۔ مسجد حرام میں ۵۴ نئے دروازوں پر ۱٬۱۹۶٬۰۰۰ ریال صرفہ آیا۔ مطاف کے انڈر گراؤنڈ زمزم شریف کی نکاسی اور اسے برف میں تبدیل کرنے اور باہر تک پہونچانے کی جملہ جدید مشینوں اور انتظامات پر ۳٬۲۳٬۳۹٬۹۳۰ ریال خرچ ہوئے۔ ۱۴۰۲ھ میں انتظامات حج پر مجموعی لحاظ سے سات ہزار ملین ریال کی لاگت آئی۔ موجودہ مسجد حرام میں بیک وقت پانچ لاکھ آدمی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد حرام کو آتشزدگی سے بچانے کے لئے فائر بریگیڈ کا انتظام کیا گیا ہے۔
کعبہ شریف کا نیا سنہرا دروازہ لگایا گیا ہے۔ جس میں دو سو چھیاسی کلوگرام سونا لگا ہے۔ اسکی

تیاری اور لگانے کا مجموعی خرچ ایک کروڑ تیس لاکھ ریال آیا ہے۔ اس وقت مسجد الحرام میں
چھوٹے بڑے باسٹھ دروازے ہیں۔ جن پر قدیم ہیئت پر قائم نو دروازے ہیں۔ ۳ صفا کی
جانب ۲ مروہ کی جانب ۲ باب عمرہ کی طرف اور ایک باب السلام کی طرف۔

حرم شریف کی خدمت انتظام و انصرام کے لئے قرونِ اولیٰ ہی سے لوگوں کو مقرر کیا
جاتا رہا ہے۔ خلفائے راشدین سے لے کر دورِ عثمانی تک مکہ مکرمہ کا جو والی ہوتا وہی انتظام
کرتا تھا۔ دورِ عثمانی میں باتنخواہ ائمہ، خطباء، مؤذنین، روشنی کا انتظام کرنے والے، جھاڑو
دینے فرش بچھانے والے، مرمت کرنے والے، اور دربان ہوا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ وہ
شیخی مجاور اور ان کے معاونین بھی ہوتے تھے جن کا رئیس بنی شیبہ بن عثمان حجبی سے ہوتا
تھا، کعبہ شریف کو خوشبو اور بخور و عود سے معطر کرنے کی سعادت شیخ حرم اور علماء و معززین
مل کر حاصل کیا کرتے تھے، اس وقت یہاں باقاعدہ "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے ایک
محکمہ قائم ہے۔ شیخ حرم اور ملک کا قاضی القضاۃ جس کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس کے تحت۔ مذکورہ
کاموں کے علاوہ روشنی، لاؤڈ اسپیکر، پولیس اور مدرسین و مقررین ہر ایک کے الگ
الگ شعبے قائم ہیں۔ حرمین طیبین کی صفائی کے کاموں پر، اور آب زمزم کی سبیلیں دونوں مسجدوں
کے دروں تک پہونچانے پر پاکستان کے سیکڑوں لوگ لگے ہیں جو نہایت عقیدت و احترام سے
اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی شیفتگی اور لگن سے خدمت دیکھ کر رشک آتا ہے۔
۱۳۴۳ھ سے پہلے حرم شریف میں چاروں مسالک کے الگ الگ مصلے تھے۔ سعودی تسلط
نے سب کو ختم کر دیا۔ اور اس بات کو عالم اسلام کے اتحاد کی بنیاد قرار دیا کہ تمام مسلمان ان کے
مقرر کردہ نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھیں ——— دورِ نبوی سے ۱۳۴۵ھ تک مکہ مکرمہ میں
مسجد الحرام کے علاوہ اور کہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا اب مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے علاوہ تقریباً
... مقامات پر جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔

حجر اسود

خانۂ کعبہ شریف کے جنوب مشرقی کونے میں تقریباً ایک بالشت لمبا ½ بالشت چوڑا سرخی

جھلکتے ہوئے سیاہ رنگ کا ایک پتھر صحن حرم سے ایک میٹر ۵۰ سینٹی میٹر کی بلندی پر نصب ہے۔
جو قلوب کے کھرے کھوٹے کو پہچان کر، کسی پر رحمت و انوار لٹاتا ہے اور کسی پر اس کی بدبختی
کا وبال الٹ دیتا ہے۔ یہ جنتی یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ احادیث مبارکہ سے ثابت
ہے کہ حجر اسود جنت سے دنیا میں آیا تو وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لوگوں کے گناہ نے
اسے سیاہ کر ڈالا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۷) فرمایا حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں
سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی نورانیت کو مستور فرما دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مشرق سے
مغرب تک کو منور کر دیتے۔ (ایضاً) آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روز قیامت رب
تعالیٰ حجر اسود کو لائے گا تو وہ ابو قبیس پہاڑ سے بھی بڑا ہوگا اسے زبان اور ہونٹ دیئے جائیں گے
اور وہ ان لوگوں کی شفاعت کرے گا جنہوں نے اخلاص و عقیدت سے اسے بوسہ دیا۔
(مصنف عبد الرزاق ج ۵ ص ۳۰)

"حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے جو نہایت سفید تھا، اسے اگر نجس
مشرکین کے ہاتھ نہ لگتے، تو جو بیمار آدمی اسے چھوتا، تو خواہ اس کی بیماری کیسی ہی مہلک کیوں
نہ ہوتی وہ شفا پاتا۔" (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۷۵، مرقاۃ ج ۵ ص ۳۱۹)

"حجر اسود جنتی پتھروں میں سے ایک پتھر ہے، اگر کفار و فجار کے چھونے سے گناہوں
کی سیاہی اسے نہ لگ جاتی، تو اندھا، جذامی اور ہر مرض کا مریض اسے چھونے سے صحت مند
ہو جاتا؛ اور اس وقت دنیا میں جنت کی اشیاء میں سے اس کے سوا اور کوئی شئی باقی نہیں ہے
(مصنف عبد الرزاق ج ۵ ص ۳۹)

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مبارک پتھر ابو البشر آدم علیہ السلام کے ہمراہ جنت سے
آیا، یا آدم علیہ السلام نے حرم کی تعمیر کی تو اس پتھر کو یہاں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ جنتی پتھر ہے
اور اسے پیار سے بوسہ دیا۔ اور کعبہ شریف میں نصب کیا۔ طوفان نوح میں یہ پتھر جبل ابو قبیس
کے سینے میں محفوظ کر دیا گیا ——— سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور
یہاں ابتدائے طواف کی علامت کے طور پر ایک خاص پتھر نصب کرنا چاہا تو ابو قبیس سے آواز
آئی کہ میرے سینے میں وہ امانت محفوظ ہے نکال کر لگائیں تو ابراہیم خلیل علیہ السلام نے وہاں

سے لے کر پھر اسے اس کی جگہ نصب کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ صفحہ ۹۶) اور مختلف ادوار میں وقوع حادثات کے باوجود آج تک وہ پتھر خانہ کعبہ میں نصب ہے۔ مصنف میں سیدنا ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے کہ، حجر اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جس کے ذریعہ بے نیاز رب اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے، جس نے خلوص سے اس کا استلام کیا قیامت میں یہ اس کا گواہ ہوگا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث پاک میں بقسم فرمایا کہ حجر اسود کے قریب مسلمان جو دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ (ج ۵ صفحہ ۳۹) جامع صغیر میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے "حجر اسود زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے جس مسلمان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف نہیں ملا، اور اس نے اس کا بوسہ لے لیا تو گویا اس نے اللہ اور اس کے رسول سے شرف بیعت پالیا۔" (ج ا صفحہ ۱۵)

استلام

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود پر تشریف لائے تو اپنے مبارک ہونٹوں سے اس کا طویل بوسہ لیا اس وقت حضور زار و قطار رو رہے تھے، فارغ ہو کر ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عمر بھی رو رہے ہیں، فرمایا عمر یہی جگہ ہے جہاں دل کھول کر اشک فشانی کی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ ص ۹۱۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت نافع روایت کرتے ہیں:

"حجر اسود کو ہاتھ لگا کر استلام کیا، اس کے بعد فرمایا، جس وقت سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا میں بھی اس پر عمل کرتا ہوں" (بخاری ج ا ص ۲۱۹)

گویا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مبارک پتھر کو ہونٹوں سے بھی بوسہ دیا ہے اور ہاتھ لگا کر بھی چوما ہے۔ اس کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والے اپنے غلاموں کے ہجوم کا علم تھا جو حج کے لئے زمین کے گوشے گوشے سے کھنچ کر یہاں آنے والے تھے، لاکھوں حجاج کی بھیڑ میں ہر ایک کے لئے طواف کے ہر شوط میں حجر اسود کا استلام، ہونٹوں کو حجر اسود شریف پر رکھ کر ممکن نہیں تھا، اسی لئے ہاتھ لگانا دشوار ہو تو

لکڑی سے چھو کر ورنہ صرف اشارہ کر کے استلام پورا ہو جاتا ہے۔

ہم نے ایام حج میں خاص طور پر دنیا بھر سے آئے ہوئے حجاج کرام کی حجر اسود کے پاس منہ سے بوسہ دینے کے لئے شدید دھینگا مشتی دیکھی ہے۔ جو اس مقام محترم کے لئے خلاف ادب ہے ــــ کسی کو ایذا دے کر منہ سے بوسہ دینے سے بہتر ہے کہ ہاتھ سے اشارہ کر کے بوسہ لینے پر اکتفا کیا جائے۔ اخلاص نیت کا حال اللہ تعالیٰ پر روشن ہے۔ راقم الحروف حج کے دو سفروں میں اسی طرح استلام پر قناعت کرتا رہا۔ عمرے کے لئے تیسرے سفر میں رب تعالیٰ نے باطمینان سنگ اسود شریف کے بوسہ کی سعادت عطا فرمائی۔

سیدنا فاروق اعظم اور حجر اسود

خلیفۂ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث سے ثابت ہے کہ طواف کے دوران آپ نے حجر اسود پر پہونچ کر اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

انی اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ مَاتَنْفَعُ وَلَاتَضُرُّ۔	مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، تو کسی کو نفع نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

اگر میں نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہیں دیتا۔ (صحیحین عن عابس بن ربیعہ)

اس روایت کو نجدی وہابی توحید کے مبلغین بڑے شد و مد اور پر زور طریقے سے جا و بیجا پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور خود کو فاروقی توحید کا وارث گردانتے ہیں۔

مگر عجیب بات ہے کہ یہی روایت انہیں مزید تفصیل کے ساتھ دوسری کتب حدیث میں نظر نہیں آتی جس میں یہ بھی ہے کہ ان کے یہ کہنے پر سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کو متنبہ کیا کہ:

"حجر اسود کے اندر نفع رسانی اور نقصان بخشی دونوں چیزیں موجود ہیں، یہ سن کر امیر المؤمنین نے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے؟" ــــ تو مولائے کائنات نے جواباً بتایا کہ روز ازل اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنے رب العالمین ہونے کا اقرار لیا، تو اس

اقرار کو کتاب میں درج کرکے اس (حجر اسود) کے اندر محفوظ فرمادیا ـــــ اب قیامت کے دن یہی گواہی دے گا کہ فلاں نے اپنے عہد کی تکمیل کی، اور فلاں نے انکار کیا۔

گویا اس کی تعظیم، نفع رساں ہے، اور اس کی توہین ضرر رساں؛ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے مفید و مضر ہونے کا اعتراف کیا اور حضرت علی کے شکر گذار ہوئے کہ انہوں نے بروقت انتباہ فرمایا۔" (تفصیل کے لئے دیکھئے کنز العمال ج ۵ ص ۷۷، ۱۱ فتاوی قاضی خاں ج ۱ ص ۱۳۹، اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۳۷۷، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۱۵۴)

مولوی منظور نعمانی انک حجر ما تنفع ولا تضر کے ترجمہ میں بین القوسین لکھتے ہیں تو ایک پتھر ہے (تیرے اندر کوئی خدائی صفت نہیں) نہ تو کسی کو نفع پہونچا سکتا ہے نہ نقصان، پھر تشریح میں کہتے ہیں حضرت عمر کے اس ارشاد سے ایک اصولی اور بنیادی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی چیز کی جو تعظیم و تکریم اس نظریہ سے کی جائے کہ اللہ و رسول کا حکم ہے وہ تعظیم برحق ہے، لیکن اگر کسی مخلوق کو نافع و ضار اور بناؤ بگاڑ کا مختار یقین کرکے اس کی تعظیم کی جائے تو وہ شرک کا ایک شعبہ ہے، (معارف الحدیث ج ۴ ص ۲۵۲)

کاش نعمانی صاحب اور ان کے ہم مشرب خیال کرتے کہ ان کی مشرک سازی کی بیماری قرون اولی سے لیکر آج تک کے مسلمانوں میں سے کس کو باقی چھوڑتی ہے۔ خیر اس بحث کا یہ مقام نہیں۔ حجر اسود ہو یا مقام ابراہیم، صفا ہو یا مروہ، چاہ زمزم ہو یا جبال و آثار مبارکہ سب خدا کی نشانیاں، آثار مبارکہ ہیں اور انبیاء و مقربین اللہ کی نسبت کے ذریعہ سب میں خصوصی انوار و برکات و اثرات موجود ہیں اور ان میں سے تمام کی مسنون اصولوں کے مطابق تعظیم و تکریم از دیاد ایمان کا ذریعہ ہے۔ نہ کہ شرک و بدعت۔ انہی کے ذریعہ سینوں میں نور توحید جگمگاتا ہے۔

مقام ابراہیم

مقام ابراہیم وہ مقدس پتھر ہے جس پر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دونوں مبارک پیروں کے نشان ہیں یہ ایک چھوٹا سا پتھر ہے جس کا پورا محیط ۱۴۶ سینٹی میٹر ہے۔

رنگ زردی اور سرخی کے درمیان سفیدی مائل ہے اس وقت اس کی دبازت ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔ تین ضلعوں کا طول یکساں چھتیس سینٹی میٹر ہے۔ اور چوتھے نیچے والے ضلع کا طول ۳۸ سینٹی میٹر ہے ـــــ قدمان مبارک کے نشانوں کی کیفیت یہ ہے کہ ایک نشان کی گہرائی دس سینٹی میٹر اور دوسرے کی نو سینٹی میٹر ہے۔ نشانات مبارک زیادہ ہاتھ لگنے کے باعث مٹ گئے ہیں۔ البتہ ایڑی شریف کے نشانات کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع ملا۔ قدمان مبارک کا طول ۲۷ سینٹی میٹر اور عرض ۱۴ سینٹی میٹر ہے دونوں قدمان مبارک کے مابین صرف ایک سینٹی میٹر کا فاصلہ ہے۔ اللہ اکبر آج چار ہزار سال ہونے کے بعد بھی سیدنا سنگ خدا کے خلیل کے نشان قدم کتنی حفاظت سے رکھے ہوئے ہے اور یہ اس دور کے مسلمان ہیں کہ سید الاولین والآخرین کے آثار مبارکہ تلاش کرکر کے مٹا رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

شیخ قطب الدین نے "الاعلام" میں لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں "مقام ابراہیم کو زمزم شریف سے دھوکر زائرین کو پلاتے تھے" اب پورا پتھر چاندی میں مڑھا ہوا ہے۔ کالے سنگ مرمر پر فٹ ہے کرسٹل کے قبہ نما خول میں جس کے اندر جالی اور مضبوط شیشہ ہے اس کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جسے ہر زائر صرف بآسانی دیکھ سکتا ہے ـــــ منتظمین نے یہ جالی بلجیم میں تیار کرائی ہے۔

آب زمزم

آب زمزم دنیا کے ہر پانی سے افضل و اعلیٰ ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اہل عالم کو یہ نعمت ملی، حضرت جبریل علیہ السلام کی ضرب نورانی نے اسے جاری کیا۔ جوار کعبہ معظمہ مسجد حرام اس کا محل قرار پایا۔ اس کے تین سوتے ہیں جو تین افضل ترین جہتوں سے آتے ہیں۔ ایک سوتا رکن حجر اسود سے ایک صفا سے اور ایک مروہ سے۔ اسی مقدس پانی سے سید الملائکہ نے سید المرسلین کے قلب اطہر کو دھویا ـــــ رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا اور اپنے پیتے ہوئے ڈول کا مبارک جھوٹا اس میں ڈال کر ہم سب کو اپنا تبرک دینے کا موقع عنایت فرمایا ـــــ اسے انبیاء، اولیاء، اصفیاء

تقیار، صلحا، ونجباء پیتے رہے۔ یہ وہ پانی ہے جس کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ
نگوا کر نوش فرمایا۔ اور اس کی تعریف وتحسین اپنی زبان مبارک سے فرمائی ــــــ فرمان
سالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق :

- کعبہ کا طواف سات چکروں میں کرے جو مقام ابراہیم پر دو نفلیں پڑھے اور آب زمزم پئے اس کے سب گناہ معاف ہوتے ہیں۔
- آب زمزم ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔
- روئے زمین پر سب سے افضل پانی آب زمزم ہے۔
- مومن زمزم پیٹ بھر کر پیتا ہے اور منافق پیٹ بھر نہیں پیتا۔
- زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ ضرور پورا ہوگا۔
- فرمایا بخار جہنم کی گرمی سے ہے لہٰذا اس کو آب زمزم سے ٹھنڈا کرو۔
- قرآن مجید، کعبہ شریف، والدین، عالم دین کا چہرہ اور زمزم شریف دیکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ کنوؤں میں بہترین زمزم کا کنواں ہے اور بدترین
رہوت کا کنواں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اخیار کے مصلےٰ (حطیم) میں نماز پڑھو
ور شراب الابرار (زمزم) سے پیاس بجھاؤ۔ شیخ سراج الدین بلقینی نے کہا، زمزم کوثر سے بھی
فضل ہے کیوں کہ اس سے سید المرسلین کا قلب اطہر دھویا گیا۔ ایک روایت میں ہے۔ جس شکم
یں زمزم شریف گیا وہ آگ سے محفوظ رہے گا، کیوں کہ زمزم اور آتش جہنم یکجا نہیں ہو سکتے۔
ضرت ابن عمر نے فرمایا۔ زمزم کے کنویں کی جو سوت حجر اسود کی طرف سے آرہی ہے وہ جنتی نہر
ی سوت ہے۔ حضرت سیدنا ابوذر غفاری تیس دن صرف آب زمزم پی کر رہے۔ ایک نیک چرواہے
کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اسے جب بھوک لگتی اور زمزم شریف پیتا تو دودھ کی غذائیت اور
ذت پاتا۔ اور وضو کے لئے زمزم لیتا تو اسے پانی پاتا تھا۔ موقر علماء و اولیائے کرام نے زمزم
شریف پیتے وقت جو جو دعائیں کیں وہ پوری ہوئیں۔

آب زمزم جدید تحقیق کی روشنی میں

دور حاضر کے نئے طریقہ تحقیق سے آب زمزم شریف کا کیمیائی تجزیہ کیا گیا تو اس میں ۶
نہایت مفید اجزاء پائے گئے ــــــ ان میں سے ہر ایک جز کو مختصر تشریح کے ساتھ نقل
کیا جاتا ہے :

پہلا جز میگنیشیم سلفیٹ۔ یہ حرارت اعضا کو رفع کرتا ہے، استسقاء کے لئے نہایت
مفید، قے متلی اور درد سر کو رفع کرتا ہے۔ جسم سے بلغمی مادہ کو قطع کر دیتا ہے۔

دوسرا جز سوڈیم سلفیٹ۔ قبض، وجع المفاصل، کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے،
شوگر، خونی پیچش اور پتھری کے مریضوں کے لئے بھی مفید ہے۔

تیسرا جز سوڈیم کلورائڈ۔ جسد انسانی کے خون کے لئے یہ اہم شئی ہے۔ اس سے تنفس
کی صفائی ہوتی ہے، اور شکم اور سینے میں استعمال کرتے ہیں، زہر کی متعدد اقسام کے لئے تیر
بہدف ہے، کمزوری اعضا کے لئے بھی فائدہ بخش ہے۔

چوتھا کیلشیم کاربونیٹ۔ قوت ہضم، پتھری کو گلانے، اور جوڑوں کے درد کے لئے
مفید ہے، لُو کا اثر زائل کرتا ہے۔

پانچواں پوٹاشیم نائیٹریٹ۔ تھکن، لُو کا اثر دور کرتا ہے، پیشاب آور، دمہ کے لئے
فائدہ بخش ہے اس سے پسینہ بکثرت خارج ہوتا ہے۔

چھٹا ہائیڈروجن سلفائڈ۔ یہ تمام جلدی بیماریوں خنازیر و بواسیر وغیرہ کے لئے جراثیم
کو مارنے، تیز زکام کو ختم کرنے کے لئے مفید ہے۔ دماغی قوت، اور ہاضمہ کو تقویت دیتا ہے
تازہ آب زمزم شریف میں اس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔

شکر ہے مالک بے نیاز کا کہ اس نے ہم تشنہ کاموں کو آب زمزم سے خوب خوب سیراب
ہونے کے مواقع عنایت فرمائے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

زیارت مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حج میں ابھی پانچ روز باقی تھے اس اثناء میں ہم نے مکہ مکرمہ کی اہم زیارات سے قلب و

ظر کو تقویت دینے کی کوشش کی۔ مولد مصطفوی، اور آثار مبارکہ سے مشرف ہوئے۔

مکۃ المکرمہ کل کا کل آثار اسلام ہے۔ اس کے در و دیوار، کنکریاں اور ذرات، زمین
تمام کے تمام طلوع اسلام سے تا ہجرت، اور پھر فتح مکہ کے بعد سے تا امروز کی اسلامی و ایمانی
روشن و منور تاریخ کے نگینے ہیں۔ اس کی گلی گلی اور کوچے کوچے میں حبیب رب العالمین
صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم ناز اور صالحین و زاہدین اور مجاہدین اسلام، صحابہ، تابعین اور اہل
محبت کے نقوش حیات ملتے ہیں۔ ہر پہاڑی اور ہر وادی پر عظمت اسلامی کی قندیلیں جگمگا
رہی ہیں :

میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں
ہر ایک پھول بجائے ہر ایک گلشن ہے

ہر نظارہ قابل التفات، ہر روش لائق توجہ ہے :

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
مشتاق تو از تنگی داماں گلہ دارد

ایک دن چند احباب کے ساتھ ہم اس بابرکت مکان کی زیارت کیلئے گئے۔ جہاں سیدہ
آمنہ کی آغوش میں عرش کا نیر تاباں اترا تھا ____ جہاں حور و غلماں نے ولادت نبوی کے
گیت گائے تھے۔ سڑک کے کنارے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا "مولد مبارک" ہے۔
وہاں حکومت وقت نے لائبریری بنادی ہے۔ اس وقت اس کا دروازہ بند ملا۔

ہم سب زائرین دروازے کے سامنے باادب کھڑے ہوگئے ____ اور مصطفےٰ جان
رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کی نذر پیش کی گئی ____ نجدی تسلط سے
پہلے باادب حکمرانوں نے تاریخ اسلام کے اس مرکزی مکان کو زائرین کے لئے محفوظ رکھا تھا۔
دنیا بھر کے مشتاقان زیارت اپنی ترستی نگاہوں کی تسلی کے لئے اس گھر میں باادب حاضر ہوا
کرتے تھے ____ محافل میلاد النبی کا انعقاد ہوتا اور خاص طور سے بارہ ربیع الاول
شریف کو اہل روحانیت اس "مولد اقدس" میں نزول انوار کے جلوے دیکھا کرتے تھے۔

زیارت مولد شریف سلف میں

نجدی تسلط سے پہلے اہل مکہ عید میلاد النبی کا اہتمام کس طرح کرتے تھے اس سلسلہ میں
چند جید علماء کی تحریروں سے روشنی حاصل کریں۔ شیخ قطب الدین حنفی "الاعلام باعلام بیت
اللہ الحرام" میں لکھتے ہیں :

"ہر سال بارہ ربیع الاول کی شب، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے "مکان ولادت"
کی زیارت ہوتی، اس طرح تمام علاقوں سے علماء، فقہاء مسجد حرام کے منتظمین، اور مذاہب
اربعہ کے قضاۃ نماز مغرب کے وقت مسجد حرام میں اکٹھے ہوجاتے۔ نماز کے بعد سوق اللیل
سے ہوتے ہوئے "مولد النبی" صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جاتے، ان کے ہاتھوں
میں بہت سی شمعیں روشن ہوتیں، وہ فانوس اور مشعلیں لئے ہوئے ہوتے۔ اس طور
پر تمام مشائخ اپنے ارادتمندوں کے ہمراہ چلتے، وہاں ایک ازدحام ہوتا، پھر ان میں سے
کوئی اہل علم تقریر کرتا۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا کی جاتی، پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد
حرام میں آجاتے، جہاں بادشاہ وقت بھی ہوتا اور سب لوگ باب کعبہ کے روبرو صف
بصف بیٹھ جاتے، بادشاہ کی طرف سے لوگوں کو خلعت دی جاتی، اس کے بعد عشاء
کی اذان اور جماعت ہوتی اور لوگ اپنے گھروں کو جاتے۔ اس اجتماع عظیم میں دور
دراز حتیٰ کہ جدہ تک سے لوگ آکر شریک ہوتے تھے"۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "فیوض الحرمین" میں مکہ معظمہ کی سرزمین پر میلاد النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی نورانی و عرفانی بزم کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں :

"اس سے پہلے مکہ معظمہ کی سرزمین پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت
کے دن، میں نے ایک ایسی محفل میں شرکت کی، جہاں لوگ، حضور کی بارگاہ میں درود و
سلام پڑھ رہے تھے، اور آپ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ظاہر ہونے والے حیرت
انگیز واقعات بیان کر رہے تھے، اہل عالم نے قبل بعثت جن کو دیکھا، فَرَأَیْتُ اَنْوَارًا
سَطَعَتْ دُفْعَةً وَّاحِدَةً" تو میں نے دیکھا کہ اچانک وہاں بارش انوار ہونے لگی

ہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ انوار میں نے چشم ظاہر سے دیکھے تھے یا چشم باطن سے، بہر حال جو بھی ہو، میں نے غور و خوض کیا تو یہ بات منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں، جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ، انوار رحمت کی برسات بھی ہو رہی تھی۔" (فیوض الحرمین ص ۸۰۔۸۱ مطبوعہ قرآن محل کراچی)

محافل میلاد

ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوت ایمانی میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ حضور رحمت عالم جان ایمان ہیں، کائنات کا وجود اولین، نور محمدی ہے۔ انہی کے طفیل تخلیق عالم ہوئی، عالم ارواح میں انبیائے ماسبق سے انہی کے لئے حلف برداری ہوئی، حیات انسانی کی تاریخ اس ذات گرامی کے صدقہ عمل میں آئی۔ ان سے زیادہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی منت کشی کی جائے۔ اعتقادات و عبادات سے لے کر معاملات تک ہر ایک انہی کے وسیلہ اور ذریعہ سے ملے، وہ عرش پر رہے تو وہاں کے مطابق نورانیت کا جامہ زیب تن کئے رہے ——— قبل ولادت دنیا میں اپنی جلوہ ریزی پیشانی آدم سے لے کر پیشانی عبداللہ تک کے ذریعہ اور اپنی عظمت شان کا زبان حال سے اعلان کرتے رہے۔ تاآں کہ قدرت نے خود انہیں صورت بشری میں ظاہر فرما دیا ——— نورانیت اور بشریت دونوں انداز میں ان کی عظمت و کرامت کا اظہار ہوا۔ اب رہتی دنیا تک محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرنے والوں کو حلاوت ایمان سے حصہ ملتا رہے گا ——— ذات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ادنیٰ سا بغض اور معمولی سی کدورت بھی ایسی تباہ کن چنگاری ہے جو ایمان و ایقان کے خرمن کو پھونک ڈالتی ہے۔ اسی لئے تو اہل نظر اور صاحبان باطن علماء و محققین نے، دور حاضر کے لئے "میلاد شریف" اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر والہانہ صلوٰۃ و سلام کو، اخروی سرفرازی کا اہم ترین ذریعہ قرار دیا ہے ——— سنئے شیخ محقق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کیا فرماتے ہیں:

"اے رب العالمین! .... میرے تمام اعمال فساد نیت کا شکار ہیں، البتہ فقیر کا ایک عمل، تیری عنایت سے اس لائق ہے (جو حاضر دربار کروں) وہ یہ کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں، اور نہایت عاجزی انکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ (اس لئے) اے ارحم الراحمین! مجھے یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ تیری بارگاہ میں قبول ہوگا۔" (اخبار الاخیار ص ۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

حضرت شیخ ہی نے ماثبت بالسنۃ میں رقم فرمایا کہ:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محفل میلاد کا انعقاد تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی رات میں صدقہ دینا، اظہار مسرت کرنا اور اس وقت خصوصاً آپ کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ، مسلمانوں کا خاص معمول ہے۔" (ماثبت بالسنۃ ص ۱۰۲)

مولا تبارک و تعالیٰ ہمارے صلوٰۃ و سلام کو قبول فرمائے اور میلاد مصطفیٰ کی برکات سے دارین میں نوازے۔ آمین۔

قدم قدم آثار مبارکہ

مکہ مکرمہ میں قرون اولیٰ اور دور نبوی کی نورانی یادگاریں جن مقامات سے وابستہ تھیں اور عاشقان دلفگار جن کی زیارت کے لئے کرۂ ارض کو پامال کر کے یہاں پہونچتے تھے۔ ان میں سے اکثر مٹا دی گئیں۔ اور بہت سے آثار مبارکہ سڑکوں کی توسیع میں ضائع ہو گئے ——— نجدی حکومت کو آثار نبوی سے دلی عناد ہے اس لئے اس نے "جنۃ البقیع" اور "جنۃ المعلّا" کے قبرستانوں کو بھی دندان نجدیت سے چبا ڈالا۔ اور ان میں آرام فرما بلند منزلت، اسلامی تاریخ کے نگینوں کی قدر نہیں کی ——— زیارت حرمین کے سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفا شعار غلاموں کو قدم قدم پر اس کا احساس ہوتا ہے۔

محلۃ الغزہ سے متصل سوق الیل میں "مولد النبی" کی زیارت کا اسلاف کرام میں کیا ذوق
شوق تھا ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ وہی مقام مقدس ہے جہاں سرکار کی ولادت ہوئی۔ ہجرت
ینہ کے وقت آپ نے وہ مکان عقیل بن ابی طالب کو ہبہ فرمایا تھا، ان سے حجاج بن یوسف
نے خرید لیا تھا۔ ۱۷۱ھ میں ہارون رشید کی ماں خیزران حج کو آئیں تو انہوں نے اس مکان
و خرید کر عبادتگاہ تعمیر کرادی جس میں لوگ نماز پڑھنے لگے۔ (اخبار مکہ ازرقی)

زمانہ دراز کے بعد ــــــ مقام ولادت شریف ــــــ کی تعیین چبوترہ سے کردی گئی۔
ور قابل زیارت بنادیا گیا۔ تمام خلفاء، امراء اور رؤسا اپنے اپنے ادوار میں اس کی تعمیر تزئین
ور زیبائش کا اہتمام کرتے رہے۔ تاآں کہ آخری دور میں اسے المکتبۃ الملکیہ بنادیا گیا۔

مولد علی بن ابی طالب

مولد نبوی سے تھوڑے فاصلہ پر پہاڑ کی بلندی پر وہ مقام آتا ہے جہاں سیدنا علی
رضی کرم اللہ وجہہ کی ولادت ہوئی ــــــ یہاں اب ایک مدرسہ قائم ہے۔

دولتکدۂ ام المومنین خدیجہ

مروہ سے جانب مشرق، زقاق الحجر، الصاغہ اور عطارین کے نام سے ایک گلی ہے جہاں
ب زیورات کی بکثرت دکانیں واقع ہیں۔ عقد مبارک سے ہجرت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسی مبارک گھر میں قیام فرمایا۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے فرزند حضرت ابراہیم (رضی اللہ عنہما)
کے علاوہ سرکار کی ساری اولاد ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اسی مکان میں ہوئیں
اس دار الخیر کو بھی تمام قدیم مسلم سلاطین وامراء نے ہر دور میں باعث تکریم سمجھا اور اس کی زیارت
سے اپنے دل و نگاہ کو روشن کرتے رہے۔ قدیم تاریخی کتب میں اس دولتکدہ کے ہر حصے" کی
بارکبینی سے تفصیلات مرقوم ہیں۔ مگر افسوس کہ اب اس پر بھی حکومت وقت کا سایہ پڑگیا۔

مولد حمزہ

یہ حرم شریف سے جنوب مغربی سمت جبل عمر کے قریب ہے۔ اس جگہ اب مسجد حمزہ ہے۔

مکانات آل ہاشم

محلہ سوق اللیل، شعب عامر الغزہ سے متصل جبل خندمہ کے قریب ہے، آل ہاشم و
عبد المطلب کے مکانات یہیں تھے۔ شعب عامر اس سے جانب شمال واقع ہے۔

شعب ابی طالب

شعب ابی طالب، شعب عامر میں ایک پہاڑ کی گھاٹی ہے، اب اسے شعب علی کہتے
ہیں۔ مشرکین مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب کو اسی میں تین سال محصور
رکھا تھا۔

دار ارقم

حضرت عبد اللہ بن الارقم المخزومی کا مکان حرم سے متصل، صفا کے دامن میں بائیں جانب
۳۵ یا ۴۰ میٹر کے فاصلہ پر تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس گھر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کا
اولین مرکز بنایا تھا اصحاب باصفا جمع ہوتے اور اپنے سینوں کو انوار رسالت سے جگمگا کر شاد کام
ہوتے۔ یہ تاریخی مکان بھی مسلمان خلفاء، امراء اور علماء کی نگرانی میں ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء تک
محفوظ تھا، بعد میں گرادیا گیا۔

مکہ معظمہ کا محل وقوع

مکہ معظمہ جدہ ایرپورٹ سے ۷۵ کلومیٹر۔ مدینہ منورہ سے ۴۵۱ کلومیٹر اور ریاض سے ۹۹۷ کلومیٹر
پر واقع ہے۔ حدود حرم کے پاس بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ اس کے اندر غیر مسلمین کا داخلہ ممنوع ہے
حرم کی کو بہت بڑے پیمانہ پر توسیع دی جارہی ہے ــــــ ہر جانب سے آمد و رفت کے راستے
ماڈرن طریقہ پر کشادہ کئے گئے ہیں۔ سڑکوں پر خودکار لائٹیں فٹ ہیں۔ پولیس کا عملہ لوگوں کی
سہولت کا خوش انتظامی سے بندوبست کرتا ہے۔ اس وقت مکہ معظمہ کی سب سے بڑی یونیورسٹی

جامعۃ الملک عبدالعزیز ہے۔ جس کے تحت متعدد کالج اور اسکول چلتے ہیں اس کے علاوہ مکہ میں کئی تنظیمیں، مدارس، معاہد ادارے کام کر رہے ہیں۔ تجارتی ادارے بینک اور مختلف مزدوروں کے دفاتر بھی مکہ معظمہ میں موجود ہیں۔

مکہ معظمہ سے دوسرے سعودی علاقوں کے فاصلے		کلومیٹر
مکہ معظمہ	مدینہ طیبہ	٤٥١
مکہ معظمہ	منیٰ	٤
مکہ معظمہ	مزدلفہ	١٠
مکہ معظمہ	عرفات	٢١
مکہ معظمہ	طائف براہ عرفات	٨٩
مکہ معظمہ	طائف براہ قرن المنازل	١٢٥
مکہ معظمہ	حدیبیہ	٢١
مکہ معظمہ	جدہ	٧٥
مکہ معظمہ	تنعیم	٧
مکہ معظمہ	سرف	١٠
مکہ معظمہ	وادی فاطمہ (مرالظہران)	٣٤
مکہ معظمہ	عسفان	١٠٣
مکہ معظمہ	مفرق	١٣٥
مکہ معظمہ	رابغ	١٨٥
مکہ معظمہ	مستورہ	٢٣٠
مکہ معظمہ	بدر	٣٠٣
مکہ معظمہ	الجحفہ	١٧٣

مکہ معظمہ سے دوسرے سعودی علاقوں کے فاصلے		کلومیٹر
مکہ معظمہ	قرن المنازل	٤٥
مکہ معظمہ	ذات عرق	٩٠
مکہ معظمہ	ذوالحلیفہ	٤٤٢
مکہ معظمہ	یلملم	٤٥
مکہ معظمہ	الجعرانہ	٢٧
مکہ معظمہ	قدید	١٦٨
مکہ معظمہ	حنین	٢٥
مکہ معظمہ	عکاظ	٤٥
مکہ معظمہ	ابج	١٢٥
مکہ معظمہ	ریاض	٩٩٧

اہم تاریخی مساجد

شہر مکہ معظمہ میں مسجد الحرام کے علاوہ بھی تاریخی مساجد ہیں۔ شہر نے جوں جوں وسعت اختیار کی مساجد میں بھی اضافہ ہوتا گیا ——— اکثر قدیم مساجد کسی نہ کسی تاریخی واقعے سے منسوب ہیں۔ آیئے اس بلد حرام کی مساجد میں حاضری دیں۔

١ ——— مسجد ذی طویٰ ——— رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج و عمرہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لاتے تو اسی مقام پر شب کا قیام فرماتے۔ اور نماز فجر کے بعد داخل مکہ ہوتے۔ یہ مسجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سجدہ گاہ پر تعمیر ہوئی ہے۔

٢ ——— مسجد اجابہ ——— منیٰ کے راستے میں ثنیۃ اذخر نامی مقام پر آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ یہ مسجد وہیں بنائی گئی ہے۔

۳— مسجد المتکا ——— محلہ جیاد میں یہ مسجد اس پتھر کی جگہ تعمیر کی گئی تھی جس پر ایک بار نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکیہ فرمایا تھا۔

۴— مسجد رایہ ——— فتح مکہ کے دن سرکار نے جبیر بن مطعم کے کنویں پر نماز ادا فرمائی تھی اسی مقام پر علم نصب تھا اس نسبت سے اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔

۵— مسجد جن ——— مقام حجون کی بلندی پر وہ جگہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اجنہ نے اسلام قبول کیا تھا اس کا نام فرماد یہ بھی ہے۔

۶— مسجد ابراہیم ——— اسے ابراہیم قبیسی نامی کسی بزرگ نے جبل بو قبیس پر تعمیر کیا۔ اسے مسجد بلال بھی کہتے ہیں۔

۷— مسجد مدعی ——— یہ زقاق مجزرہ میں واقع ہے۔ یہاں حضور نے ایک روز مغرب کی نماز پڑھی تھی۔

۸— مسجد صدیق ——— یہ محلہ سفلہ میں عین سیدنا صدیق اکبر کے مکان میں بنائی گئی ہے، اسی میں مدرسہ فرقانیہ ہے۔

۹— مسجد صولتیہ ——— یہ محلہ حارۃ الباب میں ہے، مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے توسیع حرم کے وقت اسی ملبے سے اینٹیں چن کر اسے بنایا۔

۱۰— مسجد جعرانہ ——— یہاں سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا ایک مرد قریش نے وہاں مسجد کی بنا ڈالی۔ روایت ہے کہ یہاں سے تین سو انبیاء نے اپنے اپنے دور میں عمرہ کا احرام باندھا۔ یہاں ایک کنواں بھی تھا جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کھودا تھا۔

۱۱— مسجد تنعیم ——— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اور ان کے صدقے میں سب کو یہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے کی اجازت عطا کی، مسجد کی بنیاد اس جگہ محمد بن علی شافعی نے رکھی۔

۱۲— مسجد نمرہ ——— یہ عرفات کے مغربی کنارے پر ہے۔ اسے مسجد عرفہ، مُصَلّیٰ عرفہ اور جامع ابراہیم بھی کہتے ہیں۔

۱۳— مسجد خیف ——— یہ منیٰ کی مشہور ترین مسجد ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس میں ۷۵ انبیاء علیہم السلام نے نماز ادا کی ہے جن میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ نیز فرمایا۔ اگر میں مکہ میں ہوتا تو ہر شنبہ کو مسجد خیف کی زیارت کو جاتا۔

۱۴— مسجد کبش ——— یہ مسجد جبل ثبیر کے دامن میں اس مقام پر ہے جہاں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے اسماعیل کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا تھا (علیہما و علیٰ نبینا السلام) حضرت علی مرتضیٰ نے اس کو تعمیر کیا۔

مکہ معظمہ کی تاریخ اور حالات لکھنے والے علماء نے ان کے علاوہ اور بھی کئی مساجد کا ذکر فرمایا ہے اور اب نئی آبادی کی وسعت نے نئی اطراف میں مساجد کی ضرورت پیدا کر دی تھی۔ جس کے تحت حکومت نے انتظامات کئے ہیں حکومتی رپورٹ کے مطابق المملکۃ العربیۃ السعودیہ کے اندر پچھلے پانچ سال کے اندر دو ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) نئی مسجدوں کی تعمیر کی گئی ہے۔ اس وقت پورے ملک میں تقریباً ۲۲ ہزار مساجد موجود ہیں۔ جن کی خدمت اور انتظامات پر حکومت نے دو ہزار ملین ریال خرچ کیا ہے۔

مکہ مکرمہ اور اطراف کے آثار

سرزمین مکہ مکرمہ اور اس کے نواح میں مساجد اور جبال مبارکہ کے ساتھ ساتھ اور بھی متعدد بابرکت چیزیں ہیں جن کی اسلامی لحاظ سے بہت اہمیت ہے، ان میں مسعیٰ، صفا و مروہ، شعب ابی طالب، دار ابی بکر، جبل النور، حرا، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، بطن محسر، جبل ثبیر، التنعیم، نہایت اہم ہیں۔ مگر ہم یہاں ہر ایک کے تفصیلی ذکر سے معذور ہیں۔

مکہ معظمہ میں دور نبوی سے تعلق رکھنے والے کئی اہم کنویں بھی تھے، حجاز مقدس میں چونکہ
پانی کی بہت کمی تھی اس لئے ان کنووں کی بھی اپنی جگہ بہت اہمیت تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ
کا کنواں، سیدنا عثمان غنی کا کنواں، بنی مخزوم میں بئر الشرکا، جیاد میں بئر عکرمہ، ابو موسیٰ اشعری کا
کنواں، اسی طرح بنی شیبہ میں بئر شوزب تھا۔ یونہی بئر ود، بیر بکار، بئر وردان، بئر القلاص منیٰ میں
بئر سقایہ عرفات میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے بنوایا تھا، قدیم مورخین نے جن کی تعداد ۵۰ بتائی

مگر اب اس دور میں ان تمام میں سے کون باقی ہے۔ مجھ جیسے انسان کو اس کا سراغ لگانا دشوار ہے۔ اگرچہ ان تمام کی زیارت کے لئے دل ہمکتا ہے۔

دل کو ضرورتیں تو بہت بے حساب تھیں
یہ اور بات ہے کہ ان کا تقاضا نہ کر سکا

جبال مکہ

مکہ مکرمہ میں متعدد ایسے پہاڑ ہیں جن کا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے واسطے سے تاریخ اسلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ عرب شریف میں جب تک بے ادبی کی وبا نہیں پھیلی تھی، نجدی خیالات عام نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک تمام آثار مبارکہ کی زیارت کرائی جاتی تھی اور ان تمام آثار مبارکہ سے زائرین کے قلوب پر انوار محمدیہ علی صاحبہا الف صلوات کا نزول ہوتا تھا حیف صد حیف کہ محبوب رب العالمین، حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان نشانیوں کو نجدی لوگوں نے جہاں تک بس چلا کھرچ کھرچ کر مٹانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی —— پھر بھی کچھ نشانیاں اتنی مستحکم ہیں کہ انھیں مٹانے والے خود مٹ جائیں گے، وہ نہیں مٹیں گی۔ انہی آثار مبارکہ میں حرمین طیبین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے جبال بھی ہیں۔

جبل بوقبیس

یہ وہی تاریخی بابرکت پہاڑ ہے جسے خاتم پیغمبراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منبر بننے کا شرف حاصل ہوا یہیں سے کھڑے ہو کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اللہ تعالیٰ کی طرف عام دعوت دی۔ یہ روئے زمین پر پیدا کیا جانے والا پہلا پہاڑ ہے۔ یہ حرم شریف کے مشرق میں ہے۔ بلندی ۴۲۰ میٹر ہے۔ طوفان نوح کے وقت حجر اسود اسی میں امانتاً رکھا گیا جسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت نکال کر کعبہ میں نصب فرمایا۔ اہل عرب اسی نسبت سے اسے "الامین" بھی کہتے تھے۔ ابن بطوطہ نے اسی پہاڑ کے کسی حصے میں اپنے دور میں بطور زیارت گاہ وہ چٹان بھی دیکھی تھی۔ جہاں سے معجزۂ شق القمر کا ظہور ہوا تھا۔ ہر دور کے صاحبان باطن اولیاء اللہ اس جبل مقدس کے

حصوں پر جہاں جہاں رسول گرامی وقار کے قدم پاک پڑے ہیں انوار ربانی کا مشاہدہ فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور افشانی کی کوئی کرن ہمیں بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

جبل قُعَیقِعان

شاہ تُبَّع حمیری نے یہاں ایک شاندار دعوت کی تھی اس کے بعد اس کا یہ نام پڑا۔ یہ حرم کے مغربی جانب ہے۔ بلندی ۴۲۰ میٹر ہے اس کے ایک جزء کو جبل ہندی بھی کہتے ہیں۔ اسکا ابتدائی حصہ مروہ ہے۔ حرم شریف اسی پہاڑ اور جبل بوقبیس کے درمیان واقع ہے۔

جبل عمر

مکہ کے محلہ شبیکہ سے مسفلہ تک وسیع ہے۔ اسی کے نزدیک خلیفہ ثانی کا مکان ولادت ہے، اسی نسبت سے اسے یہ نام ملا۔ یہ پہاڑ حرم شریف سے شمال مشرق رخ پر ہے۔ اسے جبل النور بھی کہتے تھے۔

جبل ثور

اس پہاڑ کو اسلامی تاریخ میں بڑی عزت اور وقار حاصل ہے۔ حرم شریف سے چار کلو میٹر دوری پر واقع ہے۔ اس کی بلندی ۷۵۹ میٹر ہے۔ اسی کی چوٹی پر غار ثور واقع ہے جہاں ہجرت کے موقع پر حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رفیق سفر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آرام فرما ہوئے تھے۔ غار ثور کے دہانہ کی لمبائی ۹ف ـ ۳ فٹ اور چوڑائی محض ۹ انچ تھی۔ زائرین کی کثرت آمد و رفت سے اب تقریباً ایک میٹر کشادہ ہو چکا ہے۔ غار ثور کی لمبائی ۹ف ـ ۳ فٹ ہے۔

جبل ثبیر

یہ مکہ معظمہ سے منیٰ کے راستے میں داہنی جانب ہے۔ اس کے جانب مقابل جبل حرا واقع ہے۔ مشرکین مکہ نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اس وقت آپ ثبیر پہ

جبل ثبیر نے بارگاہ رسالت میں درخواست کی کہ میں سرکار کو اپنے دامن میں روپوش کر لوں اور مشرکین اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

جبل خندمہ

جبل ابوقبیس سے معلاۃ کی طرف پھیلا ہوا پہاڑ، جس کے دامن میں شعب علی ہے۔ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کی روایت ملتی ہے اور یہ بھی کہ اس کے دامن میں ستر انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔

جبل کدا

یہ جبل حجون سے متصل ایک گھاٹی ہے۔ ایک پہاڑی راستہ ہے جو بیرون مکہ سے اندر کو آتا ہے۔ حج و عمرہ کے لئے اس راستے سے آنا مستحب ہے۔ فتح مکہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی راستے سے شہر میں داخل ہوئے۔

جبل حرا

مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب ہے اسے جبل نور بھی کہتے ہیں، کیونکہ اسی مقام پر انوار نبوی کا ظہور اول ہوا۔ اسی کی چوٹی پر غار حرا ہے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدتوں محو عبادت رہے۔ اور پہلی وحی سے نوازے گئے۔

جبل رحمت

عرفات کے مشرق میں ہے، یہاں بطور علامت ایک سفید پتھر نصب ہے ام المؤمنین ام سلمہ کی جانب منسوب ہے یہ مقام قبولیت دعا ہے۔ زمانہ حج میں یہاں شمع توحید کے پروانوں کا ہجوم قابل دید ہوتا ہے۔

دولتکدہ ام ہانی

دولتکدہ ام ہانی جہاں سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج ملی، وہ مسجد الحرام

کے باب الوداع کے پاس تھا، رکن یمانی سے صرف ایک سو بیس میٹر کا فاصلہ تھا۔ خلیفہ مہدی عباسی کی توسیع حرم کے وقت ہی وہ مکان داخل حرم کر لیا گیا تھا۔ اسی طرح حضور کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب کا مکان، جو باب علی اور باب النبی کے درمیان مسعیٰ میں تھا۔ ۱۳۷۶ھ کی توسیع حرم میں آ گیا نشان "میلین اخضرین" انہیں کے مکان کی جگہ ہے۔ صفا سے مروہ جاتے ہوئے شمال مشرق کی جانب دار ابوسفیان تھا۔ وہ مکان بھی فتح مکہ کے موقع پر فرمان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق "دارالامن" بن چکا تھا۔ کیوں کہ آقا و مولا نے فرمایا تھا۔ :

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ۔ — جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پتھر پر کندہ ۱۳۷۵ھ تک حضرت ابوسفیان کے مکان میں زیارت گاہ مسلمین بنا رہا۔ مگر بعد کے بادشاہوں نے پہلے تو اس مکان کو شفا خانہ میں تبدیل کیا پھر وزارت صحت کا دفتر بنایا، پھر لائبریری میں منتقل کیا ——— اور اب مارکیٹ میں بدل دیا گیا ہے۔

آج کا زائر اس سرزمین مقدس پر قرآنی، ایمانی، آثار مبارکہ میں سے بلاوجہ اکثر کو برباد دیکھ کر خون کے آنسو روتا ہے۔ جناب مودودی صاحب کے ساتھ "ارض القرآن" کا سفر کرنے والے "محمد عاصم صاحب" مکہ معظمہ میں دار ارقم کی زیارت کرنے کے حالات قلمبند کرتے ہوئے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"یہ گھر جس کی تاریخ اسلام میں یہ حیثیت اور اہمیت ہو اس کا سرے سے نام و نشان مٹ جانا ہمارے لئے انتہائی روحانی اذیت کا باعث ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، کیا کوئی بھی ایسی اسکیم نہیں بن سکتی تھی کہ یہ گھر اپنی جگہ قائم رہتا۔ اور سڑکوں اور دوکانوں کو کسی اور طرح تعمیر کر لیا جاتا" ......

"آخری عمارت جسے ۱۹۴۹ء میں ہم نے خود دیکھا ہے غالباً نویں صدی ہجری کی بنی ہوئی تھی اس کے دروازے پر بھی "دار ارقم" لکھا ہوا تھا۔ اور اس کے اندر بھی بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے جس میں سے ایک پر یہ عبارت کندہ تھی ——— "بسم اللہ الرحمن الرحیم فی بیوت اذن اللہ ان یرفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا

بالنعدۃ والأصال .... ھذا مختبأ رسول اللہ ودار الخیزران وفیھا مبدأ الاسلام"

دوسرے پتھر پر عمارت کے بانی کی حیثیت سے "ابوجعفر محمد بن علی بن ابی منصور الاصفہانی وزیر الشام والموصل" کا نام کندہ تھا۔ ہمارے پہلے سفر کے زمانے میں شیخ ابوالسمح عبدالظاہر مرحوم (موجودہ خطیب حرم کے بڑے بھائی) کا درس قرآن وحدیث اس میں ہوا کرتا تھا، مگر اب ہم وہاں کیا دیکھتے ہیں؟ ____ افسوس کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے"

یہاں تک لکھنے کے بعد محمد عاصم صاحب کے قلم سے برصغیر کے خمیر کی دبی چھپی غیرت دینی چھلک پڑی۔ مگر اسے بھی انھوں نے خاص مودودی رنگ میں لپیٹ کر پیش کیا۔ لکھتے ہیں:

"تاریخی آثار سے سعودی حکومت کا تغافل ایک ایسی چیز ہے جو عرب کی سیاحت کرنے والے ہر شخص کو بری طرح کھٹکتی ہے ____ مشرکانہ افعال کو روکنا بالکل برحق، مگر اسلام کے نہایت قیمتی آثار و تاریخ کو ضائع کرنا، کسی طرح درست نہیں ہے"

(سفرنامہ ارض القرآن ص ۱۵۲-۱۵۳ مطبوعہ لاہور)

دار ارقم کی بے حرمتی پر اظہار افسوس کرنے کے دوران ترجمان مودودی موصوف نے مکہ معظمہ کے دوسرے آثار کو مشتبہ بھی قرار دے دیا اور لکھ مارا کہ مکہ معظمہ میں جتنے دوسرے آثار ____ گھر اور مساجد ہیں ان کی نسبت تاریخی لحاظ سے بہرحال یقینی نہیں ہے۔ (ص ۱۵۲)

افعال عمرہ

۱	احرام عمرہ	شرط
۲	طواف مع رمل ؎	رکن
۳	سعی	واجب
۴	سر منڈانا یا کتروانا	واجب

تنبیہ :- (۱) قارن کے لئے سعی طواف قدوم کے بعد افضل ہے اگر اسکے بعد سعی کریگا اور وہ مزہو تو رمل اور اضطباع بھی نہ کرے اور سعی طواف زیارت کے بعد کرے (۲) طواف وداع اہل مکہ پر واجب نہیں۔ (۳) اکثر ہندوستانی لوگ چونکہ ہدی ساتھ نہیں لیجاتے اس لئے ہم نے تمتع کی اسی صورت کے احکام لکھے ہیں اگر کسی کیساتھ ہدی ہو تو اس کو عمرہ کی سعی کے بعد سر منڈانا نہ ہوگا بلکہ اسی طرح احرام رہیگا اور آٹھویں کو دوسرا احرام حج کا باندھنا ہوگا (۴) افراد کرنیوالا اگر سعی طواف قدوم کے بعد کرے تو طواف قدوم میں رمل اور اضطباع بھی کرے مگر افضل یہ ہے کہ سعی طواف زیارت کے بعد کرے۔

؎ رمل سنت ہے۔

افعال حج افراد

۱	احرام	شرط
۲	طواف قدوم	سنت
۳	وقوف عرفہ	رکن
۴	وقوف مزدلفہ	واجب
۵	رمی جمرۂ عقبہ	واجب
۶	قربانی	اختیاری
۷	سر منڈانا	واجب
۸	طواف زیارت	رکن
۹	سعی	واجب
۱۰	رمی جمار	واجب
۱۱	طواف وداع	واجب

عمرہ کی نیت :- اللھم انی ارید العمرۃ فیسرھا لی وتقبلھا منی۔ نویت العمرۃ مخلصا للہ تعالی۔

اگر کوئی صرف حج کرنا چاہتا ہو تو یہ دعا پڑھے :- اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی نویت الحج مخلصا للہ تعالی۔

اسے افراد کہتے ہیں۔

افعالِ قران

افعالِ تمتع
جب کہ ہدی ساتھ نہ ہو

نمبر	افعالِ قران	حکم	نمبر	افعالِ تمتع	حکم
۱	احرام حج وعمرہ	شرط	۱	احرام عمرہ	شرط
۲	طواف عمرہ مع رمل [۱]	رکن	۲	طواف عمرہ مع رمل	رکن
۳	سعی عمرہ	واجب	۳	سعی عمرہ	واجب
۴	طواف قدوم مع رمل	سنت	۴	سر منڈانا	واجب
۵	سعی	واجب	۵	آٹھویں ذی الحج کو حج کا احرام باندھنا	شرط
۶	وقوف عرفہ	رکن	۶	وقوف عرفہ	رکن
۷	وقوف مزدلفہ	واجب	۷	وقوف مزدلفہ	واجب
۸	رمی جمرہ عقبہ	واجب	۸	رمی جمرہ عقبہ	واجب
۹	قربانی	واجب	۹	قربانی	واجب
۱۰	سر منڈانا	واجب	۱۰	سر منڈانا	واجب
۱۱	طواف زیارت	رکن	۱۱	طواف زیارت	رکن
۱۲	رمی جمار	واجب	۱۲	سعی	واجب
۱۳	طواف وداع	واجب	۱۳	رمی جمار	واجب
۱۴			۱۴	طواف وداع	واجب

اگر کوئی حج قران کرے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ یہ سب سے افضل ہے۔

تلبیہ: لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔

اس فہرست میں طواف قدوم کے علاوہ باقی افعال صرف وہ شمار کئے گئے ہیں جو شرط یا رکن یا واجب ہیں باقی سنن اور مستحبات کو شمار نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ان کی فہرست بہت طویل ہے۔

[۱] رمل سنت ہے۔

مناسک حج ایک نظر میں

حج کا پہلا دن ۸ ذی الحجہ	حج کا دوسرا دن ۹ ذی الحجہ	حج کا تیسرا دن ۱۰ ذی الحجہ
مکہ سے منیٰ کو روانگی	فجر کی نماز منیٰ میں ادا کر کے عرفات کو روانگی	مزدلفہ میں فجر کی نماز کے بعد منیٰ کو روانگی
منیٰ میں آج کے دن	ظہر کی نماز عرفات میں پڑھنی ہے	بڑے شیطان کی رمی
ظہر	وقوف عرفات	قربانی کرنا
عصر	عصر کی نماز عرفات میں پڑھنی ہے	سر کے بال منڈانا یا کتروانا
مغرب	مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کو روانگی	طواف زیارت کو مکہ جانا
عشاء پڑھنی ہیں	مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت مزدلفہ میں ادا کرنی ہیں	رات منیٰ میں قیام
رات منیٰ میں قیام	رات مزدلفہ میں قیام کرنا ہے	

حج کا چوتھا دن ۱۱ ذی الحجہ

منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد
پہلے
چھوٹے شیطان کی
پھر
درمیانے شیطان کی
پھر
بڑے شیطان کی
رمی کرنا ہے
طواف زیارت اگر کل نہیں کیا تھا تو آج کریں۔
رات منیٰ میں قیام

حج کا پانچواں دن ۱۲ ذی الحجہ

منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد
پہلے
چھوٹے شیطان کی
پھر
درمیانے شیطان کی
پھر
بڑے شیطان کی
رمی کرنا ہے
طواف زیارت اگر نہیں کیا تھا تو آج مغرب سے پہلے ضرور کریں
۱۳ ذی الحجہ کو اگر قیام کا ارادہ ہے تو کنکریاں زوال سے پہلے ماری جا سکتی ہیں

نوٹ:- اس کے علاوہ حج کے بقیہ دنوں میں روزمرہ کی طرح نمازیں ادا کریں۔ طواف زیارت کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۲ ذی الحجہ کی غروب آفتاب یعنی مغرب تک ہے۔ طواف زیارت سے رات کے کسی بھی حصہ میں فارغ ہوں تو بقیہ رات قیام کے لئے منیٰ چلے جائیں۔

حج کا سماں

جمعہ ۲۳ اگست کو معلوم ہوا کہ سنیچر کو ۸ ذوالحجہ ہے، اور احرام باندھ کر رمل کے ساتھ طواف کعبہ، اور سعی کر کے دو رکعت نماز بہ نیت احرام پڑھ کر حج کے لئے کمربستہ ہونا ہے۔ اور منیٰ جانا ہے۔ مکہ شریف حجاج کرام سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ عجیب سماں ہے۔ جدھر دیکھئے لوگ تیاری میں مصروف ہیں۔ معلم صاحب کی طرف سے خبر پہونچتے ہی، ہم لوگوں نے بھی غسل کیا احرام باندھا مسجد الحرام شریف حاضر ہوئے طواف و سعی سے فارغ ہو کر، حج کی نیت کی۔

حج کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ وَنَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ لبیک کی صداؤں سے مکہ معظمہ تا منیٰ کا علاقہ گونج رہا ہے۔ احرام پوش سرمستان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر حدنگاہ تک نظر آرہا ہے ـــــ بسوں، ٹیکسیوں کے ذریعہ اور پیدل چل کر حجاج کرام ظہر کی نماز سے پہلے ہی منیٰ پہونچ گئے ـــــ زمین منیٰ پر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ (علیہما و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام) کی تاریخ ایمان و عزیمت تحریر ہے۔ ہزاروں لاکھوں صلحاء، نجباء، اولیاء اللہ اور مقربین بارگاہ پر یہاں عرفانِ ربانی کے دروازے کھلے ہیں۔

زیارت منیٰ کی دعا

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِكَ۔ الٰہی یہ منیٰ ہے مجھ پر یہاں وہ احسان فرما جو تو نے اپنے اولیاء پر فرمایا۔ منیٰ مکہ معظمہ سے محض ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، مکہ معظمہ کی آبادی بڑھ کر منیٰ سے مل گئی ہے۔ مسجد خیف شریف کے گرد و نواح حد نظر تک خیمے نصب ہیں۔ نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور فجر یہاں پڑھنی ہے، سواریوں سے آنے والے

…اج کرام گرمی اور بھیڑ کے باعث پریشان ہیں۔ مکہ معظمہ سے پیدل آنے والے سہولت میں ہیں؛
…یاس کی شدت ہے۔ سرینام کی ایک خاتون جو ہماری بس کے علاوہ دوسری بس میں سوار
…ئیں، گرمی کی تاب نہ لاکر جاں بحق ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ رات جو منیٰ میں بسر کی جاتی
…ہے، نہایت اہم قبولیت دعا کی رات ہے، زندگی میں ایسے مواقع بار بار نہیں ملتے۔ اے نفس
…یار اب تو پیچھا چھوڑ! اور رب کائنات سے لو لگانے دے۔ مولا کریم توفیق دے کہ اس رات
…زندہ رکھ کر بندۂ عاجز زندگی قلب کا کچھ سامان کر سکے۔ بزرگ علمائے اسلام نے تحریر فرمایا ہے
…ہ شب منیٰ عبادت وریاضت کر کے ایک ہزار بار یہ دعا پڑھے تو مولائے کریم سے جو مانگے وہی پائے:

شب منیٰ کی دعا

سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی الْقَبْرِ قَضَاءُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ فِی الْھَوَاءِ رُوْحُہٗ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَاءَ، سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَامَلْجَاَ مَنْجَا مِنْہُ اِلَّا اِلَیْہِ۔

پاک ہے اللہ جس کا عرش بلندی پر ہے پاک ہے اللہ جس کی حکومت زمین پر ہے، پاک ہے اللہ کہ اس کا راستہ دریا میں ہے، پاک ہے اللہ کہ اس کی سلطنت آگ میں ہے، پاک ہے اللہ کہ اس کی رحمت جنت میں ہے، پاک ہے اللہ کہ اس کا حکم قبر میں ہے، پاک ہے اللہ کہ ہوا میں اس کی خوشبو ہے، پاک ہے اللہ جس نے آسمان کو بلند کیا، پاک ہے اللہ جس نے زمین کو پست کیا، پاک ہے اللہ کہ اس کے عذاب سے پناہ اور نجات کی اگر کوئی جگہ ہے تو اسی کی طرف ہے۔

شکر ہے اس پروردگار عالم کا جس نے اپنے ہزاروں نیک بندوں کے ساتھ مجھ نابکار
…کو بھی منیٰ کی بابرکت زمین پر رات گذارنے کی توفیق سے نوازا۔

منیٰ سے عرفات

نو ذوالحجہ کی سحر نمودار ہوئی تو خداوند قدوس کے لاکھوں بندے دعا، تسبیح اور مناجات میں مشغول تھے، نماز فجر ادا کی گئی لبیک، ذکر اور درود پاک میں مشغولیت رہی،

آفتاب عالمتاب کی روپہلی ابتدائی کرنوں نے کوہ ثبیر کی چوٹیوں کو زعفران زار بنایا۔ اور حاجیوں کی ٹولیاں منیٰ سے عرفات کے لئے چل پڑیں۔

منیٰ سے نکل کر دعا

منیٰ کے علاقہ سے نکل کر تلبیہ اور درود کے ساتھ زبان اور دل سے اس دعا کے پڑھنے میں کیف روحانی ملتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِیْ وَلَا تُخَیِّبْنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا اَقْرَبَ غَدْوَۃٍ غَدَوْتُھَا مِنْ رِضْوَانِکَ وَاَبْعَدَھَا مِنْ سَخَطِکَ، اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ غَدَوْتُ وَعَلَیْکَ اعْتَمَدْتُ وَوَجْھَکَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْنِیْ

اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوا، اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے وجہ کریم کا ارادہ کیا، میرے گناہ بخش دے اور میرے حج کو قبول فرما اور مجھ پر رحم کر اور مجھے نامرادی میں نہ ڈال اور میرے لئے میرے سفر میں برکت دے۔ اور عرفات میں میری حاجت پوری فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ میرا چلنا اپنی خوشنودی سے قریب کر اور اپنی ناخوشی سے دور کر، اے اللہ میں تیری طرف چلا۔ اور میں نے تجھی پر بھروسہ کیا، اور تیری ذات کا قصد کیا۔ تو مجھے ان میں سے کر جن کے ساتھ تو قیامت کے دن مباہات فرمائیگا اور جو مجھ سے بہتر اور افضل ہیں، اے اللہ میں

مِمَّنْ تُبَاهِي بِهِ الْيَوْمَ مَنْ	تجھ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں
هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي وَأَفْضَلُ اَللّٰهُمَّ	دنیا اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والی عافیت
إِنِّي أَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ	اور اے اللہ رحمت نازل فرما بہترین مخلوق
وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِي	ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَصَلَّى اللّٰهُ	ان کی آل پاک اور ان کے اصحاب باصفا
تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ	سب پر رحمت نازل فرما۔
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ہ	

اے خدائے قادر و قیوم ہم تیرے ناتواں اور عاجز بندے ہیں، خطاؤں کے خار عمر بھر نامۂ اعمال کی زنبیل میں جمع کرتے رہے گناہوں معصیتوں اور خلاف ورزیوں کے سواد فترِ عمل میں اور کچھ نہ لکھواسکے۔ آج تیرے کرم سے، گناہ سوز، وادیوں میں تیرے پاکیزہ بندوں، مقربانِ بارگاہ کے نقشِ قدم پر چل کر یہاں تک آئے ہیں، قربان گاہ ذبیح اللہ سے گذر کر جبل رحمت کی طرف رُخ کررہے ہیں، ترے محبوب اور ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد عربی فداہ امی وابی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نورانی قدم بھی اس خاک پر پڑے ہیں، ان کی مناجات دعا اور تکبیر و تلبیہ سے اس وادی کی فضائیں قیامت تک معطر رہیں گی ——— ان کے اصحاب باصفا بھی قدم بقدم سنت نبوی کو ادا کرتے ہوئے ان راہوں پر گامزن ہوئے ہیں، دنیا کے اولیاء اللہ غوث قطب ابدال ائمہ، علماء اور تیرے مقبول بندوں نے بھی ان راہوں کو قدموں سے پامال کیا ہے ——— اے رب کریم بندۂ عاجز کو اپنے ان پیاروں کا صدقہ عطا فرما۔ اور اس راہ چلا جو تجھ سے ملادے۔ اور تیرے پیارے حبیب کی سچی غلامی سکھادے۔

الٰہی کریم اور داتا تو ہی　　کرم کر کہ جھولی ہے خالی مری

عرفات مکہ معظمہ سے تقریباً ۲۱ کلومیٹر جانب مشرق واقع ہے۔ ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد سے دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق تک کے درمیان، میدان عرفات میں ٹھہرنا خواہ اس وقت کے اندر کچھ دیر ہی ٹھہر جانا، حج کا رکن اعظم ہے۔ جبل رحمت یہیں ہے رحمتوں کے اس پہاڑ پر سفید رنگ کا ایک علامتی پتھر نصب ہے۔ وسیع و عریض میدان جہاں سال بھر کوئی آدم زاد نظر نہیں آتا۔ اس وقت

دنیا کا سب سے زیادہ آباد و شاداب میدان ہے ——— لاکھوں لاکھ کی تعداد میں فرزندان توحید انابت و خلوص، وقار و خشوع کے ساتھ، حضور قلب کی کیفیت لئے ہوئے، ذکر و دعا میں مشغول ہیں۔ جس طرف نظر اٹھایئے حجاج کرام کے شامیانے لگے ہوئے ہیں، حکومت نے ملکوں کے لحاظ سے حجاج کو الگ الگ خطوں میں قیام کرنے کا انتظام کیا ہے۔ امریکہ و یورپ سے آئے ہوئے حجاج کرام کے خیموں میں نسبتاً سہولتوں کا زیادہ خیال کیا گیا ہے، کچھ حصوں میں ایئر کنڈیشن بھی ہے ——— حج کے ایام میں مسلمانان عالم کے لئے، صرف چند روز کے واسطے یہ روحانی و ایمانی بستی بسائی جاتی ہے۔ رنگ و نسل، قوم و وطن، زبان و بیان کی ساری فصیلیں توڑ کر "صرف عبداللہ اور غلام محمد رسول اللہ" کی حیثیت سے دنیا کی ہر مسلم بستی کے نمائندے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اور اس رب ذوالجلال سے انعام و کرم بخشش و مغفرت کی بھیک مانگ کر اپنے اپنے وطن لوٹ جاتے ہیں ؎

کہیں لبیک کی صدائیں ہیں
کہیں تکبیر کی ندائیں ہیں
محو گریہ ہے کوئی سر بسجود
ڈھلکی ڈھلکی ہوئی ردائیں ہیں

وقوف عرفہ

جبل رحمت سے نگاہیں چار ہوئیں، آنکھوں سے اشکوں کی روانی تیز ہوئی، اقرار گناہ، شرم و ندامت اور طلب مغفرت میں آہیں ابھریں، دوپہر تک ذکر و دعا، تسبیح و مناجات، استغفار اور لبیک میں مشغولیت، اور وحدہٗ لاشریک پروردگار کی تحمید و توحید کا ذکر

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ	اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے۔
لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ	حمد اسی کے لئے ہے زندگی اور موت دیتا ہے
لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ	اور وہ خود زندہ ہے اسے موت نہیں،

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ بھلائی اس کے ہاتھ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

وقوف عرفہ حج کی جان ہے۔ میدان عرفات میں ہماری حاضری، میدان قیامت کی حاضری کی یاد دلاتی ہے، یہاں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی تردامنی دھونے کے لئے آئے ہیں۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، کسلمندی، غفلت اور فضولیات میں الجھے بغیر ایک ایک منٹ کو بامقصد اور بامراد بنانا ہے زوال سے پہلے ہی وضو کرکے (اور جو لوگ روزہ نہیں ہیں کھانے پینے سے فارغ ہو کر نماز اور وقوف کی تیاری کرتے ہیں) میلوں میل تک خیموں کے اس شہر میں سے نکل کر ہر ایک کا مسجد نمرہ جانا اور پھر بسہولت اپنے خیمے تک واپس پہونچنا سخت دشوار ہے۔ ہم لوگوں نے چوں کہ امیر الحج کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اس لئے ظہر و عصر جمع نہیں کی میدان عرفات میں پہونچ کر ہم لوگوں نے ہزاروں افراد پر مشتمل ترکی حجاج کے ایک قافلہ میں شرکت کرلی، وقت ظہر شروع ہوا۔ نماز ہوئی۔ اور بلا تاخیر وقوف شروع ہوا۔ جبل رحمت کے قریب رو بقبلہ، کھلے آسمان کے نیچے چلچلاتی دھوپ میں اللہ کے بندے اللہ کی رحمت طلب کرنے کے لئے کھڑے ہیں —— جبل رحمت کے قریب کالے کالے پتھروں کی چٹانوں کے پاس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا "موقف" ہے۔ وہاں تل رکھنے کی جگہ نہیں، بہت سے لوگ جبل رحمت کی بلندیوں میں پہونچ گئے ہیں۔ شاید انہیں علم نہیں۔ اس پر چڑھنا بدعت ہے —— کچھ لوگ جبل رحمت کے دامن میں تصویریں کھنچوانے میں وقت ضائع کر رہے ہیں —— ایک احساس مند مسلمان نے چیخ و پکار مچائی۔ ایہا الحجاج واللہ ھذا حرام، ھذا حرام۔

لاکھوں بندگان خدا کھلے میدان میں دھوپ اور گرمی کی شدت سے بے پروا تسبیح و تہلیل، استغفار و مناجات، درود شریف اور دعا میں مشغول ہیں —— ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمان یوم عرفہ زوال کے بعد وقوف کرے اور قبلہ رو ہو کر سو بار کلمۂ توحید، اور سو بار سورۂ اخلاص اور سو بار درود ابراہیمی پڑھ کر اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کے بعد وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ بھی کہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے لئے فرماتا ہے۔ اے فرشتو! اس بندہ کی کیا جزا ہے جس نے میری تسبیح و تہلیل کی اور حمد بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا —— میں نے اس کو بخش دیا، اور اس کے حق میں اس کی شفاعت منظور فرمالی اگر یہ میرا بندہ سارے موقف والوں کی سفارش کرے تو میں قبول فرمانے والا ہوں۔ وقوف عرفہ

میں رب ذوالجلال کی تسبیح اور ذکر اولی ہے ذہن و فکر کو سارے خیالوں سے خالی کرکے کریم و رحیم رب کی جانب توجہ چاہئے۔ قیامت اور حساب و کتاب کا تصور کرکے دست دعا آسمان کی جانب بلند ہے، آیات و اذکار کے بعد رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آل و اصحاب اور سرکار غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعائے جامع کی قبولیت کی بھیک کے لئے دامن دل اور آنکھیں دست دعا کے ساتھ دراز ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ آمین

عصر کا وقت آیا تو نماز عصر ادا کی گئی۔

مزدلفہ اور یہاں کے اعمال

ادھر سورج جلد مغرب میں روپوشی کے لئے جھک رہا ہے۔ ادھر موقف میں حجاج کرام کے چہرے بشرے دعا و مناجات کے نور سے نکھر رہے ہیں۔ معلمین خیموں اور چھولداریوں کے سمیٹنے کے بعد حجاج کرام کو لے کر مزدلفہ جانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ سورج غروب ہوتے ہی عرفات سے مزدلفہ کی جانب پیدل اور سوار چل پڑے۔ عرفات سے مزدلفہ تک جانے والی سڑکوں پر پورے سال میں جتنے انسانوں کا گزر نہیں ہوتا ہوگا —— اس سے زیادہ اس وقت لوگ رواں دواں ہیں —— یہاں بھی سواریوں، بسوں اور کاروں پر جانے والوں کے لحاظ سے پیدل جانے والے آرام میں ہیں۔ حکم یہ ہے کہ عرفات میں مغرب کا وقت شروع ہوتے ہی مزدلفہ کے لئے چل پڑا جائے۔ اور نماز مغرب راستے میں نہ ادا کی جائے بلکہ مزدلفہ پہونچ کر مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں ایک ساتھ وقت عشاء میں ادا کی جائیں —— مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے لئے امام الحج کی اقتدا شرط نہیں جیسے بھی ادا کرنی ہے ملا کر ہی ادا کرنی ہے۔ اور مغرب و عشاء کے درمیان سنت نفل نہیں پڑھی جاتی۔ یہاں صبح صادق تک ٹھہرنا سنت ہے۔ اس شب میں جاگنا، تلاوت کرنا نوافل پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ فجر کی نماز کے بعد جبل قزح پر یا جہاں ممکن ہو عرفہ کی طرح وقوف کرنا ہے۔ مزدلفہ سے پہلے وادی محسر پڑتی ہے جہاں سے جلد گزر

انے ، وہاں قیام ذکرنے کا حکم ہے اس کے علاوہ مزدلفہ کا پورا علاقہ حاجیوں کے ٹھہرنے کے لئے ہے۔ یہاں کے وقوف کا وقت صبح صادق سے طلوع شمس تک ہے کثرتِ ازدحام کے باعث ہم لوگوں کو مزدلفہ پہونچتے پہونچتے ۱۲ بج گئے۔ کاروانِ شوق حدِ نظر تک پھیلا ہوا ہے۔ مزدلفہ کے علاقہ میں ہماری بس کے داخل ہوتے ہی مزید آگے بڑھنے کا انتظار کئے بغیر ہم لوگ اتر پڑے۔

دخولِ مزدلفہ کی دُعاء

اَللّٰهُمَّ هٰذَا جَمْعٌ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِيْ جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَتَجْمَعَ عَلَى الْهُدٰى اَمْرِيْ وَتَجْعَلَ التَّقْوٰى زَادِيْ وَذُخْرِيْ وَالْاٰخِرَةَ مَاٰلِيْ وَهَبْ لِيْ رِضَاكَ عَنِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَامَنْ بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ. اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ لَحْمِيْ وَعَظْمِيْ وَشَحْمِيْ وَشَعْرِيْ وَسَائِرَ جَوَارِحِيْ عَلَى النَّارِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۝

اے اللہ یہ جمع (مزدلفہ) ہے میں تجھ سے تمام خیر کے مجموعہ کا سوال کرتا ہوں اے اللہ مشعرِ الحرام کے رب رکن و مقام کے رب، اور عزت والے شہر کے رب، اور عزت والی مسجد کے رب میں تجھ سے بوسیلہ تیرے وجہ کریم کے سوال کرتا ہوں کہ میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور ہدایت پر میرے کام کو جمع کر دے۔ اور تقویٰ کو میرا توشہ اور ذخیرہ کر، اور آخرت کو میرا اسہارا کر تو دنیا و آخرت میں مجھ سے راضی رہے۔ اے وہ ذات جس کے قبضے میں ہر بھلائی ہے مجھ کو ہر قسم کی بھلائی عطا کر اور ہر طرح کی برائی سے بچا۔ اے اللہ میرے گوشت اور ہڈی اور چربی اور

بال اور تمام اعضاء کو جہنم پر حرام کر دے
اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان!

نشیبی حصہ سے ذرا بلند ایک جگہ چٹائیاں اور چادریں بچھائی گئیں۔ اور وضو کر کے نمازیں ادا کی گئیں — پہلے مغرب و عشاء کی فرض نمازیں پڑھی گئیں پھر سنتیں ادا ہوئیں۔ سوپ پینے کو ملا۔ پھر حسبِ توفیق ذکر و عبادت میں لگے۔ کچھ دیر آرام کیا۔

مزدلفہ سے منیٰ

ہر شخص نے رمی کے لئے ۴۹ یا ۷۰ عدد کنکریاں چنیں ———— نماز فجر اندھیرے منہ ادا کی گئی ——— اور دن نکلتے نکلتے منیٰ کی جانب چل پڑے، فضا لبیک اور تکبیر و تمجید کی آوازوں سے معمور ہے گاڑیوں کا شور اور پیدل چلنے والوں کی مستانہ چالیں، احرام کی سج دھج عجیب کیف پیدا کر رہی ہے۔ زبانوں پر دعا جاری ہے:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ وَاِلَيْكَ رَجَعْتُ وَمِنْكَ رَهِبْتُ فَاقْبَلْ نُسُكِيْ وَاَعْظِمْ اَجْرِيْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِيْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِيْ وَاسْتَجِبْ دُعَائِيْ۔

اے اللہ میں تیری طرف واپس آیا اور تیرے عذاب سے ڈرا اور تیری طرف رجوع کیا، اور تجھ سے خوف کھایا، میری عبادت قبول کر، میرا اجر زیادہ کر، اور میری عاجزی پر رحم کر اور میری توبہ قبول کر اور دعا مستجاب فرما

منیٰ پہونچ کر رات گزاری گئی ——— طلوعِ آفتاب کے بعد جمرۂ اخریٰ کی رمی کے لئے روانگی ہوئی۔ ہر طرف سے انسانوں کا سیلاب ہے جو امنڈا آرہا ہے لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے ماحول پرنور ہے ——— جمرہ کنکری کو کہتے ہیں۔ جمرات زمین کے وہ حصے ہیں جہاں سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں مار کر بے بس کیا تھا اب ان جگہوں پر پتھر نصب ہیں ——— صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب

مناسکِ حج ادا کرنے کے لئے آئے تو شیطان انہیں جمرۂ آخری کی جگہ نظر آیا، سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، پھر دوسرے جمرہ کے پاس نظر آیا۔ آپ نے پھر سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر جمرۂ اولیٰ کی جگہ نظر آیا۔ آپ نے پھر سات کنکریاں ماریں یہانتک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تم شیطان کو کنکری مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں کسی نے سوال کیا، میدان منیٰ بہت تنگ نظر آتا ہے، مگر ایام حج میں اتنے حجاج منیٰ میں کس طرح سما جاتے ہیں — فرمایا منیٰ بااخلاص حجاج کے لئے اسی طرح کشادہ ہو جاتا ہے جس طرح ماں کا رحم بچے کے لئے۔

آپ ہی سے منقول ہے کہ اس علاقے کا نام منیٰ اس لئے پڑا کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام مناسک حج سے فارغ ہو کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے رخصت ہونے لگے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی کوئی آرزو اور تمنا ہو تو فرمائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ اب صرف جنت کی آرزو اور تمنا ہے لفظِ منیٰ تمنا سے مشتق ہے۔ منیٰ کو ممنی الدمار سے لیا ہوا بھی کہتے ہیں۔ جس کا مقصود ایسی جگہ جہاں قربانی کے جانوروں کا خون بہایا جائے۔

رمی جمار اور قربانی

زوال سے پہلے کنکریاں مار کر فراغت ہوئی، اہلیہ ہمراہ ہیں۔ اس انسانی سیلاب میں بفضلہ تعالیٰ ہم لوگوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ جمرہ کی طرف منہ کر کے اپنی چٹکی میں کنکریاں لے کر

بسم اللہ اللہ اکبر رغماً للشیطان رضاً للرحمٰن اللھم اجعلہ حجاً مبروراً وسعیاً مشکوراً وذنباً مغفوراً پڑھتے ہوئے رمی کی اور وہیں سے قربان گاہ چل پڑے رمی کے ساتھ ہی تلبیہ موقوف ہوا۔ پھر بھی اللہ کی توفیق سے جو دعا ہو سکا پڑھتے رہے۔ قربان گاہ پہنچ کر دنبے خریدے گئے۔ اور میں نے اپنے ہاتھ سے شکریہ حج کی واجب قربانی

ادا کی۔ جانوروں کی منڈی میں اہلیہ میرے پیچھے پیچھے تھیں، ایک عرب کی تیز چھری جو اس کے کمر کے ساتھ بغل میں ٹھنسی ہوئی تھی جس کی تیز دھار پیچھے کو نکلی ہوئی تھی، وہ تیزی کے ساتھ ہم دونوں کے درمیان سے ہو کر نکلا تو اس چھری کی تیز نوک نے اہلیہ کے شکم کے پاس نقاب اور کرتے کو کاٹ ڈالا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چھری کی رسائی جسم تک نہیں ہوئی، ورنہ اس قربان گاہ ذبیح اللہ میں خدا جانے ان پر کیا گزر جاتی۔ ؟۔ قربانی سے فارغ ہو کر ہم میں سے ایک حاجی صاحب نے حجام کے ذریعہ اپنی حجامت کرائی پھر انھوں نے اپنی اہلیہ کا بال کترا۔ اس کے بعد انہی کے ہاتھوں قافلے کے تمام مردوں کے سر منڈے گئے۔ اور ان کی زوجہ نے تمام عورتوں کی حجامت کی۔ حلق اور قصر سے فراغت پا کر ہم لوگ ٹکسی کے ذریعہ طواف زیارت کے لئے مکہ معظمہ پہنچے ——— احرام حج کے ساتھ ہی ہم لوگ چونکہ رمل اور سعی کر چکے تھے اس لئے بغیر رمل کے طواف کیا گیا ——— گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو بھی منیٰ جا کر تینوں جمروں پر کنکریاں ماری گئیں۔ آخر کے دونوں روز اہلیہ کو ہمراہ لے کر رمی کے لئے ٹنیل کے راستے سے پیدل ہی جانا ہوا۔ تیرہ ذوالحجہ کے بعد بھی مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر تین روز رہ کر وہاں کے برکات وحسنات سمیٹنے کا موقع ملا۔ اور علماء بزرگوں سے ملاقات نصیب ہوئی۔

حرم شریف کے کبوتروں کا اندازِ ادب

قیام مکہ مکرمہ کے دوران مسجد الحرام شریف میں کبوتر کثرت سے نظر آئے مگر دیکھئے اللہ تعالیٰ کا عجیب انتظام ہے کہ کبوتروں کے دل میں بھی کعبۃ اللہ شریف کا ادب واحترام موجود ہے، کبوتر غول کے غول فضا میں اڑتے رہتے ہیں۔ مگر ان کا غول جب کعبہ معظمہ کے مقابل پہنچتا ہے تو پھٹ کر ادھر ادھر سے پرواز کر جاتے ہیں، اور کعبہ معظمہ کے اوپر سے نہیں گزرتے۔ تین بار سفر کا موقع ملا مگر میں نے کبھی کسی کبوتر کو کعبہ شریف کے اوپر سے ہو کر اڑتے نہیں دیکھا۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ پرندے تعظیماً کعبہ شریف کے

اوپر سے نہیں گزرتے، بلکہ قریب آکر دائیں بائیں ہو کر چلے جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۳ عث)

مشہور سیاح ابن جبیر اندلسی نے بھی لکھا ہے کہ کعبہ معظمہ کے اوپر سے کبوتر نہیں گزرتے اور اگر کوئی کبوتر بیمار ہوتا ہے تو حصولِ شفاء کے لئے کچھ دیر کعبہ شریف پر آبیٹھتا ہے۔ (سفرنامہ ابن جبیر ص ۸۳)

سفرنامہ ابن بطوطہ مترجمہ رئیس جعفری میں ہے:

"یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ باوجود مکہ معظمہ میں کبوتروں کی اور دوسرے پرندوں کی بہتات کے، کعبہ پر کوئی آکر بیٹھتا ہے اور نہ کوئی اوپر سے اڑ کر گزرتا ہے بلکہ جب کوئی پرند کعبہ کی طرف اڑتا ہوا سیدھا آتا ہے تو قریب آکر دائیں بائیں کترا کر نکل جاتا ہے ... ص ۱۹۶)

ایک طرف پرندوں کا یہ ادب و احترام ہے، دوسری جانب انسانوں کی بے ادبی دیکھیے کہ حرم کی فضاؤں میں بے خوف جہازوں اور ہیلی کاپٹروں سے دندناتے پھرتے ہیں۔

بے باکانہ جسارت

حرم مکی اور حرم مدنی دونوں جگہوں پر حج کے زمانے میں حکومت کی جانب سے مقرر واعظین تبلیغی تقریریں کرتے ہیں۔ ایک دن کی بات ہے نماز فجر کے بعد، ایک اردو بولنے والے مقرر کے پاس احباب کے ساتھ میں بھی تقریر سننے لگا۔ مقرر صاحب ایک منبر پر بیٹھے تھے رُخ کعبہ شریف کی طرف تھا۔ توحید اور شرک پر بیان دے رہے تھے۔ کہتے کہتے انہوں نے کہا ۔۔۔ بہت سے لوگ کعبہ شریف میں آکر بھی غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں یارسول اللہ یا غوث پکارتے ہیں یہ شرک ہے۔ مزید انہوں نے کہا۔ بہت سی پاکستانی عورتیں یہاں سے کبوتروں کے دانے اٹھا کر لے جاتی ہیں تاکہ ان کے کھانے سے بے اولادوں کو اولاد ہو، یہ شرک ہے۔ مقرر صاحب منبر کی جس سطح پر بیٹھے ہوئے تھے قرآن مجید کا ایک نسخہ مبارکہ اپنی بغل میں رکھے ہوئے تھے۔ جسے بار بار اٹھاتے اور نہایت

اور بیچ رکھنے کے بجائے بے ادبی سے پٹخ دیتے اور کفر و شرک کے آتشیں گولے بے روک ٹوک ان کے منہ سے برآمد ہو رہے تھے ۔۔۔۔ دوران تقریر تو کوئی کچھ نہ بولا جب بیان ختم ہوا۔ تو ایک پاکستانی حاجی نے کہا ۔۔۔ جناب عالی ۔۔۔ میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔ انہوں نے اجازت دی تو اس نے پوچھا ۔۔۔ ہم لوگ تو حرم شریف کی مٹی اور یہاں کے پانی کو بھی تبرک سمجھتے ہیں۔ اور حصول برکت کے لئے اسے وطن لے جاتے ہیں۔ ان بکھرے ہوئے دانوں کا لے جانا شرک کہاں سے ثابت ہوا۔ اور یہ فرمائیں کہ پاکستانی خاتون کی یہ تضحیک، کعبہ پاک کے سامنے کہاں سے جائز ہے۔ پھر کیا تھا۔ مقرر صاحب کا پارہ چڑھ گیا۔ انہوں نے جواب تو کچھ نہ دیا البتہ کہنے لگے یہاں گڑبڑ مچاؤ گے تو شرطی کو بلاتا ہوں۔ یہ سن کر میری زبان سے نکلا ۔۔۔ خانہ خدا میں خدا سے بے خوفی کرنے والا ہم بندوں کو شرطی سے ڈراتا ہے۔ مقرر کے بغل میں کھڑا ہوا ایک بوڑھا معاون لپک کر آیا ۔۔۔ اور مجھ سے بولا تم کہاں کے ہو، ہندوستانی نا ۔۔۔ ہندوستانی خواجہ معین الدین کو غریب نواز کہنے والے سب مشرک ہیں ۔۔۔۔ اتنی بے باکی، جسارت اور ڈھٹائی سے بیک زبان مسلمانان ہند کو مشرک گردانے والے معاون مقرر اور مقرر کا چہرہ ہم لوگ تعجب اور حیرت سے دیکھنے لگے۔ اور بے اختیار ہماری نگاہیں کعبہ معظمہ کی پُر جلال دیواروں سے چار ہو گئیں۔ ذہن ماؤف ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میرا تن بدن گویا الیکٹرک شاک لگنے سے سناٹے میں آگیا ہو ۔۔۔۔

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

طواف وداع

معلم صاحب نے یکشنبہ کو پاسپورٹ ہم لوگوں کے حوالے کیا ۔۔۔ اور صبح فجر کی نماز کے بعد "بلد الحرام" سے مدینہ طیبہ جانے کا پروگرام طے ہوا۔ صبح دوشنبہ نماز فجر کے بعد طواف وداع کے لئے حاضری ہوئی ۔۔۔ چند روز اللہ کے گھر کی مجاورت میں کیا

گزرے زندگی کا لطف مل گیا۔ ملتزم شریف سے لپٹ کر آنکھوں نے بھی اپنی حسرت خوب نکالی، غلاف کعبہ تھام تھام کر دل ونگاہ کی سیاہی دھونے کی کوششیں ہوئیں — رخصتی ہو رہی ہے — اس باب کرم سے پیشانی جس طرف جھکنے کا لطف پاچکی ہے۔ بھاری بھاری قدموں کے ساتھ زم زم شریف تک آئے جام پر جام پئے کہ شاید کچھ غم غلط ہو مگر — مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ عمر بھر کی ساری تمنائیں سمٹ کر آخری دیدار کعبہ کے وقت آنکھوں کی پتلیوں تک جا پہنچیں۔ باب حرم کو بوسہ دیا۔ اور زبان سے کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا مُّبَارَكًا	تمام پاک بابرکت وافر لفایت کرنے
فِيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الْعَوْدَ	والی تعریفیں سب اللہ کے لئے ہیں اے اللہ
بَعْدَ الْعَوْدِ الْمَرَّةَ بَعْدَ الْمَرَّةِ	مجھ کو حج سے واپسی کے بعد پھر بیت اللہ
اِلٰى بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاجْعَلْنِيْ	کی جانب بار بار آنے کی توفیق دے اور
مِنَ الْمَقْبُوْلِيْنَ عِنْدَكَ	مجھے اپنے مقبول بندوں میں سے بنالے
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَللّٰهُمَّ	اے ذوالجلال والاکرام تو اس زیارت
لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ	کو میرے لئے آخری زیارت نہ بنا۔ اور
بَيْتِكَ الْحَرَامِ فَاِنْ جَعَلْتَهٗ	اگر یہ آخری ہے تو اے ارحم الراحمین تو
اٰخِرَ الْعَهْدِ فَعَوِّضْنِيْ عَنْهُ	مجھے اس کے عوض جنت عطا فرما۔ اور
الْجَنَّةَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ	رحمت کاملہ نازل فرما بہترین مخلوق محمد
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ	صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی تمام آل و
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ	اصحاب پر۔

زیارت بدر شریف

ارکان حج سے فارغ ہوئے، مشاعر مقدسہ سے رخصت ہو کر عقل و دل ونگاہ کے کعبہ مقصود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار دُربار کی جانب رُخ ہوا۔ الحمد للہ کہ ۹ بجے صبح دوشنبہ مبارکہ ۱۷ر ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ ۱۲ر ستمبر ۱۹۷۶ء کو روانگی

ہوئی، زہے قسمت زہے نصیب دل کی دھڑکنیں کہہ رہی تھیں۔

چلو دیار نبی کی جانب درود لب پہ سجا سجا کر
بہار لوٹیں گے ہم کرم کی دلوں کو دامن بنا بنا کر

دس افراد پر مشتمل ہمارا چھوٹا سا قافلہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ سے نکل کر وادی بطحاء شہر تمنا، مسکن آرزو مدینۃ النبی کی جانب رواں دواں تھا، حضور آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بے پایاں کرم اور احسان سے جبینیں خم، آنکھیں اشک آلود تھیں۔

مجرم بلائے جاتے ہیں جاؤ کہ ہے گواہ
لوٹا دیں کب یہ شان کریموں کے گھر کی ہے

زبان درود وسلام کے نغمات سے شاد کام اور دل حضور آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کے تصور سے مملو کیوں کہ اب اس آستان ناز تک رسائی ہوگی جس کے بارے میں اجماع امت ہے کہ

کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک در کی ہے

حدائق بخشش سے آواز آرہی تھی

حاجیوا آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

ہم لوگ ایک چھوٹی کار میں سفر کر رہے تھے، ہمارا ڈرائیور مدینہ طیبہ کی کسی نواحی بستی کا رہنے والا نہایت مخلص اور متواضع جوان تھا، ہم لوگوں میں پہلے ہی یہ گفتگو ہو چکی تھی کہ مدینہ منورہ سے پہلے وہ ہمیں بدر شریف کی زیارت بھی کرائے گا۔ عرب گورنمنٹ نے اب تو سڑکیں بہت اچھی بنا ڈالی ہیں۔ چوڑی اتنی کہ ہر دو جانب بیک وقت تین تین گاڑیاں گزرنے کی لائنیں بنی ہوئی ہیں آمد ورفت کی دونوں سڑکوں کا فاصلہ بھی کافی رکھا گیا ہے تاکہ ایک طرف سواریوں کی تیز روی سے پیدا شدہ ہواؤں کا جھونکا، جانب مخالف کو متاثر نہ کر سکے ورنہ لق ودق میدان میں ایک ہی سڑک پر سواریوں کے آنے اور جانے میں بہت سارے حادثات ہوتے تھے، ان حادثات کا منہ بولتا

ت پرانی سڑکوں کے کنارے پڑے ہوئے گاڑیوں کے ڈھانچے ہیں۔ سُنا ہے
رے ملکِ عرب کے اندر پل راستے اور بائی وے ہالینڈ کی مشہور فرم STEVEN.CO.
کے ذریعے بنے ہیں، جس کا ہیڈ آفس ہالینڈ کے شہر روٹرڈم میں ہے۔
مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی مسافت نئے راستے سے چار سو اکیاون کلومیٹر ہے
یک قدیم راستے سے یہ مسافت ۴۹۰ کلومیٹر تھی۔ ہم لوگ نئے راستے سے کچھ دور چل کر
ر شریف کی زیارت کے اشتیاق میں قدیم سڑک پر آ گئے، دھوپ تیز ہو گئی۔ صحرائی علاقہ
پتا، سلگتا نظر آنے لگا، تیز ہوا اور گرمی کے باعث گاڑی کے اندر سے باہر نظر جا کر
یکھا تو مناظر ٹیڑھے میڑھے نظر آئے۔ تیل اور معدنی ذخائر سے مالا مال عرب تمدنی اور
قتصادی معاملات میں اب بہت انقلاب پذیر ہو چکا ہے۔ جگہ جگہ پیٹرول پمپ کے ساتھ
ساتھ عام ضرورت کی چیزیں بالخصوص بوتلوں میں پیک صاف شفاف پانی اور دیگر مشروبات
سکٹ چاکلیٹ مٹھائیاں، چائے حقہ وغیرہ دستیاب ہیں، ڈیڑھ لیٹر کا بوتل ٹھنڈے
نی سے بھرا ہوا، تقریباً ہر ڈرائیور اپنے بغل میں رکھتا ہے۔ یورپ کے ٹھنڈے موسم سے
یہاں آنے والوں کو خاصی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بدر میں ورود

تقریباً ایک بجے دوپہر کو ہم لوگ بدر پہنچ گئے، آج کا بدر ایک نہایت حسین و
جمیل شہر ہے پرانے زمانے میں بھی یہاں آبادی ہو گئی تھی مگر اب ان کھنڈرات پر جدید
عمارات سے مزین ایک خوبصورت شہر موجود ہے۔ جگہ جگہ دیواروں پر ایک اشتہار نظر
یا، جو غالباً عوامی خواہشات کی ترجمانی تھی، اس کا مفہوم یہ تھا کہ "بدر مدینۃ الشہداء
ہے اس کی انفرادیت کو برقرار رکھا جائے"
ہمارے سائق نے شہر بدر کے مخصوص حصے دکھاتے ہوئے ہمیں شہدائے بدر
کے آستانے تک پہونچایا۔
یہاں پر استنجا اور وضو وغیرہ کا انتظام ہے، احد اور دیگر زیارت گاہوں جیسا

معاملہ نہیں ہے سب نے وضو کیا۔ اور قبرستان کی جانب چل پڑے، اس مقدس قبرستان
کے ارد گرد بھی چہار دیواری کھینچ کر اسے فولادی دروازے سے مقفل کر دیا گیا ہے مگر
یہاں جنت المعلیٰ، اور جنت البقیع کی طرح زائرین کو محرومی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہاں تو
اب نہ کسی مزار کی علامت باقی ہے اور نہ ہی قبرستان قبرستان لگتا ہے۔ معاذ اللہ قبرستان
کا اکثر حصہ ٹریکٹر سے جتی ہوئی زمین کے سوا کچھ نہیں، گویا عزت عصبیت نے آثار اسلام
کو اپنے ناپاک و ناہنجار پنجوں سے نوچ کھسوٹ اور جھنجھوڑ ڈالا ہو، امہات المومنین اور
اہلبیت اطہار۔ جن کی مقدس چادروں کی حفاظت و صیانت قدرت نے اپنے ذمہ رکھی
ہے۔ نشتر بغض و عناد میں چور ناپاک ہاتھوں نے ان کے مقدس مقابر و مدافن کو پارہ پارہ
کر ڈالا ہے اس مذبوحی حرکت پر۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

امتِ اسلامیہ کے لئے سفینۂ نوح قرار دی گئی ہستیوں کے لحد کی کشتیاں
خود افراد امت نے برباد کر ڈالیں تف ہے ایسے افراد امت پر،

بجھی شمع ایماں یا اندھیر ہے
مسلماں ہے یا خاک کا ڈھیر ہے

جس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطہار اور اصحاب باوفا
کے صدقے، دولت و امارت، اور خزائن ارضی کے مالک بنے ہوئے ہیں انہی کے نام و
نشان اور آثار مبارکہ سے یہ بغاوت، ان ناگفتہ بہ مناظر کو دیکھ کر بے ساختہ راقم الحروف
کی زبان سے نکلا:

مصطفیٰ پیارے کے آثار مٹانے والو!
کبھی دنیا میں پنپتے نہیں غدارِ رسول
عظمتِ سنگِ براہیم ہے قرآں میں نصب
اس سے تم سمجھو ذرا عظمتِ آثارِ رسول

یوم الفرقان

یہاں ہم زمین کے اس حصہ پر کھڑے ہیں، جہاں سنہ ۲ھ، ۱۷ رمضان المبارک
ن جمعہ کے دن حق و باطل کا عظیم معرکہ درپیش ہوا تھا ایک طرف نبی آخرالزماں حضور
ر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض تین سو تیرہ مفلوک الحال، غریب و نادار، نحیف
صحابہ کو لے کر احقاقِ حق کا فریضہ انجام دینے کے لیے خیمہ زن تھے، حضور کے
ں نثاروں میں آقا بھی ہیں غلام بھی آقا ہیں تو ایسے جنہوں نے اپنا وطن گھر بار خدا کے نام
ج کر رسول خدا کی رفاقت کے لیے ہجرت اختیار کی ہے۔ انصار و مہاجرین دونوں
معاشی اور اقتصادی لحاظ سے ضعیف الحال ——— خدا کے
لیے لڑنے نکلنے والوں کے ہاتھوں میں تلواریں تک میسر نہیں، مگر باطل کی سرکوبی کا جذبہ
یدان کارزار تک لے آیا ہے،
آن کریم کمزور حال موحدین اور جانبازان اسلام کے حالات پر یوں نور افشانی کرتا ہے

وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ
مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ
تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ
فَاٰوٰكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ٥
(انفال: ۲۶)

اور یاد کرو اس وقت کو جب تم
تھوڑے تھے اور زمین میں تم کو بے قوت
سمجھا جاتا تھا، تم خوفزدہ رہتے تھے کہ
کہیں تم کو اُچک نہ لیا جائے، پھر اللہ نے
تمہیں جائے پناہ دی، اپنی مدد سے
تقویت بخشی، اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا
تاکہ تم شکر گزار رہو

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سرفروشی کا جذبہ لے کر آنے والوں میں ۸۶
ہاجرین۔ اور انصار میں سے ۱۷۰ خزرجی اور قبیلہ اوس کے ۶۱ افراد شامل تھے،
ضعیف الحال، ظاہری وسائل جنگ، اور وسائل حیات سے خالی چند اونٹوں چند
گھوڑوں کے سوا سارے عاشقان رسول پاپیادہ، اور بہتوں کے پاؤں میں جوتے

تک نہیں تو پاؤں کو گرمی سے محفوظ رکھنے کے لیے چیتھڑے لپیٹے ہوئے، عاشقانہ سج دھج
سے، خدا کے حکم کی تعمیل اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں دیوانہ وار
جان و دل کا نذرانہ لیے میدان میں حاضر تھے۔

گھرے ہوئے قبرستان کے ایک کنارے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ہمارے
مزوّر نے بتایا کہ یہی وہ قطعۂ زمین ہے جہاں غزوۂ بدر کے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے ایک خیمہ لگایا گیا تھا۔

تصور کی نگاہوں کے سامنے وہ نورانی منظر پھرنے لگا کہ حق و باطل کی اس عظیم
رزمگاہ میں بظاہر کمزور اصحاب رسول کا کفار مکہ سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور ایک طرف کیمپ
کے ایک چھوٹے سے خیمے میں خدا کا برگزیدہ پیغمبر، رحمت دو عالم مونسِ انسانیت،
رؤف و رحیم نبی اپنی نورانی پیشانی خاک پر رکھے ہوئے مالک ارض و سما سے الطاف و کرم
کی بھیک مانگ رہا ہے۔ مظلوم انسانیت کو جہل و نکبت کے اندھیروں سے نکالنے کے
لیے، ظلم و تعدّی اور عُجب و استکبار کے نشے میں چور مشرکین کے مضبوط حصار کو توڑ کر
توحید کی موجِ شیریں انسانیت کے قریب لانے کے لیے رو رو کر مالک لیل و نہار سے
توفیق طلب کر رہا ہے ——— اللہ کا پیارا پیغمبر اپنی داعیانہ اور پیغمبرانہ مساعی کے
نتیجہ میں جن مزکّی روحوں کو، اور مجلّی سینوں کو اب تک مئے توحید سے سرشار کر چکا تھا
ان سب کو اپنی جلو میں لے کر چٹیل زمین کے اسی خطے میں فروکش تھا۔

اسی بدر مقدس کی مٹی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورٌ علیٰ نور پیشانی ٹکی ہوئی
تھی آنکھوں سے اشک رواں تھے مبارک زبان پر جو کلمات تھے ان کا مفہوم یہ ہے:

"اے مالک حقیقی! یہ قریش اپنے کبر و نخوت کے نشے میں چور ہو کر اس غرض
سے آرہے ہیں کہ تیرے بندوں کو تیری اطاعت سے باز رکھیں اور تیرے رسول
کی تکذیب کریں، پس اے اللہ! اپنی مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا
ہے۔ اور انہیں ہلاک کر۔

اور پھر یہ جملہ: ——— اے اللہ! اگر یہ چند جاں نثار جو تیرے نبی کے پرچم

تے توحید کا علم اٹھائے ہوئے حاضر ہیں۔ آج ختم ہو گئے، تو قیامت تک تیری
عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیقراری اور بے چینی دیکھ کر
رت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضبط نہ کر سکے اور رو پڑے۔ اسی میدانِ بدر میں ایک دن
بھی آیا تھا جب یہاں دنیا بھر کی حق و باطل تحریکیں سمٹ کر آگئی تھیں الٰہی قانون، اور شیطانی
ر کا فیصلہ کن مرحلہ آن پڑا تھا، عجیب وقت تھا جب خونی رشتے، اور آبائی تعلقات، وطن و زبان
ساری فصیلیں چیخ چیخ کر بکھر گئی تھیں۔ خدا دوستی، اور خدا دشمنی کی دو ہی حقیقی تحریکیں باقی
گئی تھیں خدا دشمن تحریک افرادی قوت، وسائل کی فراوانی، حرب وضرب کے تمام ممکنہ
مانوں سے لیس طاقت۔ اور حمایت کے زور سے پُرزور تھی ایک ہزار کا لشکر وسائل کے
ارے کئی ہزار کا وزن لے کر بڑھ رہا تھا۔

دوسری طرف اہلِ اسلام نحیف ونزار، اور مادی وسائل و اسباب سے عاری مگر
ان اور حبِّ رسول کی حقیقی روحانی دولتوں سے مالا مال ہو کر احقاقِ حق کے اعلیٰ ترین مقصد
کے تحت سربکف آئے تھے۔ اور دنیا نے دیکھا کہ خدا کی قدرت، اور رسول اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نفسِ مقدس کی برکت سے نہتے کمزور اہلِ ایمان کے ہاتھوں میں اگر
ڑیوں نے تلواروں کا کام کیا، اور مشرکین مکہ ــــــ کی آبدار تلواروں کو کند کر دیا۔ نتیجہ
و اگر مکہ کے اصحابِ فیل کو رب تعالیٰ نے اسلامی ابابیلوں سے پامال کرا دیا ۱۴ اسلامی جانباز
شہید ہوئے اور دوسری طرف ستر کفار واصلِ جہنم ہوئے اور ستر ہی جنگی قیدی بنا کر مدینہ منورہ
ئے گئے، مقتول کفار میں بڑے بڑے فرعون و نمرود تھے، شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختری
معہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، منبّہ بن حجاج، جاہلی تحریک کے موسسین
سربراہ تھے، جو سب خاک میں مل گئے۔

اسی لیے اس عظیم دن کو قرآنی زبان میں یوم الفرقان، حق و باطل میں فرق کر دینے والا
دن کہا گیا ہے۔ اس دن اسی میدان میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا تھا، خدائی
فیصلہ ــــــ کہ اب اس تحریک اور اس طبقہ کو زندہ رہنا ہے جو اصولِ ربانی کی پابندی کرے

جاہلیت، ہٹ دھرمی اور لاقانونیت کا دور اب ختم ہوا۔ بظاہر ناتواں اہلِ حق کو خدا نے فاتح
قرار دیا۔

اہلِ بدر کے فضائل

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ
وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (آلِ عمران)

اور تمہاری مدد فرمائی اللہ نے
بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے

اہلِ بدر کے فضائل حدیث میں آئے ہیں جن میں ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہی
کافی ہوگا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے تعالیٰ نے اہلِ بدر
کا حال ظاہر کر دیا کیونکہ اس نے فرمایا:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَ
لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ
(بخاری کتاب المغازی)

تم جو چاہو عمل کرو، تمہارے لئے
تو جنت ثابت ہو چکی۔ یا بیشک میں نے
تمہیں بخش دیا۔

مشائخ سلاسل کا تجربہ ہے کہ شہدائے بدر اور مجاہدینِ بدر کے توسل سے کی
گئی دعائیں بارگاہِ خداوندی میں مستجاب ہوتی ہیں۔ ہم بھی پروردگارِ عالم سے اس کے پیارے
حبیب کے صدقہ میں اور اہلِ بدر کے طفیل دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں دارین میں کامیابیوں
اور سرفرازیوں سے بہرہ ور فرما۔ گناہوں کو معاف کر دے، سیئات سے درگزر فرما اپنی
رحمت کی چادر میں چھپا۔ اسی طرح میرے والدین، اساتذہ، مشائخ اور احباب نیز تمام
مسلمانوں کی مغفرت فرما کر داخلِ جنت فرما ــــ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیمہ گاہ کو دل و نگاہ نے بوسے دیئے،
جہاں رخِ والشمس والے سرکار نے اپنے رب سے اسلام کی سربلندی، حق کی فتح ونصرت
مانگی تھی۔ سجدہ میں محبوبِ کردگار کی زلفِ واللیل بکھر گئی ہوگی۔

مرحبا! اے زمینِ بدر تجھ پر خدا کے محبوب پیغمبر نے دینِ اسلام کے احقاق کا پہلا معرکہ
سر فرمایا ہے۔

اے وادیٔ مقدس! تیری فضاؤں نے ترجمانِ وحی کے کلام حیات آفریں کی خوشبو سمیٹی ہے۔ اے اونچے اونچے پہاڑو! تم نے خدائے اکبر کے محبوب اعظم، عرش وکرسی لوح وقلم سے بلند مسند کے شہ نشین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکسر متواضع پیکر کی زیارت کی ہے۔

اے زمین بدر کے ذرو! تم نے ان کے پیراہن ناز کے بوسے لئے، اور ان کے روئے منور کی خیرات پائی۔

اے علاقۂ بدر! سراپا معجزہ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مجمع البرکات اور نبی نور کے فیضان سے اکتساب نور کرنے والے مقدس ترین صحابۂ کرام کے قدوم میمنت لزوم نے، تجھے نمونۂ خیرات واحسانات بنادیا ہے۔

ہم تیرہ بختوں، بے نصیبوں، اور بادیۂ غفلت میں بھٹکے ہوؤں کو اپنی خیرات عطا فرما۔ اور ہمارا ہدیۂ سلام قبول کر!

وادیٔ بدر! تیری خاک کی عظمت کو سلام
تجھ پہ لکھی گئی تاریخ نبوت کو سلام
اولیں معرکۂ باطل وحق تجھ پہ ہوا
تجھ پہ جو اتری اس اللہ کی نصرت کو سلام
تجھ پہ اترا تھا فرشتوں کا جو لشکر اس دن
اس پہ اور اس کے امیرِ قومی حشمت کو سلام
رحمتیں ان پہ جو لیٹے ہیں یہاں ہو کے شہید
ان کے اخلاص کو ایثار کو جرأت کو سلام

ہو درود آقا پہ۔ اور ان کے سب اصحاب کو بدر
ان کی اولاد کو، احفاد کو، عترت کو سلام

شہدائے بدر کے مقابر کے الگ الگ نشانات تو یہاں بھی مفقود ہیں کہا جاتا ہے کہ پہلے ان کی قبروں کے نشانات اور ان پر شاندار قبے بھی تھے۔ مگر موجودہ گورنمنٹ نے تمام قبہ جات کی طرح انہیں بھی مسمار کرکے نشانات قبور مٹا ڈالے ہیں۔ بعض چند فٹ اونچی چہار دیواری چاروں طرف سے بناکر عام قبرستان سے ان مقدس شہدائے کے مدفن کو الگ کر دیا ہے۔

اس گنج شہیداں میں جو لوگ مدفون ہیں ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:

عمیر بن ابی عاص، صفوان بن وہب، ذوالشمالین بن عبد عمرو،
مہجع بن صالح، عاقل بن البکیر، سعد بن خیثمہ،
مبشر بن عبد المنذر، حارثہ بن سراقہ، رافع بن المعلّا،
عمیر بن الحمام، یزید بن الحارث، عوف بن الحارث،

اور ان کے بھائی معوذ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کا مزار مبارک مدینہ طیبہ کے راستے میں ہے۔ اس جگہ کا نام الصفراء ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

یہ اسلامی تاریخ کے لعل وجواہر ہیں۔ جن کی حفاظت وصیانت مسلمانوں کا اولین ذمہ بلکہ اسلامی زندگی برپا کرنے کے لئے اور نئی نسل میں شعور اسلام پیدا کرنے کے لئے اسلاف کرام کے آثار کی نہایت اہتمام سے حفاظت ہونی چاہیئے تھی، مگر یہاں پہونچ کر جگر چھلنی ہو جاتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ جن برگزیدگان خدا نے شجر اسلام کی جڑوں کو اپنے لہو سے سینچا آج ان کی قبروں کے نشانات تک کو نگاہیں ترستی ہیں،

حدیث پاک میں بدر کے مجاہدین اور شہدا کے فضائل مفصل مذکور ہیں، صحابۂ کرام میں بدری ہونا بہت بڑا امتیاز گنا جاتا تھا چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب صحابہ کے وظائف مقرر ہوئے تو بدری صحابہ کے وظائف غیر بدری سے زیادہ رکھے گئے، اہل بدر نے جن اسلحوں سے یہ عظیم اسلامی جہاد کیا تھا ان کو تبرک خیال کیا جاتا تھا، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے وہ برچھی طلب کرلی تھی

تو انہوں نے یوم بدر عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ برچھی محفوظ رہی، حضور کے بعد چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے پاس منتقل ہوتی رہی اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیر سنہ ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے، اور وہ تبرک ضائع ہو گیا۔

محمد بن جبیر اندلس کے مشہور سیاح (متوفی ۶۱۴ھ) نے اپنے سفرنامہ میں بدر کے احوال لکھے ہیں، جن میں یہ بھی لکھا ہے کہ جس نشیب میں جنگ بدر واقع ہوئی تھی اسی سے تھوڑی دور ایک پہاڑ ہے جسے جبل الطبول کہا جاتا ہے، اس کی بناوٹ ریت کے ٹیلے جیسی ہے، مشہور ہے کہ ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارہ او رطبل جنگ کی صدا آتی ہے۔ اس لئے اس کا نام جبل الطبول رکھا گیا، اس بستی کے کسی رہنے والے باشندہ نے سیاح مرحوم سے خود بیان کیا کہ میں نے خود اپنے کانوں سے جمعرات اور دوشنبہ کو شب میں یہ آواز سنی ہے۔

افسوس کہ ہم جبل الطبول کو نہ پا سکے البتہ آبادی بدر میں داخل ہوتے وقت بائیں جانب جبل الرحمۃ ہے، غزوۂ بدر کے روز اسی پہاڑ پر فرشتوں کا لشکر اترا تھا، ہم نے اس کی زیارت کی۔ اور شہداء بدر کو روح و دل کی گہرائیوں سے سلام کرتے ہوئے رخصت ہوئے، جن شہداء محبت نے محبوب حقیقی کی رضا میں پہلی منزل پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ان تمام شہداء اسلام، اور تاریخ انسانیت کے لافانی نگینوں کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد قلب و ذہن کی عجیب کیفیت تھی، قبرستان کی حدود سے باہر نکل کر مزورین کی خدمات میں کچھ نذرانے پیش کرنے کے بعد سب لوگوں نے بدر شریف کی شیریں شیریں کھجوریں کھائیں، اور خوب ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پیا ——— دوپہر کی دھوپ شباب پر تھی، ایک مقام پر جو ہمارے مزور کے بتانے کے مطابق حضور کی خیمہ گاہ تھی، ہم سب

لوگوں نے ظہر کی نماز ادا کی۔ اور بدر شہر کی جانب متوجہ ہوئے تو کئی ایک پاکستانی ریسٹورنٹ نظر آئے۔ وہاں پہونچ کر ہم سب نے، دال، بھاجی اور روٹیاں کھائیں، تنوری روٹیاں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ ایک روٹی بمشکل ایک شخص ختم کرسکا، مالکان ریسٹورنٹ کے بتانے کے مطابق وہاں روٹیوں کی کوئی قیمت وصول نہیں کی جاتی۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو خشک سالن ہمارے پاس تو موجود ہی تھا۔ ہم یہاں سے صرف روٹیاں ہی لے لیتے کار میں بیٹھتے بیٹھتے اس لطیفہ پر سبھی مسکرا پڑے۔ جس کا سرور کچھ دیر تک رہا۔ بدر شریف سے نکلتے ہی پہاڑی کے اوپر (بمقام واسطہ) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی آرام گاہ ہے۔ خوش نصیب زائرین حاضری دیتے ہیں، اپنے اس گوشہ نشین صحابی کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں زندگی گزارنے، تنہائی میں وفات پانے اور تنہا اٹھائے جانے کی پیش گوئی کی تھی۔ وہاں سے کچھ آگے غزوۂ بدر کے اولین شہید حضرت ابو سعید کی آرام گاہ ہے رضی اللہ عنہ۔

سوئے طیبہ حاجیوں کے قافلے جانے لگے

اب ہم پھر اپنی منزل، اور مقصود حقیقی کی طرف رواں دواں تھے۔ شہر آرزو، وادئ شوق اور کعبۂ امید کی جانب سورج مغرب کی طرف جھک رہا تھا مدینہ طیبہ کی نورانی فضاؤں میں سنہرا پن گھل مل رہا تھا کہ ہم لوگ مدینۃ الرسول میں داخل ہوئے، حرم نبوی میں پہونچے ہی سرور و کیف کی حالت جاگ اٹھی، پہلے اونچے اونچے میناروں کی زیارت ہوئی، پھر کیا تھا، آنکھیں بولنے لگیں، انہی کی بو، انہی کی رنگت اور انہیں کے نور میں نہلایا ہوا مقدس شہر اپنی رحمت بھری آغوش میں مجھ جیسے نابکار کو سمیٹ رہا ہے۔

اے خوشا بخت کہ ان گلیوں میں ہم پہونچے ؛ جن کے ذروں کو میسر ہوا دیدارِ رسول

یہ ارض پاک مدینہ منورہ

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے ۴۵۱ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جدہ سے

ینہ منورہ کا فاصلہ ۴۲۴ کلومیٹر ہے۔ اور ریاض (براہ بریدہ) مدینہ طیبہ سے
۹ کلومیٹر دُور ہے۔ مدینہ طیبہ وہ شہر مقدس ہے جسے سلطان کونین صلی اللہ تعالیٰ
یہ وسلم نے اپنا دارالسلطنت بنایا۔ وہیں رہ کر مشرکین سے مقابلہ فرماتے رہے۔
یں سے اسلام کا پیغام امن، اور دعوت، سارے عالم میں عام فرمائی۔ روئے زمین
وہ پُرعظمت خطہ مدینہ طیبہ ہی میں ہے جہاں خدا کا حبیب، رحمۃ للعالمین، خاتم المرسلین
ام فرما رہا ہے۔

مدینہ منورہ، نظم ملکی کے لحاظ سے صوبہ حجاز کا شہر ہے، المنجد فی اللغۃ والاعلام"
ں اس کی آبادی ۲۵..... لکھی ہے جنوب کے علاوہ ہر جانب سے پہاڑوں کی فصیل
ھڑی ہے ۶۲۲ء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں
یام فرمایا، اسی سال سے اسلامی سنہ کا آغاز ہوا ۱۱ھ / ۶۳۲ء میں حضور اقدس صلی اللہ
یہ وسلم نے وفات کے بعد، مدینہ منورہ ہی میں استراحت فرمائی۔ حرم مکہ کے بعد حرم مدینہ
سلمانان عالم کا مرجع عقیدت ہے۔ مسجد نبوی شریف جس کی تعمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ست مبارک سے ہوئی تھی، خلفائے راشدین کے ادوار میں اس میں توسیع و اضافہ
ہوتا رہا عثمانی سلطان عبدالمجید مرحوم نے ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء میں لاکھوں لیرہ
(ترکی سکہ) خرچ کر کے مسجد نبوی اور قبۃ الخضرا شریف کی تعمیر کی تھی۔ اب مسجد شریف
کی توسیع کا کام پھر ہو رہا ہے۔

مدینہ منورہ سے دوسرے شہروں کا فاصلہ:

		کلومیٹر
مدینہ منورہ جدید	مکہ معظمہ	۴۵۱
مدینہ منورہ "	المنصرف	۸۰
مدینہ منورہ "	بدر	۱۴۸
مدینہ منورہ "	مستورہ (ودان)	۲۲۱
مدینہ منورہ "	رابغ	۲۶۶

مدینہ منورہ جدید	عسفان	۳۴۸
مدینہ منورہ "	ینبوع	۲۲۰
مدینہ منورہ "	مہد ذہب	۳۴
مدینہ منورہ "	فدک	۶۰
مدینہ منورہ "	خیبر	۱۶۳
مدینہ منورہ "	تیما	۴۲۲
مدینہ منورہ "	تبوک	۶۸۶
مدینہ منورہ "	ریاض	۹۹۸
مدینہ منورہ قدیم	ملل	۳۰
مدینہ منورہ "	ایسا (الفریش)	۵۰
مدینہ منورہ "	الروحاء	۷۰
مدینہ منورہ "	الاثایہ	۱۱۴
مدینہ منورہ "	العرج	۱۴۰
مدینہ منورہ "	السقیار (ام البرک)	۱۸۰
مدینہ منورہ "	ابواء	۲۰۰
مدینہ منورہ "	عسفان	۳۱۸
مدینہ منورہ "	السرف	۴۱۱
مدینہ منورہ "	وادی الصفراء	۱۰۵
مدینہ منورہ "	الفرع	۱۳۵

مدینہ ہے یہ میرے مصطفیٰ کی راجدھانی ہے

مدینہ طیبہ ہجرت گاہ رسول ہے۔ نبی مکرم کا دارالخلافہ، حرم نبوی، مدخل صدق ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی تھی کہ:

"اے میرے رب! تو نے مجھے میرے پیارے شہر سے نکالا تو اب مجھے اپنے محبوب ترین شہر میں آباد فرما۔"

اسی شہر پُرنور کے لئے ارشاد ہے:

"مجھے روئے زمین پر اس ٹکڑے سے زیادہ کوئی جگہ محبوب نہیں، جس میں میری قبر ہوگی۔" (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی)۔ (عن یحییٰ بن سعید)

"ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے باشندوں کے لئے دعا کی، اور بے شک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم بنایا جس طرح انہوں نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے پیمانوں میں دوگنی برکت کے لئے دعا کی، جو دعا انہوں نے اہل مکہ کے لئے کی تھی۔" (مسلم ۴۴۳)

"اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ مکرمہ میں رکھی ہیں، اس سے دگنی برکت مدینہ منورہ میں فرما۔" (عن انس)

"المدینۃ خیرٌ مّن مکۃ ــــ مدینہ منورہ مکہ سے بہتر ہے۔"

(وفاء الوفاء ج ۱ صـ۲۹)

خود رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بجائے مدینہ میں وفات کی دعا فرماتے ــــ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینۃ الرسول میں شہادت کی دعا مانگی۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے شہر رسول میں موت کی آرزو کے باعث حج فرض کے بعد مدینۃ النبی سے باہر قدم نہیں نکالا ــــ امیرالمومنین بن عبدالعزیز جب کبھی مدینہ طیبہ آتے تو واپس جاتے ہوئے زار و قطار روتے اور فرماتے:

"میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان میں تو نہیں جنہیں مدینہ نکال دیتا ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر مبارک کے غبار کو شفاء فرمایا ہے۔ اور اسے ہر بیماری کی دوا قرار دیا ہے۔

اے مدینہ طیبہ! تیرے بارے میں دو عالم کے مختار، سیدِ سرکار نے فرمایا ہے:

"جو مدینہ طیبہ کی سختیوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے یہاں رہے تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔" (مسلم ص ۴۴۰)

"جس نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اُسے ایسے طرح گھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔"

"جو مدینہ طیبہ کے باشندوں کو ظلماً ڈرائے، دھمکائے ــــ اللہ تعالیٰ اُس کو ڈرائے دھمکائے گا ــــ ایسے پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور سب کی لعنت ہوگی، اللہ تعالیٰ اُس کا کوئی عمل قبول نہیں فرمائے گا۔"

"جس نے اہل مدینہ کو تکلیف دی، اللہ تعالیٰ اُسے تکلیف دیگا۔" (وفاء الوفاء)

"جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا بیشک اُس نے مجھے ڈرایا۔" (وفاء الوفاء)

"مدینہ میری ہجرت کی جگہ اور میری خوابگاہ ہے اور ــــ میں یہیں سے اٹھوں گا، اس لئے میری امت پر میرے ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے، جبکہ وہ گناہ کبیرہ سے بچیں ــــ جس نے ان کے حقوق کی حفاظت کی، میں روزِ قیامت اُس کا گواہ اور شفیع ہوں گا ــــ اور جس نے یہ نہیں کیا اسے پیپ اور خون پلایا جائے گا۔"

(وفاء الوفاء ج ۱ صـ۳۳)

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینے سے بُرے اور بدکار نکل نہ جائیں۔"

"ہر شہر میں دجال کا گزر ہوگا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہ داخل نہیں ہو سکے گا"

"مدینہ طیبہ پاک ہے اور گناہوں کو ایسے طرح پاک کر دیتا ہے، جیسے سُنار کی بھٹی چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے۔"

"مدینہ مومنین کے قیام کی بہترین جگہ ہے ــــ اگر وہ اس کی خوبیوں کو جانیں تو

یہاں کا قیام نہ چھوڑیں اور جو یہاں کا قیام بددل ہو کر چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ یہاں اس کا نعم البدل بھیج دے گا۔"

"قیامت کے دن جنھیں میری شفاعت سب سے پہلے ملے گی، وہ اہلِ مدینہ ہوں گے پھر اہلِ مکہ، اس کے بعد طائف کے لوگ۔"

"المدینۃ خیرٌ من مکۃ ـــــ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بہتر ہے۔" (وفاء الوفاء)

خاک طیبہ از دو عالم بہتر است
اے خوشا شہرے کہ در وے دلبر است

مرحبا شہرِ رسول!

۱

ہلکے ہلکے ہواؤں کے جھونکے
بھینی بھینی فضا مدینے کی
دل کی کلیاں چٹک کے کھلتی ہیں
رُت ہے رحمت فزا مدینے کی

۲

سر کو قدم بنایئے اس سرزمین کے
اس رہگزارِ حسن پہ قربان جایئے
خونِ جگر کو اشک کے سانچے میں ڈھال کے
ہر گام پہ چراغِ محبت جلایئے

۳

کوچے کوچے میں اُن کی خوشبو ہے
اُن کے نغمات ہیں فضاؤں میں
نغمگی ہے نشیدِ سرور کی،
اے مدینہ! تری ہواؤں میں

۴

وہ جو سرمایۂ تصور تھا
تھا جو مقصود میری چاہت کا
مرحبا! سامنے ہے وہ طیبہ
جو ہے کعبہ مری محبت کا

۵

آستانِ رسولِ اکرم پر
عاشقوں کی عجیب حالت ہے
جو تھے پیاسے نہال ہیں یہاں
بدر سو اوج بحرِ رحمت ہے

۶

لو آگیا قریب حبیبِ خدا کا شہر
استادہ پاسبانی کو اونچے جبال ہیں
آرام گاہِ خیرِ بشر ہے یہ سرزمیں
ذرے جہاں نجومِ فلک کی مثال ہیں

۷

آج نس نس میں اک حلاوت ہے
اور زندہ ہے رُوم رُوم مرا
دل کی ساری مراد بر آئی
رُوح نے اپنا مُدعا پایا

۸

کیف و مستی سے رُوح بیخود ہے
ہے جہانِ سُرور سینے میں
عالمِ خواب جیسا لگتا ہے
خود کو پاتا ہوں جب مدینے میں

۹

اے ترابِ مدینۂ اطہر!
کاش میں تجھ سے رحمتیں پاؤں
جی میں آتا ہے خاک پر لوٹوں
اور انوار، برکتیں پاؤں

۱۰

بیقراری قرار سے بدلی
شورِ طوفاں سے آئے ساحل پہ
قلب یوں مطمئن ہے طیبہ میں
کوئی سیاح جیسے منزل پر

مدینہ منورہ کا قرآنی نام ارض اللہ بھی ہے، جیسا کہ ارشادِ ربّی ہے:

اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا

اسم مبارک "مدینہ" سے اس شہرِ مقدس کی طہارت اور پاکیزگی کی شان ظاہر ہوتی ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ مدینہ دین سے مشتق ہے، جس کے معنی طاعت کے ہیں، چونکہ اس شہر میں سراپا طاعت" آرام فرما ہیں اور اُن کے فیض سے یہاں طاعت ہی طاعت ہے، اس لئے اس کا نام مدینہ رکھا گیا

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام طابہ اور طیبہ بھی رکھا ہے۔ علامہ ابن حجر کی نے اس پیارے شہر کے ایک ہزار اسماء شمار کرائے ہیں اور علماء اسلام نے سو نام قلم بند کئے ہیں :

"سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں قدم رنجہ فرمانے سے پہلے اس کا نام یثرب تھا، جس کے معنی فساد کے ہیں، اگر ثرب سے مشتق مانا جائے اور اگر تثریب سے مشتق ہو تو مواخذہ اور عتاب کے معنی ہوں گے۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ اسے اب یثرب نہ کہا جائے۔" (سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۹۳)

"امام احمد اور امام ابو یعلیٰ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے تو اس کو چاہیے کہ جناب باری عزّ اسمہٗ میں استغفار کرے ــــ اس کا نام تو طیبہ اور طابہ ہے۔" (سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۹۳)

خاکِ شفاء

اللہ اللہ کیا شان ہے ــــ خدا کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، جہاں قدم رکھ دیا، شر و فتن کا علاقہ مرکز خیر و برکت بن گیا ــــ بلکہ اب وہاں کی مٹی امراض لاعلاج کا علاج اور درد لادوا کی دوا بن گئی۔ اور کیوں نہ ہو، جس کو ربّ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے رحمۃ للعالمین بنایا، اس کے روحانی اثرات سے مٹی اور پانی میں شفاء اور شیرینی پیدا ہو جائے تو کیا عجب ہے ــــ؟

بات یاد آئی، اس کرم بے نہایت کی سرکار ایک کھارے پانی والے کنویں پر تشریف لے جاتے ہیں اور اپنا لعاب دہن شریف ڈال دیتے ہیں تو وہ شیریں اور لذیذ ہو جاتا ہے
زبان اور عجز کی بیان والے سرکار ــــ جو قلوب کی قساوت دور کرتے ہیں، نقوش کے جرائم مٹاتے ہیں اور بادیہ نشین صحرا نوردوں کو معلم انسانیت بناتے ہیں، ان کے کرم سے اگر مدینۃ النبی کی آب و ہوا اور مٹی کی تاثیر دنیا کے تمام خطوں سے ممتاز ہو جاتی ہے تو تعجب کی بات نہیں۔

آؤ سنو ــــ : صاحب وفاء الوفاء نقل کرتے ہیں :

"سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ــــ اس ذات کی قسم

جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس (مدینہ) کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے، حتیٰ کہ جذام اور برص کے لئے بھی اس میں شفاء ہے۔" (وفاء الوفاء ج ۱، ص ۴۷ جمع الفوائد ص ۲۳۳)

ارشاد ہے :

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ فِیْ غُبَارِھَا شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ (وفاء الوفاء ص ۴۸)

قسم ہے اس پاک ذات کی، جس کے قبضے میں میری جان ہے، مدینے کا غبار ہر مرض کا علاج ہے۔

علامہ زرقانی ثابت بن قیس کی روایت نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حضور کا فرمان بیان کیا کہ مدینہ کا غبار کوڑھ کی دوا ہے ــــ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

ان النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ لِلْمَرِیْضِ بِسْمِ اللّٰہِ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۵۵)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریض کے لئے (دعا) فرمایا کرتے تھے: بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا۔

"امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی انگشت مبارک میں لعاب دہن مبارک لگا کر زمین پر لگاتے، تاکہ اسے مٹی لگ جائے ــــ اور مذکورہ بالا دعا پڑھتے پھر اس جگہ لگا دیا کرتے جو ماؤف ہوتی تھی۔"
(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۹، جمع الفوائد ج ۲ ص ۳۴)

حضرت علامہ قسطلانی "المواہب اللدنیہ" میں مدینہ منورہ کے فضائل کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس کی مٹی جذام اور برص کے لئے خصوصیت سے شفاء ہے۔ علامہ زرقانی نے بعض لوگوں کے حالات بھی لکھے ہیں، جن کو برص کی بیماری تھی اور مدینہ طیبہ کی مٹی ملنے سے اچھے ہو گئے۔

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلۂ بنو حارث میں تشریف لے گئے، وہ لوگ بیمار تھے۔ آپ نے ان کی عیادت فرمائی وہ لوگ کہنے لگے ــــ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ بخار میں مبتلا ہیں ــــ" تو طبیب روحانی و جسمانی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ

"تمہارے پاس تو صعیب[1] موجود ہے."

ان لوگوں نے کہا کہ — "سرکار ہم صعیب کو کیا کریں؟"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — "اس کی مٹی لے کر پانی میں ڈالو، اس پر یہ (مذکورہ) دعا پڑھ کر استعمال کرو —" چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور ان کا بخار جاتا رہا۔

علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ اب تک وہ جگہ قباء کے راستے میں موجود ہے — لوگ اس جگہ کی مٹی بیماروں کے لئے لے جاتے ہیں، مگر یہ ہماری کوتاہ دماغی نصیب کہاں کہ اس علاقۂ مقدسہ کی زیارت اور علاقۂ صعیب سے امراضِ دل وجاں کی دوا لینے کا شرف نہ مل سکا۔

علاقۂ صعیب اب بند ہو چکا ہے مگر نجدی نمائندوں کی اس حرکت سے عالمِ اسلام کا اعتقاد استشفاء عن الرسول مجروح نہ ہوگا — بلکہ آقا و مولا کے نمک خوار غلام تاقیامت اُنکے دامنِ عظمت سے لپٹے رہیں گے۔ شہرِ مبارک مدینۃ النبی کا ہر گلی کوچہ ہمارے لئے علاقۂ صعیب ہے۔

نہ جس بیمار کو بھی ہو شفا سارے زمانے سے
اٹھالے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

یہ اس حکیمِ حاذق اور طبیبِ رُوحانی وجسمانی کا مسکن ہے، جس کی شانِ عظمت یہ ہے ؎

وہ حاذق جس کا تنہا نسخہ تنزیلِ فرقانی
دوائے جملہ علتہائے روحانی وجسمانی

خوشبوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ کی یہ ساری عظمتیں محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل ہیں۔ اُن کے

---

[1] صعیب وادی بطحان میں مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے — بعد میں اسے خاکِ شفاء کا نام دے دیا گیا اور موجودہ رسول دشمن، محبت بیزار گورنمنٹ نے وہاں ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر واکر لوگوں کے لئے بند کردیا ہے
بقلم

جسمِ معنبر کی خوشبو اڑی تو وادیٔ بطحا قدرتِ الٰہی کا عطر خانہ بن گئی۔ عشاق یہی پکارتے ہیں:

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل پڑے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

حضرت جابر اور انس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْہِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيْبِ وَقَالُوْا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْہِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الطَّرِيْقِ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ کی کسی گلی سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پاکر کہتے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے

یہ اسی ذاتِ والا کا فیضانِ کرم اور انہیں کی نور بیزیاں اور عنبر افشانیاں ہیں۔ جن کے بارے میں مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بعد وصال سرکار کے جسمِ مبارک کو غسل دیا، تو آپ سے ایسی پاکیزہ خوشبو پھیلی کہ ہم نے اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ عشاق کا شانہ مدینہ منورہ کے در و دیوار اور وہاں کی ہوا میں انہی کی خوشبو محسوس کرتے ہیں

ابن بطال کہتے ہیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ میں رہتا ہے وہ اس کی مٹی اور ہوا میں ایک نرالی خوشبو پاتا ہے

یاقوت لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے خصائص میں سے یہ بھی ہیں کہ یہاں کی ہوا خوشبودار، یہاں کی بارش میں نزہت اور ریحِ طیب پائی جاتی ہے — جو کہیں اور نہیں پائی جاتی۔

جناب عبداللہ بن عطار مدینہ طیبہ کے بارے میں اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

بطیب رسول اللہ طاب نسیمها
فما المسک والکافور والصندل والرطب

یقیناً مدینہ طیبہ کی روح افزا، جاں نواز، قلب افروز ہوا فضا اور خوشبو قلوب کی تسکین کا سامان

وردل کی شجرکاری کے لئے نسیم رحمت ہے ــــــــ زلف واللیل کے اسیروں کو وقت سحر
دنیا کے گوشے گوشے میں اس کافور و مشک و عنبر سے زیادہ محبوب خوشبو کا انتظار رہتا ہے۔
عشاق رسول اس کی طلب میں بے قرار رہتے ہیں اور اسے ہی پا کر طمانیت اور سکون و
قرار پاتے ہیں ــــــــ پھر کہہ اٹھتے ہیں

بادِ نسیم آج بڑی خوشگوار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

نفس گم کردہ می آید...

وہی خوشبوؤں کا مرکز، وہی عطر و عنبر کی زمین، وہی کھجوروں کے جھرمٹ اب پیش نظر ہیں
کیسے قدم اٹھائیں، کیسے چلیں، ادب و احترام کا کون سا طریقہ اپنائیں ـــ؟ کیونکہ وہ دربار عالی
پیش نظر ہے، جہاں جنید و بایزید بھی آتے ہیں تو نفس گم کردہ آتے ہیں۔
"اے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ کا یہ بے مایہ غلام اور نام لیوا،
کفر و مادیت کے مرکز سے نکل کر آپ کی پناہ میں آیا ہے ؎

عطا کیجئے اس کو اپنی پناہیں

یا رسول اللہ! آپ کا راندۂ درگاہ بارگاہ الٰہی سے بھی مردود ہے۔ ہمارا گناہوں سے جیبوں سے
داغدار دامن تو اس لائق نہیں کہ آپ کی بارگاہ عالی تمام میں دراز ہو سکے مگر آپ کی رحمۃ للعالمینی
کی وسعت ہم بے سہاروں کا سب سے عظیم سہارا ہے۔ یا حبیبی یا رسول اللہ،

تم جو چاہو تو بھری دھوپ میں ساون برسے
مسکرا دو تو مری خاک بھی زندہ ہو جائے

اے مردہ انسانیت میں روح پھونکنے والے رشک مسیحا ــــــــ! میرے مردہ ضمیر میں
اپنے اعجاز سے زندگی کی حرارت دوڑا دیجئے۔"

یقیناً

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے!
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

اللّٰھُمَّ ھٰذا حَرَمُ نبیک فاجعلہ وقایۃ من النار و امانًا من العذاب وسوء الحساب	یا اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اس کو تو میرے لئے آگ سے بچنے کا ذریعہ بنا اور عذاب سے نجات کا سبب اور حساب کی برائی سے بچنے کا موجب بنا دے

دربار رحمت میں

غروب آفتاب سے پہلے پہلے ہم لوگ حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسجد نبوی کے
باب مجیدی کی جانب اترے، فقرا لیلج کے کمرے نمبر ۳۰۵ اور ۳۰۶ قیام کے لئے میسّر آگئے۔
دس حجاج میں ۵ خواتین بھی تھیں، جنھوں نے نمبر ۳۰۶ میں قیام کیا اور مردوں نے ۳۰۵ میں سامان
اتارا۔ غسل اور تبدیلی لباس سے فارغ ہو کر دربار عالی میں حاضری دی گئی۔ مسجد شریف کی د
کو لبوں سے بوسہ دینے کی سعادت لی، دوگانہ کے بعد حضوری نصیب آئی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک ایھا النبی السید الکریم والرسول
العظیم الرؤف الرحیم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک
یا سیدنا ونبینا وحبینا وشفیعنا وقرۃ اعیننا یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ
والسلام علیک یا نور عرش اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر
خلق اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین عند اللہ
الصلوٰۃ والسلام علی من ارسلہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین

و قد قال الله تعالیٰ فی حقک العظیم وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ
فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما
الصلوٰة و السلام علیک یا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم
یا طٰہٰ یا یٰسٓ یا بشیر یا سراج یا منیر و یا مقدم جیش الانبیاء
والمرسلین . وھا انا یا سیدی یارسول الله قد جئتك هاربا من
ذنبی ومن عملی و مستشفعا و مستجیرا بك الی ربی فاشفع لی
یا شفیع الامة یا کاشف الغمة یا سراج الظلمة اجرنی من النار یا نبی
الرحمة یارسول الله اتیناك زائرین و قصدناك راغبین و علیٰ
بابك العالی واقفین و بحقك عارفین فلا تردنا خائبین ولا عن
باب شفاعتك محرومین یا سیدی یارسول الله اسئلك الشفاعة
اسئل الله تعالیٰ بك الوسیلة والفضیلة والدرجة الرفیعة
والمقام المحمود والحوض المورود و الشفاعة العظمیٰ فی
یوم المشهود

یا خیر من دفنت فی الترب اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف و فیه الجود والکرم

انت الحبیب یا حبیب الله، انت الشفیع انت الذی ترجی شفاعته
عند الصراط عند مازلت القدم، اشهد انك یارسول الله قد
بلغت الرسالة وادیت الامانة و نصحت الامة وکشفت الغمة
وجلیت الظلمة وجاهدت فی سبیل الله حق جهاده وعبدت
ربك حتی اتاك الیقین، جزاك الله تعالیٰ عنا وعن والدینا

وعن الاسلام خیر الجزاء ونسئلك الشفاعة ان تشفع لنا
عند الله یوم العرض یوم الفزع الاکبر یوم لا ینفع مال ولا بنون
الا من اتی الله بقلب سلیم اشفع لنا ولوالدینا ولجیراننا
ولمشائخنا ولاستاذنا ولمن اوصانا وقلدنا عندك بدعاء
الخیر والزیارة ، الصلوٰة والسلام علیک یا سلطان الانبیاء و
المرسلین ورحمة الله و برکاته

چند قدم دائیں جانب ہو کر یار غار نبی خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کیا اس کے بعد تھوڑا سا اور دائیں ہو کر خلیفہ ثانی امام المسلمین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالی میں سلام پیش کیا پھر رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں وزیروں کی خدمات میں سرکار سے شفاعت اور نظر کرم کے لئے سفارش کی درخواست کی اور اسلاف کرام کے طریقے کے مطابق ملائکہ مقربین حضرات جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے بعد سرکار کے مواجہہ مقدسہ میں آ کر اپنے لئے اور اپنے تمام احباب و مخلصین، اہل قرابت و محبت کے لئے دعائیں کیں۔ بالخصوص والدہ ماجدہ کی شفا کیلئے دعا کی، ان کی تندرستی کی بھیک مانگی اور یہ التجا کی کہ ان کا سایۂ رحمت تا دیر ہمارے سروں پر سلامت رہے۔ والد مرحوم کی مغفرت کی دعا، برادران گرامی مولانا رضوان احمد شہید و محمد جان عالم کی مغفرت اور سب کے علو درجات کی دعا مانگی۔ بیواؤں اور یتیموں پر سرکار اپنی نظر رکھیں اور ان سے دین کی سربلندی کا کام لیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے جان و مال بالخصوص ایمان کی حفاظت کا سامان غیب سے ہو ــــــ تمام دنیا کے مسلمانوں کے حق میں دعا کی اور سسکیاں بھرتے، اشک بہاتے، گریہ کرتے ہوئے ریاض الجنۃ کی جانب پہونچ کر دوگانہ کی نیت باندھ لی، آج کے سجدوں کا لطف ہی کچھ اور ہے ــــــ لگتا ہے رکوع و سجود سب کو معراج قبولیت نصیب ہو رہی ہے

قربت میں ان کی حال دل مطمئن نہ پوچھ
دنیا سے ہوں نفور دیار رسول میں

کیف حضوری

۱

شوق نے ہچکیوں کی صورت لی
دونوں آنکھوں میں اشک لہرایا
سبز گنبد کا منظر پرنور
جب نگاہوں کے سامنے آیا

۲

پورے پیکر پہ چھا رہا ہے مرے
کیف و نور و سرور کا سایہ
اے مقدر! میں تجھ پہ رشک کروں
بدرِ باب السلام تک آیا

۳

اپنا سر اور مسجد نبوی
فضل رب کا نہیں شمار و قطار
ان کی ہمسائیگی کا اک سجدہ
بدر ریتے ہیں ہے پچاس ہزار

۴

چشم و لب سے در نبی چوما
رہ گیا دل مچل کے سینے میں
خاک بوسئ آستاں کے لئے
کون بیکل نہیں مدینے میں

۵

کرکے رحمت پر اعتماد تمام
عرض حالی جناب لایا ہوں
اپنی تحریر ثبت کر دیجے
دل کی ساری کتاب لایا ہوں

۶

ہم دو غم سے نجات پائی ہے
جان میں جان آج آئی ہے
آکے دارالامان طیبہ میں
فکر دارین سے رہائی ہے

۷

بیش و کم کا یہاں سوال کہاں
لینے والا نہال ہوتا ہے
مصطفیٰ کے گداؤں کے در سے
اک جہاں مالا مال ہوتا ہے

۸

کوئی گم سم کوئی تبسم ریز
کوئی مصروفِ گریہ و زاری
سرور دیں کے آستانے پر
کیف ہر اک پہ ہے الگ طاری

۹

مشرقی مغربی سیاہ و سپید
بھیک لیتے ہیں سب غلامانہ
اور تقسیم کر رہے ہیں حضور
رحمتوں بخششوں کا پروانہ

۱۰

لوگ ان سے وفا کریں نہ کریں
سب کی خاطر ہے انکی رحمت عام
بدر کیوں ہو کرم نہ عام اُن کا
مصطفیٰ ہیں حبیب ذوالاکرام

مسجد نبوی شریف

مدینہ طیبہ کا تو ذرہ ذرہ اور وہاں کے خس و خاشاک کا ایک ایک تنکا قابل صد احترام ہے۔ جہاں پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں زمین کا وہ ٹکڑا ——— باجماع امت، عرش و کرسی لوح و قلم سب سے افضل و اعلیٰ، برتر و بالا ہے۔

مسجد نبوی شریف میں حاضری ہے، سر کو قدم بنانے کا مقام ہے۔ زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور کے زمانہ مبارک کی مسجد شریف کا حصہ سب کا سب نہایت بابرکت ہے ——— اس کی زیارت کرنی ہے ——— مسجد نبوی شریف تقریباً وسط شہر میں واقع ہے، اس کی اب تک کی شکل مستطیل تھی مگر اب جدید توسیع میں تکمیل کے بعد دیکھئے کیا نقشہ ہوتا ہے ——— نجدی حکومت کے مشیروں نے جدید تعمیر کے وقت خدا کی اس عظیم نشانی روضۂ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو مسمار کرنے کا ناپاک ارادہ کرلیا تھا۔ مگر

دنیا بھر کے مسلمانوں کے شدید احتجاج اور چیخ و پکار کے بعد اور حقیقتاً خدائی گرفت میں آ کر اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا ہے۔ مسجد شریف نہایت عالی شان باوقار اور آیۃ من آیات اللّٰہ ہے مسجد شریف کے مشرقی جانب جنوبی کونے پر قبۃ الخضراء شریف ہے۔ مسجد کے منبر شریف اور روضۂ مبارک کا درمیانی حصّہ روضۃ من ریاض الجنۃ "جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے" حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما ہیں ـــ اور انہی کی جانب شمال سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما آرام فرما ہیں۔ اس سے متصل جانب شمال ایک دوسرا حجرہ ہے، اس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر اصحاب صفہ کا چبوترا ہے۔ اس مسجد شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد حرام کے بعد یہ دنیا میں مسلمانوں کے لئے دوسرے درجہ کی مسجد ہے۔ مسجد شریف کی دیواریں حسین نقش و نگار اور آیات قرآنی سے مزین ہیں۔

روضۂ جنت

یہ موجودہ مسجد شریف کے اندر قبلہ کی جانب والی دالانوں میں بائیں طرف کا ایک حصہ ہے ـــ اس کے بائیں جانب حجرہ عائشہ روضۃ النبی شریف ہے اور دائیں مسجد شریف کا منبر ہے۔ پچھم سے پورب تک اس کا طول ۳۷ فٹ اور چوڑائی پچاس فٹ شمار کی گئی ہے۔ اسی میں وہ اساطین متبرکہ ہیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ عشق و ایمان کی دلگداز، رُوح پرور تاریخی داستانیں جڑی ہوئی ہیں۔

محراب النبی

جس جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھایا کرتے تھے اس کی عظمت و برکت کا کیا کہنا۔ سیدنا صدیق اکبر نے سجدہ گاہ رسول کو بے ادبی سے محفوظ رکھنے کے لئے حضور کے بعد سجدہ گاہ کی جگہ دیوار بنا دی تھی۔ موجودہ محراب میں نماز پڑھنے والے کی پیشانی قدمین شریفین رکھنے کی جگہ پڑتے ہیں اور غلامان رسول کے لئے یہی باعث صد افتخار ہے

ع میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہونچا

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور بعد کے سلاطین نے وہیں محراب شریف کو خوبصورتی سے محفوظ کر دیا ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاء۔

اسطوانہ مخلقہ

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کی جگہ ہے۔ یہیں محراب النبی ہے اس پر اہل عقیدت و محبت خوشبو ملتے ہیں، اسی لئے یہ نام پڑا ورنہ اس کا نام اسطوانہ حنانہ ہے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے بقول یہ جگہ مسجد شریف میں سب سے متبرک ہے۔ یہیں کھجور کا وہ تنا تھا جس سے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے۔ منبر شریف بننے کے بعد وہ کھجور کا تنا فراق رسول میں گریہ کرنے لگا ـــــــ شیخ رومی نے جس کے بارے میں فرمایا ؎

استن حنانہ در ہجر رسول ———— نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

محراب النبی میں قیام کریں تو یہ اسطوانہ آپ کے دائیں ہوگا۔

اسطوانۂ عائشہ

ارشاد رسول ہے میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ لوگوں کو اگر وہ معلوم ہو جائے تو اس کے لئے اتنا ہجوم ہو کہ قرعہ اندازی کرنی پڑے ـــــــ مسلمانوں کی ماں اپنے فرزندان روحانی پر کتنی شفیق ہیں کہ انہوں نے اس جگہ کی نشاندہی فرما دی۔ اس لئے اس کا نام آپ کے نام پر پڑ گیا۔ اصحاب کبار اس جگہ نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے تھے۔

اسطوانۃ التوبہ

مشہور صحابی رسول ابولبابہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے احساس خطا سے مغلوب ہو کر خود کو اسی کھمبے سے باندھ رکھا تھا، جس پر رب تعالیٰ نے بذریعۂ وحی ان کو بخشش کا پروانہ عطا فرمایا۔ اس جگہ حضور نے اعتکاف بھی فرمایا۔ یہ اسطوانہ عائشہ کے برابر حجرہ شریف کی طرف ہے۔

اسطوانۃ السریر

یہاں حضور اقدس ﷺ شب کو آرام فرماتے۔ یہ اسطوانہ توبہ کی صف میں حجرہ شریف سے ملا ہوا ہے۔

اسطوانۃ الحرس

یہاں بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور اقدس کی پاسبانی کیا کرتے تھے۔ یہ اسطوانہ التوبہ کے مقابل شمال میں ہے۔

اسطوانۃ الوفود

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں وفود سے ملاقات کرتے اور بیعت لیتے۔ یہ عین اسطوانۃ الحرس کے مقابل شمال میں ہے

اسطوانۃ جبریل

حضرت جبریل علیہ السلام اسی جگہ اکثر وحی لے کر تشریف لاتے۔ یہ اس وقت حجرہ شریف کے اندر واقع ہے۔ اس کے نزدیک ہی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حجرۂ پاک کا دروازہ ہے۔

اسطوانۃ التہجد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نماز تہجد یہاں ادا فرماتے۔ یہ باب جبریل سے داخل ہونے پر بالکل سامنے ہے۔ اس کے دائیں چبوترہ صفہ اور بائیں حجرۂ سیدہ فاطمہ ہے۔

صفہ شریف

یہ حجرۂ نبوی کے جانب شمال حجرۂ سیدہ فاطمہ (علیہا وعلی ابیہا الف صلوٰۃ وسلام) کے بعد واقع ہے۔ اس کی شکل چبوترہ کی ہے۔ اس کی لمبائی ۱۲ میٹر اور چوڑائی ۸ میٹر ہے۔ زمین سے نصف میٹر بلند ہے۔ اس پر تانبے کی موٹی سلاخوں کی خوب صورت

جالی لگی ہوئی ہے ـــــ یہاں مساکین صحابہ قیام فرماتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت رفاقت سے سرفراز ہوتے ـــــ یہ مدرسہ نبویہ بھی ہے اور جفاکشانِ عشق و ایمان کی تربیت گاہ بھی۔

ستونوں کا نقشہ
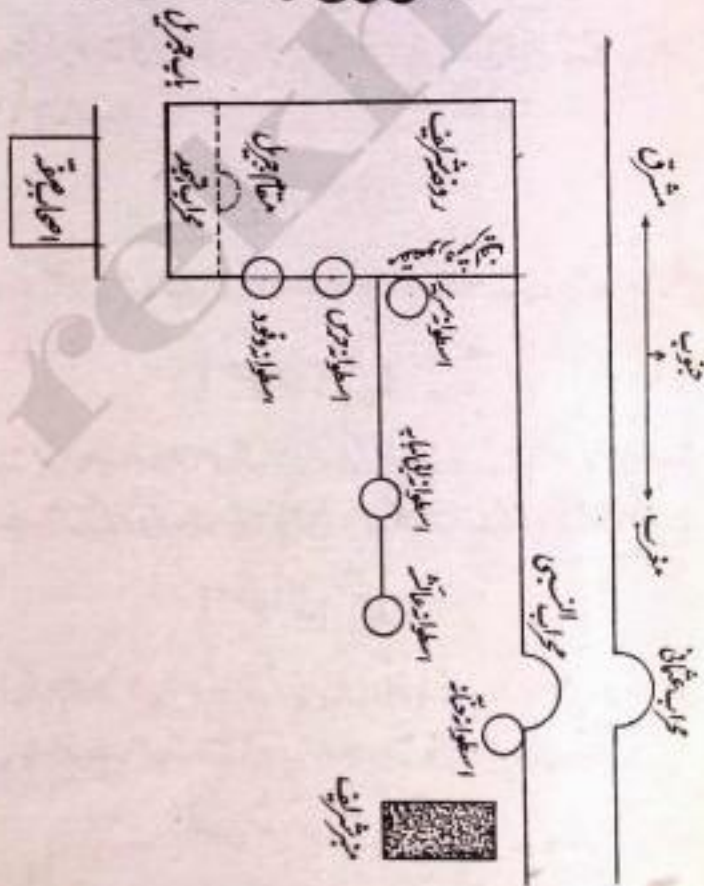
مسجد نبوی شریف کی تمام تر برکات، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قربت و
سبت کے سبب سے ہے۔ جن قدمان مبارک نے شب معراج عالم افلاک، عرش وکرسی لوح وقلم
ور لامکان کو سرفراز فرمایا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مبارک حجرے سے محراب و منبر شریف
ور گوشہ ہائے مسجد میں دس سال تک انہی قدمان مبارک کی نورانیت و برکات بکھرتی رہیں۔
س تعلق نے مسجد شریف کے ایک حصہ کو "ریاض جنت" ——— اور ستونہائے گرامی و
منبر شریف اور ہر ہر گوشہ مسجد کو خزینۃ البرکات بنا دیا ——— تاآنکہ اسی کے جوار میں
خدا کا پیارا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) صبح قیامت تک کے لئے محو استراحت ہو گیا۔ مسجد شریف تو
ن کی آرام گاہ اور خاص جلوہ گاہ محبوب ہے۔ دونوں عالم کی ساری بہاریں دراصل
رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود نازنیں کا صدقہ ہیں

انہی کی بو مایۂ سمن ہے انہی کا جلوہ چمن چمن ہے
انہی سے گلشن مہک رہے ہیں انہی کی رنگت گلاب میں ہے

مشرکین مکہ کے جور وستم جب حد سے گزر گئے تو مشیت ایزدی نے خاتم النبیین کے
قدوم میمنت لزوم سے ایک دوسری سرزمین کو خلد نشان بنانے کا حکم فرمایا اور رسول برحق
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت کی، جب آپ نے مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا تو دعا فرمائی

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ	اے مالک و مولا! تو مدینہ کو ہمارے لئے
كَمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ	مکہ کی طرح یا اس سے زیادہ محبوب بنا دے

(مسلم ص ۴۴۲)

محبوب رب العالمین کی مقبول دعا کے جلوے ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ ———
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام اور عشاق رسول مدینہ طیبہ کو کتنا پیار کرتے ہیں ———
دنیا کے کسی خطے میں ہوں مدینہ طیبہ کے فراق میں اسی کے ذکر اور یاد میں روتے بلکتے رہتے ہیں ؎

شب و روز شام و سحر ہے لبوں پر
مدینہ! مدینہ مدینہ مدینہ

زہے نصیب کہ اس ارض مقدس پر حاضری ہے۔ حضرت قدسی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں جذبات کی
ترجمانی کیجئے تو کہئے ؎

نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی
سیدی انت حبیبی وطبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

مسجد نبوی شریف کی تعمیر مختلف ادوار میں

سلطان کونین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنی رجدھانی بنایا تو اللہ کی عبادت کے لئے مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی۔ مورخین اسلام نے، دور نبوی کی تعمیر کا رقبہ باختلاف روایات یوں بیان کیا ہے۔

طول، شمالاً جنوباً	عرض شرقاً غرباً	
۱۰ ہاتھ/ ۱۵۰ فٹ تقریباً	۱۰۰ ہاتھ/ ۱۵۰ فٹ تقریباً	حسب روایت امام زہری
ے ہاتھ/ ۱۰۵ فٹ	۶۰ ہاتھ/ ۹۰ فٹ	" " ابن نجار
۵۴ ہاتھ/ ۸۱ فٹ	۶۳ ہاتھ/ ۹۴ فٹ	" " امام محمد بن یحییٰ

شیخ عبدالحق محقق دہلوی، علامہ سمہودی علیہما الرحمۃ نے دور نبوی کی مسجد شریف کے رقبہ میں مختلف بیانات کو یہ کہہ کر رفع کیا ہے کہ اولین بنا ر مسجد کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد اس میں توسیع کرائی تھی۔ مسجد نبوی شریف کی پہلی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عریش (جھونپڑی) کے طرز پر تھی کہ کھجور کے تنوں کے کھمبے ٹہنوں کی چھت، کہ بارش ہوتی تو مسجد شریف میں مٹی گارے کی شکل اختیار کر لیتی، اور سجدہ کی حالت میں حضور رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر مٹی لگ جاتی، اسی حال میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف فرما ہوتے ——— جاں نثار انصار نے یہ دیکھ کر حضور اقدسؐ کو مسجد شریف کی عمارت اچھی بنانے کے لئے دینار و درہم چندہ کر کے نذر کیا اور عرض کیا۔

"اے اللہ کے رسول! آپ اس سے مسجد کی اصلاح فرمائیں۔" مگر اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عریش موسوی میں سجدہ گزاری اور اعتکاف فرمانے کو زیادہ پسند فرمایا۔

دور نبوی میں توسیع مسجد شریف کے وقت کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ کتب احادیث میں ہے ——— کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد مسجد سے متصل ایک

انصاری کے مکان کو لے کر مسجد میں شامل کرنا چاہا، تو اسے بلا کر فرمایا۔ "کیا تم اپنے اس مکان کو جنتی محل کے عوض فروخت کر سکتے ہو۔ تاکہ ہم اسے مسجد میں شامل کریں۔" انصاری نہایت مسکین اور غریب تھے۔ بال بچے بھی زیادہ تھے۔ عرض گزار ہوئے۔ "یا رسول اللہ! میں ایک غریب عیالدار آدمی ہوں، کوئی جائیداد اور زمین بھی نہیں رکھتا ——— " رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ان پر پھر کبھی زور نہیں ڈالا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے انصاری سے بات چیت کر کے دس ہزار درہم کے عوض ان کا مکان خرید لیا اور خدمت نبوی میں آکر عرض گزار ہوئے۔ "یا رسول اللہ وہ مکان آپ مجھ سے جنتی گھر کے بدلے میں خرید فرمالیں ———" رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمالیا اور ——— اسے شامل مسجد کیا۔

تیسری تعمیر دور فاروقی ۱۷ھ میں ہوئی اور مسجد نبوی شریف کا طول ۱۹۵ یا ۲۱۰ فٹ اور عرض ۱۸۰ فٹ ہو گیا۔ اس تجدید و اضافہ کے موقع پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا وہ مکان اور سیدنا جعفر طیار کے مکان کا نصف حصہ بھی لے کر شامل مسجد کیا گیا۔

چوتھی تعمیر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے دوران ربیع الاول ۲۹ھ سے محرم ۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے مکان کا نصف حصہ بھی ایک لاکھ درہم میں خرید کر شامل مسجد کر دیا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ مکان جو مسجد شریف کے جانب مغرب تھا (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے جانب مغرب جتنے مکانات تھے بیت صدیق اکبر کے علاوہ سب کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کروا دیئے تھے، یہ مکان ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھا اسے بھی لے کر مسجد شریف میں شامل کر دیا۔ اس تجدید عثمانی کے بعد مسجد کا رقبہ طول کے لحاظ سے ۲۴۰ فٹ اور عرض کے لحاظ سے ۲۲۵ فٹ ہو گیا تھا۔

مسجد نبوی شریف کی پانچویں تعمیر خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں نہایت اہتمام کے ساتھ ہوئی۔ جس میں امہات المومنین کے مقدس حجروں اور ملحقہ مکانات کو خرید کر مسجد شریف میں شامل کیا گیا۔ دیواروں پر منقش پتھر اور قیمتی جڑاؤ کیا گیا۔ چھت ساگون کی لکڑی سے ستون سنگ مرمر سے بنوائے جن کے اندر لوہا اور سیسہ استعمال کیا گیا۔ آب زر سے دیواروں پر نقش و نگار بنایا گیا اور

چاندی کی زنجیروں میں قندیلیں آویزاں کر کے جلانے کا انتظام کیا گیا۔ یہ تعمیر ۸۸ھ سے شروع ہو کر ۹۱ھ میں تمام ہوئی۔ اس تعمیر کے موقع پر مسجد شریف میں پہلی بار چار مینار تعمیر کئے گئے۔ جو تقریباً ۸۰ فٹ اونچے تھے اور ان کا حجم ۱۲ فٹ تھا۔ بعد کے محققین نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے ذریعہ مسجد شریف میں توسیع کی مقدار دو ہزار تین سو انہتر مربع میٹر (۲۳۶۹) لکھی ہے۔

تعمیر ششم خلیفہ مہدی عباسی کے دور میں سنہ ۱۶۰ھ تا ۱۶۵ھ کے دوران ہوئی۔ اس کے ذریعہ مسجد شریف میں ۲۴۵۰ مربع میٹر کا اضافہ ہوا ـــــ کہا جاتا ہے کہ ۲۰۲ھ میں خلیفہ مامون رشید نے بھی جانب شمال کچھ توسیع کرائی تھی۔ ۵۷۶ھ میں ملک ناصر لدین اللہ نے مسجد شریف میں کچھ اصلاحات کیں اور صحن میں ایک قبہ بنوایا جس میں آثار مبارکہ رکھے گئے۔ ۶۵۴ھ میں مسجد شریف میں روشنی کا بندوبست کرنے والوں میں سے کسی کی غفلت کے سبب سے سخت آگ لگ گئی، جس کی لپیٹ میں پوری مسجد آگئی اور قبہ شریف کے سوا کچھ صحیح سلامت نہ رہا، چنانچہ خلیفہ مستعصم باللہ نے مسجد شریف کی ازسرنو مرمت اور تعمیر کا کام ۶۵۵ھ میں شروع کرایا، جس کی تکمیل ملک ظاہر بیبرس نے ۶۸۵ھ میں کرائی۔

۸۸۶ھ میں بارش اور بجلی گرنے کی وجہ سے مینار مسجد اور چھت کو بہت نقصان پہونچا، جس کے بعد ملک اشرف قائیبائی نے مسجد شریف کو پھر سے تعمیر و تزئین دی اور اس دور میں ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ کئے، پھر سلاطین ترکیہ عثمانیہ کا دور آیا تو انہوں نے مسجد نبوی شریف کو اس زمانے کے معیار تعمیر کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت عقیدت و اہتمام سے تعمیر کیا۔ ۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے پہلے یہ شرف حاصل کیا۔ ۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود نے گنبد نبوی شریف کو ازسرنو تعمیر کیا۔ اس عقیدت کیش بادشاہ نے گنبد شریف کو ۱۲۵۵ھ میں سبز رنگ کرایا، جس کی وجہ سے اس کا نام گنبد خضراء، القبۃ الخضراء ہو گیا۔ سلطان عبد الحمید کا دور آیا تو اس نے مسجد شریف کو نئی بنیادوں سے تعمیر کیا۔ یہ سلسلہ ۱۲۶۵ھ سے ۱۲۷۷ھ تک چلتا رہا ـــــ دلکش خط میں قرآن مجید کی آیات دیواروں اور ستونوں پر تحریر کی گئیں۔ سلطان عبد الحمید کی خلوص کاری کا یہ اثر کیا کم ہے کہ روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ریاض الجنۃ اور اس کے گرداگرد آج تک اس دیوانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھینچے ہوئے نقوش اور دیوار و در بعینہ موجود ہیں

انقلابات نے سارے عرب حتیٰ کہ حرم مکی اور حرم مدنی کو یکسر بدل ڈالا مگر اس کی محبت و عقیدت اور قلبی خلوص کا یہ اثر ہے کہ رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرامگاہ خاص اور اس کے گرداگرد تمام تعمیرات ان قدیم اہل عقیدت و محبت ہی کی ہیں۔ عثمانی تعمیر کے صحن اور روضۂ مبارکہ سے ریاض الجنۃ ہوتے ہوئے دیوار باب السلام تک چلے جائیے۔ دیواروں، ستونوں اور ان کے نقش و نگار پر غور کیجئے ـــــ سنگ مرمر کے ستونوں پر، چھت سے نیچے سونے کے پتر جڑے ہوئے ہیں۔ مسقف گنبدوں کے اندر دائرہ میں کتنی پاکیزگی سے آیات قرآنیہ تحریر ہیں، دیوار قبلہ پر سورۃ حجرات شریف، سورہ فتح شریف اور سورہ احزاب کو خطاط نے محبت کے جذبات سمیٹ کر سپرد قلم کر دیا ہے ـــــ سلطان عبد الحمید علیہ الرحمۃ کی تعمیر کے بعد سعودی سے پہلے تک مسجد نبوی شریف کا مجموعی رقبہ دس ہزار تین سو تین (۱۰۳۰۳) مربع میٹر تھا جس میں سعودی تعمیر ۱۳۶۵ھ کے ذریعہ ۱۲۲۷۱ مربع میٹر کی تعمیر کا اضافہ ہوا ـــــ اور مجموعی لحاظ سے مسجد کا رقبہ ۲۲۵۷۴ مربع میٹر ہے ـــــ مگر مسجد نبوی شریف کی توسیع جو اب شاہ فہد کے ذریعہ ہو رہی ہے اور جس کے لئے انہوں نے اپنی جیب خاص سے تمام مصارف لگانے کا اہتمام کیا ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد مسجد شریف پچاس ہزار مربع میٹر وسیع ہو جائے گی، جس میں بیک وقت مسجد کے اندر دو لاکھ پچپن ہزار مصلیوں کی جگہ ہوگی ـــــ مسجد کے اردگرد کے خوبصورت اور دیدہ زیب صحن اس کے علاوہ ہوں گے۔ مگر عجیب بات ہے کہ ان نجدی حکمرانوں کو مساجد کی تعمیر سے تو نہایت دلچسپی ہے اور یہ مساجد جن کے دم قدم سے اس قدر باعث برکت ہیں۔ ان کی آرام گاہ ـــــ اور ان کے اہل بیت و اصحاب و عشاق، نیز آثار سے عناد کی حد تک بُعد کیوں ہے ـــــ؟ سیاہ باطنی کا یہ حال ہے کہ مقبرۂ منورہ میں چراغ تک نہیں جلاتے اور دوسری طرف مملکت کا چپہ چپہ برقی قمقموں کی روشنی میں نہایا ہوا ہے۔

زیارت رسول

حضور سرور عالم افضل الانبیاء، محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا قریب بواجب ہے، قربت الٰہی کے حصول کا سب سے مستحکم ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس بارے میں

آن مقدس کی آیت مبارکہ موجود ہے:

ولو انھم اذظلموا انفسھم
جاؤك فاستغفروا الله
واستغفرلھم الرسول لوجدوا
الله توابا رحیما
(النساء - ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں
تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور
پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول انکی
شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ
قبول کرنے والا اور مہربان پائیں۔

رت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من زار قبری وجبت له
شفاعتی (وفاء الوفا ج ۲ ص ۳۹۴)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر
میری شفاعت واجب ہوئی۔

سرا ارشاد ہے:

من جاء فی زائرًا لا یھمه
الا زیارتی كان حقًا علیّ ان
اكون له شفیعًا یوم القیمة
(وفاء الوفا ج ۲ ص ۳۹۶)

جو میری زیارت کو آئے اور زیارت کے
سوا اس کی اور کوئی نیت نہ ہو تو مجھ پر
یہ حق ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔

اکرم طراز اور رحمت بار فرمان ہے:

من زارنی بعد وفاتی فكانما
زارنی فی حیاتی

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی تو
ایسا ہی ہے جیسے میری حیات ظاہری میں کی زیارت

ی مفہوم عالی کو دوسری حدیث پاک واضح فرماتی ہے:

من حج فزار قبری بعد موتی
كان كمن زارنی فی حیاتی
(مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۱، وفاء الوفا ج ۲ ص ۳۹۶)

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد
میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی
طرح ہے جس نے میری زندگی میں میری
زیارت کی۔

ضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی سرکار شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان زیب گوش

کریں، ارشاد رسول اکرم ہے:

من زارنی فی المدینة محتسبًا
كان فی جواری وكنت له شفیعًا
یوم القیمة (جامع صغیر ص ۱۱۱)

جو مدینہ میں میری زیارت کے لئے آئے
اور نیت خالص ثواب کی ہو تو وہ قیامت کے
میرے پڑوس میں ہوگا اور میں اسکی شفاعت کروں گا

حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

من حج الی مكة ثم قصدنی فی
مسجدی كتب له حجتان
مبرورتان
(وفاء الوفا ج ۲ ص ۴۱۳ جذب القلوب ص ۱۹۶)

جو شخص کہ مکہ حج کے لئے جائے اور میری
زیارت کی نیت سے میری مسجد میں آئے
تو اسے دو مقبول حج کا ثواب ہے۔

سفر مدینہ اور قیام مدینہ میں مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کر کے ان پر صبر کرنے والوں کو کیس
مژدہ جانفزا سنایا جارہا ہے اور جن خوش نصیبوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں سے کہیں موت آگئی
ان کو کیا نوید اخروی مرحمت ہو رہی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

من زارنی متعمدًا كان فی جواری
یوم القیمة ومن سكن المدینة
وصبر علی بلاءه كنت له شھیدًا
او شفیعًا یوم القیمة ومن مات
فی احد الحرمین بعثه الله
من الآمنین
(مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۰، وفاء الوفا ج ۲ ص ۳۹۹)

جس نے میری قبر کی زیارت کی وہ قیامت
کے روز میرے پڑوس میں ہوگا اور جس نے
مدینہ میں سکونت اختیار کی اور اس کی
پریشانیوں پر صبر کیا میں اس کے لئے قیامت کے
دن گواہی دوں گا اور شفاعت کروں گا
اور جسے حرم کہ یا حرم مدینہ میں موت آجائے
تو قیامت کے دن وہ امن والوں میں ہوگا

اذان کے بعد حضور کے درجۂ رفیعہ اور وسیلہ کی دعا کرنے والے کے لئے اور زیارت سے مشرف
ہونے والے کے لئے خوش خبری ہے

من سأل لرسول الله صلی الله
تعالٰی علیه وسلم الدرجة و

جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کے لئے درجۂ رفیعہ اور وسیلہ کی دعا کی

الوَسِیلۃ حَلّت لہٗ شفاعتہ یوم القیٰمۃ وَمن زار قبر رَسُول اللہ صَلی اللہ عَلیہ وسلم کان فی جِوار رَسُول اللہ

(جذب القلوب صفحہ ۱۹۶)

تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اور جس نے آپ کی قبر اطہر کی زیارت کی وہ روز قیامت حضور کے پڑوس میں ہو۔

ان ترغیبی ارشادات اور فرامین کے پہونچنے کے بعد ہر ایمان و محبت والا اپنے درد عصیاں کی دوا کے لئے یقیناً استطاعت ہونے پر مدینہ طیبہ کی جانب دوڑے گا۔ اپنے آقا و مولا کے دربار میں حاضر ہو کر غم کا مرہم، دکھ درد کی دوا اور سامان آخرت فراہم کرے گا اور اگر کسی نے ذی ساتل ہوتے ہوئے مکہ شریف آکر ارکان حج ادا کرتے اور حضور کی زیارت کو معاذ اللہ غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا، اور زیارت رسول سے فیض یاب ہوئے بغیر واپس چلا گیا تو نہ صرف یہ کہ وہ محروم رہا ــــ بلکہ اس نے سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کیا، حضور کی حق تلفی کی، اور جس امتی کا حال یہ ہو کہ اس کی سرکشی سے نبی اور رسول پر ظلم ہو رہا ہو اسے اپنا انجام جان لینا چاہیئے ــــ فرمان سرکار گوش دل سے سنئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن حج البیتَ ولم یزرُنی فقد جَفانی (وفاء الوفا ج ۲ صفحہ ۳۹۶)

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی، یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرلی تو وہاں کی ہر چیز پہ اندھیرا چھا گیا۔ اور جب مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو وہاں کا ذرہ ذرہ روشن اور منور ہو گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المَدینۃ بِہا بیتی وَقبری وَحقٌ علیٰ کل مُسلم زیارتہا (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۴۳)

مدینہ منورہ میں میرا گھر ہے اسی میں میری قبر بھی ہوگی۔ لہٰذا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی اہمیت، فضیلت اور افادیت پر ــــ الشیخ الامام الفقیہ المحدث تقی الدین السبکی الشافعی علیہ الرحمۃ کی عظیم الشان تصنیف "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" عربی زبان میں موجود ہے۔ جو منکرین زیارۃ النبی کے جملہ اعتراضات کا کافی شافی جواب فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اور دیگر فقہاء حنفیہ نے بھی مضامین اور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ بندہ راقم الحروف ان اکابر کی تحریر دلا[ئل] سے استفادہ کرتے ہوئے زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کچھ باتیں سپرد قلم کرتا ہے۔

صحابۂ کرام کا جذبۂ زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سرکار کے مرقد پر انوار کی زیارت کو بہت اہمیت دیتے تھے اور کیوں نہ ہو کہ انہیں معلوم تھا کہ حضور کی قبر شریف کی زیارت بھی حضور ہی کی زیارت ہے جیسا کہ اوپر حدیث سے ثابت ہوا۔

فتوح الشام وغیرہ میں ہے کہ عہد فاروقی میں جب شام فتح ہوا اور بیت المقدس بغیر جنگ اسلامی پرچم تلے آیا، اسی دوران کعب احبار نے اسلام قبول کیا، اس واقعہ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت شادمانی ہوئی، مدینہ طیبہ واپس لوٹتے ہوئے خلیفۃ المسلمین نے کعب احبار کو زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی۔

قال عُمَر رضی اللہ عَنہ لہٗ ھل لکَ اَن تسیر معی اِلیَ المَدینۃ وتزور قبر النبی صلی اللہ عَلیہ وسلم وتتمتع بزیارتہ فقال نعم یَا امیر المؤمنین اَنا افعلُ ذالک

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا آپ ہمارے ساتھ مدینہ شریف چلیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف کی زیارت سے مستفید ہونگے تو انہوں نے حضرت عمر سے کہا میں ایسا کروں گا۔

چنانچہ امیر المؤمنین اور حضرت کعب احبار طول طویل سفر کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور سب سے پہلے سرکار کے مواجہہ مقدسہ میں جاکر زیارت سے شاد کام ہوئے۔

(فتوح الشام۔ وفاء الوفا ج ۲ صفحہ ۴۰۹)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلا ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دیتے تھے اور اس طرح سلام کہتے

السلام علیک یا رسول اللہ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت نافع سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے کبھی اپنے آقا کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہوئے دیکھا ہے ____؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک بار نہیں ____ سینکڑوں بار انہیں حضور رسالت مآب میں آپ کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر سلام کہتے ہوئے سنا ہے۔ آپ اس طرح سلام پیش فرمایا کرتے تھے۔

السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر، السلام علی ابی۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۴۲، شفاء السقام ص ۴۲)

سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنا قاصد بنا کر میسرہ بن مسروق کو بیت المقدس سے مدینہ منورہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت میسرہ مدینہ طیبہ پہونچے تو رات ہو چکی تھی۔ آپ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ حضور کو پیش کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کیا، پھر اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ملک شام سے مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں سلام پیش کرنے کے لئے قاصد بھیجا کرتے تھے۔

بلال آشفتہ حال

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ موذن رسول کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ ملک شام فتح ہونے کے بعد دربار فاروقی میں عرض گزار ہوئے کہ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو مدینہ طیبہ سے بیت المقدس جا کر سکونت پذیر ہو جاؤں کیونکہ جس محبوب دل نواز کے رخ زیبا کی زیارت قلب محزون کا علاج تھی اب تو وہ خاک کی چادر اوڑھے ہوئے محو خواب ہے۔ حضرت امیر خسرو دہلوی کا شعر نوک قلم پر آرہا ہے۔ جو انہوں نے اپنے مرشد کامل کی رحلت کے بعد ان کے سرہانے فرمایا تھا۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس

چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چو دیس

انہوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے تو عشاق کے لئے عالم تاریک ہو گیا ہے۔ مسجد نبوی کے بام و در دیکھیں محراب و منبر پر نگاہ اٹھے گی تو ان کے لئے تڑپ تڑپ جاؤں گا۔ قلب محزوں کو کیسے سمجھاؤں گا، تسلی کا سامان کہاں سے پاؤں گا، کبھی کبھی عشق و آگہی کی راہ میں دوری بھی اختیار کرنی پڑتی ہے ____ مگر کب ____؟ جب عشق کا کمال رفعت بلال حاصل کرلے۔

نہ دوری دلیل صبوری بود

کہ بسیار دوری ضروری بود

بلال آشفتہ حال کو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام جانے کی اجازت دے دی۔ بلال کو امیر پر جلال سے زیادہ کون پہچانے ____ ایک دکھیارے کے دکھ کو دوسرا دکھیارا ہی سمجھے، یہی امیر المومنین عمر فاروق ہیں ____ حب رسول کا نشہ ان کی روح و دل میں اتنی گہرائیوں تک اترا ہوا ہے کہ سرکار کے وصال کی خبر سن کر تلوار کھینچ لیتے ہیں اور لہراتے ہوئے کہتے جاتے ہیں اگر کسی نے ایسا کہا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ کوئی تاویل کرے کہ یہ کون سا جذبہ ہے، یہ کون سی سرشاری ہے؟ ____؟ جن صحابہ کرام کی نگاہوں کے سامنے قرآن فرقان لے کر جبریل امین آیا کرتے تھے، ملائکہ مقربین جن کی تعلیم و تادیب کے احکام لے کر اترا کرتے تھے۔ ان قرآنی نمونوں میں سے کسی نے حضرت عمر کا ہاتھ نہیں پکڑا، راستہ نہیں روکا ____ نبی رحمت کی رحلت کا صدمہ ذہن و دماغ کو چیر کے رکھ دے گیا، مگر اسی رسول کریم و حکیم نے انہیں تربیت کے سانچے میں بھی اتارا تھا۔ عشق وہ بھی تھا جو عقل و شعور کو کچھ دیر کے لئے جھنجھوڑ گیا۔ اور وہ بھی عشق ہی تھا جس نے طمانیت کی چادر اوڑھ لی۔ جو عمر غم مصطفیٰ میں اپنے آپ کو سنبھال نہ پائے تھے، آج پوری امت کو سنبھالے ہوئے ہیں ____ نیابت رسول کی عظیم ذمہ داری کو اٹھائے ہوئے ہیں اور منہاج نبوت پر عالم اسلام کی رہبری کر رہے ہیں۔

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما

اے دوائے جملہ علتہائے ما

حضرت سیدنا بلال کے دل کا حال امیر المومنین کو خوب معلوم ہے۔ انہوں نے اجازت دے دی، اور بلال شام میں سکونت پذیر ہو گئے۔ مگر تصور کی نگاہیں مدینہ طیبہ کو کہاں چھوڑتی ہیں۔ انہی کی یاد، انہی کا ذکر، انہی کا خیال اور انہی کی یاد میں انہماک سے

ہو گئی دل کو تری یاد سے اک نسبت خاص
اب تو شاید ہی میسر کبھی تنہائی ہو

شب و روز عاشق رسول کو اس طرح کھویا کھویا دیکھا ہوگا تو اہل اخلاص نے مشورہ کیا ہوگا کہ ـــــ حضرت بلال کے لئے موانست کا کوئی سامان کیا جائے۔ چنانچہ آپ کا نکاح بھی ہو گیا۔ مگر در نبوی کی نور بیزیاں اور رحمتوں کی بارش کا کیف حضرت بلال کیسے فراموش کر سکتے ہیں ـــــ؟

ایک شب محو خواب تھے کہ روحی فداہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ سرکار نے پوچھا ـــــ "اے بلال! کیا اب میری زیارت کو نہیں آؤ گے ـــــ؟" اللہ اللہ! معلوم نہیں ان کے اس فرمان میں کیا تاثیر پنہاں تھی، بلال کی آنکھ کھل گئی۔ روح و دل سے ایک ہی صدا آرہی تھی سے

شکر ایزد کہ بلایا شہ دیں نے حافظ
للہ الحمد کہ محبوب کا پیغام آیا

حضرت بلال کو اب چین کہاں ـــ؟ فوراً اٹھے اور دیار نبی کی جانب چل پڑے۔ مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے تو رحمت و نور کی وہی گلیاں، کیف و سرور کی وہی بھینی بھینی خوشبو، اگر جس مرکز خیرات و حسنات کا یہ سب صدقہ و طفیل ہے وہ تو نظر آتا نہیں ـــــ تیز تیز قدموں سے بڑھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مواجہہ مقدسہ میں حاضر ہو گئے۔ دھڑکتے دل، دہکتے سینے اور بہتی آنکھوں سے صلوٰۃ و سلام پیش کیا ـــــ اور روضۃ الرسول سے لپٹ گئے اور جی بھر کر روئے۔ جگر گوشہائے رسول سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے خادم رسول بلال کو دیکھا تو نانا جان کا زمانہ یاد آگیا۔ سیدنا بلال ان دونوں نونہالوں کو گود میں کھلاتے تھے، کاندھے پر بٹھاتے تھے، انگلیاں پکڑ کر چلاتے تھے۔ دونوں بڑھ کر حضرت بلال کو لپٹ گئے ـــــ "اے نانا جان کے پیارے مؤذن! کیا دور نبوی کی اذان اب

ہم کبھی نہ سنیں گے، نماز کا وقت ہو چلا ہے آئیے آج آپ اذان کہئے۔ بلال خستہ جگر آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ جنتی جوانوں کے سردار کا حکم ٹالا بھی تو نہیں جا سکتا۔ وقت اذان بلال کو رسول کائنات کا جمال جہاں آرا روبرو چاہئے۔

مأذنہ پر حضرت بلال کھڑے کر دیئے گئے اور مدینہ طیبہ کی فضا میں مؤذن رسول کی اذان کا پہلا کلمہ گونجا ـــــ قلوب کانپ اٹھے، دلوں میں برچھیاں چبھ گئیں۔ اذان بلال کے ساتھ ہی عہد رسول کا تصور زندہ ہو گیا۔ اللہ اکبر کی آواز محراب نبی میں بلند کر کے ایمان و عرفان کی فصل بہار لانے والے رسول کا زمانہ ـــــ جس نے جہاں سے اذان بلالی سنی وہیں دوڑ پڑا۔ زمانہ رسول لوٹ آیا۔ دور نبوی عود کر آیا۔ بلال کی اذان نے سینوں میں دبی ہوئی عشق رسول کی چنگاریوں کو کرید ڈالا۔ محبت کی آتش پاکیزہ بھڑک اٹھی۔ بازار مدینہ میں غوغا مچ گیا کھیتوں کے کام رک گئے اور پردہ نشینان مدینہ بے سدھ ہو کر محبوب رب العالمین کے عشق میں گھر وں سے نکل پڑیں۔ بلال نے اذان میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہا اور آواز بھرا گئی، کیونکہ حضور کے زمانہ میں جب وہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰه ـــ پر پہونچتے تھے تو اپنی شہادت کی انگلی سے حضور کی جانب اشارہ کیا کرتے تھے۔ آج جو أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰه کہا اور آنکھیں کھولیں تو حضور کو نہ پایا تو دل بیٹھ گیا، آواز رک گئی اور بلال اذان پوری نہ کر سکے۔ غش کھا کر گر گئے ـــــ حضرت بلال کا یہ سفر کس مقصد کے لئے تھا۔ محض زیارت رسول کے لئے

ایک اعرابی دربار رسول میں

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ سرکار ہی ہر درد کی دوا، ہر مرض کا علاج اور ہر غم کا مداوا ہیں، دین و دنیا کی سب حاجتیں اسی مقدس در پر پوری ہوتی ہیں۔ سلف اور خلف ہر ایک کا یہی ایمان و عقیدہ ہے۔ دور قدیم میں اہل ایمان اپنی حاجتیں لے کر کس طرح دربار عالی میں حاضر ہوتے تھے، اس کے ثبوت کے طور پر یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

محمد بن عبد اللہ العتبی بیان فرماتے ہیں کہ مجھے مدینہ طیبہ حاضری نصیب ہوئی میں مواجہہ مقدسہ میں

حاضر تھا۔ حضور اقدس کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کے بعد ایک جانب گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدوی اونٹ پر سوار آیا اور سرکار اقدس کے روبرو اس طرح گویا ہوا :

"یا خیر الرسل! آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا ہے۔ جس میں ہے :
وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ ــــــــ یعنی اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں۔ اور پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔" (النساء ـ ۶۴)

اور کہا کہ :

"اے اللہ کے حبیب! میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اس میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔"

اتنا کہتے کہتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں، وہ رونے لگا اور اسی عالم میں یہ اشعار پڑھے :

یاخیرَ من دُفنت بالقاع اعظمہ
فطاب من طیبھن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ
فیہ العفاف فیہ الجود والکرم
انت الشفیعُ الذی ترجی شفاعتہ
علی الصراط اذا مازلت القدم
وصاحباك لا انساھُما ابداً
منی السلام علیکم ماجری القلم

"اے بہترین ذات! ان سب میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں اور ان کی وجہ سے عمدگی اور نفاست زمین اور ٹیلوں میں پھیل گئی۔ میری جان قربان! اس مبارک قبر پر جس میں آپ راحت گزیں ہیں، اس میں عفت ہے، جود و سخا اور انعامات و اکرامات ہیں۔ آپ ایسے شفیع ہیں جن کی شفاعت کے ہم امیدوار ہیں۔

جس وقت پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے اور آپ کے دو ساتھیوں کو تو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ میری طرف سے آپ سب پر سلام ہوتا رہے، جبتک دنیا میں لکھنے کے لئے قلم چلتا رہے۔

اس کے بعد اس بدو نے استغفار کیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اسی دوران وہاں بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ میں خواب میں حضو[illegible] کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ میری شفاعت سے [illegible] رب تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔ (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ص۴۶)

علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ خزائن العرفان میں آیت ولو انھم اذ ظلموا الخ کی تفسیر میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کا وسیلہ بنانا ذریعہ کامیا[illegible]

مسئلہ : قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جاؤک میں داخل اور خیر القرون کا معمول ہے۔

مسئلہ : بعد وفات مقبولان حق کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔ مسئلہ : مقبولان حق مدد فر[illegible] ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ـ ۱۲۹)

ہے لوح و قلم عرش و کرسی سے فوق
مقدس مطہر مزار رسول
اے زوار قبر نبی! مرحبا!
کمن زارنی فی حیاتی[1]۔ نہ بھول

[1] من حج نزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی ـ (مشکوٰۃ)

قبر نبی کی جس کو زیارت ہوئی نصیب
اس عبدِ حق پہ رحمتِ ربِّ غفور ہے
ہیں بدر اس کی ناؤ کے سرکار ناخدا
وَجَبَتْ[1] لَہٗ شَفَاعَتِی، قولِ حضور ہے

بنا اس کا دو عالم میں ہر اک کام
قیامت میں وہ اٹھے گا خوش انجام
زیارت جس نے کی قبرِ نبی کی
ہے کَانَ[2] فِی جِوَارِی، اس کا انعام

روح اس کی حق سے بیگانی
اس نے دیں کی قدر نہ جانی
جو حاجی جاتے نہ مدینے
وَلَمْ[3] یَزُرْنِی فَقَدْ جَفَانِی

جنۃ البقیع شریف

اہلِ دنیا قبرستان کو شہرِ خموشاں کہتے ہیں ـــــ مگر مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرستان جنۃ البقیع شریف اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنۃ المعلیٰ کے انوار و برکات اہلِ فلک کیلئے

---

[1] حدیث پاک — مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِی (رواہ الدارقطنی والبزار)
[2] حدیث پاک — مَنْ زَارَنِی کَانَ فِی جِوَارِی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)
[3] حدیث پاک — مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِی فَقَدْ جَفَانِی (رواہ ابن عدی بسند حسن)

ایسے ہی ہیں جیسے اہلِ زمین کے لئے آفتاب و مہتاب۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے
روز سب سے پہلے اپنی قبرِ انور سے برآمد ہوں گے، ان کے بعد ان کے وزیرین کریمین ابوبکر و عمر
اٹھیں گے۔ ان کے ساتھ حجرۂ عائشہ سے چل کر سرکار جنۃ البقیع میں تشریف لائیں گے۔ میدانِ حشر کے
دولہا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدفونینِ اہلِ بقیع کی بارات چلے گی۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو کرم
کی جانب قدم بڑھائیں گے اور مکہ و مدینہ کے درمیان، جنۃ المعلیٰ کے مدفونین آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم
آکر مل جائیں گے ـــ پھر ان نورانی پیشانی والے باراتیوں کے جلو، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور الہدیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم میدانِ حشر میں تشریف لے جائیں گے جنۃ البقیع میں رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کے لاساطین آرام فرما ہیں
مسجدِ نبوی شریف کے جانب مشرق، سات فٹ اونچی دیواروں سے محصور، آہنی جنگلوں کے درمیا
۹۲ فٹ طویل اور ۳۳۰ فٹ عریض، عاشقانِ اہلِ بیت، رفقاءِ سرورِ کونین، امہات المؤمنین
اصحاب تابعین، تبع تابعین کی آرام گاہ ہے۔ جس پر خود کلمہ خوانوں کے عقیدت کیش ہاتھوں نے
کبھی خوشبودار پھولوں کی بوچھار کی تو کبھی اسے بلڈوزروں سے کھود پھینکا اور مدفنِ اہلِ بیت و صحا
کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ اس گوشۂ زمین میں امت کی وہ طاہر و مطہر مائیں بھی آرام فرما ہیں جن کی
مقدس اوڑھنی کے پلو میں ملتِ مسلمہ کا سکھ چین بندھا ہوا ہے۔ جن کی دہلیز پر سید الملائکہ بھی باادب
حاضر ہوا کرتے تھے۔ جن کی رفاقت اور وفاشعاری نے افلاک کے سائے میں اپنی بلندیوں کے مینار
قائم کر دیئے۔ جن کے وسیلے سے دنیا کو اسلام کے قوانین بالخصوص معاشرتی تعلیمات کی نورانیت
نصیب ہوئی ـــــ اسی طرح اہلِ بیتِ نبی کے ہر ہر فرد اور صحابہ کرام اور تابعین و صلحاء
امت جو یہاں مدفون ہیں، سب کی زندگیاں اسلامی تاریخ کے لعل و جواہر کی حیثیت رکھتی ہیں، انکی
قبروں کے نشان مٹانے کی جسارت کرنے والا کسی مرحلے میں خود کو اسلام کا وفادار ثابت نہیں کر سکتا
وفادار تو مقبولانِ حق کے نقوشِ قدم کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

میں پوچھتا ہوں یہ کہاں کا اسلام ہے کہ باعثِ وجودِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انکے
اہلِ بیت و اصحاب، جن کے حق میں قرآنِ عظیم کی آیات مدحت سرا ہیں۔ زبانِ وحی ترجمان جن کے
فضائل و مناقب بیان فرما رہی ہے ـــــ اسی نبی کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرنے
والے، اسلام کی ان عظیم نشانیوں اور آثارِ مبارکہ کو اہانت سے توڑنے پھوڑنے اور کھودنے مٹانے

ت اسلام سمجھ رہے ہیں ـــــ حالانکہ یہ سب کے سب شعائر اللہ ہیں ـــــ جن کی
ظیم و تکریم کو تقویٰ القلوب کہا گیا ہے۔

غیر مناسب نہ ہو گا اگر میں یہاں نجدی موحدین کی ان مذبوحی حرکتوں کو اور وضاحت کے
تھ سمجھانے کے لئے عرض کروں کہ ایک جانب تو جنۃ البقیع میں جناب ذوالنورین خلیفۂ ثالث
نا عثمان غنی، (حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو کہ معظمہ کے جنت المعلیٰ میں مدفون ہیں اور
رت میمونہ رضی اللہ عنہا جو درمیان مکہ و مدینہ صدف گاؤں میں آرام فرما ہیں) کے سوا تمام
ات المومنین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رت فاطمہ بنت رسول اللہ، حضرت رقیہ بنت رسول اللہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت فاطمہ
ت اسد والدہ حضرت علی، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت سعد بن وقاص
رت عبداللہ بن مسعود، حضرت خنیس بن ابی حذافہ، عم رسول حضرت عباس، سیدنا امام حسن مجتبیٰ
رت صفیہ حضور اقدس کی پھوپھی، امام القراء حضرت نافع اور امام مالک صاحب المذہب وغیرہ
جار، واتقیاء کبار دس ہزار جلیل القدر صحابہ تابعین و تبع تابعین اور اخیار و ابرار میں سے
سی کے مزار مبارک کی کوئی علامت باقی نہیں رکھی گئی ـــــ بلکہ امہات المومنین
سیدہ فاطمہ و سیدنا امام حسن وغیرہم کے مزارات پر اہل محبت سلاطین نے جو قبے بنائے تھے زمرف
ن قبوں کو بلکہ مزارات کے تعویذ بھی اکھاڑ پھینکے گئے ـــــ اس وقت ہندوستان سے
یا زائے ہوئے خلافت کمیٹی کے ارکان نے شاہ سعود سے اس ظلم کے خلاف شکایت کی
ور دنیا بھر کے عقیدت کیش مسلمانوں نے ان آثار مبارکہ کی توہین پر صدائے احتجاج بلند کی مگر

بدلتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت

س زمانے سے آج تک پورے عالم اسلام سے ہمیشہ لاکھوں مشتاقان زیارت حرمین طیبین کا سفر
رتے ہیں مگر اپنے اسلامی آثار کو ان لوگوں کے ہاتھوں معدوم پاکر تڑپ اٹھتے ہیں، بلکہ جاتے
یں اور دلوں پر زخموں کے چھالے لئے واپس ہوتے ہیں۔
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امہات المومنین اور اہل بیت کے مزارات کو اگر سلیقہ سے

محفوظ رکھنا شرک ہے تو توحید کے مرکز اعظم میں مسجد حرام کے سب سے بڑے گیٹ پر "باب
عبدالعزیز" لکھنا کیوں شرک نہیں ـــــ؟ میں یہاں مسلمانان عالم کی آگاہی کے لئے اپنے
اس سفر حج کے ایک سال بعد کی ایک نمائش کا حال لکھنا چاہتا ہوں۔

لندن کی سعودی نمائش میں متروکات ابن سعود

۳۰ جولائی ۱۹۸۶ء کی بات ہے، راقم الحروف کو کسی اہم کام سے انگلینڈ جانا پڑا۔ مانچسٹر
بریڈفورڈ، لیسٹر ہو لینے کے بعد لندن پہونچا تو محب مخلص مولانا شاہد رضا نعیمی مدظلہ کے
ہمراہ کتابوں کی خریداری کے سلسلہ میں کتب خانوں کے چکر لگا رہا تھا تو دیکھا، لندن کی آباد سڑکوں
ہر جانب Riyadh, Yesterday and Today (ریاض، کل اور آج) کے قیمتی او
خوشنما بینرز، جھنڈیاں اور فلیگ ہزاروں کی تعداد میں لگے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے اشتہارات
چسپاں ہیں۔ مولانا سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۶ء سے سعودیہ کے شہزادہ ملک عبدالعز
کے بیٹے سلمان نے لندن میں ایک نہایت قیمتی نمائش کا اہتمام کیا ہے۔ آپ بھی دیکھیں یہ لندن کا
قیمتی اور وسیع نمائش ہال "اولمپیا سنٹر" ہے۔ ہزاروں انسانوں کی آمد و رفت جاری ہے ـــــ
انگریز لڑکے اور لڑکیاں تعارفی اشتہارات، کتابچے، کتابوں کے پیکٹ اور بنڈل دروازہ سے لے
اندر تک تقسیم کر رہے ہیں۔ پریس کی ماڈرن ترقی کے ذریعہ قدیم نجد اور آج کے ریاض (جس کے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمانے سے انکار کر دیا تھا اور ارشاد فرما ہوئے تھے کہ نجد سے
شیطان کے سینگ نمودار ہونگے) کو متعارف کرانے کے لئے تمام ممکنہ لٹریچر نیز آڈیو، ویڈیو
ماڈرن فوٹو گرافی اور آرٹ کے ممکنہ وسائل کو کام میں لگا دیا ہے۔

ہر شعبہ حیات کے تعارف کے واسطے فلمیں دکھائی جا رہی ہیں۔ تیار شدہ "ویاس" و
کارڈز ـــــ اشتہار نما کلنڈر تقسیم ہو رہے ہیں ـــــ حتیٰ کہ ریاض کی صحرائی فطرت کے
مناظر پیش کرنے کے لئے ہوائی جہازوں میں بار کر کے وہاں سے اونٹ بھی لائے گئے ہیں، نیز
خاص صحرائے ریاض کی ریت بھی وہیں سے لائی گئی ہے ـــــ معلوم ہوا کہ انگریز مشیروں
ریت اور بالو برطانیہ ہی سے فراہم کرنے کی رائے دی تو اسے رد کر دیا گیا ـــــ کیونکہ ریاض

...پر ل منظر کشی کے لئے ریاض ہی کی ریت اور بالو مزدوری قرار دیئے گئے ـــــ عین اسوقت
...بکہ حبشہ، سوڈان اور صومالیہ میں لاکھوں مسلمان زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں، سعودی حکومت
...س نمائش پر سات کروڑ پچاس لاکھ پونڈ برباد کر رہی ہے۔ جس میں سے پانچ کروڑ پونڈ محض
...ائش کے پروپگنڈے اور اشتہار پر خرچ کئے جا رہے ہیں۔

قارئین کرام مجھے معاف فرمائیں کہ مقربان حق کے تذکرہ میں اس فالتو گفتگو کو میں نے
...یوں شامل کیا؟ آپ کا ارشاد بجا ـــــــ مگر برائے کرم صبر و تحمل سے تھوڑا وقت اور
...ف کریں! ـــــ اور آگے دیکھیں

یقیناً سعودی شہزادوں کی عیاشیوں، قمار بازیوں اور رسوائے زمانہ حرکات سے
...یں کیا سروکار ـــــ؟ اور لندن میں منعقدہ اس نمائش جیسا فرانس، امریکہ اور اٹلی وغیرہ
...یں بھی اگر فضول خرچی کا کوئی پروگرام ہوتا ہے تو اس پر ہمیں قدغن کا کیا حق ـــــ؟

اس نمائش کے جس منظر نے مجھے سر سے پاؤں تک لرزا دیا، وہ یہ ہے کہ شیشے کے
...ندوق میں بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے ایک کرتے کو بھی ایک حصہ میں دکھایا گیا ہے ـ
...س پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مملکت عربیہ سعودیہ کے بانی شاہ عبدالعزیز کا کرتا ہے ـــــ اسی طرح
...کا خنجر بھی بطور خاص صندوق میں بند زیارت کے لئے رکھا ہوا ملا۔

ان مناظر کو دیکھنے میں مولانا شاہد رضا صاحب نعیمی مدظلہ بھی میرے ساتھ تھے، بلکہ
...ن کی مہربانی سے میں یہاں پہونچا تھا۔ اب میں نجدی موحدین اور ان کے دلالوں سے واشگاف
...فاظ میں پوچھتا ہوں ـــــ کہ بھلا بتاؤ! سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ
...باقی رکھنا تو تم لوگوں کے نزدیک شرک عظیم ہے اور اسی مزعومہ شرک کی نجاست سے حرمین
...ین کو (العیاذ باللہ) پاک کرنے کے لئے تم لوگوں نے گنبد خضرا شریف کو گولیوں سے
...لنی کیا تھا ـــــ اور کروڑوں مسلمانان عالم کے قلوب پر زخم لگائے تھے۔ مسجد بوقبیس کو
...ادیا ـــــ مسجد شنایا کو شہید کرکے زمین کے برابر کردیا ـــــ مسجد فاطمہ (متصل قباء)
...جد ستارمین، مسجد مائدہ (جہاں سورۂ مائدہ نازل ہوئی) مسجد اجابہ (جہاں سرور کونین کی
...ی دعا قبول ہوئی) وغیرہ کو زمین کے برابر کردیا۔ امہات المومنین، اہل بیت رسول، اور

صحابہ کی قبروں کو کھود ڈالا۔ کیونکہ رسول اکرم کے آثار باقی رکھنا اور ان کے اہل محبت کی نشانیاں...
قائم رکھنا تمہارے نزدیک شرک ہے۔
پھر بتاؤ کہ والیٔ نجد کے کرتے، جبے اور ہتھیار کی حفاظت اور نمائش کیوں شرک نہیں...

ہم جنۃ البقیع کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ اس مبارک قبرستان سے قیامت کے دن ستر...
ہزار نورانی پیشانی والے اٹھائے جائیں گے ـــــ جن میں سے ایک کے ساتھ ستر ہزار...
گنہگاروں کی نجات وابستہ ہے۔ ایمان و عقیدت کے آفتابوں اور مہتابوں کا یہ افق تابان...
زبان پر سلام عقیدت و محبت کے الفاظ ہیں اور آنکھوں سے اشکوں کے سوتے پھوٹ رہے ہیں...

السلام علیکم یا دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم
لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد ـ اللھم اغفر لنا

اے امہات المومنین، اے اصحاب رسول معظم، اے دائی حلیمہ سعدیہ، اے وفادارانِ...
اسلام ـــــ! جی تو چاہتا تھا کہ آپ کی خاک مزارات کو آنکھوں کا سرمہ بناتا ـــــ قبور مقدسہ...
پائنتی بیٹھ کر اپنی جنت تلاش کرتا ـــــ غبار ہائے مزار کی چادر میں اپنا روئے سیاہ چھپاتا...
مگر صد حیف! نجدی تسلط کی سنگین دیواریں سرراہ ہیں ـــــ دل درد مند کا سلام قبول فر...
سرور ہر دو عالم کے حضور شفاعت کی سفارش کیجئے ـــــ اور عالم اسلام کو نکبت...
اندھیروں سے نکال کر حقیقی سرفرازی تک پہونچنے کے لئے دعا فرمائیے ـــــ میری میر...
والدین اور اقرباء و احباب سب کا سلام غلامانہ قبول کیجئے۔ ؎
دور شدید و نے نہ از دل ما

شہدائے اُحد

مسجد نبوی شریف سے جانب شمال شہر کے باہر شہدائے احد کی زیارت نصیب ہو...
خصوصاً سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے احاطہ مزار کے حاشیے کے باہر کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی...

توفیق ملی ——— میدان احد ——— جبل رماہ ——— اور زیارت گاہ غزوہ احد سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملا ——— شہدائے احد کی زیارت کے لئے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے اور ہر زمانے میں اہل عقیدت و محبت کے قافلے حصول مراد کے لئے ——— سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتے رہے ہیں ——— اور ان کی روحانی توت تصرفات کے واقعات مشہور ہیں۔ (جن کا تذکرہ راقم الحروف نے اپنے مضمون "سید الشہداء امیر حمزہ" میں کیا ہے)

مساجد مدینہ منورہ

مسجد قباء

جس کی بنیاد اول روز ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی تعمیر میں خود اپنے دست مبارک سے پتھر رکھے ہیں۔ جہاں دو رکعت نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ حاضری ہوئی۔ نماز ادا کی گئی اور دعائیں کی گئیں۔

مسجد فتح

جبل سلع کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور اس کے بالکل نزدیک، مسجد سلمان فارسی، مسجد سیدنا ابوبکر صدیق وغیرہ مساجد خمسہ کے نام سے واقع ہیں۔ غزوہ احزاب کے موقع پر انہی مقامات پر یہ صحابہ کرام خیمہ زن تھے اور ان کی سرپرستی کے لئے مسلمانوں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما تھے۔

مسجد جمعہ

قباء سے مدینہ طیبہ آتے ہوئے جہاں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ پڑھائی۔ یہ مسجد قبیلہ بنو سالم میں ہے۔ بعض اہل تذکرہ نے یہاں مسجد عتبان نامی ایک اور تاریخی مسجد کا ذکر کیا ہے۔

مسجد الشمس

جسے مسجد الفضیخ بھی کہتے ہیں۔ قباء سے مشرقی جانب تھوڑی دور بنو نضیر کے محاصرہ کے وقت اس جگہ سرکار کا خیمہ تھا۔ حضور نے چھ روز یہاں نماز پڑھی۔

مسجد بنو قریظہ

یہ مسجد شمس سے جانب مشرق حرہ شرقیہ کے باغوں میں ہے۔ یہود بنو قریظہ کے محاصرہ کے وقت یہاں سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نزول اجلال فرمایا تھا اور ایک مکان میں نماز پڑھی تھی۔ یہ مسجد اسی مکان کی جگہ ہے۔

مسجد شربۃ ام ابراہیم

حرۂ شرقیہ کے باغوں میں ہے۔ یہاں سرکار کے فرزند ابراہیم کی ماں حضرت ماریہ قبطیہ کا باغ تھا۔ حضور نے یہاں بھی نماز پڑھی ہے۔

مسجد بنو ظفر

اس کو مسجد بغلہ اور سفرۂ پیغمبر بھی کہتے ہیں۔ بقیع شریف کے جانب مشرق قباء کے راستے میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ یہاں بھی نماز ادا فرمائی ہے۔

مسجد الاجابہ

جنۃ البقیع کے جانب شمال، حدیث مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز

وہاں سے گزرتے ہوئے اس میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔

مسجد طریق السافلہ

یہ مشہد احد جاتے ہوئے راستے کے دائیں طرف ہے۔ اسے مسجد ابوذر غفاری بھی کہتے ہیں۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسی جگہ باغ اسواف میں آئے۔ انہوں نے اس واقعہ کے ضمن میں حضور کے نماز پڑھ کر طویل سجدہ فرمانے کا ذکر کیا ہے سجدہ رسول اتنا طویل تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن نے خیال کیا کہ حضور کا وصال ہوگیا انہوں نے حضور اقدس سے اس طویل سجدہ کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا۔ یہ رحمت خداوندی کے شکر کا سجدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ انعام بخشا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے، رب تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ معاف کرے گا۔ یہ مسجد اسی مقام پر ہے۔

مسجد القبلتین

مسجد الفتح کے پاس منجملہ پانچ مساجد کے یہ مسجد بھی ہے۔ حضور یہیں نماز ظہر میں تھے کہ دو رکعت پوری فرمانے کے بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور آپ نے بقیہ دو رکعتوں میں --- مسجد الحرام کو رخ فرمالیا۔ قبلہ اولیٰ کی علامت مسجد کے شمالی دیوار میں تاہنوز باقی ہے۔ اور موجودہ قبلہ کی محراب جنوبی دیوار میں ہے

مسجد الذباب

اسے مسجد الرایہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ذباب نامی پہاڑ پر --- تبوک جاتے ہوئے حضور نے یہاں نماز پڑھی ہے۔

مسجد الفسیح

یہ جبل احد کے دامن میں ہے۔ غزوہ احد سے فارغ ہو کر آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ظہر و عصر پڑھی تھی۔

مسجد عینین

یہ جبل الرماۃ کے دامن میں شہادت گاہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی جگہ پر تھی اب نہیں ہے

مسجد السقیاء

یہ باب عنبریہ کے نزدیک تھی، بدر جاتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز پڑھی تھی۔

مسجد الوادی

یہ عینین پہاڑ کے جانب شمال کنارہ پر تھی بعض نے اس کا نام مسجد العسکر بھی لکھا ہے یہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی تعمیر کردہ تھی۔

مسجد غمامہ

ہجرت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز عید پڑھائی تھی۔

مسجد فاطمہ

بی بی خاتون جنت کے نام سے موسوم مسجد نبوی شریف سے جانب مغرب۔

مسجد علی

یہ مسجد فاطمہ کے نزدیک ہی ہے۔ سیدنا عثمان غنی پر بلوائیوں کے حملے کے وقت حضور مولائے کائنات یہیں تشریف فرما تھے۔

مسجد ابوبکر

یہ مسجد علی سے دو سو گز کی دوری پر ہے۔

مسجد عمر

یہ مسجد غمامہ سے کچھ فاصلہ پر راہ قبا میں ہے۔

مسجد سیّدنا ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد بنی قریظہ کے جانب شمال میں واقع تھی

مسجد ابی بن کعب

جنت البقیع کے متصل تھی، جواب نہیں ہے۔

یہ وہ تاریخی مساجد ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محقق دہلوی اور دوسرے علمائے قدیم کی تحریروں میں ملتا ہے۔ اس وقت ان مساجد میں سے کچھ موجود ہیں اور کچھ نہیں۔

مبارک کنویں

مدینہ منورہ میں کئی ایسے مبارک کنویں ہیں جن کا پانی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ کئی کنوؤں میں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن شریف ڈالا۔ قرون اولیٰ سے مسلمانان عالم ان مبارک کنوؤں کے بابرکت پانی کے مشتاق رہے ہیں۔ بعض کنوؤں کے ساتھ رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و نوال کے نورانی واقعات بھی منسوب ہیں۔

بیر عریس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پانی کو نوش فرماتے، اس سے وضو فرماتے اور گاہے پائے مبارک اس میں لٹکا کر بیٹھتے ـــــ ایسے ہی ایک دن سیدنا ابو موسیٰ اشعری بھی موجود تھے۔ یہ کنواں ایک چہار دیواری کے اندر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پائے اطہر کنویں میں لٹکائے ہوئے تشریف فرما ہیں ـــــ نورانی پنڈلیوں کی نورانیت جھلک رہی ہے۔ چہار دیواری کے

دروازے پر ابو موسیٰ اشعری خدمت دربانی انجام دے رہے ہیں۔ خود کہتے ہیں ـــــ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو بکر کے آنے کی اجازت مانگی ـــــ ارشاد فرمایا انہیں آنے دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر کو آنے کے لئے کہا۔ جنت کا مژدہ سنایا۔ وہ آئے اور متابعت رسول میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔

اسی طرح سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما بھی باری باری اجازت لے کر آئے اور آقا و مولا نے ابو موسیٰ اشعری کو مژدۂ جنت سنانے کو فرمایا ـــــ اسی کنویں میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی گر گئی تھی جو کنواں چھان ڈالنے کے باوجود دوبارہ نہ ملی۔ جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا ـــــ آثار دشمن لوگوں نے اس کنویں کو بھی پہلے تو کنکر پتھر سے پاٹا، پھر اس کا نام و نشان ہی مٹا دیا۔

بیر غرس

جسے حضور اقدس نے جنت کے کنوؤں میں سے ایک کنواں فرمایا تھا۔ حضور اس کے پانی کو نوش فرماتے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس میں شہد بھی ڈالا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ مجھے بعد وفات بیر غرس کے پانی سے غسل دیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کا پانی محبت و عقیدت سے منگا کر نوش فرماتے ـــــ ۱۹۷۸ء تک اسے بھی کنکر پتھر سے پاٹ ڈالا گیا۔

بیر البقعہ

اس کے پانی سے سرکار دو جہاں نے اپنے سر مبارک کو دھویا اور غسل فرمایا تھا ـــــ یہ بقیع کے قریب راہ قبا میں تھا

بیر حاء

یہ باب مجیدی کے باہر درختوں کے درمیان تھا۔ اسے بھی حضور کی ذات سے نسبت تھی

بیر العہن

یہ مسجد شمس کے قریب باغ میں تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں وضو فرمایا اور اس کا پانی پیا تھا۔

بیر بضاعہ

اس میں سرکار نے لعاب دہن شریف ڈالا تھا۔ صحابہ اس کے پانی سے بیماروں کو نہلاتے تھے، تاکہ شفا ہو۔ یہ سقیفہ بنو ساعدہ کے قریب تھا۔

بیر رومہ

بیر رومہ یا بیر عثمان، یہ مسجد قبلتین کے قریب ہے۔ یہ ایک یہودی کا کنواں تھا ـــــ یہودی مسلمانوں کو بغیر قیمت لئے پانی نہیں دیتا تھا۔ حضور اقدس کی خواہش پر سیدنا عثمان غنی نے نصف کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا ـــــ بعد میں آپ نے نصف آخر بھی خرید لیا اور وقف عام کر دیا۔ اب یہ بھی خشک ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد بابرکت کنوؤں کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، جن سے ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تھی۔ جیسے بیر اعوان، بیر انا، بیر انس، بیر الحصارم، بیر السقیا، بیر ابو ایوب، بیر عروہ، بیر القویم، بیر الصفیہ، بیر فاطمہ، بیر بو لیطہ وغیرہ ـــــ تمدنی ترقی اور آبادی کی ضروریات کے پیش نظر بھی ان مبارک کنوؤں کی نگہداشت آسان تھی۔ مگر کمال ہے قدیم خلفاء اور حکمرانوں کی عقیدت کا کہ ان لوگوں نے اپنے اپنے عہد میں آثار مبارکہ کی حفاظت پر توجہ دی تھی، اور کسی زندہ قوم کے لئے یہ چیز از حد ضروری بھی ہے۔

جبل احد

مدینہ طیبہ کا ذرہ ذرہ انوار قدم رسول سے تابناک ہے۔ سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے جبل احد کا بھی گہرا ربط ہے۔ مختلف واقعات و تشبیہات میں جبل احد کا ذکر موجود ہے خود رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ تودۂ حجر) جبل اُحد ہم سے محبت رکھتا ہے

اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ جبل احد کو آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے بابوں میں سے ایک باب فرمایا ہے۔ اسی طرح عیر کی پہاڑی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتی ہے اس لئے اسے جہنم کا دروازہ بنا دیا گیا۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد پر اگر میوے ہوں تو انہیں کھانے کا حکم فرمایا ہے اور اگر میوے نہ ہوں تو اس کی گھاس ہی چگ لینے کو فرمایا ہے سرور کونین احد کی گھاس منگایا کرتے تھے۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کے علاوہ مدینے کے جبال میں سے "ورقان" اور "رضویٰ" اور جبال مکہ میں سے حرا، ثبیر اور ثور کی فضیلت ارشاد فرمائی ہے۔ جبل احد تقریباً تین میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا رنگ سرخ ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں حق و باطل کا عظیم معرکہ "غزوہ احد" ہوا تھا۔ شہدائے احد اسی میں مدفون ہیں۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی شان جلالت کے ساتھ آج بھی اس علاقے پر بیٹھے اہل عقیدت کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔

سید الشہداء کے حضور دامن پھیلائے ہوئے ہمیں متعدد بار حاضری کا موقع نصیب ہوا خدا کرے ہمارا سلام عاجزانہ ان کی بارگاہ میں شرف قبول پائے۔

پر نور مجالس

ایک شب عشاء کی نماز کے بعد قبۂ خضراء شریف کے بالکل قریب "فندق قصر السعد" میں ہند و پاک کے اہل عقیدت جمع تھے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری قبلہ اور دس سے زیادہ علماء جمع تھے۔ نعت خوانی کی ابتداء ہوئی اور نصف شب تک جھوم جھوم کر عاشقان رسول نعت حبیب پڑھنے اور سننے میں محو رہے۔ محفل پر ایسا کیف و سرور چھایا جس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے۔ ختم مجلس پر والہانہ انداز سے صلوٰۃ و سلام اور فاتحہ خوانی ہوئی، تبرک تقسیم ہوا وہاں سے نکل کر حضرت اختر میاں اور علماء کرام کی معیت میں باب جبریل کے پاس کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا ـــــ روح نشاط و سرور میں ڈوب گئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

اس کے بعد پنجشنبہ کو ـــــ ہم لوگوں نے اپنی قیام گاہ فندق قصر الخلیج میں

"ذکر امام احمد رضا" کی ایک مجلس منعقد کی۔ حضرت علامہ اختر میاں اور علماء و احباب نے شرکت کی اور نعت خوانی و خطاب سے نوازا۔ ہالینڈ کے کئی مسلمانوں نے جانشین مفتی اعظم ہند کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

شہر رسول میں گزرنے والے تمام لمحات زندگی کے قیمتی اور غنیمت لمحات ہیں، مولائے کریم وہیں خاتمہ بالخیر عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ

حسب معمول ایک روز نماز سے فارغ ہو کر دربار اقدس میں صلوٰۃ و سلام گزارنے کے بعد قیام گاہ فندق "قصر الخلیج" کمرہ نمبر ۲۰۷ میں آکر کچھ خورد و نوش اور آرام کیا اور پھر عصر مغرب اور عشاء مسجد شریف میں ادا کرنے کے بعد "باب مجیدی" سے نکلے تو سامنے وہ گلیاں نظر آئیں جہاں چند سال پہلے تک پاک و ہند کے ارباب عقیدت و محبت سفر زیارت النبی کے دوران سکون روحانی تلاش کیا کرتے تھے۔ پہلے سفر حج کے موقع پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ڈیوڑھی کے دربان قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کی زیارت سے شاد کامی ملی تھی ـــــــ دربار حضور اقدس کے باب مجیدی پر تقریباً ۷۵ سال تک حاضری دینے والے مرد کامل کو بالآخر آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید قرب برزخی سے نوازا، اور اپنے پاس بلا لیا

اللہ اللہ ـــــــ! ان کی مجلس کا حسن کیا کہنا ـــــــ؟ عشق سرور عالم میں ڈوبی ہوئی گفتگو، انصار مدینہ کا انداز مہمان نوازی، روزانہ محفل میلاد شریف میں امام احمد رضا کے نعتیہ قصیدے دربار اقدس میں گونجتے اور ہند و پاک کے قادریوں کی جانب سے آقا و مولا کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش ہوتا ـــــــ ارض حرمین پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت کے درمیان آپ کو عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ عبادت و ریاضت، مجاہدہ و مطالعہ میں مشغول رہتے ـــــــ اپنے اخلاق کریمانہ اور جواہر علمیہ سے حاضرین کو نوازتے ـــــــ

فقیر نے پہلے سفر حج میں متعدد بار قطب مدینہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور فیوض و برکات

حاصل کئے تھے۔ وہیں پر حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی مقیم کراچی سے بھی ملاقات نصیب ہوئی تھی رحمۃ اللہ علیہ ـ اپنے آخری سالوں میں ہر سال حج کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ پاکستان منتقل ہونے کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمۃ سے مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تو بے حد خوش ہوئے اور اس سال کے واقعات کو لطف اور ملال کی ملی جلی جذباتی زبان سے بیان فرماتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ قیام مدینہ منورہ کے دوران سخت علیل ہو گئے تھے، بستر سے اٹھنا دشوار تھا۔ اس موقع پر حضرت مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمۃ کو خلاف معمول اپنی خانقاہ سے نکلتے ہوئے پایا گیا۔ حضرت قطب مدینہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی عیادت کے لئے تشریف لاتے اور تادیر تنہائی میں باتیں ہوتیں۔

اسی بات کا تذکرہ حضرت کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی قبلہ نے بھی راقم الحروف سے فرمایا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا وہ بھی دل سے احترام فرماتے تھے۔

حضرت قطب مدینہ کا وصال روز جمعہ ۴ ذوالحجہ $\frac{\text{۱۴۰۱ھ}}{\text{۱۹۸۱ء}}$ کو مدینہ طیبہ کی سرزمین پر آستانۂ رسول پر خدمت دربانی ادا کرتے ہوئے ہوا ـــــــ عالم اسلام خصوصاً ہند و پاک میں حضرت کے ہزاروں مریدین اور اہل عقیدت ہیں بارہا جنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ایک بار ان کے شہروں، قصبوں اور علاقوں کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازیں ـــــــ ہر بار یہی جواب دیئے کہ ؎

کونین کے سلطان کی دہلیز تھام کر
بیٹھا ہوں اس طرح کہ اب اٹھا نہیں جاتا (بدر)

جس محبوب لاثانی کے عشق و محبت کی ڈور میں بندھ کر مدینہ طیبہ کو مسکن بنایا، بالآخر ان کے ہزاروں صحابہ اہل بیت اور اہل محبت کے جوار کرم جنۃ البقیع میں جا سوئے۔ حضرت قطب مدینہ کی وفات حسرت آیات پر ان کے فرزند گرامی حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی قبلہ دامت برکاتہم کو جناب مولانا محمد ابراہیم خوشتر قادری صدیقی قبلہ نے ہم تمام مہجوروں کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک تاریخی تعزیت نامہ تحریر کیا تھا ـــــــ یادگار سلف کے طور پر اسے یہاں نقل کرتا ہوں۔

تواریخ وصال ہادیٔ بلاد — ملال افزا تاریخ

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

بنگاہ سیدی فضل الرحمٰن — ادب آگاہ مولانا فضل الرحمٰن — سیدی سندی حضرت فی سلام الملک

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱ — ۱۹۸۱

جانشین وحید ضیاء الدین احمد — باب صفا جانشین ضیاء — السلام علیکم ورحمۃ اللہ، زندہ باشی

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

آہ۔ سیدی یہ تاریخی نامہ — وصال کعبہ من مولانا ضیاء الدین احمد — وصل ضیاء الدین احمد قادری

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

وصل سیدی مولانا ضیاء الدین احمد مدنی — وصال ولی عالم مولانا ضیاء الدین احمد۔ پر مشتمل۔ ان کا ابراہیم غلام

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

حاضر خدمت ہے۔ اور۔ تعزیت سرور اولیاء۔ کر رہا ہے۔ درگاہ سیدی مولانا ضیاء الدین احمد

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

میں۔ واصف سیدی خوشتر صدیقی۔ کا سلام اور نذرانہ ثواب پیش کیجئے۔ آہ محفل سلوک

۱۴۰۱

اجڑ گئی — خاتم محفل سالک کامل۔ نہ رہا۔ عالم زہد و تقویٰ ویران ہوگیا —

۱۴۰۱

زاہد عالم خاتم جام محفل۔ روپوش ہوگیا۔ زمانہ مرثیہ خواں ہے۔ فطرت ولی جہاں مولانا ضیاء الدین احمد مدنی

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

پاک نگاہ رخصت ہوا۔ قادری رضوی جلوہ گاہ۔ سونی ہے۔ بدر فلک بزم رضوی

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

منزل جاوید۔ میں۔ غروب ہوگیا۔ خاتم مجلس اصحاب فہم۔ صادق العقیدہ خموش ہوگیا۔

۰۱ ۱۴ — ۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

ہادیٔ محفل خاتم اصفیاء۔ محب مولیٰ حضور جان اصفیاء۔ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسلاف تو

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

عالم فانی چھوڑ ہی چکے تھے۔ آہ آہ ! خاتم اسلاف چودھویں صدی۔ بھی عازم خلد بریں ہوا

۱۴۰۱

اور نایب ختم رسل باادب۔ حاضر دامان رسول۔ ہوگیا۔ وَقالت الملئکۃ طب یا عبد اللہ طبعی

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

مرحبا حبیبی سیدی مولانا ضیاء الدین احمد وَادخلوھا خالدین

۱۴۰۱ — ۱۴۰۱

جلوہ گاہ قادری رضوی نہ پوچھ
جس کے غم میں رو رہے ہیں انس و جن
ہے ملال افزا تری تاریخ۔ آہ!
چار تھی ذوالحجہ کی اور جمعہ کا دن

ملال افزا تاریخ

۱۴۰۱

ع مژدۂ سال ولادت تھا ضیاء کا "یا غفور"

۱۲۹۷ھ

ہمارے احباب میں سے بھی کئی لوگ اس سے قبل حضرت کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ آج باب مجیدی کی گلی میں اس دولت کدہ کی بیٹھک ان کے وجود سے خالی دیکھی — تو اہل محبت کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں ؎

جئے جن کے لئے جاں ان پہ دیدی
یہی بس داستانِ زندگی ہے

واردات قلبی

دربار اقدس میں حضوری کا زمانہ خلاصۂ حیات اور سرمایۂ زندگی ہے۔ مدینہ منورہ میں
واردات قلبی نے جن اشعار کی صورت اختیار کی، ان میں سے کچھ اشعار نذر قارئین کرتا ہوں

یارسول اللہ

سہارا ہے تمہارا بس تمہارا یارسول اللہ ۔ اشارہ کردو رحمت کا اشارہ یارسول اللہ
ظلم عصیاں نے مارا، مجھ کو مارا یارسول اللہ ۔ سہارا دو سہارا دو سہارا یارسول اللہ
سفینۂ نوح کا صدقے ترے جودی پہ پہونچا تھا ۔ مری کشتی کو بھی دے دو کنارہ یارسول اللہ
کرم کی کاش اک چشم غلط انداز اٹھ جائے ۔ چمک جائے مقدر کا ستارہ یارسول اللہ

گدائے بدر بوسہ باز سنگ آستان تو
مکن محروم زیں نعمت گدارا یارسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دیار رسول میں

چھنتا ہے کتنا نور دیار رسول میں ۔ ذرے ہیں رشک طور دیار رسول میں
نار سقر سے ہم کو بچانے کے واسطے ۔ بلواتے ہیں حضور دیار رسول میں
اللہ رے ان کے قرب کی سرشاریاں وہ کیف ۔ چھایا ہے اک سرور دیار رسول میں
رحمت کی تھپکیوں نے ہر اک زخم بھر دیا ۔ ہر رنج و غم ہے دور دیار رسول میں
قربت میں ان کی حال دل مضطرب نہ پوچھ ۔ دنیا سے ہوں نفور دیار رسول میں
جائیں گے شاد شاد دیار رسول سے ۔ آئے تھے چور چور دیار رسول میں

کس طرح رہے، کیسے چلے بدر کیا کرے
کس کو یہ شعور دیار رسول میں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شکر رب پیش نظر آج ہے دربار رسول ۔ نور افروز ہے مینار گہربار رسول
مقصد قلب و نظر جلوۂ انوار رسول ۔ نطق و افکار کی معراج ہیں تذکار رسول
آج طیبہ میں ہے عشاق محمد کا ہجوم ۔ لینے خیرات جمع ہیں سبھی نادار رسول
احد و بدر و قبا، مکہ و عرفات و منیٰ ۔ سارے پیمانے ہیں آئینہ ضوبار رسول
ذرے ذرے میں یہاں انکی تجلی ہے نہاں ۔ نور ہی نور ہیں کل وادی و کہسار رسول
مرحبا کوہ احد پیارا ہے سرکار کو تو ۔ ٹال کچھ بار غم سینۂ بیمار رسول
عظمت سنگ براہم ہے قرآں میں نصب ۔ منکرو! سمجھو بھلا عظمت آثار رسول
مصطفیٰ پیارے کے آثار مٹانے والو! ۔ کبھی دنیا میں پنپتے نہیں غدار رسول
نفس امارہ مسلط ہے دہائی سرکار ۔ بخشئے اپنی اماں سید و سرکار رسول
نخل دل پر مرے عرفان کا غنچہ کھل جائے ۔ ہو عطا مجھ کو بھی کچھ صدقۂ گلزار رسول
دست نوری و رضا، دامن غوث الاعظم! ۔ بدر لائے تجھے تا سایۂ دیوار رسول

واسطہ دیتا ہے شیخین کریمین کا بدر
نعمت عفو ملے، صدقۂ دربار رسول

صلی اللہ علیہ وسلم

سوئے قرار جاں

حضور! پھر آپ کی گلی میں گدائے عصیاں شعار آئے ۔ گھٹائیں پھر رحمتوں کی برسیں، کرم کی فصل بہار
مراد لینے مدینے آؤ۔ فقیرو، محتاجو بے نواؤ! ۔ ستم کے ماروں میں یہ منادی صبا سے کہہ دو پکار
ہے انکی دہلیز اور مرا سر، سنوارا سرکار نے مقدر ۔ نصیب یہ بار بار آیا، خدا کرے بار بار
یہیں ہے رحمت یہیں ہے برکت یہیں ہے فضل و کرم کا جھولا ۔ مدینہ طیبہ میں آکر کسے نہ آخر قرار
یہ محبت صدیق باوفا ہے یہ جذب فاروق حق نما ہے ۔ جئے تھے مر مر کے، مر کے سوئے قرار جاں بیقرار

یہ بدر اب کیسی بے کلی ہے یہی تو محبوب کی گلی ہے
ادب کی پلکوں سے چوم جھک کر جو راہ میں کوئی خار آئے

الوداع شہر پیمبر الوداع

مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آٹھ روز تک قیام کا موقع ملا ـــــ ہر روز [روز] عید، اور ہر شب شب برات رہی ـــــ آقا و مولا سرور عالمیاں محبوب رب العالمین [صلی] اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضال و اکرام سے خوب خوب سیراب ہوئے۔

آج ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ ۱۱ دسمبر ۱۹۸۵ء چہارشنبہ کا دن ہے ـــــ اہل قافلہ [مد]ینہ طیبہ سے واپسی کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد "قصر الخلیج" کے [در]وازے پر گاڑی میں سامان بار کئے جا رہے ہیں اور قلب و نظر کے کعبہ کی طرف توجہ [لگی] ہے ـــــ زبان پر ـــ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ـــــ [جا]ری ہے۔ شہر رافت و رحمت سے بصد حزن و ملال نکلنے کا وقت آپہونچا۔ دربار اقدس کی [آ]خری حاضری کا حال حیطۂ تحریر میں لانا دشوار ہے۔

کون چاہے کہ ان کا در چھوٹے
کون چاہے کہ دور ہو اُن سے

[بھی]گی پلکوں سے آخری بار باب رحمت کو بوسہ دیا اور الٹے قدموں فندق تک آئے ـــ [لو]گ روادری میں مشغول ہیں۔ میں زبان حال سے عرض کناں ہوں:

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سُنا جانا

[گا]ڑی چلی ـــ جب تک سبز گنبد شریف نظر آتا رہا ـــ زبانوں پر درود و سلام جاری [رہا] اور آنکھیں جلوہ گاہ حبیب کی زیارت سے مستفید ہوتی رہیں تا آنکہ گاڑی حدود مدینہ طیبہ [س]ے دور ہونے لگی

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

[مد]ینہ منورہ سے جدہ کی طرف جانے والے روڈ پر پہونچنے کے لئے گاڑی کو کئی موڑ سے

گزرنا پڑا ـــ مگر رسول اعظم و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبۂ خضریٰ شریف اور مینار مبارک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مشتاقان مہجور کو اپنا جلوہ نورانی دکھاتا رہا۔ نور محمدی میں نہائے ہوئے شہر پاک سے رفتہ رفتہ ہم لوگ دور ہوتے گئے۔

اے شہر مصطفیٰ! ہم غلامان بارگاہ کا سلام قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ ترے شرف اور بزرگی کو فزوں تر فرمائے ـــ

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے

جدہ ائرپورٹ شمالی پر ہماری کار پہونچی تو فجر کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ سامان اتارنے کے بعد نماز ادا کی گئی۔ یہیں پر نائجیریا کے قافلے میں شیخ عثمان دامت برکاتہم سے شرف ملاقات حاصل ہوا جو سلسلۂ تیجانیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ قدیم فقراء کا سا انداز زندگی اُن کی دعاؤں سے سرفرازی ملی۔

مدینۃ الحجاج میں ایک روز گزارنے کے بعد ـــ مذکورہ ایرپورٹ سے پنجشنبہ ۲۷ ذوالحجہ کو شب ۲ بجے Alitalia AZ - 384 کے ذریعہ ۶ بجے روم پہونچے ـ وہاں چار گھنٹے انتظار کے بعد KLM سے ٹھیک ایک بجے دن میں امسٹرڈم ائرپورٹ پر اترے۔ جمعہ کا دن تھا۔ مبلغ اسلام سید سعادت علی قادری بانی القادری اسلامک سینٹر دی ہیگ اور مخلصین و احباب نے استقبال کیا اور جلد جلد چل کر نماز جمعہ میں شرکت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ اس سفر حج و زیارت کو ہماری زندگی میں باعث برکت و سبب ازدیاد حسنات بنائے اور قبر و حشر میں اس کی نورانیت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین ـــــ بجاہ حبیبہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین

طیبہ گئے نہ تھے تو زیارت کا شوق تھا
اب اضطراب یہ ہے کہ کیوں جا کے آگئے

بدر ۱۳/۱/۹۰ء

سفرنامۂ بغداد

(۱۱ مارچ ۱۹۹۰ء تا ۲ اپریل ۱۹۹۰ء)

چلو بغداد اطہر صبغۃ اللہ ڈھونڈنے والو!
سبھی رنگ والوں میں ہے رنگ پختہ غوث اعظم کا
جو پائے قادری نسبت نصیبہ اس کا اونچا ہے
مقدر والوں کو ملتا ہے پیالہ غوث اعظم کا

مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، بغداد

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ

اَمَّا بَعْدُ: آج یکشنبہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ، ۱۱ مارچ ۱۹۹۰ء، پھر دیار پاک حرمین طیبین پر حاضری کی سعادت مل رہی ہے۔ اس سفر میں سب سے پہلے آقائے نامدار دو عالم کے سردار ہماری روحوں، جسموں اور خدائی نعمتوں کے مالک و مختار سلطان دارین سید کونین حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار اقدس کی خاک بوسی، اس کے بعد مکہ معظمہ پہنچ کر کعبۃ اللہ الاعظم کا طواف، بعد ازاں بغداد معلی پہنچ کر حضور غوث الثقلین قطب الدارین سیدنا الشیخ عبدالقادر گیلانی کی خاک دلیز سے اکتساب نور کرنا ہے ——— ورد نامرادی کی ٹیس پہلو میں دبائے اپنے ہمراہ ہیں۔

SV0076 کے ذریعہ امسٹرڈم سے جدہ پہنچے تو رات ہو چکی تھی ——— محب مخلص مولانا مہر علی چشتی (مقیم ہالینڈ) کے برادران حاجی شبیر احمد و راشد علی اور قاری منیر احمد صاحبان کو مولانا محترم کے ٹیلیفون سے میرے وہاں پہنچنے کی اطلاع مل چکی تھی ——— ایرپورٹ سے ان کی کار میں بیٹھ کر ان کی رہائش گاہ پہنچنا ہوا ——— وہاں جا کر علم ہوا کہ سعودی اعلان کے بموجب یہ شب پندرھویں شعبان کی شب ہے۔ یہ رات ان حضرات کے ساتھ بسر کی۔ ان تینوں مخلصوں نے نہایت اہتمام سے آرام پہنچایا ——— صبح بعد نماز فجر بس پر مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی ——— رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوار کرم میں پانچ روز نہایت سکون و طمانیت سے گزرے، زمانۂ حج کے علاوہ عام دنوں میں زیارت کی زیادہ سہولت ہوتی ہے ——— ریاض الجنہ میں پہروں ٹھہرنے کے مواقع ملے۔ اساطین مبارکہ، اور منبر رسول کے پاس ادائے نوافل کی توفیق بھی بآسانی نصیب آئی۔ مسجد شریف کی توسیع کا کام پورے شباب پر ہے۔ آٹھ نو سال پیشتر کا کوئی نقشہ ماسوا گنبد اقدس تعمیر عثمانی اور اس سے ملحقہ دالانوں کے باقی نہیں ہے چہار جانب کی عمارتیں وغیرہ ختم کر دی گئی ہیں۔ مجھے تو راستے تلاش کرنے میں، دربار اقدس اور جنت البقیع شریف کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آیا ——— حرمین شریفین کی تعمیر کا کنٹریکٹ "بن لادن" نامی مشہور سعودی کنسٹرکشن کمپنی کے ذمہ ہے۔ اس کمپنی میں ہزاروں ہندی نژاد مسلمان ملازمت کرتے ہیں۔ آٹھ آٹھ

گھنٹوں کی شفٹ میں ۲۴ گھنٹے کام ہوتا رہتا ہے ۔ عرب مالکان، غریب ممالک سے آنے والے نچلے
طبقے کے ملازمین کے ساتھ دورِ غلامی کی طرح حقارت آمیز برتاؤ کرتے ہیں، فائیو اسٹار انداز کے ہوٹلوں
میں کام کرنے والے بنگالی ہندی پاکستانی ملازموں کے کمرے بھی روشنی اور پنکھے کی سہولت سے محروم
ہیں۔ فرش پر دری بچھا کر پڑ رہنا ہی وہاں بھی ان کا مقدر ہے۔ بن لادن کی گاڑیوں میں بھر کر وقت پر مزدوروں
کو کام کی جگہ پہنچایا جاتا ہے —— کام کے کپڑوں پر "بن لادن" چھپا ہوتا ہے۔ شفٹ پوری ہونے پر
گاڑی میں بھر کر پھر انھیں لوہے کے پتروں سے بنے، اور کسی کو صرف سر چھپانے کی جگہوں میں سو، کھا کر تازہ دم
ہونے کے لئے ڈال دیا جاتا ہے —— ہمیں قیام کے لئے دار عبدالسلام عیلان نزد باب مجیدی ۲۵
ریال یومیہ پر بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ اچھا خاصہ کمرہ مل گیا۔ عام طور پر یہاں عرب لوگ ہی قیام کرتے ہیں۔ یہ
ہوٹل بالکل نیا آرام دہ اور صاف ستھرا ہے۔ کمرے میں "فریج" "چھت پر کپڑے دھونے کی مشین ہے اور
چائے وغیرہ بنانے کے لئے گیس کا چولہا ہوٹل کے کمپنی منیجر نے فراہم کیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ فرانس، اور یورپین
ممالک سے درآمد شدہ ڈبے کے گوشت سے بچتے ہوئے ہم لوگوں نے سبزیاں، دودھ، انڈے اور
مچھلی کھا کر اور یہاں بالخصوص کھجور اور زمزم شریف پر نہایت عمدگی سے گزارہ کیا۔ صاحبزادہ ضیاء الامت
حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی قبلہ کو اطلاع ہوئی تو حضرت نے کرم فرمایا اور ایک صاحب کے ہمراہ کار
پر تشریف لائے اور مجھے اور میری اہلیہ کو اپنے دولت کدے پر لے گئے —— حضرت کا مکان کیا ایک
محل ہے۔ ہم یورپ میں رہ کر اتنے عظیم الشان، شاندار مکان کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ حضرت کے پاس
کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے —— اپنے دولت کدے پہنچ کر، حضرت نے "ریاض" ٹیلیفون کیا۔ اور
رفیق محترم مولانا افتخار احمد قادری کو میری حاضری کی خبر دی —— مولانا قادری ہمارے ہم وطن
المجمع الاسلامی کے رکن عربی زبان کے فاضل، کئی اہم اسلامی کتابوں کے مصنف اس وقت ریاض میں
اقامت گزیں ہیں —— رات گئے واپسی ہوئی۔

اسی سفر میں مسجد نبوی شریف کے اندر، خانقاہ گولڑہ شریف کے سجادہ نشین صاحب، اور
پیر سید منیر احمد صاحب جنڈالوالہ گجرات سے، شرف ملاقات ملا۔ ان کے ہمراہ دربار اقدس میں صلوٰۃ
وسلام پیش کرنے کی سعادت ہاتھ آئی۔

شنبہ ۱۷ مارچ ۱۹۹۰ء کو صبح دربار اقدس میں الوداعی سلام پیش کرنے کے بعد مدینہ طیبہ

سے مکہ مکرمہ کی طرف روانگی ہوئی بس نے میقات تک پہنچا کر احرام باندھنے کا موقع دیا، ہم لوگوں
نے بھی احرام باندھا۔ ۲ بجے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخلہ نصیب ہوا —— مرکز دار الہدیٰ خندق الفتح
کے پیچھے۔ شارع سیدنا حمزہ، مکہ مکرمہ میں ۲۰ ریال یومیہ پر کمرہ حاصل کیا، سامان وہاں رکھ کر عمرہ
ادا کیا گیا۔ سبحان اللہ کعبہ مشرفہ کا جلال وجمال ہر زمانے میں بے مثال ہے۔ ایام حج کے علاوہ یہ
میری پہلی حاضری تھی مگر اللہ اکبر شب وروز کا کوئی حصہ سرمستانِ توحید سے خالی نہیں ملتا۔ ممالک عربیہ
کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ، یورپ اور امریکہ وغیرہ میں اور خود ممالک عربیہ میں برسر روزگار پاکستانی
مسلمان وطن جاتے وقت عمرہ وزیارت سے مشرف ہوتے ہوئے عازم وطن ہوتے ہیں
ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد باہر ملکوں میں کم ہے۔ اس لئے ہندوستانی زائرین بھی نسبتاً کم
پائے جاتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۷ مارچ سے ۲۰ مارچ کی شام تک عمرے، زیارات، خاص طور سے بیت اللہ شریف
کے قرب کی برکتیں سمیٹنے اور ملتزم شریف سے لپٹ کر رونے، حجر اسود کو بوسہ دینے، اور آنکھیں
پھاڑے کعبہ مشرفہ کو دیکھے جانے میں قلب کو راحت نصیب آئی —— چہار شنبہ ۲۱ مارچ کو جدہ
پہنچ کر شب میں قیام کیا، اور صبح ۲۲ مارچ ساڑھے دس بجے سعودی ایرلائن کی فلائٹ نمبر ۲۵۰ کے
ذریعہ ریاض ہوتے ہوئے بغداد شریف روانگی ہوئی —— جدہ ایرپورٹ سے ٹیلیفون کے ذریعہ میں
نے مولانا افتخار احمد قادری سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر وہ دولت خانے پر موجود
نہیں تھے۔ اہل خانہ کے ذریعہ انہیں سلام پہنچا کر، حجازِ مقدس سے ہم لوگ سرزمین غوث پر جا پہنچے۔

بغداد کی گلیوں میں رحمت کا اجالا ہے
انوار انوکھے ہیں انداز نرالا ہے

یہ عراق ہے

جمہوریہ عراق جنوب مغربی ایشیا کا ایک ملک ہے۔ جو دریائے دجلہ وفرات کے اطراف
میں آباد ہے۔ اس کے جانب شمال ترکی، جانب مشرق ایران، سمت مشرق کویت اور خلیج فارس

جنوب مغرب میں سعودی عرب اور مغرب کی طرف اردن اور شام واقع ہیں۔

دار السلطنت — بغداد شریف

رقبہ — ۷۴۲،۴۴۸ مربع کلومیٹر

آبادی — ایک کروڑ سات لاکھ پینسٹھ ہزار۔ ۱۰۷۶۵۰۰۰ (۱۹۷۵ء) نسلی لحاظ سے اقلیتوں میں کرد، ترکمانی اور "اللور" اقوام کے لوگ ہیں۔ کردوں کی تعداد ایک ملین سے زیادہ ہے جو اکثر شمال مشرقی عراق میں رہتے ہیں۔ اسی خطے میں ترکمانی بھی رہتے ہیں جن کی تعداد اسی ہزار ہے۔ اللور مشرقی عراق میں بستے ہیں ان کی آبادی ساٹھ ہزار ہے۔ عراق میں پانچ لاکھ مسیحی اور تقریباً دس ہزار یہود بھی امن و امان سے رہتے ہیں۔

مذہب — اسلام۔

زبان — عربی — (دس فیصد لوگ کردی، تین فیصد فارسی اور دو فیصد ترکی بولتے ہیں)

سکہ — عراقی دینار۔

نظم ملکی کے لحاظ سے ملک عراق سولہ ۱۶ صوبوں پر مشتمل ہے۔ ہر صوبے کا گورنر حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔

صوبے — بغداد، نینویٰ، دھوک، اربیل، کرکوک، السلیمانیہ، دیالیٰ، الانبار، واسط، کربلا، بابل، قادسیہ، المثنیٰ، میسان، ذی قار، بصرہ۔

سربراہ ملک — صدر مملکت ہوتا ہے۔ اس کی معاون کابینہ اور

وزراء ہوتے ہیں۔

ملک میں "البعث سوشلسٹ پارٹی" واحد سیاسی تنظیم ہے جو اس وقت حکمراں ہے۔

فروغ تعلیم کے میدان میں — ۱۹۷۳ء میں ملک بھر کے اندر ۔ ۶۷۳۱ ابتدائی مدارس (پرائمری اسکول)، ۱۰۹۳ ۔ مدارس ثانویہ (ہائی اسکول)، ۹۵ ٹیکنیکل اسکول، ۸ ٹیکنیکل کالج اور پانچ یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ ۱۹۶۸ء کے بعد روس کے تعاون سے نیوکلیائی توانائی کے میدان میں بھی پیش رفت جاری ہے۔

زراعتی پیداوار — کھجور، گیہوں، جو، دھان، کپاس۔ کھجور زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

معدنیات — پٹرول، سلفور، فاسفیٹس، جپسم اور نمک۔

عراق میں تیل دریافت ہونے کے بعد کئی سال تک کم مقدار میں تیل نکالا جاتا رہا۔ ۱۹۵۵ء سے عراقی تیل ملکی اقتصادیات کی بنیاد بنتا گیا۔ ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء میں تیل کی آمدنی ۲۴۶۵ ملین دینار ہوئی۔

اس کے بعد سے سال بسال پٹرول کا پروڈکشن بڑھتا گیا۔ اور اسی لحاظ سے ملک میں زرمبادلہ سے خوش حالی آتی گئی ـــــ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں عراق نے مجموعی لحاظ سے ۱۰۴۰۰ ملین ڈالر کا زرمبادلہ کمایا۔ جو عراق کی آبادی پر تقسیم کیا جائے تو فی کس آمدنی کا تناسب ۱۳۳۰ ڈالر سالانہ ہوا۔ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں عراق کے اندر تین ملین غیر ملکی مزدور کام کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملکی آبادی، آمدنی، وزرائع اور ترقیات میں بھی پیش رفت ہوئی۔ نو سالہ عراق ایران جنگ میں دونوں ملکوں کے ایک ملین آدمی مارے گئے۔ اور کئی ملین کا نقصان ہوا۔ مگر یہود و نصاریٰ کی شہ پر اتنی طویل جنگ لڑ کر دونوں ملکوں کی آنکھیں کھل گئیں ـــ اور بعد میں پتہ چلا کہ اس طرح دشمنان اسلام مسلمان ملکوں

کو باہم متصادم کرکے بیک وقت مسلمانوں کی عسکری قوت کو توڑنا ۔ اور اپنا محتاج بنانے کے دوگونہ فائدے کی تلاش میں تھے ۔ اور خود گلف میں بیٹھے ہوئے امریکی ایجنٹ اس آگ پر تیل چھڑکنے میں مشغول رہے ۔۔۔۔۔۔۔ مگر اب گلف کی نئی صورتِ حال نے مسلمانانِ عالم پر سپر پاورز کی دھاندلی کو طشت از بام کردیا ہے ۔ اور یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امریکہ، برطانیہ اور ان کے حلیف یاروں اور اس کے ہم نوا، ان میں سے کوئی بھی اسلام اور مسلمان دشمنی میں کسی سے پیچھے نہیں ہے ۔

عراق قدیم تہذیبوں کا مرکز

عراق دورِ قدیم سے ذی شعور، اہم تاریخی قبائل، متمدن اقوام اور تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ عراق سمیری، بابلی، اشوری، کلدانی اور ساسانی تمدنوں کے ابھرنے پنپنے اور دفن ہونے کی سرزمین ہے ۔ موجودہ شہر بغداد سے تقریباً ۵۵ میل کی دوری پر جانب جنوب "بابل" (BABYLON) نامی شہر میسوپوٹیمیا کے میدان میں، کلدانی سلطنت کا دارالحکومت تھا ۔ اس شہر کا ذکر چار ہزار سال قبل مسیح کی تحریروں میں پایا جاتا ہے ۔ اسے حمورابی بادشاہ نے اپنا پایہ تخت بنایا تھا جو حسن و زیبائش میں اس دور میں بے مثال تھا ۔ ۶۸۹ ق م میں اشوری خاندان کے حکمراں سیناچرب نے اس شہر کو تباہ و برباد کردیا ۔ ۶۲۵ ق م میں بادشاہ بنوکد نضر یا بخت نصر دوم نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا ۔ قدیم شہر دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر آباد تھا ۔ بخت نصر نے دریا پر پل بنوایا ۔ اور دوسری جانب کا ایک وسیع رقبۂ زمین بھی شہر میں شامل کرلیا ۔ بخت نصر کے زمانے میں شہر بابل کی آبادی کا اندازہ مورخین نے پانچ لاکھ لکھا ہے ۔ سائرس شاہ ایران نے ۵۳۹ ق م میں اس پر قبضہ کرلیا ۔ ۲۷۵ ق م سے اس شہر کو زوال شروع ہوا ۔ رفتہ رفتہ شہر بابل یا بابیلون یادگارِ کہنہ، اور آثارِ قدیمہ کا ڈھانچا بن گیا ۔۔۔ اس قدیم متمدن شہر کے کھنڈرات آج بھی ملک عراق کے دامن میں موجود ہیں ۔

مذکورہ بادشاہ بخت نصر نے آج سے ڈھائی ہزار سال پہلے اسی شہر بابل میں "معلق باغات" لگوائے تھے ۔ جسے دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے ۔۔۔۔۔۔ ان باغات کے لئے بادشاہ کے ذی عقل کارندوں نے چار منزلہ عمارت بنائی تھی ۔ جس میں کی ہر منزل کی چھت

باہر دور تک نکلی ہوئی تھی (جس طرح آج کے ماڈرن زمانے میں عمارتوں کے اندر بے ستون کے دور تک نکلے ہوئے بارجے ہوتے ہیں) ۔ ان چبوتروں پر مٹی کی موٹی تہ جماکر، چھوٹے چھوٹے درخت اور پھلواریاں اگائی گئی تھیں ۔ جو دور سے دیکھنے پر معلق باغ معلوم ہوتے تھے ۔ بہرحال زمانے کی دستبرد سے وہ باغ بھی محفوظ نہ رہ سکا ۔۔ اور تہس نہس ہوگیا ۔ اسی بادشاہ کی طرف ایک اور "بابل کا برج" بھی منسوب ہے ۔ جسے اس دور کی رصدگاہ بتایا جاتا ہے ۔

کم و بیش دو ہزار سال قبل مسیح کی بات ہے جب شمالی عراق دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان ایک متمدن سلطنت فروغ پارہی تھی ۔ جس نے اپنے دورِ عروج میں فلسطین، شام لبنان، آرمینیا ایلم (مغربی ایران) تک اپنی سلطنت وسیع کرلی تھی ۔ اس سلطنت کا ابتدائی دارالحکومت، موجودہ شہر موصل سے ۵۵ میل دور، اشور نامی تھا اسی کے نام پر اشوری فرمانرواؤں کی شہرت ہوئی ۔ بعد میں دارالسلطنت اشور سے نینوی منتقل ہوگیا ۔ اشوری مذہباً بت پرست تھے ۔ اور ان کا سب سے بڑا دیوتا "اشور" تھا، جس کا سر گدھ کا اور جسم انسان کا تھا ۔ اشوری بادشاہ علم دوست تھے ۔ نینوی کی کھدائی میں کھنڈرات سے اشوریوں کا ایک قدیم کتب خانہ بھی دریافت ہوا ہے جس میں ۴۰ ہزار کتابیں، مذہب، تاریخ جغرافیہ وغیرہ پکی مٹی کی تختیوں پر لکھی ہوئی دریافت ہوئی ہیں ۔ اشور بنی پال (۶۶۹ - ۶۲۶ ق م) اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ ہوا ہے ۔ اس کے مرنے کے بعد ۶۱۲ ق م میں اہل بابل نے مدائن اور فارس کے لوگوں کی مدد سے نینوی پر چڑھائی کی ۔ اور شہر کی تمام آبادی کو قتل کردیا ۔ اور سلطنتِ اشوریہ ختم ہوگئی ۔ اسی طرح ان سے بھی قدیم تر سمیری تہذیب کے بانی غیر سامی زبان بولنے والے ہزارہا سال قبل مسیح میں ایران یا ہندوستان سے آکر، میسوپوٹیمیا کے جنوبی علاقے پر حکمراں ہوئے تھے ۔ عراق میں آثارِ قدیمہ کے لوگوں نے قریبی زمانے میں جو کھدائیاں کی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ تہذیب و تمدن سے آشنا، زراعت پیشہ، نہروں سے آب پاشی کا طریقہ جاننے والے، برتن اور زیورات بنانے والے اسلحہ ساز اور اچھے کاریگر تھے ۔۔ میخی طرزِ تحریر کے موجد یہی لوگ تھے ان کی حکومت تین ہزار سال تک ہونے کا اندازہ کیا جاتا ہے ۔ جو ۲۳۴۰ قبل مسیح تک یا کچھ بعد کا دور ہوسکتا ہے ۔ پھر بابل پر حمورابی کی حکومت نے پچھلی قوتوں کو ماند کردیا ۔

حمورابی اٹھارھویں صدی قبل مسیح میں بابل کے شاہی خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے موجودہ جنوبی عراق کے علاقوں سمیر اور اکا کو اپنی سلطنت میں شامل کیا، لرسا کے ایلمی بادشاہ کو شکست دی، حمورابی اپنے ضابطۂ قوانین کے لئے مشہور ہے۔ حمورابی کا ضابطۂ آئین اخلاقی لحاظ سے دنیا کا قدیم ترین قانون شمار کیا جاتا ہے ——— مورخین نشاندہی کرتے ہیں کہ انجیل میں "امرافیل" فرماں روائے شنار (سمیر) سے حمورابی مراد ہے۔ حمورابی کے ضابطۂ قوانین میں، تجارت، زراعت، خرید و فروخت، معاشرت، وراثت کے قوانین جہازرانی، غلاموں کی خرید و فروخت، آقا و غلام کے تعلقات، ڈاکہ زنی، چوری کی سزائیں، شادی بیاہ کے طریقے تھے۔ یہ قوانین پتھر کی تختیوں پر کندہ برٹش میوزیم میں رکھے ہیں۔

زمینِ عراق پر ایمان کی بادِ بہاری

قدیم تہذیبوں اور تمدنوں کے مراکز، جو دورِ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک اپنا نام و نشان کھو چکے تھے ـــ اور ایران و روم کی دو بڑی سلطنتیں دنیا پر اپنا اقتدار جمائے ہوئے تھیں۔ اور یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا ——— کہ ان دو سلطنتوں کے زیرِ سایہ قدیم اقوام کی تمام فرسودہ تہذیبیں پنپ رہی تھیں ـــ شرک و بت پرستی کی مختلف اقسام پائی جاتی تھیں ـــ اور مسخ شدہ آسمانی مذاہب بھی انہی کے ساتھ لگے ہوئے تھے ——— اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسلام کی آمد آمد کے غلغلے نے ایران اور روم دونوں طاغوتی طاقتوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ خلافت راشدہ کے دوران (۶۳۲ء تا ۶۶۱ء) دنیا کی یہ دونوں بڑی قوتیں اسلام کے روبرو سرنگوں ہوگئیں ـــ رہی سہی قوتوں کو اموی اور عباسی ادوار میں کچل دیا گیا۔

عراق پر مسلمانوں کا حملہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ اس وقت عراق، ایران کے زیرِ نگیں تھا۔ اس دور کے ایرانی عربوں کو نہایت حقارت سے دیکھتے تھے دعوتِ اسلام کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کئی حکمرانوں کے ساتھ ساتھ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو ۶ھ میں دعوت نامہ روانہ فرمایا تھا تو اس نخوت زدہ بادشاہ نے نامۂ مبارک کو چاک کر کے پھینک دیا۔ اور کہا (معاذ اللہ) میرا غلام ہو کر مجھے اس

طرح لکھتا ہے ـــ مسلمانوں کے دل اس گستاخ بادشاہ اور اس کی حکومت کے لئے نفرت سے پر تھے۔ کیونکہ اس گستاخ نے "نامۂ رسول" کی توہین کی تھی ـــ اس کے علاوہ صدیوں سے غریب عرب ایرانی حکمرانوں کی ستم رانیاں برداشت کرتے آ رہے تھے ـــ دورِ صدیقی میں مدعیانِ نبوت، اور مرتدین کی سرکوبی سے فراغت پاکر، سیف اللہ الخالد مدینہ طیبہ آ رہے تھے کہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عراق پر فوج کشی کی درخواست پیش کی ـــ اور حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو اپنی فوج کے ساتھ عراق جانے کا حکم فرمایا۔ حضرت مثنیٰ اور ان کے ہمراہی جو پہلے ہی اس جہاد میں شرکت کے لئے تیار تھے ان کے ہمراہ ہوئے ـــ حضرت خالد، راستے کے چھوٹے قلعوں کو فتح کرتے ابلہ پہنچے ——— اور ایرانی حاکم ہرمز کو خط بھیجا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ

"اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو، ورنہ تمہیں ایک ایسی قوم سے جنگ کرنی پڑے گی جو موت کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا تم لوگ زندگی کو محبوب رکھتے ہو۔"

ہرمز نے اصل خط ایران بھیج دیا اور خود لشکر لے کر مقابلہ کو نکلا ـــ مقام کاظمہ میں مقابلہ ہوا ہرمز نے شکست کھائی اور مارا گیا ـــ ادھر ایران سے شاہِ ایران نے خط پاکر قارن نامی امیر کے ساتھ فوج بھیجی جو مقام مذار میں آ رکی ـــ مسلمان وہاں پہنچ کر حملہ آور ہوئے ـــ اور تیس ہزار ایرانیوں کو کھیت کر دیا۔ اس شکستِ فاش کے بعد شاہِ ایران نے اپنے منتخب بہادروں کی ایک اور فوج ترتیب دے کر بھیجی ـــ مسلمانوں نے ولجہ کے مقام پر ان سے بھی مقابلہ کیا ـــ حضرت خالد نے اپنی فوج کا ایک حصہ چھپا دیا ـــ اور باقی کے ساتھ صف آرا ہو کر جنگ شروع کی جب ایرانی تھک کر چور ہوگئے تو تازہ دم مسلمانوں نے دھاوا بول کر ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا ——— ایرانیوں نے شکست کھا کر راہِ فرار پکڑ لی ـــ بہمن جاذویہ سردار بھاگ نکلا ـــ چند ایک اور مقابلے کے بعد ایرانیوں نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم جزیہ دینے پر معاہدہ کر لیا ـــ اس طرح "اللہ کی تلوار" سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمرکاب سرفروشانِ اسلام رضی اللہ عنہم کے ذریعے عراق اور شام کی سرزمین پر توحید کا پھریرا لہرایا ـــ

حمورابی کے ضابطۂ حیات، بخت نصر کے اصولِ حکمرانی، اور اشوربنی پال کے تمدن کی سرزمین

پر اسلام آیا۔ تو قرآنی تہذیب و تمدن کے وہ لافانی نقوش عراق کی سرزمین پر مرتسم ہوئے جنھوں نے ماضی کی ساری تہذیبوں کو ماند کر دیا ——— اور خطیب بغدادی جیسے مورخ نے بغداد کی تاریخ پر قلم اٹھایا تو صرف ایک شہر مبارک کے اہل فضل و کمال میں ہزاروں صفحات سپرد قلم کر دیئے۔

ساری تہذیبیں فنا ہو جائیں گی
فلسفے عالم کے ہوں گے کالعدم
کرۂ ہستی پہ لہرائے گا بدر ترا
صرف اک "توحید" کا اونچا علم

ادیانِ عراق

موجودہ ملکِ عراق کے اندر ۹۵ فیصد مسلمان آباد ہیں۔ جن میں تقریباً آدھے سنی اور آدھے شیعہ ہیں۔ سنیوں کی آبادی زیادہ تر عراق کے نصف شمالی میں ہے، جہاں عرب اپنی تہذیبی خصوصیت کے ساتھ رہتے ہیں۔ اسی طرح بغداد شریف اور بصرہ میں بھی اہل سنت رہتے ہیں۔

شیعوں کی غالب اکثریت عراق کے نصفِ جنوبی میں رہتی ہے۔ اور یوں بغداد اور دوسرے شہروں میں بھی شیعہ رہتے ہیں۔ مسیحی عراق کے اندر پانچ لاکھ کی تعداد میں رہتے ہیں۔ ملکی آبادی میں جن کا تناسب چار فی صد ہے ۴ ٪ ۔ مسیحیوں کی اکثریتی آبادی موصل میں ہے ویسے عراق بھر میں ہر جگہ مسیحی آزادی سے رہتے بستے ہیں۔ عراق کے اندر یہود بھی خاصی تعداد میں رہتے تھے۔ مگر ارض فلسطین پر "اسرائیل" کی بنیاد پڑ جانے کے بعد عراق کے یہود وہاں چلے گئے۔ ۱۳۵۹ھ میں عراق کے اندر دو لاکھ پچاس ہزار یہود رہتے تھے جن کی تعداد ۱۳۶۹ھ میں گھٹ کر صرف دس ہزار رہ گئی۔ اور اب اور بھی کم ہو گئے ہیں۔

سرزمین عراق اور مشائخِ سلسلۂ رضویہ

میرے مشائخ عظام "سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ" کے حسب ذیل بزرگ سرزمین عراق پر

جلوہ فرما ہیں۔

- مولائے کائنات داماد رسول سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ "نجف اشرف" میں جن کی شہادت ۲۱ر رمضان سنہ ۴۰ھ کو ہوئی۔
- سید الشہداء فرزند بتول زہرا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما "کربلا معلی" میں جن کی شہادت ۱۰ر محرم سنہ ۶۱ھ کو ہوئی۔
- امام المتقین امام موسیٰ بن جعفر کاظم رضی اللہ عنہما "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۵ر رجب سنہ ۱۸۳ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۲ر محرم سنہ ۲۰۰ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۱۳ر رمضان سنہ ۲۵۳ھ کو ہوا۔
- امام الطائفہ سیدنا الشیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۲۷ر رجب سنہ ۲۹۷ھ یا سنہ ۲۹۸ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۲۷ر ذی الحجہ سنہ ۳۳۴ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ ابو الفضل عبد الواحد تمیمی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۲۶ر جمادی الاخریٰ سنہ ۴۲۵ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۳ر شعبان المعظم سنہ ۴۴۷ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ ابو الحسن علی قرشی ہکاری رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال یکم محرم الحرام سنہ ۴۸۶ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ ابو سعید مخزومی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال ۷ر شوال المکرم سنہ ۵۱۳ھ کو ہوا۔

- سیدنا غوث الاعظم الشیخ الامام ابو محمد عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ
بغداد شریف" میں جن کا وصال ۱۱ر یا ۱۷ر ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ تاج الملۃ والدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۶ر شوال المکرم ۶۲۳ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ ابو صالح نصر رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۲۷ر رجب المرجب ۶۳۳ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ محی الدین ابو نصر رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۲۷ر ربیع الاول ۶۵۶ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ علی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۲۳ر شوال المکرم ۶۷۳ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ موسیٰ رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۱۳ر رجب المرجب ۷۶۳ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ حسن رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۲۶ر صفر المظفر ۷۸۱ھ کو ہوا۔
- سیدنا الشیخ احمد جیلانی رضی اللہ عنہ "بغداد شریف" میں جن کا وصال
۱۹ر محرم الحرام ۸۵۲ھ کو ہوا۔

اپنے ان مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ کی زیارت کے شوق، اور ان کے علاوہ، انبیاء علیہم السلام، اولیاء، صالحین، علماء، رحمہم اللہ کے آثار و بقیات، خلفاء اور سلاطین کی یادگاریں، جو اس سرزمین سے وابستہ ہیں، ان کی کشش نے ہمیں عراق پہنچا دیا —— مدینہ طیبہ سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی قبلہ دامت برکاتہم العالیہ، نے دربار غوثیت میں نذر کرنے کے لئے عطر اور ہدیہ عنایت فرمایا۔ خوشبوئے مدینہ کو بغداد شریف پہنچانے کی خدمت کو فقیر نے اپنے لئے فالِ نیک تصور کیا۔ پنجشنبہ ۲۲ر اپریل ۴ بجے دن کے لگ بھگ ہم لوگ "باب الشیخ" کے سامنے اترے۔ اس باب عالی پر جہاں دنیا بھر

کے اولیاء اور اہل باطن سرخمیدہ، نفس کشیدہ حاضر ہوتے ہیں۔ جہاں سے فیضانِ غوثیت شب و روز تقسیم ہو رہا ہے۔

قیام گاہ

ایک شب کے لئے فندق "نیسان" میں قیام کیا۔ دوسرے دن۔ کفاح روڈ پر۔ حمید حسین سامرائی کے ہوٹل "فندق سعد الحدیث" میں چار دینار یومیہ پر ایک کمرہ حاصل کر لیا۔ یہاں عام طور پر ہوٹلوں کے کام کرنے والے مصری ہوتے ہیں۔ "نیسان" کا منیجر ایک مصری نوجوان اسمائی منصف عبدالسلام حبیب نامی تھا۔ جو دن رات شماشائی وی پر یورپین مغرب فلمیں دیکھا کرتا۔ ٹی وی کی آواز بتکلیف وہ حد تک تیز رکھنا یہاں بالکل معیوب نہیں۔ سعد الحدیث میں بھی اسی کیفیت سے دوچار ہونا پڑا۔ گیارھویں والے سرکار کا کرم کہ گیارہ روز تک اپنے قدموں میں قیام کا موقع عطا فرمایا۔ دربار غوثیت واقعی اپنی عظمت، برکت، کشش اور تقسیم فیضان میں یکتا ہے۔ اہل بغداد و عراق دربار غوث الاعظم سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ عوام اور خواص، علماء اور حکام بالخصوص فوجی ملازمین اور اعلیٰ افسران کثیر تعداد میں عقیدت سے حاضر دربار ہوتے ہیں۔ جمعہ کی نماز میں آدھے کے قریب وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جمعرات اور جمعہ کو دربار شریف کا پورا احاطہ "باب الشیخ" اور اس کے باہر تک زائرین کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ جمعہ کو انواع و اقسام کی دکانیں بھی لگ جاتی ہیں۔ غوث پاک کا لنگر روز تقسیم ہوتا ہے۔ اور منگتا عقیدت سے لے کر کھاتے ہیں۔ ہر نماز سے پہلے اور کچھ دیر بعد تک مزار مقدس کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ ہم بھی اپنا بے مایہ پیکر، گناہوں سے آلودہ روح اور قلب لئے دربار غوث تک پہنچے۔ آستانہ شریف کی چوکھٹ کو بوسہ دیا۔ سلام عرض کیا۔ فاتحہ پڑھی اور مدینہ طیبہ کا عطر بغداد کے سرکار کی جالی شریف پر لگا دیا۔ پھر قدمین شریفین کے پاس باادب کچھ دیر سرخمیدہ، حضور غوث الثقلین، قطب الدارین، محبوب سبحانی، شہباز لامکانی، سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مبارک قدموں کو اپنے سر و چشم پر پانے کی التجا پیش کی۔ اپنے تمام بزرگوں، آباؤ اجداد، اساتذہ، احباب کی نسبت غلامی پائیدار فرمانے کی درخواست کی۔ اتنے میں دربار شریف کے خدام نے دروازہ بند کرنے کا اعلان کیا۔ ہم لوگ باہر نکل گئے۔ اسی

طرح گیارہ روز تک حاضری کی سعادت ملتی رہی۔ اور ہم ان سے اپنے دکھڑے سناتے رہے۔

شہ جیلاں مجھے بس ہے مجھے بغداد کافی ہے
زمانے کا نہیں محتاج میں موٰلی کی رحمت سے
گدا کو بھیک میں دیتے ہیں وہ دولت ولایت کی
بڑی قدرت خدا نے دی ہے ان کو اپنی قدرت سے

سوانحِ شہنشاہِ بغداد

نام مبارک عبدالقادر، کنیت ابو محمد، لقب محی الدین اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ۴۷۰ھ / ۱۰۷۶ء ایران کے شہر گیلان میں ولادت پائی۔ ماں اور باپ حسینی حسنی سادات کے چشم و چراغ تھے، والد گرامی کا اسم گرامی سید ابو صالح موسٰی، اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیدہ ام الخیر تھا، جو مشہور عارف باللہ حضرت عبداللہ صومعی کی اکلوتی نور نظر تھیں ۔۔ سید ابو صالح عنفوانِ شباب میں، رہ نورد راہ خدا تھے۔ بھوک کی شدت میں دریا سے اٹھا کر بہتا سیب کھالیا۔ پھر فکر عقوبت نے انھیں حضرت عبداللہ صومعی تک پہنچایا۔ انھوں نے، اپنے باغ سے دریا میں گر کر بہ جانے والے ایک سیب کی خورش کے احساس سے بوجھل نوجوان کی صالحیت کو پہلی نظر میں پرکھ لیا۔ اور اپنی پارسا صاحب زادی ان کے عقد نکاح میں دے دی۔ اس قران السعدین کے بطن سے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تولد ہوئے ۔۔ ایام رضاعت کی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں روزے کے اوقات میں آپ دودھ نوش نہیں فرماتے تھے عام بچوں کے ہمراہ کھیل کود کے لئے نکلتے تو غیب سے آواز آتی کہ لہو و لعب سے باز رہو، "تم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو"

عمر کچھ زیادہ ہوئی تو والدہ ماجدہ کی اجازت سے حصولِ علم کے لئے بغداد کا سفر کیا، اسی سفر میں احمد ڈاکو اور اس کے چالیس ساتھیوں کا واقعہ پیش آیا۔ اور سب نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے راہ ہدایت پائی۔

بغداد شریف پہنچ کر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبت اختیار کی۔ شیخ حماد عالم کے ساتھ عارفِ وقت بھی تھے ۔۔ انھیں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے تابناک مستقبل کا علم تھا۔ حضور غوث الاعظم کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا "فرزند عبدالقادر! فقر و معرفت کی دولت آج جو ہمارے پاس ہے کل تمہارے پاس آئے گی" ۔۔۔ پھر آپ سرزمین عراق کی خوش نصیبی پر اسے مخاطب کرتے ہیں۔

اے ارضِ عراق! تجھ پر اس وجود مقدس کا آنا مبارک، اب تجھ پر رحمت کے بادل چھائیں گے، علم و عرفان کی موسلا دھار بارش ہوگی جس سے اہلِ عالم کے قلوب سرسبزی و شادابی پائیں گے۔

حضرت شیخ حماد اور مشاہیر بغداد سے آپ نے علوم شرعیہ کی تکمیل کی، شیخ ابو سعید مخزومی سے بیعت ہوئے ۔۔ طالب علمی کا زمانہ مجاہدے اور ریاضت کا زمانہ تھا۔ کبھی بیس بیس روز تک مسلسل فاقہ کی کیفیت رہتی ۔۔ کبھی نواحِ بغداد کی ہری گھاس اور درخت کے پتوں پر گزر فرماتے ۔۔ مگر اللہ رب العزت کے سوا کسی کے سامنے اپنی حاجت لے جانا استغنائے غوثیت کے خلاف تھا۔ ظاہری علوم سے فراغت کے بعد عراق کے بیابانوں میں ریاضت اور مجاہدے کا دور شروع ہوا۔ خود فرماتے ہیں۔

"میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں پچیس برس اس طرح پھرتا رہا کہ نہ میں مخلوق کو جانتا تھا نہ مخلوق مجھے جانتی تھی، جنات اور رجال الغیب آتے اور میں انہیں سلوک کی تعلیم دیتا۔ عراق میں آتے وقت ہی سے حضرت خضر میرے رفیق بن گئے تھے۔ باوجودیکہ میں ان سے واقف نہیں تھا۔ اس وقت میرا ان کا یہ معاہدہ ہوا کہ میں ان کے کسی حکم کی مخالفت نہ کروں"

(قلائد الجواہر مترجم، ص ۳۷ - ۳۸ -)

قرب الٰہی کے مراحل طے کرتے ہوئے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حفاظتِ الٰہیہ اور خاص ربانی نگرانی میں روحانیت کے درجات طے کرتے جاتے۔ دنیا بار بار عورت کی شکل میں ظاہر ہوتی۔ اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پر اپنا قابو نہ پا کر پیچ و تاب کھاتی۔ شیاطین سے جنگیں ہوتیں ۔۔ تو محافظ حقیقی کی جانب سے ندا آتی۔

"اے عبدالقادر! مقابلہ پر ڈٹ جا۔ ہم تجھے ثابت قدمی دیں گے۔ تیری اعانت کریں گے۔"

عالم شیاطین و نفس پر غلبہ پانے کے بعد ولایتِ عظمیٰ اور غوثیتِ کبریٰ کی مسند حاصل ہوئی تو قدرتِ الٰہیہ نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعے "احیائے دین" کا عظیم کام لیا۔ ایک دن نماز ظہر سے قبل سرکار ابد قرار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آقا و مولیٰ نے فرمایا۔

"اے میرے فرزند! تم لوگوں کو وعظ کیوں نہیں کہتے؟"

حضور غوث الاعظم نے اپنے عجمی ہونے کا عذر کیا۔ تو آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور غوث الاعظم کے دہن شریف میں اپنا لعابِ مبارک سات بار ڈالا۔۔۔ اس وقت لعابِ مبارک کی برکتوں سے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پر کیفِ وجدانی طاری ہوا۔۔۔ نمازِ ظہر کے بعد بابِ مدینۂ علم مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور غوث پاک کے منہ میں اپنا لعاب دہن شریف چھ بار ڈالا۔۔۔ اس کے بعد سرکار غوث الاعظم نے خطبہ کا آغاز فرمایا۔۔۔ تو علوم شریعت و طریقت کے لعل و جواہر برسرِ عام لٹنے لگے۔ عرفانِ الٰہی کے دروازے وا ہونے لگے۔ اور بغداد کی سرزمین پر اسلام کے احیاء کا فتح باب ہوا آپ نے ۵۲۱ھ میں سلسلۂ وعظ شروع کیا۔

غلامانِ غوث الاعظم کے لئے خوش خبری ہو کہ ہمارے آقا رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔

"میں نے اللہ تعالیٰ سے ستر عہد لئے جن میں سے دو یہ تھے۔

(۱) مجھے کبھی مکر میں مبتلا نہ کیا جائے۔ (۲) میرا کوئی مرید بغیر توبہ نہ مرے۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور غوث الاعظم کو خلعت پہنا کر فرمایا۔ یہ تیری ولایت کی خلعت ہے جو اولیاء اور اقطاب کے لئے خاص ہے۔۔۔ اور بغداد کی اسی سرزمین پر ایک وہ دن بھی آیا جب آپ نے رب تعالیٰ کی مرضی سے قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) کا اعلان فرمایا۔۔۔ اور تمام روئے زمین کے اولیاء اوتاد، اقطاب، انجباء، رقباء، اہلِ روحانیت اور رجال الغیب نے آپ کے

اس اعلان پر لبیک کہا۔ اور ادب سے غوثیتِ کبریٰ کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کر دیا۔۔۔ اس عظمتِ شان کی پیشین گوئی حضرت شیخ حماد علیہ الرحمہ اور متعدد اولیاء کبار پہلے ہی کر چکے تھے۔ اور شیخ حماد نے یہ بھی فرمایا تھا۔

"تم اپنے دور میں عارفین کے سردار ہو۔ اور بیشک تمہارا علم مشرق سے مغرب تک لہرائے گا۔ اہل زمانہ کی گردنیں تمہارے آگے جھک جائیں گی۔ اور اپنے تمام ہم عصروں میں تمہارا رتبہ بلند ہوگا۔"

جس طرح معجزاتِ سید المرسلین بکثرت ہیں۔ قدمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پر رہ کر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات بھی بکثرت ہیں۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ پانی اور ہوا کا مسخر ہونا۔ طئ ارض اور طرح طرح کی بے شمار کرامات سے تذکرۂ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کتابیں لبریز ہیں۔ اور تاہنوز مزار پُر انوار کے گرد اگرد اور تمام روئے زمین پر شیدائیانِ غوث ہزاروں کرامات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ محی الدین ہیں آپ نے اپنے تجدیدی و اصلاحی کارناموں سے دین اسلام کو زندہ فرمایا۔۔۔ دنیا بھر سے روحانیت کے پیاسے حضور غوث الاعظم کی بزم میں آتے۔۔۔ ایک نگاہِ توجہ میں آپ لوگوں کو ولی بنا دیتے۔ اور جسے آپ کی صحبتِ مبارکہ کا آبِ زلال میسر آجاتا اس کے رگ و پے سے اخلاقِ نبوی کے انوار جگمگانے لگتے سلوک و معرفت کے تشنہ کاموں کو آپ صرف سیراب نہیں فرماتے تھے بلکہ انھیں ساقی عرفاں بنا دیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے مدعیانِ علم، غوث پاک کی مجلس میں آتے تو ان کا پندارِ خودی ڈھل جاتا۔ اور وہ علم خداداد کے جلووں میں گم ہو جاتے۔ عباسی خلفاء کا دور تھا۔ امراء اور رؤسا میں بدکاریوں اور عیش کوشیوں کی وبا پھیل چکی تھی۔ آپ نے سیفِ الٰہی سے تمام مفسدات کا قلع قمع کر ڈالا۔۔۔ آپ کی اصلاحی مساعی اور روحانی قوت سے ہزاروں یہود و نصاریٰ داخلِ اسلام ہوئے، گمراہ راہ راست پر آئے۔۔۔ دنیا پرست دین دار بن گئے۔ بیمارانِ دل، مسیحائے قلوب ہو گئے۔۔۔ آپ کا سلسلۂ وعظ ۵۲۱ھ سے شروع ہو کر چالیس سال جاری رہا۔ وعظ شریف کی اثر انگیزی کا یہ حال تھا۔ کہ مجلسوں میں کئی لوگ

جاں بحق ہو جاتے ۔ کتنے دامن چاک کر کے جنگل کی راہ لیتے ۔ پانچ سو اور کبھی کئی کئی ہزار جید علمار آپ کے خطبات کو قلم بند کیا کرتے تھے ۔ آپ اکثر ہوا میں پرواز فرماتے ہوئے لوگوں کے سروں سے گزر کر منبر پر تشریف لاتے تھے ۔

خلفار ، سلاطین اور امرار خدمت غوث پاک میں آتے تو آستانہ بوسی کرتے ، حضور غوث پاک کے ہاتھ پاؤں کو چومتے ، کبھی آپ اگر کسی خلیفہ یا امیر کو خط لکھتے تو ان الفاظ سے مخاطب فرماتے ۔

" یہ مکتوب عبد القادر کی طرف سے ہے جو تمہیں فلاں بات کا حکم دیتا ہے ۔ اس کا حکم تم پر نافذ ہے ۔ اور اس کی اطاعت تم پر لازم ہے ۔ کیونکہ وہ تمہارا مقتدیٰ ہے اور تم پر اس کی حجت قائم ہے ۔"

خلیفہ یا امیر اس خط کو پاتے تو بوسہ دیتے ، سر پر رکھتے ۔ اور کہتے حضرت شیخ نے یج فرمایا ۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے محاسن اخلاق ، آئینۂ سیرتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرح تھے ۔ اتباعِ سنت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا ۔ عبادت و ریاضت ، تلاوت و تسبیح ، تعلیم و تعلم ، رشد و ہدایت ، ایثار و کرم ، تبلیغ و اشاعتِ اسلام ، احیائے دین ، انقلابِ ایمانی پیدا کرنا ، اور لوگوں کو مالک الملک سے وابستہ کرنا ، یہی حضور غوث الاعظم کا مشن تھا جسے آپ نے بحسن و خوبی پورا کیا ـــــ انسانی قلوب اور دنیا و مافیہا پر اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک کو تصرف کا بے مثال کمال عطا فرمایا تھا ۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ اور کرامات دلوں میں ایمان کی شمعیں جگمگا دیتی ہیں ۔

کراماتِ غوث الثقلین

قلوب پر تصرف

جمعہ کا دن ہے خدّامِ بارگاہ حضور غوث الاعظم کے ہمراہ جامع مسجد جا رہے ہیں ۔ مگر ہمیشہ کے معمول کے خلاف نہ کوئی آکر آپ کی دست بوسی کرتا ہے ۔ نہ لوگ مصافحہ اور قدم بوسی کے لئے بھیڑ لگاتے ہیں ۔ حضرت عمر بزاز اسی خیال میں تھے کہ کیا بات ہے آج کوئی آپ کے پاس نہیں آ رہا ہے ـــــ اتنے میں آپ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور تبسم فرمایا ـــــ چند لمحوں بعد کیا دیکھتے ہیں کہ چاروں طرف سے لوگ سلام و قدم بوسی کے لئے ٹوٹ پڑے ـــــ اور اتنا ازدحام ہو گیا کہ حضور غوث الاعظم اور عمر بزاز کے درمیان لوگوں کی بھیڑ حائل ہو گئی ۔ آپ نے عمر بزاز سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔ تم اسی کے خواہش مند تو تھے ۔ تمہیں نہیں معلوم کہ لوگوں کے قلوب میرے قبضہ میں ہیں ۔ چاہوں تو انہیں پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں ۔ (تحفۂ قادریہ ، ص ۸۰)

تری قدرت تو فطریات سے ہے
کہ قادر نام میں داخل ہے یا غوث

المدد یا سیدنا الشیخ ! میرے باغی و طاغی قلب کو بھی اپنی جانب کھینچ کر لذتِ عرفانی سے نوازیئے ۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنک)

پوری کتاب بدل گئی

منصور بن مالک واسطی علم فلسفہ سے بہت شغف کرتے تھے ، حاضر دربار غوث ہوئے بغل میں ایک اہم کتابِ فلسفہ دبی ہوئی ہے ـــــ غوث الاعظم دست گیر مخاطب ہوئے ۔ منصور ! یہ کتاب بہت بری ہے ۔ اسے محو کر ڈالو ۔ منصور یہ سن کر رنجیدہ ہوئے اور خیال کیا

کہ آئندہ یہ کتاب لے کر کبھی حاضر دربار نہ ہوں گا۔ مجلس شریف سے اٹھنے کا ارادہ کیا تو گویا زمین نے باندھ لیا ۔۔۔ ارشادِ غوث ہوا۔ کتاب مجھے تو دکھاؤ ۔۔ کتاب کھولی گئی تو محض سادہ اوراق تھے ۔۔ کہیں کوئی تحریر نہیں۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے سادہ اوراق کو چند بار الٹا پلٹا اور فرمایا یہ تو فضائل قرآنی کی اچھی کتاب ہے ۔۔ کتاب منصور کو دے دی ۔ اور فرمایا۔ جو دل میں نہ ہو وہ زبان سے کبھی نہ کہنا ۔۔ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرو ۔ منصور بن مالک نے توبہ کی، اور حضور غوثِ پاک نے ان کے قلب پر توجہ فرمائی تو فلسفہ اور اس کی ساری صحبت ایک دم محو ہو گئی ۔۔ اور عمر بھر کبھی یاد بھی نہیں آیا۔ (زبدۃ الآثار ص۵۰)

یا شیخ للہ ہمارے قلب پر بھی
خدائی نقش باندھ دیجئے

اِدھر خیال، اُدھر زیارت

شیخ محمد بن الخضر اپنے والد گرامی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مجلسِ غوثیہ میں حاضر تھے ۔ اسی دوران اشتیاق ہوا کہ شیخ احمد رفاعی کی زیارت ہوتی۔ حضور غوث الاعظم نے فوراً فرمایا لیجئے ان کی زیارت کر لیجئے، کیا دیکھتے ہیں کہ شیخ احمد رفاعی ان کے دائیں تشریف فرما ہیں ۔ انھوں نے فرمایا۔ حضور غوث الثقلین کی زیارت کے بعد میری ملاقات کی کیا حاجت تھی۔ میں تو خود ان کا ماتحت ہوں ۔ یہ فرمایا اور نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

اے سلطانِ ولایت ! میری پُرگناہ نگاہوں کو بھی لائق دیدار بنا دیجئے۔
(رضی اللہ تعالیٰ عنک)

وہ گھیرا رشتۂ شرکِ خفی نے
پھنسا زنار میں یہ دل ہے یا غوث

اصفہان کی عارفہ

حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ رونق آرائے منبر ہیں ۔ خطبہ ارشاد فرما رہے

ہیں ۔ اسی دوران عمامہ شریف کا پیچ کھل جاتا ہے ۔۔ ادب آشنا اہلِ بزم، احتراماً اپنے اپنے عمامے سروں سے اتار کر منبر شریف کے نیچے ڈال دیتے ہیں ۔۔ وعظ ختم ہوا ۔ آپ نے حکم فرمایا۔ سب کے عمامے انہیں دے دیئے جائیں ۔۔ سارے حاضرین کے عمامے انھیں مل گئے مگر ایک سربند باقی رہ گیا ۔۔ آپ نے اسے اٹھایا اور اپنے دوش مبارک پر رکھ لیا ۔۔ اور پھر وہ دوش سے ازخود غائب ہو گیا ۔۔ لوگ متحیر تھے ۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری ایک بہن اصفہان میں ہے ۔ اہلِ مجلس نے عمامے اتار کر پھینکے تو اس نے بھی اپنا سربند اتار کر میرے قدموں میں ڈال دیا تھا۔ جواب اس نے میرے کندھے سے لے لیا۔ (زبدۃ الآثار ص ۵۳)

بار الٰہا ! مجھے بھی بزم غوثیہ کے حاضر باشوں کے آداب کا صدقہ عطا کر، اور مقربانِ حق کا ادب شناس بنا۔ آمین۔

خدارا مرہم خاکِ قدم دے
جگر زخمی ہے دل گھائل ہے یا غوث

شیخ کامل

حضرت ابو عثمان ازدی کا بیان ہے ۔ میں اپنے وطن میں مکان کے باہر کھلے آسمان کے نیچے لیٹا ہوا تھا ۔ اس وقت پانچ کبوتر میرے اوپر سے گزرے جو سب کے سب اللہ کی تسبیح کر رہے تھے ۔ پروردگار عالم نے ان کبوتروں کی زبان کا مجھ پر انکشاف فرمایا۔

ایک کبوتر پڑھ رہا تھا ۔

سُبْحٰنَ مَنْ عِنْدَهٗ خَزَائِنُ كُلِّ شَيْءٍ وَمَا اَنْزَلَهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُوْمٍ ۔ — پاک ہے وہ اللہ جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں اور وہ معین اندازے کے مطابق ہی اتارتا ہے ۔

دوسرا کبوتر رطب اللسان تھا ۔

سُبْحٰنَ مَنْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ — پاک ہے وہ ذات جس نے ہر شے

خَلَقَهٗ ثُمَّ هَدٰى۔

کو تخلیق عطا کی پھر اسے ہدایت سے نوازا

تیسرا کبوتر اس تسبیح میں سرمست تھا۔

سُبْحٰنَ مَنْ بَعَثَ الْاَنْبِيَاءَ
حُجَّةً عَلٰى خَلْقِهٖ وَفَضَّلَ
عَلَيْهِمْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے انبیائے
کرام کو مخلوق پر حجت بنا کر بھیجا اور ان
سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت
بخشی۔

چوتھے کبوتر کی زبان اس تسبیح سے معمور تھی۔

كُلُّ مَا كَانَ فِي الدُّنْيَا بَاطِلٌ
اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

دنیا کی ہر شے حرفِ غلط ہے سوائے
اس شے کے کہ جو اللہ اور اس کے رسول
کے لئے ہے۔

پانچواں کبوتر ان کلماتِ مبارکہ کے ذریعہ محوِ تسبیح تھا۔

يَا اَهْلَ الْغَفْلَةِ مِنْ
مَوْلَاكُمْ قُوْمُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ
رَبٌّ كَرِيْمٌ يُعْطِي الْجَزِيْلَ
وَيَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ۔

اے غافلو! اٹھو اپنے رب کریم کی
طرف جو بہت کچھ دینے والا ہے پروردگار
ہے اور بڑے سے بڑے گناہوں کو
بخشنے والا ہے۔

اس تسبیح کی ہیبت و جلال سے میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش ملا تو گویا میرا قلب آلائشِ دنیوی سے صاف ہو رہا تھا، میں نے اپنے رب سے عہد کیا کہ جلد کسی عارفِ حق کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ اسی روز میں گھر سے بلا تعینِ منزل نکل پڑا۔ سرِ راہ مجھے ایک بزرگ ملے میں نے باادب سلام عرض کیا۔ انھوں نے جوابِ سلام کے ساتھ میرا نام لیا تو میں حیران ہوا فرمایا۔ عثمان حیران نہ ہو، میں خضر ہوں۔ میں ابھی ابھی بغداد شریف کے اندر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بزم میں حاضر تھا، انھوں نے فرمایا۔ راستے میں ایک طالبِ معرفت بھٹک رہا ہے اسے میری محفل تک لایئے۔ اے عثمان! بشارت ہو کہ حضرت الشیخ اس دور میں سردارِ اولیاء ہیں اور تم کو ان سے حصولِ فیض کا موقع میسر ہوگا۔ عثمان ازدی کہتے ہیں میں حضرت

خضر علیہ السلام سے راستہ چلتے باتیں کر رہا تھا، اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں بغداد معلیٰ میں خانقاہِ شیخ کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں اندر حاضر ہوا۔ حضور غوث الاعظم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

"ایسے شخص کو مرحبا۔ جسے پروردگارِ عالم نے اپنی معرفت پرندوں کی زبان سے عطا فرمائی"

اس کے بعد حضور پیرانِ پیر نے اپنی کلاہِ مبارک میرے سر پر رکھ دی جس سے میں نے دل و دماغ میں سخت سردی کا احساس پایا اور مجھ پر تمام عالم ملکوت روشن ہو گیا اور قریب تھا کہ میں ہوش کھو بیٹھوں۔ حضرت نے اپنی ردائے مقدس مجھے اڑھا دی جس میں چھپ کر میں گویا عظیم پناہ میں پہنچ گیا۔۔۔ پھر حضور غوث پاک نے مجھے اعتکاف کا حکم فرمایا۔ اور میں کئی ماہ تک تزکیۂ نفس میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ میں اپنی منزلِ مقصود تک جا پہنچا۔

یا سیدی الشیخ کرم ہو کرم۔

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث
مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث

عصا منور ہو گیا

شیخ عفیف الدین بغدادی کا بیان ہے کہ میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مدرسے میں موجود تھا اتنے میں آپ اپنے دولت خانے سے برآمد ہوئے، دستِ مبارک میں ایک عصا تھا۔ عصا دیکھ کر میرے دل میں آیا کہ اگر آپ اس وقت اپنے عصائے مبارک کے ذریعے کوئی کرامت دکھاتے تو کیا خوب ہوتا۔ آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور عصا کو زمین میں نصب فرما دیا، عصا روشن ہو گیا، اور اس سے اجالا پھیلنے لگا۔ کچھ دیر تک یہی منظر رہا۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک سے عصا کو زمین سے نکال لیا تو وہ اپنی اصل صورت میں آ گیا۔ میری جانب مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ عفیف تمہاری خواہش تو پوری ہو گئی نا؟ میں نے ادب سے سر جھکا دیا۔

یا غوث الثقلین! نگاہِ کرم ہو۔

دل میرا بت کدہ ہے حق آشنا بنا دو
عاجز عبید، اس حق نا آشنا کی سُن لو

دریائے دجلہ کی طغیانی فرو

ایک بار دریائے دجلہ میں طغیانی آگئی۔ اور موجوں نے آبادیوں کو ڈبونا شروع کر دیا لوگ دوڑتے ہوئے باب الشیخ پہنچے۔ اے غوثِ زماں المدد — آپ خانقاہ شریف سے نکلے لب دریا پہنچے اور پانی میں چلتے ہوئے اصل کنارے تک گئے۔ اور عصا مبارک وہیں گاڑ دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ چشم زدن میں دریا اپنے اصل بہاؤ تک سمٹ گیا اور طغیانی ختم ہو گئی۔

اے مرشد کامل میرے باطن میں بھی نفسانیت و بہیمیت کی موجیں ساحلِ ہلاکت عبور کر رہی ہیں۔ اپنے عصائے تصرف کو پھر جنبش دیں۔ شیئاً للہ۔

فضا میں نماز باجماعت

ساحل دجلہ پر اہل بغداد جمع تھے انھوں نے دیکھا کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سطح آب پر قدموں سے چلتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور مچھلیاں سر نکال کر استقبال کر رہی ہیں۔ سلام عرض کر رہی ہیں۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ تو سطح دریا سے کچھ بلندی پر ایک لمبی چوڑی جانماز ظاہر ہوئی اور فضا میں بچھ گئی — اس پر دو تحریریں منور تھیں ایک سطر میں تھا۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اور دوسری سطر میں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ تھا۔ جانماز پر کچھ غیبی لوگ صف بستہ ہو گئے۔ جن کے چہروں سے بزرگی اور شرافت عیاں تھی۔ ان سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ان کے آگے آگے ایک مقدس بزرگ تھے۔ اقامت ہوئی تو حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت فرمائی۔ خدا جانے وہ کس عالم کے باشندے تھے

اقتدائے غوث حاصل کرنے کے لئے جنھوں نے فضا میں مصلیٰ بچھایا تھا۔

چور کو ابدال بنا دیا

ایک چور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھسا۔ اندھا ہو گیا۔ آپ کے پوچھنے پر گڑگڑا کر بولا حضور! میں قبیلۂ بنی اشرف کا غریب انسان ہوں۔ افلاس نے یہ کام کرنے پر مجبور کیا۔ معاف فرما دیں۔ آپ کو رحم آیا اور نگاہِ کرم ایسی ڈالی کہ ولی کامل بن گیا اور وہیں مجاہدہ کرنے لگا۔ دوسرے ہی روز آپ کو خبر دی گئی کہ احمد ابدال کا وصال ہو گیا ہے۔ آپ نے چور کو ابدال بنا کر ان کی جگہ مقرر کر دیا۔ (لطائف قادریہ)

سارق کو اک نظر میں عارف بنانے والے
محصورِ نفس عبدِ حق نارسا کی سُن لو

شریعت، حقیقت اور عظمت والے غوث

موصل میں شیخ ابو العباس خضر حسینی خواب دیکھتے ہیں کہ تمام علماء و مشائخ رحمہم اللہ جمع ہیں اور مسندِ صدارت پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ متمکن ہیں۔ حاضرین میں سے بعض کے سروں پر صرف عمامہ ہے۔ بعض کے اوپر عمامے کے علاوہ ایک چادر ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن پر عمامے کے علاوہ دو چادریں ہیں۔ صرف حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ہیں کہ ان کے سر مبارک پر تین چادریں تنی ہوئی ہیں۔ بیدار ہوئے تو غور کرتے رہے۔ پھر آنکھ لگ گئی۔ دیکھا کہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، فرماتے ہیں۔ ایک شریعت کی چادر، دوسری حقیقت کی چادر اور تیسری چادر عظمت کی ہے۔

(قلائد الجواہر)

عمر طویل کی بشارت

حضور سیدنا غوث الاعظم دست گیر رضی اللہ عنہ کا ایک خادم تھا جسے آپ محمد طویل کہہ کر

پکارتے تھے۔ اس نے عرض کیا، حضور میں تو چھوٹے قد کا ہوں۔ آپ مجھے طویل کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں اللہ کے فضل سے عمر طویل، اور سفر طویل نصیب ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انھوں نے ۱۲۰ سال عمر پائی اور دور دراز ملکوں کی سیاحت کی۔

ہمارے آقا حضور غوث الاعظم دست گیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات، اور خوارق ہزارہا ہیں۔ ہم نے تیمناً گیارہ کرامتیں نقل کی ہیں ـــــ ان کی ذات آیۃ من آیات اللہ ہے۔ ان کے فرمودات لعل و جواہر سے زیادہ قیمتی ہیں۔ خطباتِ شریفہ "الفتح الربانی" کے نام سے چھپ گئے ہیں۔ آپ کے فضائل میں علمائے اعلام نے نفیس کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جو طالبانِ مولا کے لئے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فرموداتِ مبارکہ میں سے چند انمول موتی چنتا ہوں۔

حضور غوث الاعظم کے اقوال زریں

- محبتِ دنیا کے علاوہ اگر ہمارا اور کوئی گناہ نہ بھی ہو، پھر بھی ہم دوزخ کے حقدار ہیں۔
- علم کا تقاضا عمل ہے۔ اگر تم علم پر عمل کرتے تو دنیا سے بھاگتے۔ کیوں کہ علم میں کوئی چیز نہیں جو حبِ دنیا پر دلالت کرے۔
- عالم اگر زاہد نہ ہو تو وہ اپنے زمانے والوں پر عذاب ہے۔
- مخلوق تین طرح کی ہے۔ فرشتہ، شیطان اور انسان۔ فرشتہ خیر ہی خیر ہے اور شیطان شر ہی شر، انسان مخلوط ہے جس میں خیر و شر دونوں ہیں۔ جس پر خیر کا غلبہ ہوتا ہے وہ فرشتوں سے مل جاتا ہے اور جس پر شر کا غلبہ ہو وہ شیطان سے۔
- مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے، اور منافق زر و مال پر۔
- اپنی مصیبتوں کو چھپاؤ اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہو گی۔
- ذکر جب قلب میں جگہ بنا لیتا ہے تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے، چاہے اس کی زبان خاموش ہو۔
- تنہائی میں خاموش رہنا بہادری نہیں، مجلس میں خاموش رہنے کی کوشش کرو۔

- رہنے کے لائق مکان، پوشش کے لئے لباس، پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور بیوی دنیاداری نہیں ہے۔ دنیاداری یہ ہے کہ دنیا ہی کی طرف منہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف پیٹھ۔
- بہترین عمل لوگوں کو دینا ہے، لوگوں سے لینا نہیں ہے۔
- مخلوق کی محبت مخلوق کی خیر خواہی ہے۔
- لوگوں کے سامنے معزز بنے رہو۔ اگر اپنا افلاس ظاہر کرو گے تو لوگوں کی نگاہوں سے گر جاؤ گے۔
- طالب صادق نہیں ہو سکتا جب تک تو اپنی خوراک میں اپنے پڑوسی کو خود پر ترجیح نہ دے۔
- اپنے ماحول سے ڈرتا رہ، کیوں کہ جدھر تو دیکھے گا تیرے ارد گرد درندے ہی درندے ملیں گے۔
- میانہ روی نصف رزق ہے اور اچھے اخلاق نصف دین۔
- خاموشی کو عادت، گمنامی کو لباس، اور مخلوق سے دوری کو مقصود بنا، اگر تجھ سے ممکن ہو تو زمین میں سرنگ بنا کر جا بیٹھ، یہ اس وقت تک ضروری ہے جب تک تیرا ایمان بالغ اور جوان نہ ہو جائے۔
- کوئی اگر تجھ سے، تیرے کسی غیبت کرنے والے کی بات کہے تو اسے جھڑک دے اور کہہ کہ تو تو اس سے بدتر انسان ہے کہ جو اس نے پس پشت کہی تو منہ پر کہہ رہا ہے۔
- وہ انسان کتنا بدنصیب ہے جس کے دل میں جانداروں پر رحم کی عادت نہیں۔
- تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے برے ہم نشین ہیں۔
- تمام اچھائیوں کا مجموعہ علم سیکھنا، عمل کرنا، اور دوسروں کو سکھانا ہے۔
- جو اللہ تعالیٰ سے آشنا ہوا اس نے خلقِ خدا کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کیا۔
- جس عمل (عبادت، ریاضت، نیکی) میں تجھے حلاوت نہ ملے، یوں سمجھ کہ تو نے اسے کیا ہی نہیں۔

- گم نامی اختیار کر، کیوں کہ شہرت کے بمقابل اس میں زیادہ امن ہے۔
- جب تک تیرا اترانا، اور غصہ کرنا باقی ہے خود کو اہلِ علم میں شمار نہ کر۔
- فتنہ ہے وہ روزی جس پر شکر نہ ہو، اور وہ تنگی جس پر صبر نہ ہو۔
- ظالم اپنے ظلم سے مظلوم کی دنیا خراب کرتا ہے اور اپنی آخرت۔
- عقل مند پہلے قلب سے مشورہ کرتا ہے پھر زبان سے بولتا ہے۔
- اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کے علاوہ گھر سے باہر نہ جا۔
- اس بات کی کوشش کر کہ گفتگو کا آغاز تیری جانب سے نہ ہو تو صرف جواب دینے والا رہے۔
- غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو روک، اچھا جائے کہ تو کوئی فضول بات کرے۔
- جسے کوئی ایذا نہ پہنچے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔
- خدا کے دشمنوں کو خوش رکھنا عقل ودانش سے دور ہے۔
- بے ادب خالق ومخلوق دونوں کا معتوب ومغضوب ہے۔
- اول جہل ہوتا ہے، پھر علم، پھر اس پر عمل، پھر عمل میں اخلاص، اس کے بعد عملِ قلبی کا درجہ ہے۔
- مستحق سائل اللہ تعالیٰ کا ہدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے۔
- مسکینوں کو ناخوش رکھ کر اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا ناممکن ہے تجھ پر جو مصیبت آئے اس کا علاج مساکین کی خوشنودی سے کر۔
- تو نفس کی تمنا پوری کرنے میں مشغول ہے۔ اور نفس تجھے برباد کرنے میں۔
- تجھ جیسے ہزاروں کو دنیا نے موٹا تازہ کیا اور نگل گئی۔ تیری جوانی تجھے دھوکہ نہ دے عنقریب لے لی جائے گی۔
- رحمت کو لے کر کیا کرے گا، رحیم کو لے، ہر شئی محمد کی آن ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)
- جو نفس کو درست کرنا چاہے وہ اسے سکوت اور حسنِ ادب کی لگام دے۔
- میں ایسے مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کے دانت کی سفیدی

کبھی نہیں دیکھی۔
- بدگمانی تمام فائدوں کے راستے بند کر دیتی ہے۔
- اہل اللہ کے نزدیک مخلوق کی حیثیت اولاد جیسی ہے۔
- دنیادار دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے۔

حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبتِ عالیہ، گیارھویں شریف، کی رعایت کرتے ہوئے یہ چالیس اقوالِ زریں منتخب کئے ہیں۔ رب کریم فرمودات غوثیہ کی نورانیت لمعانیت سے میرے قلب کی سیاہی دور فرمائے۔ اور ان کے غلامانِ بارگاہ کی خاکِ روبی کے لائق بنائے۔ اور قارئین کرام کو فیضانِ غوثیہ سے مالامال فرمائے آمین۔

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔

ترا ذرہ مہ کامل ہے یاغوث — ترا قطرہ یم سائل ہے یاغوث
قد بے سایہ ظلِ کبریا ہے — تو اس بے سایہ ظل کا ظل ہے یاغوث
تری جاگیر میں ہے شرق تا غرب — قلمرو میں حرم تا حل ہے یاغوث
تو اپنے وقت کا صدیقِ اکبر — غنی وحیدر وعادل ہے یاغوث
ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں — وہ تیری وعظ کی محفل ہے یاغوث
فیوضِ عالم امی سے تجھ پر — عیاں ماضی ومستقبل ہے یاغوث
ملک مشغول ہیں اس کی ثنا میں — جو تیرا ذاکر وشاغل ہے یاغوث
کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا — رضا تجھ سے ترا سائل ہے یاغوث

آستانۂ قادریہ کے لیل ونہار

غلام قادری کے لئے اس سے عظیم نعمت کیا ہوگی کہ اے غوث الثقلین قطب الا[…]
کے قادری شامیانے تلے دو گھڑی سانس لینے کا موقع نصیب ہو جائے ــــ صبح وشا[…]
آستانۂ غوث الاعظم کو بوسہ دینے کی سعادت ملنے لگی ۹ ؍ مارچ کی شب رمضان المبارک [...]
چاند ہونے کی خوش خبری ملی۔ باب الشیخ کی رونقوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ خدام بارگا[…]

منتظمین نے مسجدِ غوثیہ کے دائیں جانب کے تمام کمرے اور ہال کھول دیے۔ مغرب کی
نماز کے بعد ہی سے مصلیوں کی آمد شروع ہو گئی ـــــ بغداد شریف کی کئی تاریخی مساجد میں اذان
کے بعد صلوٰۃ پکاری جاتی ہے۔ خوش آواز مؤذن کی آواز تکمیلِ اذان کے بعد۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدنا یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیبنا یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک وعلیٰ آلک واصحابک
یا خاتم رسل اللہ۔

کی دل نواز صدائیں بغدادِ معلّٰی، عراق ـــــ ملک شام ـــــ اور ترکی کی کئی
مساجد میں دورِ قدیم سے آج تک بلند ہوتی آرہی ہیں ـــــ خلفاء، ائمہ اور مجتہدین کے
مراکز میں بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ المصطفیٰ سنیت قائم ہے۔ حتیٰ کہ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ
رضی اللہ عنہ کی مسجد شریف، جو آستانۂ عالیہ کے ساتھ ہے، اور دورِ قدیم سے آج تک مرکز
علم وفضل ہے۔ وہاں بھی ہر نماز کے بعد حسبِ سابق صلوٰۃ ہوتی ہے ـــــ کیا دنیا میں
اب بھی کم از کم کسی حنفی کو اس کے استحسان میں کلام ہو سکتا ہے۔ حرمین طیبین کی طرح
وہاں بھی تہجد کی اذان ہوتی ہے۔

عراق ایران جنگ بندی کے بعد، زائرین کی دنیا بھر سے آمد میں اضافہ ہو گیا ہے۔
ممالکِ عربیہ کے ساتھ ساتھ ترکی، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش، افغانستان سے
کثرت مسلمان بغداد شریف آتے ہیں ہمارے قیام کے زمانے میں بھی بمبئی اور کراچی کے کئی
قافلے آستانۂ قادریہ پر پہنچے ـــــ ہر جمعہ کی نماز کے بعد اور رمضان المبارک میں عشاء
کے بعد حلقۂ ذکر ہوتا ہے ـــ جمعہ کی نماز کے بعد مجھے بھی حلقۂ ذکر میں شرکت کی سعادت
ملی۔ ختم ذکر پر شیخ الحلقۃ القادریہ سید محمد نجیب عبدالباقی، جو حضور غوثِ پاک کے خانوادے
سے ہیں ـــــ ان سے ملاقات کی انھوں نے اپنے آفس میں طلب کیا۔ میں نے ان سے
اپنے لئے، اپنی اہلیہ اور تمام متعلقین واحباب علماء کے لئے دعاء کی درخواست کی ـــ
مدینہ منورہ سے حضرت مولانا محمد فضل الرحمٰن مدنی قبلہ کا مرسلہ ہدیہ اور اپنی جانب سے کچھ

نذر حاضر کی، اور تبرکات سے بہرہ ور ہوا۔

دربارِ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے سجادہ نشین الشیخ سید یوسف گیلانی سے نیاز
حاصل نہ ہو سکا۔ دربار سیدنا غوث الاعظم کے اندرونِ احاطہ مزار مبارک کے بالکل سامنے
مرقد شیخ عبدالرزاق قادری رضی اللہ عنہ کے بغل میں ایک ہندوستانی ضعیفہ سے ملاقات نصیب
ہوئی۔ جو کئی سال پہلے عراق کے اندر ہندوستانی ایمبیسی کی ملازمت کے سلسلے میں یہاں آئی
تھی۔ مدراسی ہندو خاندان کی عورت، مگر اسے غوث الاعظم کے آستانے سے ایسی شیفتگی
ہوئی کہ ایمبیسی کی ملازمت ترک کر کے خدمتِ آستانہ میں لگ گئی، اور آج تک چوکھٹ تھامے
پڑی ہوئی ہے ـــــ دربار شریف کی انتظامیہ، مطبخ اور کئی ذمہ داریوں کے سلسلے میں اس پر
اعتماد کرتی ہے۔ حیدرآباد دکن کے ایک درویش بابا غلام دست گیر جو ان دنوں حیات تھے
اور باب الشیخ ہی میں رہتے تھے۔ انھوں نے اس ہندو عورت کو اسلام سے آگاہ کیا۔ اور
اس نے بخوشی اسلام قبول کر کے فاطمہ نام اختیار کیا۔ بابا غلام دست گیر کی وفات کے بعد
جو امورِ خدمت ان کے ذمہ تھے۔ وہ مائی فاطمہ قادری ؒ کے حصہ میں آگئے ـــ پنجشنبہ کی صبح میں
یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ خاص مزار پاک کے سامنے والے حجرے میں بیٹھ کر مائی فاطمہ قادریہ
بغداد شریف کے مسکینوں کو درہم تقسیم کر رہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پیر اور پنجشنبہ کو ہوا
اور مفلسوں میں پیسے تقسیم کرنا بابا غلام دست گیر کا معمول تھا۔ جو انھوں نے اپنے بعد ا
کو سپرد کیا ـــ آستانہ عالیہ کی خدمت پر بنگلہ دیش کے محمد نورالدین اور چند مخلص نوجوانوں
کو دیکھ کر مجھے رشک آیا۔ مولیٰ پاک ان کی مساعی مشکور فرمائے آمین۔

تاریخِ بغداد

بغداد شریف ملکِ عراق کا سب سے بڑا شہر اور ملک کا دارالحکومت ہے۔ جیسو پو
نامی میدان میں آباد ہے۔ دریائے دجلہ شہر کے درمیان سے گزرتا ہے ـــ دریائے
فرات بغداد شریف سے ۲۵ میل کے فاصلے پر بہتا ہے۔ یہ شہر انتظامی تجارتی، ثقافتی ہر لحاظ
سے ملکِ عراق کا مرکز ہے۔ شہر بغداد شریف سے تھوڑی دوری پر ہی حکومت عراق نے تیل

صاف کرنے کی بہت بڑی ریفائنری لگائی ہے ——— یہ شہر قدیم اقوام میں سے سومری اور بابلی تہذیب کے آثار کا بھی مرکز ہے۔ چنانچہ بابلیون، اور سلوشیا جیسے شہر بغداد ہی کے نواح میں آباد تھے۔ بغداد کو ۷۶۲ء میں عباسی خلیفہ منصور نے آباد کیا ——— اس کا نام مدینۃ السلام رکھا۔ اور اسے خلافتِ عباسیہ کا دار الخلافہ قرار دیا۔ اس شہر نے خلیفہ منصور، مہدی، ہادی ہارون رشید، امین رشید اور مامون رشید کے ادوار ۷۶۶ء تا ۸۳۳ء میں بے انتہا ترقی کی اور دنیا بھر میں عروس البلاد کہا گیا۔ خلیفہ المعتصم نے دار الخلافہ بغداد سے "سامرہ" منتقل کیا، تو اس کی رونق کچھ پھیکی پڑ گئی۔ وہ ۸۳۶ء کا زمانہ تھا ——— مگر پھر ۸۹۲ء میں دار الخلافہ بغداد منتقل کیا گیا تو اس کی بہاریں دوبارہ لوٹ آئیں، علمی، ثقافتی، صنعتی، تجارتی ہر لحاظ سے بغداد اپنی مثال آپ ہو گیا ——— ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خاں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسے برباد کر ڈالا۔ اور اس کی عظمت داستانِ پارینہ بن گئی ——— تیمور لنگ نے بھی ۱۴۰۱ء میں بغداد کو نقصان پہنچایا ——— ترکوں کے عہد میں اس شہر کو کوئی خاص ترقی نہیں ملی ——— حتیٰ کہ ۱۹۲۱ء میں اس شہر کو ملک عراق کا دار الحکومت قرار دیا گیا ——— اور اس کی رونق میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔

شہر بغداد انتظامی لحاظ سے چھ حصوں پر منقسم ہے۔ بغداد، الاعظمیہ، الکاظمیہ، المحمودیہ، تکریت، سامرّہ۔ بغداد شہر کی آبادی تین ملین ہے ——— بغداد شریف میں چلنے والی ٹیکسیوں کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ کاریں اس پر مستزاد۔ اسلامی آثار اور نشانیوں سے یہ شہر منور ہے۔ سلطان الاولیا، غوث الاعظم الشیخ سید عبدالقادر جیلانی، امام اعظم ابو حنیفہ، امام کاظم، حضرت جنید بغدادی اور ان کے علاوہ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے پندرہ مشائخ اسی شہر مبارک میں آرام فرما ہیں۔ رضی اللہ عنہم، المدرسۃ المستنصریہ، قصر عباسی قبر زبیدہ خاتون اور متعدد مساجد، مقابر اور معابد سے اس شہر کو رونق حاصل ہے۔

ہمارے سفر کی اصل غرض و غایت تو حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ اور اولیاء و اکابر امت کی زیارتوں سے شاد کام ہونا تھا۔ بغداد شریف کے اندر "باب الشیخ" میں قیام کرتے ہوئے ہم نے داخل بغداد اور ملک عراق کے مختلف حصوں میں واقع مزارات

مبارکہ اور آثارِ اسلامیہ سے حصولِ فیض کی کوشش کی۔

اعظمیہ

یہ امام الائمہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار ہے لب سڑک نہایت شاندار مسجد اور مقبرہ موجود ہے۔ زمین کے بہت بڑے رقبے پر مسجد پھیلی ہوئی ہے۔ سلطان الپ ارسلان سلجوقی کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ اس نے بہت اہتمام سے اس مسجد شریف اور مزارِ مبارک کو تعمیر کرایا ہے۔ دربار امام اعظم کی باہری دیواروں پر اسمائے حسنیٰ نہایت نفیس خط میں لکھے ہوئے ہیں۔

مسجد شریف اور مزار مبارک کے اندر بھی قرآنی آیات اور خوبصورت بیل بوٹے بنائے گئے ہیں۔

ظہر کے وقت حاضری ہوئی۔ نماز فاتحہ خوانی اور کچھ دیر امام الائمہ کے روبرو باادب حاضری دی۔ اللہ اللہ کتنا سکون اور طمانیت ہے یہاں ——— کیوں نہ ہو کہ امام الائمہ کشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علوم و معارف کا سمندر ہیں۔

موجِ دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ

اسم مبارک نعمان، کنیت ابو حنیفہ، لقب امام اعظم، والد گرامی کا نام ثابت، فارسی النسل ہیں۔ ۸۰ھ میں کوفہ میں ولادت ہوئی اور ۱۵۰ھ میں وفات پائی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ کا تابعی ہونا بکثرت اہل تحقیق سے ثابت ہے۔ کوفہ جو مرکز علم و فضل تھا۔ طبقاتِ ابن سعد کے ذریعہ جہاں کی خاک پر ڈیڑھ سو صحابہ اور ہزار سے زائد فقہاء کے قیام کا پتہ چلتا ہے۔ جسے سیدنا فاروقِ اعظم کے دور میں آباد کیا گیا۔ اور جہاں سیدنا عبداللہ

بن مسعود نے اپنے فیضانِ علمی کے موتی لٹائے ۔ اور عالمِ اسلام میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ
کے بعد علمی لحاظ سے جو تیسرا مرکز قرار پایا ۔ وہیں مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے
حضرت ثابت کے خاندان کے لئے خیر و برکت کی جو دعا مانگی تھی ۔ نعمان بن ثابت میں
اس کا ظہور ہوا ۔ آپ کا ابتدائی زمانہ تجارت کے مشاغل میں گزرا ۔ امام شعبی کی تحریک پر
تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے ۔ قرآن مجید قرأت عاصم کے ساتھ حفظ کیا ۔ علم حدیث ، تفسیر ،
فقہ ، کلام ، استنباط و اخراج مسائل پر مہارت حاصل کی ۔ خود فرماتے ہیں ۔

" میں نے جب حصولِ علم کا ارادہ کیا تو تمام علوم کو نصب العین قرار
دیا اور ہر فن کو پڑھا ۔"

پھر جب عمل کے میدان میں قدم رکھا تو امام اعظم قرار پائے ۔ ان کے پاس بیٹھنے
والوں کا بیان ہے کہ :

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں امام اعظم سے زیادہ حسنِ سیرت
والا ہم نے نہیں دیکھا ۔"

آپ میں علمی ، اخلاقی تمام خوبیاں جمع تھیں ۔ آپ حلیم ، بردبار ، سخی اور پرہیزگار تھے
خاموشی کو پسند فرماتے اور جب علمی بات کی ضرورت ہوتی تو گویا دہن مبارک سے نورانی
آب شار پھوٹ پڑتا ۔

تجارت اور امانت داری بھی آپ کی اہم مصروفیات میں سے تھیں ۔ چنانچہ آپ
کی وفات کے بعد لوگوں کی امانتیں جو آپ کے پاس تھیں اس کا اندازہ پانچ کروڑ کیا جاتا
ہے ـــــ آپ لوگوں کے کہنے پر ان کے پیسے تجارت میں لگا دیتے اور منافع سے
حساب کر کے انھیں دیتے رہتے ۔ غور کریں تو یہ بذاتِ خود ایک بڑی مصروفیت ہے ۔
اس کے باوجود اجتہاد اور شرعی قوانین کے استخراج کا عظیم کارنامہ جو آپ نے انجام دیا ہے
وہ آج بھی پوری دنیا کے لئے حیرت انگیز ہے ـــ آپ نے مجتہدین اور عظیم فقہا کی جو مجلس
بنائی تھی اس کے تیس سالہ کام کی رپورٹ خوارزمی کے بیان کے بموجب یہ ہے کہ ۔

"۸۳ ہزار مسائل اس مجلس میں پیش کئے گئے ۔ جن میں سے ۳۸ ہزار

کا تعلق صرف عبادات سے تھا ۔ اور بقیہ ۴۵ ہزار کا تعلق دیگر معاملاتِ
زندگی سے ۔"

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دم قدم سے کوفہ عالم اسلام میں فقہِ اسلامی کا مرکز
اعظم بن گیا تھا ۔ حضرت سفیان بن عیینہ نے اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا تھا :

" اگر کوئی غزوات (تاریخ اسلام) کی تعلیم کا طالب ہو تو اس کا مرکز مدینہ منورہ
ہے ، مناسک حج کی مہارت کا مرکز مکہ ہے ۔ اور فقہِ اسلامی سے آراستہ
ہونا چاہنے والا ہو تو اس کا مرکز کوفہ ہے ۔"

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا سب سے عظیم کارنامہ " تدوینِ قانونِ اسلامی " ہے
کوفہ میں شیخ حماد کا مدرسہ جو حضرت عمر ، حضرت علی ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم
کے علوم کا سنگم تھا ۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے فیضانِ عام کو سمیٹ کر اسلامی فقہ کو باقاعدگی
سے مدون فرمایا ۔ ان کی مشغولیات کا اندازہ ابوبکر معتصمی کی اس بات سے لگانا چاہئے ۔ وہ
کہتے ہیں ۔ میں تین سال ابوحنیفہ کے پڑوس میں رہا ۔ میں رات بھر ان کو نماز میں قرآن مجید
پڑھتے سنتا اور دن بھر فقہی مسائل کی بحث میں تلامذہ کے ساتھ ، میں نہیں جانتا وہ کھاتے
سوتے کب تھے ۔ محمد بن ابی مطیع کہتے ، میرے والد نے چار ہزار کے قریب ہر باب سے
متعلق مشکل سوالات اکٹھے کئے تھے جن کے جوابات امام صاحب سے لیا کرتے تھے ۔
رفتہ رفتہ تمام حل ہو گئے ـــــ سائی کا بیان ہے کہ امام اعظم کے ایک ہزار شاگرد تھے ۔
جن میں چالیس درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے ۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقۂ اجتہاد یہ
تھا کہ وہ مجلس کے سامنے ایک مسئلہ پیش کرتے ، پھر ہر ایک اس باب میں اپنی معلومات
کو سامنے لاتا ۔ کبھی مہینہ بھر اور کبھی اس سے بھی زیادہ دنوں تک بحثیں جاری رہتیں اور
جب کسی مسئلہ پر دلائل پوری طرح واضح ہو جاتے تو امام ابویوسف اسے لکھ لیتے ۔ ایک
بار آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا ، آپ نے جواب دیا ۔ سائل نے کہا آپ نے تو چند لفظوں
میں جواب دے دیا ۔ جب کہ اس مسئلہ میں صحابہ تک میں اتفاق رائے نہیں ہے ۔ آپ
نے فرمایا ۔ میں نے یہ جواب یونہی نہیں دیا ۔ بلکہ اس مسئلہ پر پورے بیس سال غور و فکر کیا

ہے۔ ہر صحابی کے قول کی مسلمہ اصولوں پر جانچ کی، اس کی مماثل چیزیں تلاش کیں، پھر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں جو تمہیں بتایا ہے ـــــ ان سخت مراحل سے گزر کر تدوین فقہ ہوئی ـــ تدوین واجتہاد کے لئے باب در باب مسائل سامنے لائے جاتے اور وضو، طہارت پھر عبادات میں نماز وغیرہ کے ابواب اور آخر میں ترکہ اور میراث کے قوانین مرتب ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ امام اعظم پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط استخراج فرمائے ـــــ اسی طرح قانون بین الممالک اور کتاب السیر کو بھی انہوں نے مرتب کیا اور کتاب السیر میں قوانین جنگ وامن سے بحث کی اور تاریخ سے الگ کر کے اسے فقہی حصہ بنایا۔ اس پر امام اوزاعی نے تردیدی رسالہ لکھا، جس کا جواب امام ابو یوسف نے تحریر کیا۔ امام مالک کا بیان ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ساٹھ ہزار مسائل میں رائے ظاہر فرمائی۔ اور بعض راویوں نے بتایا کہ آپ نے پانچ لاکھ مسائل بیان کئے۔

امام اعظم کی انمول نصیحتیں

آپ کے انمول وصایا مسلمانان عالم بالخصوص علماء کے لئے بیش بہا خزانہ ہیں۔ ہم یہاں چند زینت قلم بناتے ہیں۔

- تم بادشاہ سے ایسا معاملہ رکھو جیسے آگ سے رکھتے ہو، کہ اس سے دور رہتے ہوئے فائدہ اٹھاؤ، بہت قریب نہ جاؤ۔
- عوام کے سامنے صرف اسی بارے میں بات کرو جس کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے۔ ان کے سامنے نہ ہنسو نہ مسکراؤ۔
- بازاروں میں زیادہ نہ جاؤ، اور دکانوں میں نہ بیٹھو، اور نہ راستوں میں ٹھہرو۔
- گھر کے علاوہ کسی جگہ بیٹھنا ہی چاہو تو مسجد میں جا بیٹھو۔
- سسرال میں بیوی کے ساتھ رہائش اختیار نہ کرنا۔ اور دو بیویوں کو ایک گھر میں جمع نہ کرنا۔
- حق گوئی میں کسی کی پرواہ نہ کرنا، خواہ بادشاہ وقت کیوں نہ ہو۔
- خود کو عوام اور اپنے گرد وپیش والوں سے زیادہ عبادت گزار بناؤ۔

- اہل علم کے شہر میں جاؤ تو عامی بن کر جاؤ۔ تاکہ وہاں کے اہل علم تم کو اپنا حق مارنے والا نہ سمجھ لیں، اور نہ ان کی موجودگی میں مسئلہ بتاؤ۔ نہ ان کے اساتذہ پر طعن کرو۔
- زیادہ ہنسنے اور عورتوں کے ساتھ زیادہ باتیں کرنے سے دل مردہ ہوتا ہے۔
- راستہ چلنے میں وقار وطمانیت اختیار کرو، کاموں میں جلدی نہ کرو، اور
- جو شخص تمہیں پیچھے سے پکارے اس پر توجہ نہ دو۔
- گفتگو میں زیادہ چیخ پکار نہ کرو۔ لوگوں کے درمیان اللہ کا ذکر کرو تاکہ لوگ سیکھیں۔
- نمازوں کے بعد اپنے لئے کچھ ورد مقرر کر لو، ہر ماہ چند دن روزے کے لئے خاص کر لو۔ اور اپنے نفس کی نگرانی کرو۔
- جب تمہیں کسی کی برائی کا علم ہو تو اس کا تذکرہ نہ کرو، اس کی کوئی اچھائی تلاش کرو، اور اسی سے اس کا ذکر کرو۔
- تلاوت قرآن، قبور مشائخ، اور مبارک مقامات کی زیارت کثرت سے کرو۔
- اور وہاں لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بندوں کے بارے میں اپنے خوابوں کا ذکر کریں تو ان کی بات کی تکذیب نہ کرو۔ ماسوا شرعی ضرورت کے۔
- بخل سے گریز کرنا، کیونکہ بخل انسان کو رسوا کرتا ہے۔ اور نہ لالچی اور جھوٹا بننا بلکہ اپنی مروت ہر معاملے میں محفوظ رکھنا۔
- بڑوں کے ہوتے ہوئے اس وقت تک نشست میں برتری اختیار نہ کرو جب تک وہ تمہیں خود پیشکش نہ کریں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو سو نصیحتیں ارشاد فرمائی تھیں، میں نے ان میں سے یہ چند منتخب کر کے نقل کر دی ہیں۔

مولائے پاک ہمیں ان کے فیضان سے نوازے آمین۔

کاظمیہ

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دربار سے نکل کر پیدل چلتے ہوئے ہم لوگ امام المتقین سیدنا امام موسیٰ کاظم اور آپ کے پوتے سیدنا ابو جعفر محمد الجواد رضی اللہ عنہما کے دربار معلی میں پہنچے۔ قدموں قدموں چلتے ہوئے دریائے دجلہ کا پل عبور کیا گیا۔ پل کی بلندی ہی سے سنہرا کلس اور گنبد نظر آنے لگا۔ سبحان اللہ کس شان و شوکت کے ساتھ شہزادگان رسول آج بھی قلوبِ انسانی پر حکومت کر رہے ہیں۔ دیکھ کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ شیعہ حضرات دربار شریف کے چاروں طرف کثرت سے آباد ہیں۔ شیعہ مزورین آنے والوں کو اپنے طور پر زیارت کراتے ہیں مگر ہم نے ان کی خدمت قبول نہیں کی — اور خود غلامانہ سلام پیش کیا۔

امام موسیٰ کاظم

سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، گلشن زہرا کے گل سرسبد علم و تقویٰ کے بادشاہ مسلمانانِ عالم کے سید و سردار ہیں۔ اہل بیت مصطفےٰ میں آپ کی شان نمایاں ہے۔ آپ ۱۲۸ھ ابوا میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳ھ میں پردہ فرمایا۔

آپ باطنی مجاہدات، ریاضات، عبادات، طاعات، سخاوت و کرم میں یکتائے روزگار ہوئے ہیں۔ ساری زندگی دینِ مصطفےٰ کی خدمت میں بسر فرمائی۔ نہایت دولت مند تھے۔ مگر مال و دولت راہ خدا میں لٹاتے رہتے۔ بہت زیادہ بردبار اور غصہ کو پی جانے والے تھے اس لئے "کاظم" کہا جانے لگا۔ آپ اپنے زمانے میں سب سے بڑے بزرگ علماء اور صوفیاء کے مرجع عقیدت تھے۔ علماء اور اہلِ روحانیت دینی دقیق مسائل کے حل کرنے میں عاجز ہوتے تو آپ کی طرف مراجعت کرتے، آپ علماء، صلحاء، عرفاء، اور فقہا کے امام تھے۔ مہدی عباسی خلیفہ نے آپ کو مدینہ طیبہ سے عراق بلوایا تھا۔ اور پھر واپس مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ آپ ہارون رشید کے دور تک مدینہ پاک ہی میں قیام پذیر رہے۔

آپ کو گرفتار کر کے قید خانے میں رکھ دیا گیا تھا۔ اسی حال میں واصل بحق ہوئے۔ سوانح میں ملتا ہے کہ بعض معاندین نے آپ پر تلواروں اور نیزوں سے حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے تھے۔ مگر جب وقت موعود آیا آپ اپنے خالق و مالک سے جا ملے۔

متعدد ازواج سے آپ کی بکثرت اولاد بتائی جاتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ۲۵ بیٹے اور ۲۲ بیٹیاں۔ اور دوسری روایت کی رو سے ۳۱ صاحبزادے اور ۲۸ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سیدنا امام محمد الجواد

سیدنا امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کے صاحبزادے امام علی رضا کے فرزند ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اسم گرامی امام محمد تقی، کنیت ابو جعفر اور لقب تقی ہے۔

۱۹۵ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے دور ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ اور اپنے جد کریم کے جوار میں مدفون ہیں۔

آپ کے بچپن کا دور تھا، عمر نو سال تھی، بچوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے۔ مامون رشید خلیفہ کی سواری آئی، تمام لڑکے گھروں میں چھپ گئے آپ اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون نے پوچھا تم کیوں نہیں بھاگے؟ فرمایا راستہ تنگ تو تھا نہیں، جو میرے جانے سے کشادہ ہوتا اور میں نے کوئی جرم بھی تو نہیں کیا تھا کہ چھپنے جاتا۔ اس کے علاوہ میں امیر المومنین کے بارے میں اتنا بدظن بھی نہیں کہ بلاجرم مجھے سزا دیں گے۔

مامون نے آپ سے آپ کا اور آپ کے والد گرامی کا نام پوچھا۔ آپ نے بتایا۔ مامون شکار کو چلا گیا۔ اس دن مامون کے شکاری باز نے ایک چھوٹی سی مچھلی شکار کی۔

واپس ہوتے ہوئے مامون نے آپ کو پھر اسی مقام پر پایا۔ پوچھا۔ محمد! بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ فرمایا۔ امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے چھوٹی سی مچھلی پیدا کی۔ امیر کے باز نے جس کو شکار کیا۔ اور اہل بیت نبی جس کی خبر دے رہا ہے۔

مامون پر اس کرامت کا بے حد اثر ہوا ۔ اور وہ دل سے آپ کی تعظیم کرنے لگا۔ اور آپ بڑے ہوئے تو اپنی بیٹی نکاح میں دی۔

آپ کا مزار مبارک امام موسیٰ کاظم کی پشت پر ہے ۔ سیدنا امام موسیٰ کاظم کے مزار مبارک کے بارے میں امام شافعی کا قول ہے کہ " یہ مقام قبولیت دعا کے لئے تریاق ہے " دنیا بھر کے اہلِ حاجت یہاں آتے ہیں۔ مگر روافض کی دھما چوکڑی، زور زور سے رونا اور چیخنا، سارے سکون کو غارت کر دیتا ہے ـــــ گنبد شریف اور دروازوں پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر نفیس مینا کاری ہے۔ روضہ مبارک اسلامی آرٹ اور فن تعمیر کا ایک مثالی نمونہ ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

زیارت سے فارغ ہو کر سنہرے زیورات سے مرصع دو کانوں سے ہوتے ہوئے ہم لوگ باب الشیخ واپس ہوئے۔

سوئے دربار علی

اے صبا کیا یا دفرمایا ہے مولیٰ نے مجھے
آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علی

۲۵ مارچ ۱۹۹۰ء کو باب الشیخ سے نماز فجر پڑھ کر ہم لوگ " حلہ، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کوفہ، اور مسیب کی زیارت کے لئے بذریعہ ٹیکسی، روانہ ہوئے ۔ بغداد شریف سے نکل کر ہمارے ڈرائیور نے اپنی ٹیکسی میں پٹرول بھرا، اور چار دینار پٹرول پمپ والے کی طرف اچھال کر بے نیازی سے گاڑی آگے بڑھائی ـــــ ہمارا رخ حلہ الہاشمیہ کی طرف تھا۔ راستے میں کھجوروں کے باغات کثیر تعداد میں نظر آئے ـــــ طلبہ کتابیں سنبھالے ہوئے چھوٹے قریات سے بڑی آبادیوں کی طرف آتے دکھائی دیئے ـــــ عراق کی دیہی زندگی اب بھی نہایت ستھری اور سادی ہے ۔ نہایت کشادہ اور سیدھی، شاہ راہ بصرہ پر ساڑھے سات بجے تک سفر کرنے کے بعد ہمارے ڈرائیور نے الہاشمیہ کی طرف گاڑی گھمائی ۔ یہ ایک دیہاتی قصبہ ہے ۔ جہاں میدان میں بازار لگا ہوا تھا۔ یہاں حضرت عون بن علی اور

حضرت حمزہ بن حسن کے مزارات ہیں ۔ مزار شریف وسیع وعریض رقبے میں شاہی طرز پر بنا ہوا ہے چاروں طرف بڑا سا احاطہ ہے ۔ اہلِ تشیع کی آبادی ہے ۔ اور زائرین و مزورین اکثر وہیں ہوتے ہیں۔ حظیرۂ مبارکہ کے چاروں طرف دالان بنے ہوئے ہیں، جن میں زائرین قیام کرتے ہیں۔ آبادی کے اطراف وجوانب میں کھجوروں کے باغات نہایت حسین و دل فریب لگتے ہیں۔ الہاشمیہ آبادی کے باہر ایک اسکول کی بہت اچھی عمارت ہے۔ جہاں طلبہ نظر آئے۔ اس آبادی سے نکلتے ہوئے راستے میں بالترتیب ان مزارات کی زیارت ہوئی۔

سید محمد بن امام علی ہادی ۔ احمد حارث بن امام موسیٰ کاظم ۔
سید حسن بن عبداللہ بن عباس ۔ سیدہ شریفہ بنت الحسن ۔
(والد سید حمزہ) سیدہ مریم بنت عمران ۔
سید ابراہیم بن کاظم ۔ سیدہ شریفہ بنت حسن ۔
سیدہ فاطمہ بنت حسن ۔ سید ابوالخیر ۔
سید عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ ۔

(نوٹ) ان مذکورہ مقبروں پر حاضر ہو کر ایک عقیدت مند مسلمان کی طرح ہم لوگوں نے فاتحہ پڑھی، مذکورہ مدفونین کے بارے میں راقم الحروف کو حتمی معلومات اور ان کے مزارات کے حقیقی یا فرضی ہونے کی تحقیق کا موقع نہیں ملا ۔ بہرحال ان قبور کے اندر جو بھی اہلِ ایمان وتقویٰ آرام فرما ہیں ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ۔

مولد سیدنا ابراہیم

نو بجے ہم لوگ " حلہ " کے اندر داخل ہوئے ۔ اسی راستے پر ایک مکان کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مولد ہے ۔ وہاں سے نکل کر آگے چلنے پر " جامعہ کوفہ " کلیۃ القانون کی عمارتیں ملتی ہیں ۔

مزارات سیدنا ایوب و ذوالکفل

اسی سرزمین پر سیدنا ایوب علیہ السلام کا مزار مبارک بھی ہے۔ وہاں بھی حاضر ہو کر
ودبانہ سلام عرض کیا گیا۔

اس کے بعد منطقہ الکفل نامی بستی میں پہنچے جہاں ایک بہت ہی قدیم اور بوسیدہ
مارت میں حضرت ذوالکفل پیغمبر علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ عبرانی زبان میں آج بھی
وہاں کتبے موجود ہیں۔ مزار شریف بہت بڑا ہے۔ قبر شریف کے دوسرے حصے میں ان
کے پانچ صحابہ کی قبریں بالترتیب موجود ہیں۔ ان قبور کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے روحانی
مربی کے روبرو آج بھی مؤدب تلامذہ صف بستہ حاضر ہیں۔ اس عمارت کے اندر
ایک حجرے میں چھوٹی سی کرسی جیسی شے رکھی ہوئی ہے۔ قرنوز نے بتایا کہ اس پر حضرت
خضر علیہ السلام نے تشریف ارزانی فرمائی تھی۔ عمارت کے ایک حصے میں بیت المقدس
کی جہت پر محراب مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور عبرانی زبان میں توریت مقدس کی آیات لکھی ہوئی
ہیں۔ اس مقبرہ کے باہر کھنڈرات کے ہجوم میں ایک نہایت قدیم مینارہ نظر آیا۔ جو
ہزاروں سال پرانا ہو سکتا ہے۔ سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کے مصلے پر دو رکعت نماز
اس کے بعد فاتحہ پڑھ کر ہم لوگ روانہ ہوئے۔

زہے نصیب کہ رخ ہے ہمارا سوئے نجف

سیدنا ذوالکفل اور ان کے اصحاب کی زیارت کے بعد ہم لوگ نجف اشرف،
مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ، شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے شہر میں جا پہنچے۔

حضرت مولائے کائنات کی ذات سے دنیا کے کس مسلمان کو عقیدت و محبت نہ ہوگی
اور کس سینے میں ان کے عشق کی شمع نہ روشن ہوگی۔ روڈ پر ذوالفقارِ حیدری کا عظیم الشان
نقشہ بنا ہوا ہے۔ جس سے جلالِ مرتضوی آشکار ہوتا ہے۔ پورا شہر شیعوں کی آماجگاہ
ہے۔ ہم نے مولائے کائنات کے دربار میں غلامانہ حاضری دی۔ ہزاروں زائرین سے

احاطۂ قبر کھچا کھچ بھرا رہتا ہے۔ یہاں شیعوں نے ایک نیا کام معلوم نہیں کب سے
شروع کر رکھا ہے کہ اپنے مردوں کو لا کر مزارِ مولا کے گرد گھماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے
طبیعت پر تنفر کا احساس ابھرا۔ مگر مولائے کائنات کی نسبتِ غلامی نے اطراف و
جوانب سے آنکھیں میچ کر سلام و نیاز گزارا۔ اور نکل پڑے۔ نجف اشرف سے نکلتے
ہوئے مقابر و مزارات کی اتنی لمبی آبادی ملی کہ گویا نجف زندوں کی آبادی کا نہیں بلکہ
مقابر کا شہر ہے۔ میلوں میل تک پختہ قبروں کا پھیلا ہوا جنگل ان کے بیچ بیچ میں جگہ
جگہ قبروں پر بنے ہوئے چھوٹے بڑے مکانات لاکھوں کی تعداد میں ہوں گے۔
اور اس شہر خموشاں کے درمیان سے گزرنے والے ٹیڑھے میڑھے راستے سے ہو کر
ہماری ٹیکسی چلتی رہی مگر راستے کا پیچ و خم تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اس کی وجہ یہ سمجھ
میں آئی کہ شیعوں کے تمام فرقے مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت
ظاہر کرتے ہیں۔ اور زمانۂ مرتضوی سے نجف اشرف میں دفن ہونا اپنی سعادت سمجھتے
ہیں۔ اس وقت سے آج تک کے مدفونین کا قبرستان یقیناً ایک شہر تو ہونا ہی چاہئے۔
جب کہ عراق میں سعودیوں کی طرح قبرستانوں پر کوئی ہل چلانے والا ابھی نہیں پیدا ہوا۔
نجف اشرف اور گرد و نواح کے باشندوں کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ اس
دیار میں ایک بھی غیر شیعہ شاید آباد ہو۔

جذباتِ عقیدت تو اس کے متقاضی ہیں کہ جس نبی، صحابی، ولی اور عالم ربانی کی
زیارت کا حال رقم کروں اس کے ساتھ کچھ اس کے سوانح، کارنامے اور فرمودات و نصائح
بھی لکھتا چلوں مگر دیکھتا ہوں کہ اس طرح اس مختصر سفرنامے کا دامن، تاریخ و سوانح کی
بساط بن جائے گا۔ اس لئے زمامِ خامہ کو سنبھالتے ہوئے گزر جاتا ہوں ـــــ مگر اب
مولیٰ کی بارگاہ کی حاضری کا شرف ملا ہے تو ان کے مقدس تذکار سے زبانِ قلم کو منور
کئے بغیر چارہ بھی تو نہیں۔

شیرِ خدا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ

زمیں بکام من است و منم بکام علی
فلک بکام من است و منم بکام علی
علی امام من است و منم غلام علی
ہزار جان گرامی فدائے نام علی

میرے سلسلۂ عالیہ محمدیہ قادریہ رضویہ میں بھی بیشتر روحانی سلسلوں کی طرح حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیچے، مولائے کائنات علی بن ابی طالب، اسداللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی اسم گرامی آتا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے میرے مولیٰ کی۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیٔ بوتراب میں

اقبال کہتا ہے:

اسلام کے دامن میں بس اسکے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللّٰہی اک سجدۂ شبیری

آپ کا اسم گرامی علی، کنیت ابوالحسن، ابوتراب، لقب اسداللہ، حیدر کرار۔ والدِ گرامی کا نام ابوطالب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفق چچا۔ ۱۳ رجب بروز جمعہ مبارکہ عام فیل کے تیسویں سال کعبہ شریف میں ولادت ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام رکھا ـــــ کم سنی کی عمر ۱۱ سال میں قبولِ اسلام کی اولیت حاصل کی۔ رب کائنات نے آپ کے لئے، اپنے محبوب کی خواہش پر مغرب سے سورج کا رخ پھیرا۔ ۲ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دامادی کے شرف سے نوازا۔

مکہ مکرمہ کے کوہِ صفا سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو مطلب کو پکار کر، انھیں جب اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں دعوت دی، تو ان میں سے کسی نے رسولِ خدا کی آواز کا جواب حمایت میں نہیں دیا، مگر اس پکار کے بعد اگر کوئی آوازِ حمایت

ابھری تھی تو وہ علی بن ابی طالب کی تھی۔ جنہوں نے فرمایا تھا، اگرچہ میں عمر میں چھوٹا ہوں، میری ٹانگیں کمزور ہیں مگر میں آپ کا معاون و مددگار اور قوتِ بازو بنوں گا۔ رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو تین بار دہرایا تھا۔ اور تینوں بار حمایت کی صدا مولائے کائنات کی طرف سے بلند ہوئی تھی ـــــ چنانچہ دنیا نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ راست بازو بن کر رزم و بزم میں ہر طرح اسلام کی سربلندی کا جہاد کیا ـــــ ہجرت کے بعد سلسلۂ غزوات شروع ہوا تو آپ ہر غزوے میں آہنی دیوار بن کر سینہ سپر ہوئے ـــــ ہوش کی آنکھیں کھلنے سے لے کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے تک مرضیٔ مصطفےٰ کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اور وفات کے بعد حضور کو غسل بھی اپنے ہاتھوں سے دیا۔ اور تجہیز و تکفین کی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد ۳۵ھ ۶۵۶ء میں مسندِ خلافت پر جلوہ فرما ہوئے۔ اس سے قبل اپنے تینوں پیش رو خلفاء راشدین کے عہد میں ان کے دست و بازو اور مشیر و معاون بن کر اسلام کے شجرِ طوبیٰ کی خونِ جگر سے آبیاری فرماتے رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو توصیف فرمائی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

- ○ علی! تمہارا معاملہ میرے ساتھ ایسا ہے، جیسا کہ ہارون کا موسیٰ کے ساتھ (علیہم السلام و رضی اللہ عنہ) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
- ○ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔
- ○ جس کا میں مددگار ہوں، علی اس کے مددگار ہیں۔
- ○ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔
- ○ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔
- ○ علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔
- ○ مردوں میں حضور اقدس سب سے زیادہ علی کو پیار کرتے تھے (ام المومنین عائشہ)

آپ عشرۂ مبشرہ، اہلِ بیت، اہلِ ردا میں سے ہیں، آپ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔ وقتِ ہجرت حضورؐ نے آپ کو اپنے بستر پر سلایا۔ اہلِ مکہ کی امانتوں کا آپ کو امین بنایا ـــــ اکثر سلاسلِ طریقت آپ پر ختم ہوتے ہیں۔ آپ روحانیت و طریقت کے تاجدار ہیں۔ علم و فضل، فصاحت و بلاغت آپ کے در کی لونڈی ہیں۔ آپ کی شجاعت و صلابت بے مثال ہے جس پر تاریخِ اسلام کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار

لافتیٰ اِلّا علی لا سیفَ اِلّا ذوالفقار

جود و سخا کا یہ حال کہ تین روز کے فاقے کے بعد بھی وقتِ شام اگر افطار کے لئے کوئی انتظام ہوتا۔ اور کسی مسکین کی صدا سنتے تو خود بھوکے رہ کر کھانا مسکین کو دے دیتے۔ مسند احمد میں حدیث ہے۔ خود فرماتے ہیں۔

"میں بھوک کی شدت سے شکم پر پتھر باندھتا ہوں۔ مگر میرے صدقات کی تعداد چار ہزار دینار ہو چکی ہے۔"

۳۵ھ سے ۴۰ھ تک مسندِ خلافت پر متمکن رہ کر آپ نے امت کے متعدد اہم مسائل حل فرمائے۔ فتنہ و فساد، باہمی آویزشوں کا دور تھا۔ مگر آپ نے اپنی شانِ مرتضوی کے ساتھ دورِ خلافت کو پورا کیا۔ ذوالحجہ ۳۵ھ میں آپ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ اور ۱۷ رمضان کو کوفے کی جامع مسجد میں آپ کو شقیِ ازلی ابن ملجم خارجی نے زہر آلود خنجر مار کر زخمی کیا۔ ۲۱ رمضان کو نجف اشرف میں فیوض ولایتِ محمدی کا منبع اور اولیائے امتِ اسلامیہ کا مرکز و محور رحمتِ پروردگار کی آغوش میں جا پہنچا۔

حضرات حسنین کریمین کے علاوہ آپ کے کل سولہ فرزند، اور ایک روایت کے بموجب ۱۹ فرزند اور ۱۸ صاحبزادیاں ہوئیں۔ لڑکوں میں سے چھ کا انتقال آپ کی حیات میں ہو چکا تھا۔ باقی ۱۳ میں سے ۵ (عباس بن علی، عثمان بن علی، عمر بن علی، ابوبکر بن علی، ابوالقاسم محمد بن علی) نے اپنے بھائی سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ میدانِ کربلا میں دولتِ شہادت پائی۔

بابِ مدینۂ علم کے اقوالِ زریں

- کسی حریص کو اپنا مشیر نہ بناؤ کیوں کہ وہ تم سے وسعتِ قلب اور استغنا چھین لیگا۔
- کسی بزدل کو اپنا مشیر نہ بناؤ کیوں کہ وہ تمہارے دلوں اور حوصلوں کو پست کر دے گا۔
- کسی جاہ پسند کو اپنا مشیر نہ بناؤ کیوں کہ وہ تمہارے اندر حرص و ہوا پیدا کر کے تمہیں ظالم و آمر بنا دے گا۔
- تنگ دلی، بزدلی اور حرص انسان سے اس کا ایمان سلب کر لیتی ہیں۔
- ایسے مشیر بہتر ہیں جنہیں خدا نے ذہانت و بصیرت دی، جن کے دامن داغِ گناہ اور کسی ظلم کی اعانت سے پاک ہوں۔
- کارخانۂ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔
- زمانے کے لمحے لمحے میں آفات پوشیدہ ہیں، موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔
- ندامت گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور غرور نیکیوں کو۔
- فاسق کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں۔
- جلد معاف کرنا انتہائی شرافت، اور انتقام میں جلدی انتہائی رذالت ہے۔
- برا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں کرتا کیوں کہ وہ ہر ایک کو اپنی طرح سمجھتا ہے۔
- علم مال سے بہتر ہے، کیوں کہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تم کرتے ہو۔
- میزانِ اعمال کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔
- جو لوگ مردارِ دنیا کے سبب بھائی بند بنے، ایسی بھائی بندی دنیا کی حرص میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔
- اول عمر میں جو وقت ضائع کیا آخر عمر میں اس کا تدارک کر تاکہ انجام بخیر ہو۔
- پڑوسی کی بدخواہی اور نیکوں کے ساتھ برائی بدترین ظلم ہے۔

- مثالیں اور کہاوتیں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بیان کی جاتی ہیں نادانوں کو ان سے کوئی فائدہ نہیں۔
- جو شخص نیک سلوک کرنے سے درست نہ ہو وہ بدسلوکی سے درست ہو جاتا ہے۔
- جس کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں اس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔
- جو شخص اپنے اقوال میں حیادار ہے وہ افعال میں بھی حیادار ہوگا۔
- جس کے اپنے خیالات خراب ہوتے ہیں وہ دوسروں کے حق میں زیادہ بدظن ہوتا ہے۔
- پاکباز دلیر ہوتا ہے۔ اور بدکردار بزدل۔
- دنیاداروں کی دوستی معمولی اور ادنیٰ بات سے ٹوٹ جاتی ہے۔
- قدر ملے یا نہ ملے تو اپنی نیکی بند نہ کر۔
- نیک کام میں کسی کے پیچھے ہونا، برے کام کی پیشوائی سے بہتر ہے۔

زیارتِ حضرت مسلم بن عقیل

مولائے کائنات، مدارشش جہات، داماد مصطفےٰ، اسداللہ الغالب رضی اللہ عنہ کی آستانہ بوسی کے بعد اب ہمارا رخ کوفے کی طرف تھا —— گاڑی نہایت سرعت سے چل رہی تھی۔ ایک ہی روز میں ہم لوگوں نے طویل سفر کر کے متعدد زیارات سے شادکام ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے لازمی ضرورتوں کے ماسوا کہیں بھی زیادہ دیر تک نہیں رک سکتے تھے —— ہم لوگ دجلہ کے پل سے گزر رہے تھے کہ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا سنہرا گنبد آفتاب کی روشنی میں چمکتا نظر آیا۔ تاریخ کرب و بلا اور حسینی مشن کے احیار کی راہ میں شہید ہونے والے اس شہید محبت کی مظلومانہ داستان آنکھوں میں اشک بن کر تیرنے لگی —— آپ کا مزار مقدس بھی نہایت شاندار بنا ہوا ہے۔ احاطہ مزار سے باہر بی بی خدیجہ ثانیہ کا مقبرہ ہے۔ احاطے کے اندر سات مصلے ہیں۔ فاتحہ پڑھی گئی۔ اور وہاں سے چل کر حضرت ہانی بن عروہ کی قبر پر فاتحہ خوانی ہوئی

پھر حضرت موسیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مصاحب حضرت ہیثم کی قبر پر حاضری دی گئی۔

قافلہ سوئے کربلا نکلا

اب ہم پھر نجف اشرف سے چل کر کربلا جانے والے روڈ پر آ گئے — دھوپ میں تیزی آ گئی ہے۔ گاڑی اپنی پوری رفتار سے چل رہی ہے — سڑکیں اتنی عمدہ اور کشادہ بنی ہوئی ہیں کہ گاڑیاں بھاگتی چلی جاتی ہیں۔ لیجئے اب ہم حدودِ کربلا میں داخل ہو رہے ہیں —— آج کا کربلا دورِ حسینی کا بے آب و گیاہ ویرانہ نہیں ہے —— جہاں تپتی ریت کے سینے پر کانٹے دار جھاڑیوں کے سوا کوئی سایہ دار درخت بھی نہیں ہوا کرتا تھا۔ اب کربلا سیدنا امام عالی مقام کے مقدس لہو سے سیراب ہو کر باغوں، بہاروں اور پھلواریوں کا شہر بن چکا ہے۔ وسیع کشادہ سڑکیں، الیکٹرک، واٹر سپلائی کی سہولتوں سے بھرپور مدنیت کی نئی آب و تاب لئے ابھر رہا ہے۔ حسین و جمیل عمارتیں، خوش نما مکانات — خودکار الیکٹرانک سگنل لائٹ سسٹم، اونچی اونچی بلڈنگیں، شفاف گلیاں، چوراہے اور پارک کربلا کی ساری بلا اس روز سے دور ہو گئی جس دن سیدہ کے لال نے اس سرزمین کو اپنے صبر و رضا کی امتحان گاہ کے طور پر منتخب کر لیا تھا۔

اے کربلا! کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول

آبادی سے دس بارہ کلومیٹر دور ہی سے دوپہر کی دھوپ میں، دو سنہرے گنبد، اور مینار جگ مگ جگ مگ کرتے نظر آنے لگے۔

تصور میں محرم ۶۱ھ کی وہ کرب ناک دوپہر پھرنے لگی جب علی کا لال، فاطمہ کا دلارا اپنے بہتر رفقاء کے ساتھ اس سرزمین پر اپنی جرأت و بسالت، صداقت و حقانیت کی انمٹ تاریخ رقم کر رہا تھا —— ہم لوگ شہر کے اندر داخل ہوئے۔ سیدنا عباس بن علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا مقبرہ روڈ پر بالکل سامنے واقع ہے۔ میلوں سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ آپ
لشکر حسینی کے علم بردار ہیں۔ بڑی شان بان سے ویرانہ کربلا کو راجدھانی بنانے تشریف فرما
ہیں۔ ہم لوگوں نے پہلے سیدنا امام حسین شہید گلگوں قبا رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دی
جوانان جنت کے سردار کے حضور نذرانۂ محبت پیش کیا۔ قریب ہی سیدنا علی اکبر اور سیدنا
علی اصغر بھی محو استراحت ہیں۔ ان کے قدموں تک بھی رسائی ملی۔ سلام و فاتحہ نذر کی سیدنا
عباس رضی اللہ عنہ کے مقبرے میں داخل ہوئے، سلام نیاز گزارا۔ حبیب بن مزاحم اور دیگر
رفقاء پر فاتحہ پڑھی۔

حسینی خیمہ گاہ

سیدنا امام عالی مقام اہل بیت کے خیمے جہاں نصب تھے اس مقام کی زیارت
کی۔ خیموں کے نقشے پر ہی بعد میں مکان بنا دیا گیا ہے، جو اس طرح ہے:

اس خیمہ گاہ کی زیارت کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آنے لگا خاص طور سے مزور نے

جب اس مقام کی زیارت کرائی جہاں سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ عالم علالت میں
پڑے ہوئے تھے، تو مجھ پر بے تحاشا رقت طاری ہوگئی۔ وہ جگہ ایک بستر بچھانے جتنی ہے۔
وہاں کھڑے ہو کر اہل بیت کی ارواح طیبات پر فاتحہ پڑھی گئی۔ سیدنا امام حسین اور سیدنا
عباس کے مقبروں کے اندر اور باہر خدا معلوم کتنے ٹن سونا لگا ہوگا۔ گنبد کا باہری اور دیگر
حصے، مینار پر سونے کی چادر چڑھی ہوئی ہے ـــــ نہایت وسیع و عریض عمارت کے اندر
اور باہر مینا کاری سے مرصع ہے ـــــ جاہ و جلال شاہی، اور شکوہ و مرتضوی ہر جگہ نمایاں ہے
ایک بجے دن میں کربلائے معلی کی زیارت ہوئی ـــــ کربلا سے بغداد کا فاصلہ سو کلومیٹر ہے
سرزمین کربلا سے رخصت ہو کر ہم لوگ بغداد شریف کی جانب بڑھے۔ کچھ دوری پر
حضرات عون و محمد رضی اللہ عنہما (امام عالی مقام کے نونہال بھانجوں) کی زیارت سے
مشرف ہوئے۔ یہاں بھی خوبصورت قبہ بنا ہوا ہے۔ اسی شاہراہ پر پندرہ منٹ کار چلی تو سکندریہ
کے نام سے ایک قصبہ ملا۔ یہاں حکومت عراق نے کار بنانے کی ایک فیکٹری لگائی ہے۔
جو بہت بڑے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے ـــــ اسکندریہ سے آگے بڑھنے پر الطیفیہ نامی بستی
سے گزر ہوا۔ اس سے آگے عراقی تیل کے کنوؤں کا علاقہ ہے۔ لب سڑک حضرت حسن
بن امام موسیٰ کاظم کا روضہ ہے۔ یہاں بھی اتر کر سلام و فاتحہ نذر کی۔ اس کے بعد قصبہ
محمودیہ، الہاشم، قصبہ یوسفیہ سے ہوتے ہوئے بغداد شریف باب الشیخ پر جا پہنچے نجف اشرف
کوفہ اور خاص طور پر کربلائے معلی کی حاضری کے بعد ذہن تاریخ کرب و بلا کے تاثر سے
غم آلود ہے ـــــ کربلا بھولنے کی چیز نہیں ـــــ زمین کربلا پر فاطمہ کے پھول بکھرے
ہیں۔ شہیدوں کی یہ خوشبو ہے کہ گھر آنگن مہکتا ہے۔

بغداد شریف کی زیارتوں میں، کرخ کے علاقے میں، شیخ معروف اسٹریٹ پر سیدنا
معروف کرخی کا مزار ہے۔ حاضری نصیب ہوئی۔ آپ اکابر اولیائے کاملین میں سے ہیں۔
آپ کی چوکھٹ طالبان حق کے لئے مینارۂ ہدیٰ ہے۔ حضرت خواجہ سری سقطی بھی آپ سے تھوڑی
دوری پر ہیں، آپ امام الاولیاء اور سرتاج عرفا ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ آپ کے بغل ہی میں سید
الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ آرام فرما ہیں۔ اب میں حسب ترتیب ان تینوں مشائخ کرام

کے مختصر احوال قلم بند کرتا ہوں۔

حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ

یا خدا! تیرا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس وقت ہیں وابستۂ درگاہ مولی، ابو محفوظ شیخ معروف بن فیروز کرخی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہے۔ آپ قدیم سادات اور مشائخ کبار میں سے ہیں۔ راہِ حق کے جواں مردوں میں شیخ معروف، مشہور و معروف ہیں۔ آپ کی عظمتِ شان کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ حضرت شیخ داؤد طائی کے مریدِ خاص، اور سیدنا شیخ سری سقطی کے استاذ و مربی ہیں۔ آپ ایک آتش پرست کے فرزند تھے۔ حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہوئے، اور ان کے منظورِ نظر بن کر رہے۔ تا آنکہ علماء اور عرفاء نے آپ کو "سید القوم" کہہ کر پکارا۔ حضرت داتا گنج بخش سید علی بن عثمان ہجویری نے کشف المحجوب میں آپ کا ذکر والہانہ طور پر فرمایا ہے۔ اور آپ کی شانِ معرفت کی مثالیں اور اقوال نقل کئے ہیں۔

مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کے دور میں لوگ آپ کے توسل سے بارانِ رحمت کی دعائیں کرتے تو رب تعالیٰ کا کرم نازل ہوتا۔ شہزادۂ اہلِ بیت حضرت موسیٰ رضا کی چوکھٹ پر خدمتِ دربانی انجام دیتے تھے۔ حضرت داؤد طائی کے بارے میں فرماتے کہ میں نے ان سے زیادہ دنیا کو حقیر جاننے والا نہیں دیکھا۔ آپ نے علومِ دینیہ کا حصول امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کیا، اور بیعت حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ سے پائی آپ کا حضرت امام موسیٰ رضا کی چوکھٹ پر خدمتِ دربانی انجام دینا شیعوں کو ناگوار ہوا لہٰذا شیعوں نے مزاحمت کی اور اکیس روز تک آپ کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتے رہے۔ ایک روز اس قدر زدوکوب کی کہ پہلو زخمی ہو گیا۔ اور آپ بیمار ہو گئے۔

سچی خیر خواہی

ایک بار کی بات ہے آپ کہیں سے گزر رہے تھے۔ ساتھ میں اہلِ ارادت اور

عقیدت مند بھی تھے ـــــ دیکھا کہ کچھ لوگ گانے بجانے میں مست ہیں۔ ہاتھوں میں شراب کے جام ہیں۔ شور و شغب کر رہے ہیں ـــــ مریدوں نے عرض کیا۔ حضور! ان کے لئے بددعا کریں کہ یہ سب تباہ ہو جائیں تاکہ ان کا شر انہی کے ساتھ ختم ہو جائے۔ آپ مسکرائے۔ اور دعا کے لئے ہاتھ دراز فرمایا:

"خداوندا! یہ لوگ جس طرح عیش و آرام میں ہیں، انہیں اس سے زیادہ عیش و آرام عطا فرما۔"

لوگوں نے دیکھا کہ ان ناچنے گانے والوں نے جام و سبو، چنگ و مضراب پھینک کر شیخ کے قدموں کو تھام لیا اور تائب ہو کر، زمرۂ صالحین میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

"الحمد للہ! کہ یہ لوگ بلا مشقت بامراد ہوئے۔ اور ان کی خیر خواہی جو میرے دل میں تھی، حسن و خوبی سے پوری ہوئی۔"

شکرِ نعمت

کچھ لوگوں نے آپ کو کھانا تناول فرماتے ہوئے دیکھا ـــــ آپ نہایت مسرور تھے۔ چہرے سے شادمانی جھلک رہی تھی۔ پوچھا گیا کیا کھا رہے ہیں کہ بہت خوش ہیں۔ فرمایا:

"خدا کا مہمان ہوں جو کچھ عطا فرماتا ہے خوش ہو ہو کے قبول کرتا ہوں۔ ہر حال میں اس سے راضی ہوں۔"

پھر فرمایا:

"اے لوگو! تم بھی اللہ پر توکل کرو۔ تاکہ تمہیں مخلوق سے تکلیف نہ پہنچے اور اللہ کی عطاؤں پر شاد رہو۔"

حبِ حقیقی کی بنیاد

روایت ہے کہ مجاہدات کے زمانے میں آپ کبھی اپنے آپ کو کوڑا بار اکرتے اور فرماتے:

"اے نفس! اخلاص اختیار کر تاکہ خلاصی پائے۔"

لوگوں نے دریافت کیا۔ کس شے نے آپ کو دنیا سے متنفر اور خدا سے خائف کر دیا۔ اور خلوت نشین بنا دیا، موت، خوفِ قبر، خوفِ جہنم، اشتیاقِ جنت یا اور کسی شے نے؟ —— فرمایا:

"اللہ رب العزت کے حضور موت، قبر اور جہنم کی کیا حقیقت۔ تو اللہ کی محبت کا مزا چکھ لے تو اس کے ماسوا سے خود بخود دور ہونے لگے گا۔"

طفیلِ ولی

شیخ معروف شہر کے چوراہے سے گزر رہے تھے، جہاں ایک ڈاکو کو پھانسی کی سزا دی جا چکی تھی۔ لاش اب تک صلیب سے لٹکی ہوئی تھی —— یہ دیکھ کر آپ کی حالت متغیر ہو گئی۔ دستِ دعا بلند فرمایا:

"بار الٰہا! اس نے دنیا میں اپنے اعمالِ بد کی سزا تو پالی، تو رحمٰن و رحیم ہے اب آخرت میں اس کو اچھا درجہ عطا فرما —— تیرا کرم ہے نہایت، تیری رحمت بے شمار۔"

شام کا ملگجا اندھیرا تھا —— اہلِ بغداد نے اس وقت ایک آسمانی آواز سنی۔ کہ فلاں مصلوب ڈاکو، جس کی لاش فلاں مقام پر بے گور و کفن ہے، جو اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو گا، اخروی نعمت سے نوازا جائے گا۔ پھر کیا تھا لوگ گھروں سے نکل پڑے عزت و توقیر سے تجہیز و تکفین ہوئی —— اسی شب کسی بندۂ حق نے خواب دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے —— اور وہ ڈاکو تمام جنازہ پڑھنے والوں کے ہمراہ عزت کا لباس پہنے کھڑا ہے، پوچھا گیا کہ —— یہ عزت اور درجہ تجھے کیوں کر ملا —— جواب دیا۔ شیخ معروف

کرخی کی دعا کے طفیل۔

سچ ہے۔ ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

دل بدست آور

اہل اللہ کا دل کسی سے خوش ہو جائے تو ان کی توجہ سے دل کی کلی کھل اٹھتی ہے۔ اور قلب میں عرفان کا نور جگمگا جاتا ہے۔ آپ کے تلمیذ ارشد شیخ سری سقطی فرماتے ہیں۔ کہ عید کا دن تھا۔ میں نے شیخ معروف کرخی کو دیکھا کہ کھجوریں چن رہے ہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ میں نے آج ایک یتیم لڑکے کو روتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ سب لڑکوں نے نئے لباس پہنے ہیں۔ میں پرانے کپڑوں میں ہوں۔ میں یہ کھجوریں اس لئے چن رہا ہوں تاکہ انھیں بیچ کر اس کے لئے اخروٹ خرید دوں تاکہ وہ ان سے بہل سکے اور آنسو نہ بہائے۔ میں نے یہ سنا تو کہا یہ خدمت میں سرانجام دے دیتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں۔ پھر میں اس یتیم بچے کو ساتھ لے گیا۔ اس کے لئے نئے کپڑے خرید کر پہنائے۔ کچھ اخروٹ خرید کر دیئے کہ وہ خوش ہو گیا۔

شیخ معروف کو میرے اس کام سے دلی مسرت ہوئی —— اور میرے قلب میں ایک نور پیدا ہو گیا، اور میری حالت متغیر ہو گئی۔

حسنِ موعظت

دریائے دجلہ کے قریب کی مسجد میں اپنا مصلےٰ اور قرآن مجید رکھ کر آپ وضو کرنے گئے ایک عورت جسے چوری کی عادت تھی آئی اور مصحف و مصلےٰ لے کر چلتی بنی۔ اتنے میں آپ آ گئے۔ عورت کے پیچھے پیچھے چلے، جب اس سے نزدیک ہوئے تو، آنکھیں جھکا کر کہا۔ مہربان ماں! کیا آپ کا کوئی لڑکا قرآن مجید پڑھتا ہے —— عورت بولی نہیں —— فرمایا پھر مصحف مجھے عنایت کر دو، میں پڑھا کروں گا —— اور مصلےٰ تم لے جاؤ تمہارے کام آئے گا۔

ت نے یہ سنا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور وہ عمر بھر کے لئے تائب ہوگئی۔

ال پاکی

ایک مرتبہ احباب کے ساتھ دجلہ کے نزدیک تھے کہ وضو کی حاجت ہوئی ——
پ نے فوراً تیمم کرلیا۔ پھر اٹھ کر وضو کرنے دریا کے کنارے گئے۔ لوگوں نے کہا تیمم
کیا ضرورت تھی۔ زندگی کا کیا اعتبار، شاید دریا تک نہ پہنچنے دے، اس خیال سے
ں نے تیمم کرلیا۔

ل وقت اخیر آیا

آپ کا زمانۂ وفات قریب آیا تو حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خانقاہ کے پاس
ضر ہوئے۔ اندر جانا چاہا تو دربانوں نے آپ کو مارا پیٹا اور اس قدر اذیت پہنچائی کہ آپ
پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ اسی ضرب شدید کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ نے اپنے اہل
رت سے پیشین گوئی کر دی تھی کہ میرے جنازے کے سلسلے میں لوگ اختلاف کریں گے
ذا جو گروہ میرے جنازے کو اٹھائے وہ اپنے طور پر تدفین کرے۔ آپ کے عقیدت مند
ود و نصاریٰ بھی تھے۔ چنانچہ بعد وفات مسلمانوں کی طرح ان لوگوں نے بھی جنازے پر
ی کیا —— مگر ان میں سے کوئی جنازے کو زمین سے اٹھانے میں کامیاب نہیں
ا۔ مسلمانوں نے جنازہ اٹھانا چاہا تو اٹھا لیا۔ اور اسلامی طور پر آپ کی تدفین عمل میں
ی۔ اس طرح بہت سے یہود و نصاریٰ نے حقانیت اسلام کی روشنی دیکھی۔

خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے دور [illegible] میں آپ نے رحلت فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کشتۂ فراق

شیخ سری سقطی فرماتے ہیں کہ میں نے بعد وفات اپنے استاذ گرامی کو خواب میں
یکھا کہ زیر عرش بے ہوش پڑے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا —— اتنے میں غیبی آواز

آئی کہ معروف کرخی میرے دیدار کا دیوانہ ہے۔ جب تک جلوۂ حق دیکھ نہ لے گا ہوش میں
نہیں آئے گا —— اللہ اکبر کیا شان ہے ہمارے شیخ سیدنا معروف کرخی کی۔

آپ کا قول ہے۔

- ○ کبھی ویران نہ ہونے والی بنیاد عدل ہے۔
- ○ جس تلخی کا انجام شیریں ہے وہ صبر ہے۔
- ○ جس شیریں کا انجام تلخ ہے وہ شہوت ہے
- ○ لاعلاج بیماری حماقت ہے۔
- ○ جس بلا سے بھاگنا چاہئے وہ عیش ہے۔
- ○ فرمایا علم نر ہے اور عمل مادہ، دین و دنیا کے کام ان کے ملنے سے ہیں۔

حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ

یہ شیخ اہلِ حقائق سیدنا ابوالحسن سری سقطی کی بارگاہ ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید
بغدادی آپ کے بھانجے ہیں۔ اکثر مشائخ عراق نے آپ سے شرف بیعت پایا۔ تمام علوم
ظاہر و باطن میں یکتائے روزگار، اور یگانۂ دہر ہوئے ہیں۔ حضرت معروف کرخی کے
مرید، اور حضرت حبیب بن سلیم راعی کے صحبت یافتہ ہیں۔ سقط، کباڑ کو کہتے ہیں ——
بغداد میں آپ کے پاس کباڑ کی دکان تھی۔ اس نسبت سے سقطی کہا جانے لگا ——
ایک بار بازار میں سخت آگ لگی، دوکانیں جل گئیں۔ لوگوں نے کہا۔ آپ کی دکان بھی جل گئی
جواب دیا۔ رب کائنات نے مجھے دکان و سامان کی قید سے آزادی بخشی —— مگر بعد
میں دیکھا گیا تو چاروں جانب کی سوختہ دکانوں کے درمیان آپ کی دکان بالکل محفوظ
تھی۔ اس پر آپ کا دل کرم ربانی اور فضل یزدانی سے سرشار ہوگیا۔ جوش مسرت میں آپ
نے ساری دکان راہ خدا میں لٹا دی۔ اور تصوف کی راہ اختیار کی۔

خود فرمایا کہ حبیب راعی ایک روز میری دکان سے گزرے، میں نے انھیں دکان
کی کچھ چیزیں فقراء میں تقسیم کرنے کو دیں۔ انھوں نے مجھے دعا دی خیرک اللہ

لله تجھے اختیار فرمائے) اس کے بعد سے میرا دل دنیا سے متنفر ہوگیا ۔۔ اپنی دکان پر
بیٹھنے کے زمانے میں بھی ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھتے ۔ آپ اپنے عہد میں تصوف کے
امام، علم وحیا کے جبل شامخ، اور مروت وشفقت کا بحر بیکراں ہوتے ہیں ۔ حضرت جنید
بغدادی کا فرمان ہے کہ میں نے سری سقطی سے زیادہ کسی کو عابد نہیں دیکھا ۔ آپ ایک
روز شیخ سری سقطی کے گھر گئے تو دیکھا کہ گھر میں جھاڑو دے رہے ہیں اور ایک شعر گنگنا رہے
ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ نہ مجھے دن میں چین ہے نہ رات میں قرار ۔ مگر اب کوئی پرواہ
نہیں چاہے راتیں لمبی ہوں یا چھوٹی ۔ وہی حضرت جنید اپنے شیخ کے بارے میں روایت
کرتے ہیں کہ حضرت سری سقطی کی عمر ۹۸ سال ہو گئی تھی مگر میں نے انہیں کبھی لیٹے ہوئے
نہیں دیکھا، سوائے اس وقت کے جب ان کا انتقال ہوا ۔

دل بدل دیتے ہیں اللہ والے

شہر بغداد میں خلیفہ کے ایک مصاحب تھے جن کا نام احمد بن یزید تھا ۔ نہایت
شان وشوکت اور کروفر کے ساتھ زندگی گزارتے تھے ۔ ایک دن کسی مقام پر حضرت
شیخ سری سقطی وعظ فرما رہے تھے ۔ احمد بن یزید بھی مجلس وعظ میں آئے ۔ شیخ اس وقت
فرما رہے تھے ۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انسان سے زیادہ کمزور کوئی نہیں ۔ مگر ایسی ضعیف
انسان گناہوں کے کرنے پر کتنا جری ہے، حیف صد حیف ! احمد بن یزید کے دل پر شیخ
کے ان جملوں کا خنجر وشمشیر کی طرح اثر ہوا ۔

احمد بن یزید خدمتِ شیخ میں لباسِ فقر پہنے ہوئے دوسرے دن پھر حاضر ہوئے ۔
اپنی حالت بیان کی کہ میں رات بھر ایک پل کے لئے بھی سو نہ سکا ۔ میرا دل دنیا سے متنفر
ہوگیا ہے ۔ آپ مجھے مولیٰ رسی کا راستہ بتائیں ۔۔ آپ نے فرمایا ۔ راہِ عام تو یہی ہے
کہ نماز پنجگانہ پڑھو ۔ مال ودولت ہو تو سال میں زکوٰۃ دو اور احکام شرعیہ کی پیروی کرو ۔
اور خاص راستہ یہ ہے کہ دنیا سے بے تعلق ہو کر اللہ کی عبادت کرو ۔ اور اللہ کے سوا کچھ
طلب نہ کرو ۔۔ ابھی آپ نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ احمد بن یزید وہاں سے اٹھ کر جنگل

کی طرف روانہ ہو گئے ۔۔ کچھ روز بعد احمد کی ماں حضرت شیخ کی خدمت میں آ کر اپنے
اکلوتے فرزند کی گمشدگی کا حال بیان کرنے لگی ۔۔ احمد بن یزید ایک بار خدمتِ شیخ میں
آئے تو شیخ نے ان کی والدہ کو بلوا بھیجا ۔ ماں کو خبر ملی تو وہ مع بہو اور پوتے کے آ کر
احمد بن یزید کو روکنے کی منت سماجت کرنے لگی ۔۔ مگر محبتِ الٰہی کی لذت چکھنے
کے بعد احمد بن یزید کسی طور رکنے پر آمادہ نہ ہوئے ۔۔ موقع پا کر پھر جنگل چلے گئے ۔
اور کئی سال تک لاپتہ رہے ۔ ایک رات عشاء کے وقت کسی نے شیخ سری سقطی کے
پاس آ کر احمد بن یزید کا کوئی پیغام دیا ۔۔ شیخ سری شونیزیہ قبرستان میں پہنچے تو احمد بن
یزید کو عالم نزع میں :

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۔ (الصّٰفّٰت ۔ ۶۱)

تلاوت کرتے ہوئے پایا ۔ شیخ سری سقطی نے خاک سے اٹھا کر احمد بن یزید کو
اپنی آغوش میں لیا ۔ شیخ کے زانو پر سر رکھ کر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے اس خدا کے دوست
نے انتقال کیا ۔ شیخ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور انھیں زمین
پر لٹا کر آبادی کی طرف چلے تاکہ کفن دفن کا انتظام کریں ۔۔ مگر شونیزیہ کے باہر
نکلتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اسی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں ۔۔ وجہ پوچھنے
پر سب نے بتایا کہ "ہم لوگوں نے ایک ندائے غیبی سنی ہے کہ جسے میرے ولی کی نماز جنازہ
پڑھنی ہو وہ شونیزیہ قبرستان میں آئے" ۔ اللہ اللہ کیا شان ہے مولیٰ پاک کے عاشقوں کی
انھوں نے مالکِ حقیقی کے لئے دنیا کو ترک کیا ۔ تو مرنے کے بعد مالکِ حقیقی نے ان کی
شان کا اس طرح اظہار فرمایا ۔ یہ سب شیخ سری کی توجہ کی برکت ہے ۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ

آپ نے خود بیان فرمایا ۔ کہ ایک بار میں اللہ رب العزت کے جمالِ جہاں آرا
کی زیارت سے شاد کام ہوا ۔۔ اور اس کا فرمان سنا کہ اے سری ! میں نے جب
مخلوق کو پیدا کیا تو تمام نے میری محبت کا دم بھرا ۔۔ پھر جب میں نے دنیا کو پیدا کیا اور

...ن کے روبرو لایا تو دس ہزار میں سے ۹ ہزار اپنے قول سے پھر گئے اور دنیا کے عاشق
... گئے ۔ پھر جب میں نے جنت تخلیق کی تو ان ایک ہزار میں سے ۹ سو طالبین جنت ہو گئے ـــــ
...ب سو جو باقی رہ گئے ہیں نے انھیں بلاؤں اور مصیبتوں سے آزمایا۔ تو تو نے مجھے فراموش کر
...گئے ـــــ اب جو دس باقی رہے ان سے میں نے خطاب کیا۔ کہ تم لوگوں کو عیش دنیا، بہار
...ت مجھ سے نہ پھیر سکی، اور نہ بلا و مصیبت نے تمہیں مجھ سے دور کیا۔ تو انھوں نے جواب
...یا کہ ہم لوگ اپنے اولین عہد پر قائم ہیں۔ تو اے سری! ہم نے اپنے ان خاص بندوں
...و یہ مژدۂ جاں فزا سنایا کہ :

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو خدا کا ہوا خدا اس کا ہو گیا۔

...شانِ ریاضت

حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ عنہ نفس کے خلاف سخت مجاہدات فرماتے تھے۔
...ات سال سے آپ کو نئے آب خورے سے ٹھنڈا پانی پینے کی خواہش تھی مگر آپ نے
...س کی مخالفت کی ـــــ ایک دن خادم سے نئے مٹکے میں پانی لانے کو فرمایا۔ خادم
...نے لاکر حجرے میں رکھ دیا ـــــ آپ مصروف عبادت تھے ـــــ غنودگی ہوئی۔ کیا
...یکھتے ہیں کہ کمرے میں ایک بہشتی حور اتری ـــــ آپ نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور تمہاری
...آرائش و زیبائش کس کے لئے؟ اس نے کہا، میں حور ہوں۔ مگر ہماری خدمات ان
...کے لئے نہیں ہیں جو کورے آب خورے کا ٹھنڈا پانی پیتے ہیں۔ آپ نے آنکھ کھولی تو دیکھا
...آب خورہ ٹوٹا ہوا ہے اور پانی بہہ چکا ہے ـــــ سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے
شیخ معظم کی۔ سچ ہے :

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ کی وفات ۲۵۳ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ جنید بغدادی

سید الطائفہ، امام شریعت، شیخ طریقت، ابو القاسم، حضرت جنید بن محمد بن جنید بغداد...
رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام علوم کے جامع، روحانیت و تصوف کے تاجدار ہیں ـــــ حضرت...
سری سقطی رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں اور انہیں کے مرید بھی ـــــ ایک بار آپ کے پیر...
و مرشد سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی مرید ایسا بھی ہوا جو اپنے پیر سے بلند ہوا ہو ـــ تو آپ نے شیخ...
جنید کی طرف اشارہ فرمایا۔ (اس فرمان کی حقیقی توجیہ خود شیخ موصوف اور ارباب باط...
جانیں)

حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب میں اس قول مبارک کی توضیـ...
فرمائی ہے۔

آپ کے پیر بھائی آپ سے فرمائش کرتے کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ...
جواب دیتے، جب تک ہمارے شیخ موجود ہیں میں ایسا نہیں کر سکتا ـــــ ایک شب حضور اقد...
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا، جنید! لوگوں کو کچھ سنایا کرو...
تمہارے بیان سے اللہ تعالیٰ ایک عالم کو نجات دے گا۔ بیدار ہوئے تو ذہن میں خیال آیا کہ م...
اتنا بلند ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت کا حکم فرمایا ـــــ اتنے...
میں ان کے پاس ان کے پیر و مرشد کا ایک پیغام رساں آیا۔ اور کہا۔ شیخ سری سقطی فرماتے...
ہیں ـــــ تم نے میرے مریدوں کی درخواست رد کر دی۔ اور انہیں کچھ نہ سنایا۔ اسی طر...
شیوخ بغداد کی سفارش پر کان نہیں دھرا۔ خود میں نے کہلایا پھر بھی نصیحت کرنے پر مائل...
نہ ہوئے۔ اب جب کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ اب تو تعمیل حکم...
کرو ـــــ جنید بغدادی نے مرشد کا پیغام سنا تو کہا سری سقطی میرے مرشد کامل ہیں ان پ...
تمام احوال ظاہر و باطن عیاں ہیں ـــــ اور آپ کا درجہ ہر حال میں مجھ سے بلند ہے...
اور میں اس غلط فہمی سے کہ میں آپ سے بلند رتبہ ہوں، استغفار کرتا ہوں ـــــ شیخ...
سری سقطی نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے جمال سے خواب میں مشرف ہوا۔ مجھے اس...

ر گاہ عالی سے اشارہ ہوا کہ میں نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنید کے پاس وعظ کا حکم دینے کے لئے بھیجا ہے۔

اکابر مشائخ کی نظر میں آپ اسرار و معارف کا گنج گرانمایہ ہیں۔ آپ سے ظاہر و باطن یں کبھی کوئی خلافِ شرع فعل سرزد نہیں ہوا۔ آپ کی ذات اور فرمان، شرع مطہر، اور طریقہ صوفیا میں برہان کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی کرامات بے حد ہیں۔

گمشدہ موجود

ایک بار ایک بوڑھی خاتون آپ کی خدمت میں بیٹے کی گمشدگی سے پریشان ہو کر اسے واپس بلانے کی دعا کرانے آئی۔ آپ نے فرمایا انتظار کر۔ پھر وہ دوبارہ آئی۔ آپ نے کہا انتظار کر ——— سہ بارہ نہایت پریشان حال ہو کر آئی ——— آپ نے فرمایا۔ جا تیرا بیٹا گھر آچکا ہے۔ اور ارشاد فرما ہوئے۔ رب تعالیٰ مضطرب دل کی دعا سنتا ہے:

اَمَّن یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (النمل۔۳)

خدائی انتباہ

شیخ جنید نے ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا تو خیال کیا کہ تندرست و توانا شخص ہے، اس کو مانگ کر نہیں کھانا چاہئے۔ یہ تو محنت مشقت کر کے روزی کما سکتا ہے ——— اسی شب خواب دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک بڑا طباق خوان پوش سے ڈھکا رکھا ہے۔ کوئی کہہ رہا ہے اسے کھاؤ۔ کھولا تو دیکھا اس میں سوال کرنے والے کی لاش ہے۔ آپ نے کہا میں مردہ خور نہیں۔ آنکھ کھل گئی۔ اور جوان سائل کے بارے میں سوءِ ظن پر تنبیہ سے آپ کو خوف ہوا۔ نماز استغفار پڑھی ——— اس کے بعد سائل نوجوان کی تلاش میں تھے کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے نظر آیا ——— حضرت جنید پر اس کی نظر پڑی تو کہنے لگا۔ اے جنید اگر اس خیال سے تائب ہو کر آئے ہو تو آؤ۔ میں بھی مصافحہ کرنے کو تیار ہوں۔

کیوں کہ:

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔"

ہر مرض کی دوا

آپ ایک بار حج کی نیت سے اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ——— راستے میں اونٹنی نے اپنا رخ حجاز مقدس کے بجائے قسطنطنیہ کی جانب موڑ لیا۔ آپ اسے بار بار راہ حجاز پر لگاتے وہ پھر ادھر ہی چل پڑتی۔ بالآخر آپ نے اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ و چلتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک شہر میں داخل ہوئی ——— لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہمارے بادشاہ کی بیٹی لاعلاج مرض میں مبتلا ہے۔ اے اجنبی! کیا آپ کوئی علاج کر سکتے ہیں۔ فرمایا مجھے وہاں لے چلو ——— وہاں پہنچے تو دیکھا۔ حسین و جمیل نازک اندام شہزادی بھاری زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑی ہوئی، بک جھک کر رہی ہے ——— آپ کو قریب پا کر شہزادی نے کہا۔ کیا میرا کوئی علاج ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ۔ اس نے کلمہ شریف پڑھا اس کی زنجیریں اور بیڑیاں خود بخود کھل گئیں۔ یہ دیکھ کر اس کے باپ اور کثیر لوگوں نے کلمہ طیبہ کی نعمت حاصل کی۔

شانِ توحید

شیخ جنید بغدادی ایک روز حمد و مناجات میں مشغول، رب کائنات کے حضور عرض کر رہے تھے۔ خداوندا! تو ارحم الراحمین ہے، مشرکین کی خطا نہ معاف فرمانے میں تیری کیا حکمت ہے؟ ——— اتنے میں آپ کی خدمت میں ایک شوہر اپنی بیوی سے لڑتے جھگڑتے آ پہنچا۔ عورت نے استغاثہ کیا کہ میرا شوہر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے کہا کیا حرج ہے جب کہ شریعت نے بھی چار بیویوں تک کی اجازت دی ہے۔ اس پر عورت کہنے لگی۔ اے جنید! اگر غیر مرد کو چہرہ دکھانا جائز ہوتا تو میں آپ کو اپنا چہرہ

دکھاتی اور پوچھتی کہ مجھ جیسی حسین وجمیل عورت کے ہوتے ہوئے جو شخص کسی دوسری عورت کی رغبت کرے وہ عقل مند ہے یا نامعقول؟

اس وقت آپ نے غیب سے آواز سنی کہ اے جنید! فانی حسن جو قبر کی مٹی میں ملنے والا ہے، اس کا یہ حال ہے کہ اپنے ہوتے ہوئے دوسری عورت کو برداشت نہیں کر پا رہا ہے۔ اے جنید! اگر اہل دنیا میں تجلّیٔ حق کی برداشت کا مادہ ہوتا تو میں آج اپنی تجلی دکھاتا اور پوچھتا کہ میرے سوا کسی اور کی پرستش ہونی چاہیے یا نہیں؟

مردانِ حق

ایک بار آپ نے خواب میں شیطان کو بازار میں ننگے پھرتے دیکھا۔ فرمایا تجھے اس طرح پھرتے شرم نہیں آتی۔ اس نے کہا۔ شرم تو انسانوں سے آتی ہے۔ ان میں انسان ہے کون یہ تو سب "کالانعام بل ہم اضل" ہیں۔ انسان ہوں تو شونیزیہ کی مسجد کے تین معتکفین کی طرح ہوں۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آدھی رات تھی۔ اٹھے اور شونیزیہ کی مسجد پہنچے۔ دیکھا تو واقعی وہاں تین مردانِ حق محو عبادت ہیں۔ آپ کے پہنچنے کی آہٹ سن کر ان میں سے ایک نے کہا ـــ اے جنید! کیا تو اس ملعون کی ہر بات کو سچ سمجھتا ہے؟ سید الطائفہ رضی اللہ عنہ نے ۳۰۲ھ میں انتقال کیا۔ رضی اللہ عنہ۔

ان مشائخ کرام سے حصول نیاز کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی مسجد میں حاضری ہوئی۔ حضرت شیخ کے مرقد سے نزدیک دوسرے کمرے میں خلیفہ مستنصر باللہ کی قبر ہے۔ بغل میں بڑا عظیم الشان شہر خموشاں ہے۔ جہاں بڑے بڑے جلیل القدر علماء، فضلاء، صلحاء، فقہاء، محدثین اور اہل کمال آرام فرما ہیں۔ پھر حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ، ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ خاتون (عالم اسلام کی مشہور پارسا، سخی بانو جس نے حجاز مقدس میں نہر زبیدہ بنوا کر عالم اسلام سے دعاؤں کا خراج وصول کیا تھا) شیخ محمد غزالی اور حضرت شیخ ابوبکر شبلی (علیہم الرحمہ) کی زیارتوں سے شادکامی نصیب ہوئی۔

آخر میں حضرت ذوالنون مصری کی زیارت کے بعد، حضور غوث اعظم کے

اہل خانوادہ کے مقبرے میں حاضری ہوئی، جو باب الشیخ سے نزدیک ہی ہے ـــ وہاں خاندانِ غوث پاک کے سولہ بزرگوں کے مزارات ہیں۔ اس کے باہر بغل میں بھی ایک قبرستان ہے جہاں شرفاء و سادات مدفون ہیں (رحمہم اللہ)، باب الشیخ سے تھوڑی دوری پر، حضرت ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم، اور خدیجہ بنت موسیٰ کاظم (رضی اللہ عنہم) کے مزارات ہیں ـــ مولیٰ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں برسائے اور ہمیں ان کے فیضان سے نوازے۔

بغداد سے امسٹرڈم

رب کائنات کا بے حد شکر و احسان ہے کہ اس نے اپنے ان مقربانِ بارگاہ کے آستانوں تک ہمیں پہنچنے کی توفیق دی ـــ رمضان المبارک شروع ہونے کے بعد بغداد معلی کی رونق میں اضافہ ہوگیا ـــ باب الشیخ کی چہل پہل دوگنی ہوگئی ـــ عصر بعد ہی سے باب الشیخ کا وسیع علاقہ عاشقوں اور اہل عقیدت کی آماجگاہ بن جاتا۔ بڑے مزے کے دن تھے جب دربار غوث الاعظم پر روزہ افطار کرکے حضور کے جوار میں نماز مغرب ادا ہوتی ـــ اور پھر غوثیہ لنگر کھا کر عشاء اور تراویح کی سعادت نصیب آتی۔

باب الشیخ کے احاطے میں ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ اور لائبریری بھی ہے جہاں ہزاروں نایاب کم یاب کتابیں موجود ہیں ـــ بالخصوص تصوف اور سوانحِ غوثیہ کے عنوان پر تحریری کام کرنے والوں کے لئے یہ لائبریری نہایت وقیع ہے۔

حصول سعادت کے ارادے سے "اسلام اور امن عالم" کا ایک نسخہ میں نے لائبریری میں رکھنے کے لئے حاضر کیا۔ دیکھتے دیکھتے گیارہ روز ختم ہوگئے ـــ اور بالآخر IRAQI AIRWAYS کی فلائٹ 271 کے ذریعہ ۲؍اپریل کو صبح فجر کے بعد، باب الشیخ کی دہلیز کو الوداعی بوسہ دے کر امسٹرڈم کے لئے محو پرواز ہوئے ـــ قیام بغداد کے دوران حضور غوثیت میں انہی کے ۹۹ اسماء کے توسل سے لکھا

ا۔ استغاثہ منظوم ہوا۔ جو مائی فاطمہ قادری کے حجرے میں بیٹھ کر پیش کیا گیا۔ اور مرقومہ
ئی صاحبہ کو دیا گیا۔ اس کے علاوہ دبے نوا کی سن لو اے کے عنوان سے ۱۱ اشعار پر مشتمل ایک
صیدہ بھی لکھا گیا ــــ تاجدار بغداد اپنے کرم سے قبول کریں ــــ المدد یا غوث اعظم!

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا ــ نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے ــ حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا
موت نزدیک گناہوں کی تہیں میل کے خول ــ آ برس جا کہ نہا دھو لے یہ پیاسا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ــ بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری ــ دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسا کر ــ کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزانہ تیرا

نزع میں گور میں، میزان پہ سرِ پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ معلیٰ تیرا

(پنجشنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ ، یکم نومبر ۱۹۹۰ء۔)

ستغاثہ

بحضور غوث صمدانی ، محبوب سبحانی سیدنا الشیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی
بغدادی ، قدست اسرارہم
جس میں
حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے ننانوے اسماء کا توسل اختیار کیا گیا ہے۔ یہ اسمائے
بارکہ، حضرت بندہ نواز گیسو دراز سید محمد علیہ الرحمہ گلبرگہ شریف کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ اور غلامانِ
ادری کے لے حصولِ مراد، اور تکمیلِ مقاصد کا ذریعہ ہیں:

شیئاً للہ ، اے بحر سخا! اے عبد القادر جیلانی
امید لئے آتے ہیں گدا! اے عبد القادر جیلانی

غوث الثقلین ہے ذات تری

تاباں تاباں آیات تری
اللہ غنی کیا بات تری
دن سے روشن ہر رات تری
ہر سنی تجھ پر دل سے فدا، اے عبد القادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا ، اے عبد القادر جیلانی

بغداد معلیٰ میں آ تا
حاضر ہے تیرا بدتر گدا
بیٹھا ہوا بابِ عالی پر
دیتا ہے وسیلہ اسماء کا
خالی نہ گدا کی جائے صدا، اے عبد القادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبد القادر جیلانی

عبد القادر ناسک مومن
منقاد ، جواد ، عابد ، موقن
ناصٖ ، قائم ، دائم ، صائم
بدتر ان ناموں کو دل سے گن
اور لب پر ورد یہ ہر دن لا، اے عبد القادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبد القادر جیلانی

کہتے ہیں مرید و کریم تمہیں
ستار ، شریف ، عظیم تمہیں
زاہد ، ساجد ، واجد ہو تم
کس شے سے ہو حزن و بیم تمہیں
خود پیار تمہیں مولیٰ نے کیا، اے عبد القادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا ، اے عبد القادر جیلانی

ہمام، امام، ظریف جبلی
منعم، باذل، کامل و نقی
حنبلی، تقی اور وحی سخی
ولیوں میں سب سے ذکی صفی

کیا کیا سہرا سر تیرے سجا، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

ثابت، وارث، حارث، وارع
صاحب و طبیب ہو اور بارع
راسخ، شامخ، خاضع، خاشع
عرفان کے تم مہر طالع

ترے آگے سب کا دیپ بجھا، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

میں کروں جہان نثار ترے
اسماء ہیں سعید و بار ترے
طاہر، ظاہر، شاہد، راشد
لائق فائق اطوار ترے

شاکر، ذاکر تیرا رتبہ، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

تو حاذق و صادق اور سلطاں
طالب و مطیب و مکرم جاں
کہتے ہیں رشید و حفی تجھے
اہلِ باطن میں کوئی کہاں

عالم، عادل، حاکم تجھ سا، اے عبدالقادر جیلانی

شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

بدرِ ان کو جلیل و جمیل کہو
فاتح و نجیب و خلیل کہو
تاج اور ولی جلیل کہو
حق کی برہان و دلیل کہو

ہو تم تو سراج منیر شہا، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

تم جیسا مطیع و منیع و مبیں
تم جیسا حبیب و لبیب و معیں
صالح و ملاذ و معاذ و متیں
سرکار کوئی ولیوں میں نہیں

تم مفتاحِ ہر فضل و بلا، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

ہے حسنی حسینی تیرا نسب
کوئی تجھ سا مقرب ہوگا کب
مصباح و مہذب تجھ کو کہیں
جتنے بھی ہیں خاصانِ رب

تو دُلدرِ رسولِ ہر دوسرا، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا، اے عبدالقادر جیلانی

تو رب کا مقرب بندہ ہے
اور تو ہے نقیب اہلِ صفا
القاب نصیر و مراد ترے
واضح، ناصح ہر تیری ادا

ہے تو تو محی دین ہدیٰ ، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا ، اے عبدالقادر جیلانی

داتا نادار ہوں تیرا ہوں
غمگیں بیمار ہوں تیرا ہوں
قسمت مری وابستہ تم سے
سرتاپا عار ہوں تیرا ہوں

ترے ہوتے مجھے فکر و غم کیا ، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا ، اے عبدالقادر جیلانی

درویش کی جھولی خالی ہے
جس کا تجھ جیسا والی ہے
کچھ باب الشیخ کا صدقہ دے
تو نے کب کس کی ٹالی ہے

جو آیا دامن بھر کے گیا ، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا ، اے عبدالقادر جیلانی

بدرؔ اک خاطی ، عاجز ، فاتر
ہو کر دنیا بھر سے خاسر
خیرات اسمائے مبارک کی
لینے کو ہے چوکھٹ پر حاضر

وا کر دو باب فیض و عطا ، اے عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ اے بحر سخا ، اے عبدالقادر جیلانی

وصلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلیہ وعلیٰ اصولہ الکرام وفروعہ الفخام الیٰ یوم الدین ۔

بغداد معلی ۔ ۴ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ ، ۳۰ / ۳ / ۱۹۹۰ء ۔

بے نوا کی سن لو

بغداد والے آقا ! مجھ بے نوا کی سن لو — میرے کریم داتا ! اپنے گدا کی سن لو
اے پنجتن کے پیارے مشکل کشا ہمارے — در پر پسارے دامن بے آسرا کی سن لو
ہم سے نظر نہ پھیرو ، للہ شاہ گیلاں ! — پیران پیر اپنے بے دست و پا کی سن لو
اکرام غوثیت کی موجوں کا یہ تلاطم — کہتا ہے شاہ اپنے جود و عطا کی سن لو
اہل جفا نے جینا دشوار کر دیا ہے — ہندوستاں کے اپنے اہل وفا کی سن لو
شمشیر قادریت پھر بے نیام کر دو — سرکار ! کشتگان شرک و جفا کی سن لو
تم ہو محی ملت ، تم ناخدائے دیں ہو — مقہور قید اہل جور و جفا کی سن لو
دل میرا بت کدہ ہے ، حق آشنا بنا دو — عاجز عبید اس حق ناآشنا کی سن لو
سارق کو اک نظر میں عارف بنانے والے — مقہور نفس ، عبد حق نارسا کی سن لو
اب تک کھلا نہ مولیٰ ! جس پر در اجابت — اپنے مرید کے اس دست دعا کی سن لو

بدرؔ ایک بے نوا ہے ، پر آپ کا گدا ہے
اس ننگ قادریت ، عبد رضا کی سن لو

بغداد معلی ۔ ۳۰ / ۳ / ۹۰ء ۔

اندلس میں آٹھ دن

(۱۳ فروری ۱۹۸۸ء تا ۲۰ فروری ۱۹۸۸ء)

طارق چو بر کنار اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بنگاہ خرد خطا است

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

دس فروری کی صبح ہالینڈ میں موسم کے اعتبار سے ایک روشن صبح تھی۔ اپنے مشاغل صباحی سے فارغ ہو کر میں دارالمطالعہ میں داخل ہو چکا تھا ——— کچھ نئی کتابوں کو جلد جلد الٹ پلٹ کر رہا تھا کہ ——— ڈینمارک سے برادرم سید ریاض الدین احمد کا ٹیلیفون آیا۔ اور مجھے اسپین کے دارالسلطنت مڈریڈ میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے لئے دعوت ملی۔

اسپین جسے میں نے صرف اسلامی اندلس ہی کے نام سے جانا، میرے خوابوں کی دنیا میں بے چینی سے سمایا ہوا ہے ——— ہمالہ، فصیل کشور ہندوستان سے کہیں زیادہ مجھے جبل الطارق، جبل الشیخ، اور جبل مولائی حسن سے لگاؤ رہا ہے، اس لئے کہ اس کا ناطہ جبل الثور، اور جبل احد کی نورانی تاریخ سے ہے۔ ثور وحراسے امن و انسانیت کی جو قندیل ابھری تھی اسی کے پروانوں میں ——— ایک پروانہ طارق بن زیاد بھی تھا ——— جس نے پیام اسلام یورپ کے اس خطے تک پہنچانے میں، اسلامی سرفروشی کے نقطۂ عروج کو چھو لیا، اور بحر زقاق کی موجوں سے گزر کر کنارے پہنچا تو ——— دنیا نے عجیب تماشا دیکھا کہ سمندر کا سینہ چیرنے والی کشتیاں جمع کر کے ان میں آگ لگا دی گئی ——— یہ ایک ایسا تماشائے سرفروشی تھا ——— جس پر خود بہادران عرب بھی محو حیرت تھے ——— تاریخ اندلس کا یہ مقدمہ ایثار و توکل کا ایسا عظیم شاہکار تھا ——— جس کے برکات و حسنات سے یورپین دنیا نہال ہو گئی ——— طارق کی بے لوث قربانی اور جرأت و بصالت نے اس سرزمین کو اسلامی تہذیب و تمدن کا مغربی مرکز بنا دیا ——— جہاں سے قرآنی زندگی کے سینکڑوں انمٹ نمونے تاریخ عالم پر ابھرے، جو آگے چل کر اہل مغرب کی علمی و اکتشافی سربلندیوں کے لئے زینہ ثابت ہوئے۔

طارق بن زیاد کشتیوں کو آگ لگا کر رب تعالیٰ پر اپنے اعتماد کی توثیق کر رہا تھا۔ عقل انسانی حیران تھی۔

طارق چوں برکنارِ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطا ست

دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

اسلامی اندلس کی اس تاریخ کا مطالعہ میں نے چشمِ شعور وا ہوتے ہوئے کیا تھا ——— اس لئے طارق بن زیاد کہانیوں کے ناقابلِ تسخیر شہزادوں کی طرح میرے شعور پر چھایا رہا ——— مجھے اس کے حالات و کوائف جاننے کا بڑا شوق تھا ——— اس سلسلے میں میرے مطالعہ کی دسترس جہاں تک تھی میں نے اسے پڑھا ——— اس کے خاندان یعنی بربر قوم میں عبداللطیف مراکشی سے میں نے جب امسٹرڈم کے اندر اس مجاہدِ جلیل کا ذکر کیا اور اس سے اپنے تعلقِ خاطر کا اظہار کیا تو وہ ایک ہندی نژاد کی اس طینت پر چونک اٹھا ——— عبداللطیف مراکشی سے دوستی کرنے کے عوامل میں بنیادی شے یہی تھی کہ وہ قبیلۂ بربر سے تعلق رکھتا ہے۔

بہرحال کانفرنس کی دعوت پاکر میں اس لحاظ سے اور بھی مسرور تھا کہ مجھے اس سرزمین کی زیارت کا موقع میسر آئے گا جسے طارق بن زیاد کے قدموں نے پامال کیا ہے۔ قارئین کرام سے میں پیشگی معذرت خواہ ہوں، اگر انہیں اندلس کے اس مختصر سفرنامے میں، اس عظیم اسلامی جرنیل سے بار بار سابقہ پڑے۔

لاکھ چاہوں کہ کوئی اور ہو عنوانِ کلام
باتوں باتوں میں تری بات نکل آتی ہے

فرودگاہِ طارق کی طرف

اس سے قبل بھی ممالکِ عرب، اور یورپین ملکوں میں متعدد مقامات پر

اجتماعات، سیمناروں، اور کانفرنسوں میں راقم کی شرکت ہوتی رہی تھی۔ مگر اسپین روانگی کے لئے میں گویا شوق کے پروں پر سوار تھا۔ پنجشنبہ کو ہوائی جہاز کے لئے ٹکٹ کی بکنگ کا مرحلہ طے ہوا ——— ٹکٹ رات کو موصول ہوا اور ۱۲ر فروری کو جمعہ کا دن تھا۔ اور ویزا لینے کے لئے مجھے اسپین کی ایمبیسی میں خود جانا ضروری تھا ——— محمد فیروز القادری سلمہ نے سفارت خانے جاکر معلومات حاصل کیں اور میری مصروفیات بتائیں کہ نماز جمعہ اور دیگر کاموں کے باعث میں نہیں آسکوں گا ——— اور شنبہ کے دن کی فلائٹ سے جانا بھی ہے ——— سفارت خانے کے ذمہ داروں نے ہمدردانہ جواب دیا اور کہا کہ ——— کوئی مضائقہ نہیں ——— اگرچہ شنبہ و یکشنبہ چھٹی کے دن ہیں ——— مگر شنبہ کی صبح وہ ویزا لینے کے لئے آسکتے ہیں ———

القادری اسلامک سینٹر gaaslam. 2- The Haque میں نماز جمعہ پڑھاکر، غریب خانے پر چند ملاقاتیوں سے فارغ ہونے کے بعد ——— رات تک میں امسٹرڈم پہنچ گیا ——— جہاں کچھ اور احباب سے ملاقاتیں ہوئیں ——— محمد فیروز القادری سلمہٗ کے گھر شب میں آرام کیا ——— اور صبح کو ۹ بجے اسپین کے سفارت خانے پہنچ گیا۔ نصف گھنٹہ میں ویزا لے کر واپسی ہوئی ——— آج ہی بعد مغرب پاکستان سے آئے ہوئے مہمان عالم، مولانا محمد اشرف القادری ——— کا القادری اسلامک سنٹر میں آمد کا پروگرام تھا۔ مگر عجب اتفاق کہ میں اس سے پہلے ہی اسپین کے لئے پابہ رکاب تھا ——— اس لئے خیال ہوا کہ وہ امسٹرڈم ہی میں قیام پذیر ہیں ——— ابھی ایرپورٹ جانے میں ——— کئی گھنٹے باقی ہیں، جب تک ان سے شرف ملاقات ہی حاصل ہو جائے ——— قیام گاہ پر ٹیلیفون کرایا تو معلوم ہوا ——— سو رہے ہیں ——— بہرحال ان کے میزبان کی منشاء کے مطابق ——— ایک گھنٹے بعد ان تک پہنچا تھا۔ اس دوران ایک عمر رسیدہ ضعیفہ خاتون کی ہاسپٹل میں جاکر عیادت کی گئی ——— بعدہٗ مولانا محمد اشرف سے شرف ملاقات پاکر ——— ایک بجے محمد رشید الرحمٰن گمان قادری کے گھر وارد ہوئے ——— جہاں ان اہل محبت نے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا تھا ———

یں نماز ظہر ادا کی گئی۔

مجھے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ ورلڈ اسلامک مشن کے سکریٹری جنرل علامہ قمر الزماں
ظمی مدظلہ بھی کل ہی اسٹرڈم تشریف لائے ہیں اور ان کا قیام بلڈنگ Hoogoord
ں ہے —— رات میں ٹیلی فون کرنے پر رابطہ نہ ہو سکا —— اس
قت فون پر محمد فیروز سلمہ نے ان کے میزبان سے ملاقات کی — مگر قیام گاہ پر پہنچے
ہنچتے کچھ تاخیر ہو گئی —— اور علامہ موصوف اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق کہیں
شریف لے جا چکے تھے —— البتہ گھر والوں کے ذریعہ ماہنامہ حجاز لندن کا نیا شمارہ
امہ کی عنایت سے تسکین قلب و نگاہ کا سامان بنا۔

فلائٹ کا وقت پانچ بج کر پچپن منٹ تھا —— اس لحاظ سے کم از کم دو گھنٹے
یشتر پہنچنے کا ارادہ کر کے —— محمد فیروز سلمہ ان کے برادران کے ہمراہ ایرپورٹ چل
ے ، عصر کی نماز ایرپورٹ پر ادا ہوئی۔ اور وقت مقررہ دوشنبہ ۱۲ فروری ۱۹۸۹ء ۵ بجکر ۵۵
ٹ) پر ارجنٹائن ایرلائن Aerolineas Argentinas. بوئنگ ۷۴۷ کے ذریعہ
رڈم کے انٹرنیشنل ایرپورٹ Schiphol. سے روانگی ہوئی —— ابھی ایک ہفتہ
شتر اسی ایرپورٹ پر ۶ فروری شنبہ کو —— ایرانڈیا فلائٹ نمبر ۱۳۱ کے ذریعہ ، دو ماہ
ن رہ کر واپسی میں۔ ہالینڈ ٹائم کے مطابق — صبح کے ساڑھے سات بجے اترا
ا —— وطن کی یادیں افکار پر گہرے نقوش کی طرح مرتسم ہیں —— آج کی
وں، آنسوؤں، اور مسلمانوں کے لئے محرومیوں کی سرزمین —— ہندوستان
ے —— میں ہوائی جہاز کی آغوش میں سمایا —— فضاؤں میں محو پرواز
ں —— اور، میرا ذہن —— پانچ سو سال پیشتر ظلم و عدوان کی اس تاریخ
ں الجھا ہوا ہے —— جو اسلامیان اندلس کے حق میں ماضی بن چکا ہے ——
گر —— مسلمانان ہند حال کے آئینے میں اسی خوں چکاں دور سے گزر رہے ہیں۔

زوال مسلم کے سیاسی عوامل

عالمی پیمانے پر یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمن تحریکیں —— جن کا دائرہ صدیوں
پر پھیلا ہوا ہے۔ صلیبی جنگوں میں ہزیمت کا شکار ہونے کے بعد فکری ہتھیاروں سے
لیس ہو کر، دنیا بھر میں اپنے اثر و رسوخ کو تیز کرنے میں منہمک ہو گئیں —— جس کا
شکار ہندوستانی مسلمان بھی ہوا —— ہندوستان سے مسلم مغلوں کی حکومت
کا خاتمہ ہوا —— انگریز نصاریٰ نے ہندوستانی مسلمانوں کو علمی، فکری اور تمدنی ہر
لحاظ سے مفلوج کرنے کے پروگرام پر عمل کیا —— خود "فَرِّقْ وَاحْكُمْ" کے ذلیل طریقہ
پر اپنی حکومتوں کو مضبوط کیا —— اور محکوموں کو ان کی غیرت، حمیت، شجاعت
علمی و فکری خاصیت سے محروم کرنے کے ناپاک عزائم پر کاربند رہے ——
اور جاتے جاتے بھی ہندوستان کے جغرافیہ میں ایسے ایسے شگاف ڈال گئے ——
جن کی وجہ سے، مشرق کا یہ برصغیر کبھی امن کا علاقہ نہ رہ سکے۔ یہیں نہیں اہل فرنگ
یہی کردار دنیا کے تمام خطوں میں رہا جہاں انھوں نے اپنے مکر و فریب سے حکومتوں
قبضہ کیا۔ عسکری تباہ کاریوں کے ساتھ ساتھ بازی گران کلیسا نے استشراق کا لبادہ اوڑ
—— مسلمانوں کے سینے سے ایمان و اسلام کی حرارت زائل کرنے کے لئے ہر ممکن وسائل
استعمال کئے —— قرآن مجید پر اعتراضات وارد کئے —— سیرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت کی —— ذخیرۂ احادیث نبوی علی صاحبہا
الصلوٰۃ والتسلیم کے سلسلے میں ارتیاب و تشکیک کے بیج بوئے —— الغرض اسلام کے
بنیادی مآخذ میں ان گوشوں کو کریدا جن کے ذریعے وہ کسی طرح خود قوم مسلم کو اپنے دین و
مذہب کے سلسلے میں مشکوک کر سکیں۔ سیرت النبی کے ساتھ ساتھ حیات الصحابہ اور
تاریخ اسلام میں بدترین پیوند کاری کر کے دنیا کے سامنے، خدا کے اس سچے اور صاف
ستھرے دین کو، داغدار ثابت کرنے میں لگے رہے —— نیز اپنی حکمت عملی
کے ذریعہ اسلامی علمی مراکز کو تباہ و برباد کر کے تمام علوم و افکار کے مراجع اپنے ممالک

بنایا —— جہاں کی متعفن فضا میں حصولِ علم کے لئے جانے والوں میں سو میں
ے پانچ دس بھی بمشکل ایسے رہے —— جو علم و تحقیق کے نام پر، شہد میں ملے ہوئے
ر کا ادراک کر سکے —— بلکہ اکثر ایسے ہی نکلے جو ان کی درسگاہ سے خوشہ چینی کر کے انہی
بولی بولنے لگے —— اس کے اسباب کی جستجو کی جائے تو سراغ ملے گا کہ ——
ک طرف تو غیرت و حمیتِ اسلامی رکھنے والے علماء پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا —— اور
ں کی بساطِ علمی کو الٹ دیا گیا —— اس طرح قوم اپنے اسلامی علمی سرچشمہ سے محروم
ر دی گئی —— دوسری طرف —— خود اپنے علم، اپنی تاریخ اور اسلامی حمیت سے عاری
وان کو فرنگی مدارس میں ڈھالنے کی راہیں کھول دی گئیں —— اور قدرت کے
نونِ تکوینی کے مطابق —— خلاء دیر تک خلاء نہیں رہ سکتا —— اس لئے اہل مشرق
ر مسلمانوں نے اپنے علوم سے محروم ہو کر —— فرنگی تالابوں سے سیرابی حاصل کی ——
اپنی ہیئت —— اور زہریلا پن دکھائے بغیر نہ رہ سکے۔

شاطر انگریزوں نے ہندوستان میں مسلم ہندو منافرت کو بڑھاوا دینے والے ہر کام
و نہایت حذق سے کیا —— جس کا جائزہ لینے کے لئے تاریخ آزادی ہند کا نہایت دیدہ وری
ے مطالعہ کرنا چاہئے —— انگریز کو ہندوستان بدر ہوئے کئی دہائیاں گزر گئی ہیں مگر ان کے
صب کردہ شجرِ منافرت اب طرح طرح کے کانٹے اور جھاڑیاں برآمد کر رہے ہیں ——
ن میں کا ایک نہایت حساس مسئلہ اس وقت بابری مسجد کا مسئلہ ہے —— جو مسلمانانِ
ہند کی اسلامی حمیت و غیرت کا مسئلہ بن گیا ہے —— اس کا سب سے تاریک رخ یہ ہے
ہ اس معاملے میں عواقب اور نتائج پر نظر کرے —— کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا
ہے کہ حکومت مسلمانوں کے مقابلے میں فریق بنی ہوئی ہے —— تعجب ہے کہ چند روز
کے لئے زمامِ حکومت پا جانے والے —— اگر انصاف اور حقیقت پسندی کے جذبے
سے عاری بھی ہیں —— تو کم از کم یہ کیوں نہیں [illegible] آج پریس اور سائنس کی روشنی
میں گھناؤنی اور متعصب چالوں کا کوئی بھی داؤ، دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتا ——
اور ہر خونِ ناحق —— اپنا رنگ لانے میں زیادہ تاخیر نہیں کرتا۔

جامعِ قرطبہ اور بابری مسجد

جامع قرطبہ کی طرف پرواز کرتے ہوئے مجھے "بابری مسجد" جس کے ساتھ متعص
ہندو وہی کچھ کر رہے ہیں جو قرطبہ کی جامع مسجد اور دیگر مساجد و مراکزِ اسلامی کے ساتھ کی
متعصبین نے سلوک کیا تھا۔

ہندوستان، اترپردیش کے ضلع فیض آباد میں مشہور تاریخی قصبہ اجودھیا کے اند
مغل بادشاہ بابر کے ایک گورنر میر باقی نے ۱۵۲۹ء میں ایک خالی قطعۂ زمین پر اس مسج
کو تعمیر کر کے بادشاہِ وقت کے نام سے موسوم کیا تھا۔ اس پر بھارے پور، اور شولا پو
نامی دو گاؤں انگریزی عمل داری میں بھی لگان وغیرہ سے مستثنیٰ رہے۔ اس لئے کہ
گاؤں مسجد پر وقف تھے۔ اور ان کی آمدنی سے مسجد کے انتظامات سرانجام دیئے جاتے تھ
مسجد کے باہری صحن میں کسی ہندو نے ۲۱ × ۱۷ فٹ کا ایک غیر اہم سا چبوترہ بنا لیا تھا جسے
مسلمانوں نے کوئی مضر شے نہیں سمجھا۔ ۱۸۸۵ء میں ایک شخص مہنت رگھوبیر داس نامی
فیض آباد کے سب جج کے پاس درخواست دی کہ رام جنم استھان کا چبوترہ بغیر عمارت او
چھت کے ہے۔ پجاریوں کو بارش اور گرمی میں دشواری ہوتی ہے۔ اس لئے اس
پر مندر بنانے کی اجازت چاہئے۔ کمشنر نے فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے ایسا کرنے کی
اجازت نہیں دی۔ اور ایک دوسرے جج نے مقدمہ خارج کر دیا۔ ۱۹۳۴ء اجودھیا
میں ہندو مسلم فساد میں مسجد کو نقصان پہنچایا گیا۔ اور مساجد ہند کی طرح بابری مسجد بھی
سنی وقف بورڈ یوپی میں رجسٹرڈ ہے۔ اور مسلمان ۱۹۴۹ء تک اس میں باقاعدگی سے
نماز ادا کرتے رہے —— اسی سال کے ماہ دسمبر ۲۲ اور ۲۳ کی درمیانی رات میں
حادثہ ہوا کہ متعصب ہندوؤں کے ایک بھاری گروہ نے مسجد پر ہلہ بول کر قبضہ کر لیا۔ او
مسجد کے اندر پتھر کی مورتیاں رکھ دی گئیں۔ اجودھیا پولیس اسٹیشن میں اس واقعہ کی
رپورٹ درج کرائی گئی —— اس کے بعد ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو اجودھیا اور فیض آباد
میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہوا۔ اور مسجد کو دفعہ ۱۴۵ کے تحت گروان کر قرق کر لیا گیا ——

اس کے بعد سے ۱۹۸۶ء تک مسلمانوں نے مسجد کی تطہیر اور بازیابی کے لئے جتنی بھی عدالتی کوششیں کیں وہ سب بے سود ثابت ہوئیں —— مقدمہ کی فائلیں ہائی کورٹ میں دبا دی گئیں۔

اور یکم فروری ۱۹۸۶ء کو تمام تاریخی ثبوتوں اور قوانین کے برخلاف، ہندوؤں کے لئے مسجد کا تالا کھولنے کا حکم ضلع جج نے صادر کر دیا۔

اس طرح ہندوستان جیسے سب سے بڑے جمہوری پکارے جانے والے ملک میں سیکڑوں سال کی تاریخی مسجد کو مندر میں بدل دیا گیا۔

ع آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

بابری مسجد کے مسئلے کو انگریزی حکومت ہی کے دور میں نمٹایا جا سکتا تھا —— مگر انگریزوں کو اس سے سنہرا موقع اور کیا چاہیے تھا کہ کسی ایسی چنگاری کو ترقی کرنے دیں جو دو محکوم فرقوں کو کبھی متحد نہ ہونے دے۔

اب حال یہ ہے کہ اسی بابری مسجد کو لے کر ہندوستان میں فروری تا اگست ۱۹۸۶ء ۴۵ ہندو مسلم بلوے ہو چکے ہیں جن میں جانی نقصانات کا صحیح علم خدا ہی کو ہے —— صرف بارہ بنکی میں احتجاجی مظاہرے کے دوران پولیس کی فائرنگ سے چودہ مسلمان نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اسی پر تمام مظاہروں —— اور بلوؤں کو قیاس کرنا چاہیے۔ اسپین کی جانب پرواز کرتے ہوئے میرا ذہن ایودھیا میں الجھا ہوا ہے۔

اندلس (ہسپانیہ) کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے مرحوم اقبال نے کہا تھا:

ہسپانیہ تو خون مسلماں کا امیں ہے   مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں   خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں

مغل ایمپائر بابر کے دور سے "بابری مسجد" میں بھی صدائے تکبیر گونجتی رہی —— تا آنکہ آزاد ہندوستان کے اندر ۱۹۸۶ء میں اسے مسلمانوں کے بجائے غیر مسلموں کو دے دیا گیا۔ اور اب وہ مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ مندر بنانے پر بضد ہیں۔

خدا ہی جانے اس مسئلہ کا کیا حل ہونے والا ہے۔

مڈریڈ میں ورود

لیجئے ہوائی جہاز کے عملہ نے اعلان کیا کہ پیٹیاں باندھ لی جائیں۔

اب ہم پیرس اترنے والے ہیں ——— ۴۵ منٹ بعد ——— پھر ہم فضا میں تیرنے کے لئے چل اٹھیں گے ——— ہوائی جہاز رن وے پر لینڈ کر کے فراٹے بھر رہا ہے ——— اور انجن سے بخارات بھاری تعداد میں خارج ہو رہے ہیں ——— انجن کا شور دھیما ہوتا جا رہا ہے ——— جیسے کوئی غضب ناک انسان اپنے غصہ کی پوری بھڑاس نکال لینے کے بعد تدریجاً ہلکے لہجے میں بولنے لگتا ہے۔ جہاز ابھی پورے طور پر رکا بھی نہیں ——— کہ لوگ اپنی سیٹوں کے بندھن سے آزاد ہو کر کھڑے ہونے لگے ——— سامان سنبھالنے ——— اور کوٹ پہننے کے بعد ——— باہر نکلنے کے لئے بطن جہاز میں ایسا ہنگامہ برپا ہے ——— جیسے کوئی نامناسب غذا شکم میں پہنچ کر نظام ہضم کو اتھل پتھل کر دیتی ہے۔

پیرس میں اترنے والوں سے جہاز خالی ہو گیا ——— اب نئے آنے والے جہاز میں داخل ہو کر اپنی سیٹیں سنبھال رہے ہیں۔ میں خیالوں کی دنیا سے اتر کر جہاز کی اندرونی فضا میں اور نئے چہروں میں مصروف ہوں۔

کچھ دیر بعد پیرس سے سوار ہونے والوں میں چند مغربی علماء نظر آئے ——— انہی میں ——— جزیرۂ قبرص سے تشریف لانے والے ترک عالم ڈاکٹر مصطفےٰ رفعت بھی جہاز میں داخل ہوئے ——— یہ سب لوگ بھی کانفرنس میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر مصطفےٰ رفعت قبرص میں اسلامی سنٹر کے سربراہ ——— اور کئی عالمی اسلامی تنظیموں کے رکن بھی ہیں ——— پاکستان اور وہاں کے لذیذ کھانوں سے انہیں خاص شغف ہے ——— ملاقات ہوئی ——— اور ——— فرانس پیرس سے پرواز کے دو گھنٹے چند منٹ بعد جب میں مڈریڈ ایر پورٹ پر اترا تو پتہ چلا کہ اس فلائٹ میں ۱۱ عدد شرکائے کانفرنس سفر کر رہے تھے ——— کانفرنس انتظامیہ

کے افراد ایر پورٹ پر موجود تھے اور دو مرسڈیز گاڑیاں بھی حاضر تھیں ——— تمام شرکاء ان میں بیٹھ کر مڈریڈ ایر پورٹ سے شہر کی جانب روانہ ہوئے ——— شہر مڈریڈ کی سڑکیں نہایت کشادہ اور عمارتیں بلند و بالا جدید اور نئی طرز کی عمارتوں کا انداز تو وہی عام جو تمام مغربی ممالک، ممالک متحدہ امریکہ بلکہ ہمارے ایشیائی ملکوں میں بھی رائج ہے۔ مگر قدیم عمارتوں میں بڑا شکوہ اور وقار نظر آتا ہے ——— علاقہ پہاڑی ہونے کی وجہ سے زمین پر نشیب و فراز ——— اور اس پر پتھر کی بنی ہوئی تو ی ہیکل عمارتیں ——— سنگ تراشی کے فن سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ سڑکیں نہایت سیدھی ہیں ——— بعض کا حال یہ ہے کہ حد نگاہ تک راست ہی چلی گئی ہیں ——— خاص فرنگیت یہاں کے لوگوں کے چہروں میں تلاش کرنا فضول ہے ——— بلکہ اسپین کے باشندوں میں سنہرے بالوں والے شاذ و نادر ہی نظر آئیں گے ——— بلکہ بہتیرے چہرے آج بھی عربی خون کی جھلک دکھاتے ہیں۔ کالے بال اور چشم غزال میں شامی عربوں سا سرمۂ دنبالہ دار سپانوی حسن کو پورے یورپ سے ممیز کرتا ہے۔ پون گھنٹے بعد مختلف شاہراہوں سے گزرتے ہوئے ہمارا مختصر قافلہ "ہوٹل کنونشن"

HOTEL RESIDENCIA CONVENCION
O'DONNELL, 53 - 28009 - MADRID (ESPAÑA)

کے گیٹ پر جا پہنچا ——— ہوٹل کی پندرہ منزلہ عمارت H نما ہے۔ اس کے درمیان ایک سڑک کے ذریعہ ہم لوگوں کا ڈرائیور ہمیں لے کر ہوٹل کے بطن میں داخل ہوا ——— استقبالیہ کاؤنٹر کے پاس فرانس، بلجیم، جرمنی، ڈینمارک، امریکہ اور کینیڈا کے دعاۃ اور علماء موجود تھے ——— جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ کے ذمہ داروں میں شیخ نصر ہوادی سے بھی وہیں ملاقات ہوئی جو اواخر ۱۹۸۶ء تک بینیلوکس ممالک میں "الدعوۃ" مراکز کے انچارج تھے ——— اور جن کا صدر دفتر ——— ڈینمارک تھا ——— استقبالی کاؤنٹر سے تمام آنے والوں کو فارم دیئے گئے جن کو پر کرنے کے بعد ہر ایک کو کمرے کی چابی

ملی ـــــ مجھے دوسری منزل پر روم ۲۰۴۵ ملا ـــــ ہوٹل کے باوردی ملازم
نے سامان سنبھالا ـــــ اور میں اپنے کمرے میں جا پہنچا۔
۱۱ بجے کے بعد عشائیہ سے فارغ ہوکر ـــــ نماز مغرب قضاء اور عشاء سے فارغ
ہوکر استراحت کے لئے بستر پر پہنچا۔

یکشنبہ کی صبح نماز فجر اور ناشتے سے فراغت کے بعد ـــــ افغانی مفکر
ڈاکٹر عبدالحکیم الطبیبی سے ملاقات ہوئی جو ان دنوں جنیوا، سوئٹزرلینڈ سے عربی اور
انگلش زبانوں میں، "العروۃ الوثقیٰ" نامی اسلامک میگزین نکال رہے ہیں۔ سیاسی لحاظ
سے نہایت وسیع تجربات رکھتے ہیں ـــــ روسی تسلط سے قبل افغانستان کی طرف
سے اقوام متحدہ میں سفیر رہ چکے ہیں۔ اور بھی کئی ممالک میں افغانستان کی سفارت کا
فریضہ انجام دے چکے ہیں ـــــ نہایت ذی علم، منکسرالمزاج اور کثیرالمعلومات شخص
ہیں ـــــ آج کل افغان خانماں بربادوں کے لئے امریکہ اور اس کے حلیف ممالک
کی امداد سے آبادکاری کے ایک نہایت وسیع پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں ـــــ
اس سلسلے میں انھوں نے ہالینڈ کے نومسلم تعمیراتی انجینئر عبداللطیف پیروتی A. Lateef
Perotti ساکن Alfem and Rijn. سے بھی مشاورتی گفت و
شنید کی ـــــ جو کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر طبیبی کو فارسی ادبیات اور تصوف سے بھی خاص تعلق ہے۔ "العروۃ الوثقیٰ"
کے ہر شمارے میں سیکنڈ پیج پر کوئی موزوں رباعی ضرور رکھتے ہیں ـــــ انگلش
اور کبھی عربی میں بھی اس کی ترجمانی پیش کرتے ہیں ـــــ ۱۹۸۷ء کے
ستائیسویں شمارے میں عمر خیام کی یہ رباعی نہایت دیدہ زیب شائع کی ہے۔ اس طرح ان
کا رسالہ مغربی دنیا میں مشرقی افکار کا آرگن بھی ہے۔

اے دل بہر اسباب جہاں خواستہ گیر	باغ طرب بسبزہ آراستہ گیر
وانگاہ براں سبزہ شبے چوں شبنم	بنشستہ وبامداد برخاستہ گیر

عربی ترجمانی

یا قلبُ هب انّکَ نلتَ الاملا	وورض افرا حلك بالنبتِ حلا
فلستَ فی روض انهنا سوی ندیً	هویٰ لدی اللیلِ وفی الصبح علا

۱۴ر فروری کا پورا دن ملاقاتوں اور کچھ ـــــ مطالعۂ کتب میں بسر ہوا ـــــ
کانفرنس کا اجلاس پیر کے دن شام سے شروع ہونے والا تھا۔
کانفرنس کا عنوان تھا ـــــ "مسجد کا پیغام"
○ خطبۂ افتتاحیہ ـــــ ڈاکٹر محمد احمد الشریف جنرل سکریٹری جمعیۃ الدعوۃ نے دیا۔
اور کانفرنس کے اہم مقالہ جات یہ تھے:
○ مسجد کی اہمیت بلحاظ ثقافت و تربیت۔
○ اجتماعیت اور مسجد۔
○ داعی کی تیاری میں مسجد کا رول۔
○ مسجد، جہاد، اور خواتین۔
○ مسجد اور روح اجتماعیت۔
○ مسجد اور پیغام جہاد۔
○ مسجد کی ذمہ داریاں اسلام میں۔
○ خطبۂ جمعہ اور ماحول کی رعایت۔

کانفرنس کا پروگرام دوشنبہ ۱۵/۲/۸۸ء شام سے شروع ہوکر ـــــ روز
جمعہ ۱۹/۲/۸۸ء تک کا تھا ـــــ مگر میری ہی طرح بیشتر شرکاء ـــــ اندلس (اسپین)
کے اسلامی آثار کی زیارت کے لئے مضطرب تھے ـــــ موقع غنیمت جان کر
ہم میں سے دس آدمیوں نے جن میں ڈاکٹر مصطفےٰ رفعت قبرص اور ڈاکٹر طبیبی بھی تھے ـــــ
دوشنبہ ۱۰ بجے کے لئے ٹورسٹ بس میں سیٹیں ریزرو کرالیں ـــــ جو میڈرڈ شہر
کے تاریخی مقامات اور آثار دکھانے کے لئے لے جاتی ہے ـــــ بس کا کرایہ

ہم لوگوں نے Reception. کاؤنٹر پر اٹھارہ اٹھارہ سو پیسٹہ Passeta. (ہسپانوی سکہ) دے کر ٹکٹ حاصل کئے اور مڈریڈ کی سیر کرنے کو چل پڑے —— شاہی محلات، کشادہ اور سیدھی سڑکیں —— سنگی آرٹ اور فولادی جالیوں سے مزین عمارتیں —— خوبصورت باغات اور کھجوروں کی لائنیں —— قدم قدم پر قرطبہ و غرناطہ کی مسلم تعمیرات کا عکس ظاہر کر رہی تھیں —— میوزیم —— عجائب گھر سب میں میری نگاہیں اپنے اسلافِ نامدار کی نشانیاں تلاش کرتی رہیں —— مگر واہ رے مسیحی عصبیت کسی گوشے سے بھی بمشکل اسلامی آثار کی جھلک مڈریڈ میں نظر نہیں آئی —— ویسے بھی اسلامی اندلس کے دور میں مڈریڈ ایک غیر معروف سا نواحی گاؤں تھا جسے کوئی اہمیت نصیب نہیں تھی ۔ مسلمانوں کے انخلاء سے فارغ ہو کر مسیحی حکمرانوں نے اسے مرکزیت دی اور ترقی کی منزل تک پہنچایا ۔

موجودہ اسپین

آج کا اسپین (ESPANA) جسے عربی میں اسبانیا کہتے ہیں ۔ مغربی یورپ کا ایک ملک ہے ۔ جسے شمال مشرق کی جانب سے فرانس نے ، اور مغرب کی طرف سے پرتگال نے گھیر رکھا ہے ۔ جس طرح (المحیط الاطلسی) بحر اٹلانٹک نے شمال نیز شمال مغربی اور بحر ابیض متوسط نے اسے مشرق و جنوب سے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے ۔

اسپین کا رقبہ —— ۵۰۲۵۴۶ —— مربع کلومیٹر

اور آبادی —— ۳۲۴۱۱۰۰ —— ہے ۔

موجودہ اسپین کے مشہور شہر ۔ مڈریڈ ، غرناطہ ، قرطبہ ، مرسیا ، طلیطلہ ، بالنسیا ، اشبیلیہ ، بلباؤ ، بورغوس اور سلامنکا ہیں —— ملک تنظیمی لحاظ سے پچاس اقالیم پر منقسم ہے ۔ مشہور نہریں میںہو ، دورو ، تاجہ ، الوادی الکبیر ، ابرو ہیں —— اقتصاد کی بنیاد زراعت ہے اور باہری سیاحوں سے بھی اس ملک کو خاصی آمدنی ہوتی ہے ——

حیوانی ثروت سے بھی یہ ملک مالا مال ہے —— بھیڑ بکریاں ، گائیں اور مچھلیاں یہاں خوب ہوتی ہیں —— اسپین کے پاس معدنی ثروت بھی ہے ۔

اس وقت کا اسپین دنیا بھر کے لئے اور خصوصاً یورپین ممالک کے لئے عیش و عشرت کا علاقہ ہے جہاں سفید فام منچلوں کو کالوں اور گوروں کے امتزاج سے ایک ایسی نسل دستیاب ہے جن کے قد و قامت اور جلد میں مشرقیت ہے —— اور جن کا مزاج مغربی عیاشی کے نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا ہے ۔

ٹورسٹ بس کے ذریعہ مڈریڈ کی سیر کے دوران مقامات کا تعارف کراتے ہوئے گائڈ نے بتایا کہ موجودہ مڈریڈ کی آبادی ۴ ملین ہے جن میں تین ملین عورتیں ہیں اور ایک ملین مرد —— مرد و عورت کی تعداد میں اس قدر تفاوت معاشرت کو کن راہوں پر لے جائے گا ، یہ کہنے کی بات نہیں —— دیگر ممالک اور دنیا کے خطوں میں بھی مردوں کے بالمقابل عورتوں کی پیدائش کا توازن اونچا ہے —— پھر بھی دنیا اگر اسلام کے نظام تعدد ازدواج پر انگشت زنی کرے تو اسے رب کائنات خالق کل کے ساتھ نبرد آزما سمجھنا چاہئے ۔

اسلامی اندلس

اندلس پر مسلمانوں نے سنہ ۷۱۱ء سے ۱۴۶۹ء تک حکومت کی ہے —— اور وہی دور یورپ کے لئے فکری انقلاب ، علمی اور اکتشافی آگہی کا مقدمہ بن کر ظاہر ہوا —— کلیسائی نظام کی بھاری بھرکم ظالمانہ زنجیروں میں جکڑی ہوئی یورپین اقوام نے اسی دور کے اسلامی فاتحین کے ذریعے —— قرآن کی نورانی تعلیم حریت سے شناسائی حاصل کی ۔

اسپین کے ذکر کے ساتھ ہی میرا ذہن ہمیشہ اسلامی اندلس کی طرف منعطف ہو جاتا ہے جسے قدیم عرب مورخین الاندلس کہتے ہیں ۔ تاریخ نگاروں نے جب بھی اندلس کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے مراد پورا جزیرۂ آئی بیریا جس میں پورا اسپین ، پرتگال اور

فرانس کا کچھ حصہ شامل ہے) مراد لیا ہے —— یہ نام وندالوں کی طرف منسوب ہے، یا عرب مورخین کے بقول اندلس بن طوبال بن یافث کے نام پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔ آئی بیریا جنوب مغرب میں خشکی کا ایک ابھار ہے —— ایک طرف یہ کوہستان پیرینیز یعنی جبال البرانس، جبال الحاجز کے ذریعے یورپی براعظم سے منسلک ہے اور بقیہ اطراف میں بحراوقیانوس اور بحیرۂ روم موجزن ہیں —— اس جزیرہ نما کا محل وقوع بحیرۂ ہند کا جنوبی سرا ہے اور بحیرۂ اوقیانوس پر اسے نہایت وسیع اور کشادہ ساحل میسر ہے۔ کوہستان پیرینیز کی ناقابل عبور چوٹیوں نے اسے ایک جانب براعظم یورپ سے کاٹ کر الگ کر دیا ہے اور دوسری جانب اس کے اور افریقہ کے درمیان صرف جبل طارق کی آبنائے حائل ہے۔ یہی وہ آبنائے ہے جس کے سبب اس سرزمین کو سات سو سال تک مسلمانوں کی قدم بوسی کا شرف حاصل رہا۔

لو میں کہاں پہنچ آیا —— جبل الطارق کے دامن میں ......

اے جبل الطارق !!

اے میری تابندہ تاریخ کے امین !

اے میرے روشن ماضی کے آئینے !

اے سرزمین یورپ پر، اولین صدائے تکبیر کو بازگشت دینے والے !

اے آرزو مندانِ لیلائے شہادت کی خیمہ گاہ !

اے عرب مجاہدین کے استقبال میں اپنی پیشانی خم کر دینے والے !

اے سرفروش غازیانِ اسلام کے سمند اقبال پاکر اور سربلند ہو جانے والے !

اے جلتے ہوئے سفینۂ مجاہدین کے چشم دید گواہ !

اے فرزندانِ توحید کا اسلامی علم پہلی بار اپنی پیشانی پر سجانے والے کوہ اندلس !

ایک شوریدہ سر، ہندی الاصل۔ پھر تیری عظمتوں کو خراج محبت پیش کرتا ہے۔

اے سرزمین اندلس !

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح انکی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی
باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں

(اقبال)

اندلس میں مسلمانوں کی آمد

فتح قسطنطنیہ پر عظیم انعامات ربانی کی بشارت زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کئی جاں بازوں نے یہ سعادتِ سرمدی حاصل کرنے کے لئے مقدر آزمائی کی۔ اور اندلس کی راہ سے قسطنطنیہ تک پہنچنا چاہا —— اس سلسلے کا پہلا لشکر ۲۷ھ دور عثمانی میں حضرت عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کی سرکردگی میں روانہ ہوا۔ ان مقدس صحابہ نے جن بربر فوجیوں کے ساتھ اس مہم کا آغاز کیا تھا، اندلس میں داخل ہونے کے بعد وہ مرتد ہو گئے —— اس طرح وہ اولین قافلۂ مجاہدین معلوم نہیں کن زہرہ گدازیوں سے دوچار ہو کر منزل شہادت تک پہنچا —— تاریخ آج تک اس کا سراغ لگانے سے قاصر ہے (تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۸۱۷ و تاریخ الکامل لابن الاثیر ج ۳ ص ۳۸)

اندلس پر دوسرا حملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا —— مگر اس مرتبہ بھی خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

اندلس پر باقاعدہ اور کامیاب حملہ رمضان ۹۱ھ، جولائی ۷۱۰ء میں حضرت موسیٰ بن نصیر والیٔ افریقہ کے مولیٰ حضرت طارق بن زیاد نے کیا —— ان کے ہمراہ

سات ہزار مجاہدین تھے —— اس دور کے اندلس کے بادشاہ راڈرک کے ظلم وستم سے عوام بیزار تھے —— وہ محض پادریوں کی دل داری اور خوشنودی میں عوام پر طرح طرح کے مظالم کیا کرتا تھا —— حتیٰ کہ اندلس کے یہود بھی اس سے خوش نہیں تھے اور وہ مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے —— اسی کا اثر تھا کہ کاؤنٹ جولین بھی طارق کا ہمنوا ہو گیا۔

بادشاہ راڈرک کی بھاری فوج سے مسلمانوں کی خوں ریز جنگ دریا۔ رباط کے کنارے ہوئی تھی۔ اور یہیں پر اس نے مجاہدین سے مخاطب ہو کر تقریر کی کہ:

"اے جاں بازانِ اسلام! اب صرف تمہارے لئے دو راستے ہیں۔ سامنے دشمن اور پیچھے دریا" (اب دشمن سے جہاد کر کے اس زمین پر اپنے لئے ٹھکانہ بناؤ۔ ورنہ دریا کی موجیں اپنا ظالم جبڑا کھولے کھڑی ہیں)

پھر کیا تھا۔ اللہ اکبر کا نعرۂ فلک شگاف لگاتے ہوئے مجاہدین نے حملہ کیا اور راڈرک کے لشکر کو گاجر مولی کی جگہ کاٹنے لگے —— بالآخر راڈرک کو شکستِ فاش ہوئی —— اور طارق بن زیاد کو فتح مبین نصیب ہوئی —— اس کے بعد اس قومی مملکت کے شہر یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے —— قرطبہ کو مغیث نامی مولی نے فتح کیا —— طلیطلہ بغیر کسی مقابلے کے فتح ہو گیا —— کچھ ہی عرصہ بعد موسیٰ بن نصیر بھی اٹھارہ ہزار عرب مجاہدین کے ساتھ اندلس میں داخل ہوا —— یہ رمضان ۹۳ھ، جون ۷۱۲ء کا زمانہ تھا —— اور اشبیلیہ و ماردہ کو فتح کرتا ہوا۔ آگے بڑھ کر طارق بن زیاد سے طلیطلہ میں جا ملا۔ اب وہ دونوں باہم مل کر سرقسطہ کے لئے آگے بڑھ رہے تھے کہ دارالخلافہ سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے موسیٰ بن نصیر اور طارق کو شام واپس ہونے کا حکم نامہ ملا —— اس طرح تقریباً پورا اسپین اسلامی پرچم تلے لانے کے بعد یہ اسلامی جرنیل ہمیشہ کے لئے پردۂ گم نامی میں چھپا دیئے گئے —— مگر ان کے حیات افروز کارناموں سے قیامت تک پیدا ہونے والے فرزندانِ اسلام کو جرأت و بسالت، دلیری، شجاعت، جذبۂ جہاد و عزیمت کی روشنی ملتی رہے گی۔

مسلم والیانِ اندلس، جنہیں دارالخلافہ نے مقرر کیا، یا جنہیں اندلس کی اسلامی افواج نے منتخب کر کے دارالخلافہ سے رضامندی حاصل کی:

	نام والی	ابتدائے زمانۂ حکمرانی	انتہائے زمانۂ حکمرانی
۱	طارق بن زیاد	شوال ۹۲ھ، جولائی ۷۱۱ء	جمادی الاولیٰ ۹۵ھ، مارچ، اپریل ۷۱۴ء
۲	عبدالرحمٰن موسیٰ بن نصیر		ذوالحجہ ۹۵ھ، ستمبر ۷۱۴ء
۳	عبدالعزیز بن موسیٰ		ذوالحجہ ۹۷ھ، اگست ۷۱۶ء
۴	ایوب بن حبیب لخمی		ذوالحجہ ۹۸ھ، جولائی، اگست ۷۱۷ء
۵	حر بن عبدالرحمٰن الثقفی		رمضان ۱۰۰ھ، مارچ، اپریل ۷۱۹ء
۶	سمح بن مالک خولانی		ذوالحجہ ۱۰۲ھ، مئی ۷۲۱ء
۷	عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی		صفر ۱۰۳ھ، اگست ۷۲۱ء
۸	عنبسہ بن سحیم کلبی		شعبان ۱۰۷ھ، دسمبر ۷۲۵ء جنوری ۷۲۶ء
۹	عذرا بن عبداللہ الفہری		شوال ۱۰۷ھ، مارچ ۷۲۶ء
۱۰	یحییٰ بن سلمہ کلبی		ربیع الثانی ۱۰۸ھ، ستمبر ۷۲۶ء
۱۱	عثمان بن ابی عبدہ		شعبان ۱۰۹ھ، نومبر ۷۲۷ء
۱۲	عثمان بن ابی نسعہ خثعمی		ربیع الاول ۱۱۰ھ، جولائی ۷۲۸ء

نام والی		ابتدائے زمانۂ حکمرانی	انتہائے زمانۂ حکمرانی
۱۳	حذیفہ بن الاحوص قیسی		محرم ۱۱۱ھ، اپریل ۷۲۹ء
۱۴	ہیثم بن عبید الکلبی		جمادی الاولیٰ ۱۱۳ھ، اگست ۷۳۱ء
۱۵	محمد بن عبداللہ (عبدالملک)		شعبان ۱۱۳ھ، اکتوبر ۷۳۱ء
۱۶	عبدالرحمٰن غافقی (بار دیگر)		رمضان ۱۱۴ھ، اکتوبر ۷۳۲ء
۱۷	عبدالملک بن قطن فہری		رمضان ۱۱۶ھ، اکتوبر نومبر ۷۳۴ء
۱۸	عقبہ بن حجاج سلولی قیسی		صفر ۱۲۳ھ، دسمبر ۷۴۰ء
۱۹	عبدالملک بن قطن فہری (بار دیگر)		ذوالقعدہ ۱۲۳ھ، ستمبر اکتوبر ۷۴۱ء
۲۰	بلج بن بشر قشیری		شوال ۱۲۴ھ، ستمبر ۷۴۲ء
۲۱	ثعلبہ بن سلامہ عاملی		رجب ۱۲۵ھ، مئی ۷۴۳ء
۲۲	ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی		رجب ۱۲۷ھ، اپریل مئی ۷۴۵ء
۲۳	ثوابہ بن سلمہ جذامی		ربیع الثانی ۱۲۹ھ، دسمبر ۷۴۶ء جنوری ۷۴۷ء
۲۴	یوسف بن عبدالرحمٰن فہری		ذوالحجہ ۱۳۸ھ، مئی ۷۵۶ء

(اندلس کا تاریخی جغرافیہ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۲۷ء کے حوالے سے)

اس کے بعد اندلس پر اموی شہزادے عبدالرحمٰن الداخل کے عروج کا دور شروع ہوا ــــ اور مروانی سلطنت ڈیڑھ سو سال سے زیادہ رہی ــــ یہ دور اندلس

کے لئے اسلامی رنگ میں رنگے جانے کا بہترین دور تھا ــــ عبدالرحمٰن الداخل بن معاویہ بن ہشام خلیفۃ المسلمین ــــ نہایت بے سروسامانی کی حالت میں اندلس پہنچا ــــ اس کی حکمت عملی اور اس سے زیادہ تائید غیبی کے سہارے حالات اس کے موافق ہوتے گئے۔ تاآنکہ ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۸ھ، ۱۰ مئی ۷۵۶ء کو اس کی امارت کا نقارہ بجادیا گیا ــــ آگے چل کر اسی کی نسل میں سے عبدالرحمٰن الثالث نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔

قرطبہ کی مروانی سلطنت ۱۳۸ھ، ۷۵۶ء تا ۳۰۰ھ، ۹۱۲ء رہی ــــ عبدالرحمٰن الداخل، ہشام اول، الحکم اول، عبدالرحمٰن ثانی، محمد اول، المنذر، عبداللہ بن محمد یکے بعد دیگرے اس کی مسند اقتدار پر فائز ہوتے رہے۔ اس عرصے میں علوم و فنون کا اندلس کے اندر بڑا چرچا ہوا ــــ تعمیراتی، اور زرعی ترقی، نیز جہاز سازی وغیرہ میں بہت ترقی ہوئی۔ مگر وہ تاریخ ساز عہد جس نے اندلس کو اسلامی اندلس میں تبدیل کر دیا ــــ اور ہر لحاظ سے اس سرزمین کے لئے منتہائے عروج کا دور کہا گیا ہے۔ وہ عبدالرحمٰن الناصر الثالث کا پچاس سالہ عہد ہے ــــ مورخین اسلام اسے عبدالعزیز ثانی کے لقب سے پکارتے ہیں وہ ۲۲ رمضان ۳۵۰ھ، نومبر ۹۶۱ء تک زندہ رہا اور شاندار حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد الحکم الثانی اس کا بیٹا ۳ صفر ۳۶۶ھ یکم اکتوبر ۹۷۶ء تک مسند آرائے تخت رہا۔ اس کا عہد بھی بڑی کامیابی اور خوش حالی کا عہد تھا۔ اہل مغرب نے بھی اعتراف کیا ہے کہ:

"الحکم کی سرپرستی میں جو خود عالم اور کتابوں کا عاشق تھا۔ یہ شہر پوری دنیا میں لسانیات، ادبیات اور فقہی ثقافت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا۔ مسیحی حکومتیں اسے اپنے معاملات میں حکم بناتی تھیں۔"

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۳ ص ۳۳۲)

حکم ثانی کے بعد ہشام ثانی، کو اس کا جانشین بنایا۔ اسی کے دور سے مروانی سلطنت زوال کی طرف مائل ہونے لگی۔ آخری خلفائے اندلس کے اسماء یہ ہیں:

	نام والی	ابتدائے زمانۂ حکمرانی	انتہائے زمانۂ حکمرانی
۱	ہشام الثانی بن الحکم الثانی المؤید باللہ	سنہ ۳۶۶ھ ، سنہ ۹۷۶ء سنہ ۴۰۰ھ ، سنہ ۱۰۱۰ء بار دگر	تا سنہ ۳۹۹ھ ، سنہ ۱۰۰۹ء تا سنہ ۴۰۳ھ ، سنہ ۱۰۱۳ء
۲	محمد الثانی بن ہشام بن عبد الجبار المہدی	سنہ ۳۹۹ھ ، سنہ ۱۰۰۹ء	تا سنہ ۴۰۰ھ ، سنہ ۱۰۱۰ء
۳	سلیمان بن الحکم بن سلیمان بن عبد الرحمٰن الثالث	سنہ ۴۰۰ھ ، سنہ ۱۰۰۹ء سنہ ۴۰۳ھ ، سنہ ۱۰۱۳ء	تا سنہ ۴۰۷ھ ، سنہ ۱۰۱۶ء
۴	عبد الرحمٰن الرابع (المرتضیٰ باللہ)		تا سنہ ۴۰۹ھ ، سنہ ۱۰۱۸ء
۵	عبد الرحمٰن الخامس المستظہر باللہ		تا سنہ ۴۱۴ھ ، سنہ ۱۰۲۳ء
۶	محمد الثالث بن عبد الرحمٰن المستکفی باللہ	سنہ ۴۱۴ھ ، سنہ ۱۰۲۴ء	تا سنہ ۴۱۶ھ ، سنہ ۱۰۲۵ء
۷	ہشام الثالث بن محمد المعتز باللہ	سنہ ۴۲۰ھ ، سنہ ۱۰۲۹ء	تا سنہ ۴۲۲ھ ، سنہ ۱۰۳۱ء

حمودی خلفاء

	نام والی	ابتدائے زمانۂ حکمرانی	انتہائے زمانۂ حکمرانی
۱	علی بن حمود الناصر ادریسی	سنہ ۴۰۷ھ ، سنہ ۱۰۱۶ء	تا سنہ ۴۰۸ھ ، سنہ ۱۰۱۸ء
۲	قاسم بن حمود (المامون)	سنہ ۴۰۸ھ ، سنہ ۱۰۱۸ء	سنہ ۴۱۳ھ ، سنہ ۱۰۲۲ء

اندلس کی تاریخ کا یہ نہایت دردناک پہلو ہے کہ باہمی مناقشات صقالبہ اور بربر کی خوں ریزیاں۔ اندلسی عربوں اور بربروں میں رسہ کشی، اقتدار کی جنگ طوائف الملوکی کا دور دورہ، اور ہر علاقہ کے حکمراں کی طرف سے اپنی خود مختاری۔ اور مسیحی بادشاہوں سے اپنے مسلم رقیبوں کے بالمقابل دوستی کا ہاتھ بڑھانا عام تھا۔ اور دوسری طرف مسیحی اقوام کا مسلم اور اسلام دشمنی کے لئے باہمی زبردست اتحاد ان حالات کا فائدہ اٹھا کر شاہ الفانسو ششم نے مسلمانوں سے بھاری خراج کی وصولی شروع کر دی۔ اس باہم دست وگریباں ہوتی ہوئی قوم مسلم کی حالت زار پر افریقہ کے مرابطی سردار یوسف بن تاشفین نے توجہ کی ——— نتیجہ یہ ہوا کہ اس غیرت مند مسلم رہنما کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار ۲۲ رجب سنہ ۴۷۹ھ ۲۳ نومبر سنہ ۱۰۸۶ء کو الفانسو ششم کا مغرور سر کچلنے کے لئے زلاقہ کے میدان میں اتر پڑا ——— الفانسو جو مسیحی قوتوں کا ہیرو تصور کیا جاتا تھا اپنی سپاہ لے کر مقابلہ میں اترا ——— مگر افریقی کچھار سے ان بھیڑیوں کا شکار کرنے کے لئے آئے ہوئے اسلامی جیالوں کے سامنے وہ اور اس کے فوجی زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے ——— اور الفانسو کا لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ——— اس وقت بھی اندلس کی انتشار پسند مسلم ٹولیاں اس مجاہد اسلام کے پرچم تلے جمع ہو کر اپنی خود غرضیاں بھول جاتیں اور اسلام و ملتِ اسلامیہ کی بقاء کا خیال کر سکتیں تو اندلس کا شاندار ماضی لوٹایا جا سکتا تھا ——— مگر مفاد پرست، ریاستی مسلم حکمرانوں نے مسیحیوں سے مفاہمت، اور باہمی نا اتفاقی نیز غدارانہ حرکتوں کے باعث امیر یوسف بن تاشفین کا اعتماد مجروح کر دیا ——— اور اسلامیانِ اندلس کا وہ نجات دہندہ اس کارزارِ زلاقہ کی فتح کے بعد آگے نہ بڑھ سکا۔ مفتوحہ حصے المغرب کے حلقے میں شامل کر لئے گئے ——— اور کئی سال تک اندلس پر مرابطین کے ذریعے اسلامی علم لہراتا رہا ——— اگرچہ طلیطلہ الفانسو کے قبضہ ہی میں رہا ——— اس دوران اہم مقام بلنسیہ پر مرابطین نے دوبارہ قبضہ کر لیا ——— یوسف بن تاشفین کے بعد اس کے بیٹے علی نے باپ کا منصب سنبھالا ——— اور المغرب کے ساتھ اندلس کی بھی نگرانی کرتا

رہا تا آنکہ اندلس الموحدین کے قبضہ میں چلا گیا ــــ اور مسیحی طاقتوں نے متحد ہو کر پے بہ پے حملے کئے جن کے نتیجے میں اندلس کے علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتے گئے ــــ اور ربع صدی گزرنے سے پہلے ہی قرطبہ ان کے قبضے میں چلا گیا ــــ ۵۴۵ھ سے ۶۲۰ھ تک موحدین نے زمام اقتدار سنبھالی۔ ان کے روبہ زوال ہونے پر اب غرناطہ کی سلطنت بنو احمر کے پاس باقی رہ گئی تھی جس نے قشتالیہ کے مسیحی بادشاہ کو خراج دینا بھی منظور کر لیا تھا ــــ پھر وہ الفانسو دہم کو بھی خراج دیتا رہا تھا ــــ مگر مسیحیت اس دوران عصبیت کے نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ ارغون سے فرڈینینڈ اور قشتالیہ سے ازابیلا نے جارحیت کا نیا دور شروع کیا۔ اور جبراً تمام مسلم علاقوں پر قبضہ کر کے ۲ ربیع الاول ۸۹۷ھ، ۲ جنوری ۱۴۹۲ء کو حکومت غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ــــ اور مسلمانوں کو ہر ممکن ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا، تمام باہمی عہد نامے فسخ کر ڈالے ــــ مساجد، معابد، خانقاہیں، کتب خانے اور لائبریریوں کو نذر آتش کیا۔ اور ان سے ان کا دین و ایمان زائل کرنے کے لئے اولاً تو تحریص دلائی مگر مسلمان لالچ میں آکر اپنا مذہب چھوڑنے والا کب تھا۔ لہٰذا عیسائی بنانے کے لئے ظلم و تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اور جبل الطارق دیکھتا رہا

اس طرح مسلمانوں کی حکومت پر زوال آتے ہی فردینان نے ان سے ان کا دین و مذہب چھیننے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اور ساڑھے تین لاکھ معزز مسلمانوں کو بے بنیاد الزامات کی پاداش میں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا ــــ ان کا جرم اگر کچھ تھا تو صرف یہ کہ وہ مسلمان تھے ــــ توحید کے قائل تھے ــــ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُقِر تھے۔ چنانچہ ان میں سے اٹھائیس ہزار پانچ سو چالیس کو موت کی سزا دی گئی ــــ اور بارہ ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔ ہزاروں کو ڈرا دھمکا کر

عیسائی بنا لیا گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برطانیکا۔ اسپین)

اندلس کی سرزمین کو اپنے حق میں سکڑتے دیکھ کر اپنا ایمان سلامت بچالے جانے کی تمنا میں جن لوگوں نے ترک وطن کا ارادہ کیا ــــ انھیں بھی معاف نہیں کیا گیا ــــ بلکہ ان پر جابجا حملے کئے گئے ــــ ان میں کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ڈیڑھ لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ بلیڈا نام کے ایک پادری نے غنڈوں کا جتھا لے کر ان پر حملہ کیا ــــ اور ان میں سے ایک لاکھ آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ (تشکیل انسانیت صـ ۲۵۳)

اس قافلے کی لوٹ پاٹ سے فارغ ہو کر بچے کھچے مسلمانوں کی بستیوں پر ہلہ بول دیا گیا ــــ اور ان کے لئے مسجد، گھر، بازار کا کوئی گوشہ بھی محفوظ نہیں رہا ــــ جسے جہاں پاتے وہیں قتل کر دیتے۔ ۱۶۳۰ء تک اندلس میں ایک بھی مسلمان کا بچہ زندہ نہیں تھا۔

ایک وہ دن تھا جب طارق بن زیاد کی قیادت میں سات ہزار مجاہدین اسلام نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر اپنی کشتیاں پھونک ڈالی تھیں، جبل الطارق نے وہ منظر بھی دیکھا ــــ اور یہی جبل الطارق اس ذلت و نکبت کی تاریخ کا بھی امین ہے جب سقوط غرناطہ پر اسی راہ سے چھ لاکھ مسلمان نہایت بے سروسامانی کے عالم میں ملک بدر ہو رہے تھے اور کوئی ان پر آنسو بہانے والا نہیں تھا۔

کوہ طارق پہ نہ اب طارق ذیشاں ہی رہا
اندلس کا نہ وہ موسیٰ سا نگہباں ہی رہا
پانی پت اب بھی ہے ابدالی کی تلوار نہیں
اب کسی رن میں مری تیغ کی جھنکار نہیں

مسلمانوں نے اندلس کو کیا دیا

صرف اندلس کو نہیں ــــ دنیا کے ہر اس خطے کو جہاں محمد عربی کے پیچے

غلاموں نے قدم رکھا، ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالامال کر دیا۔ عدل و انصاف کا اجالا ـــــ صدق و دیانت کا درس ان کی خاصیتیں تھیں۔ قرونِ وسطیٰ میں جب کہ یورپ، وحشت و بربریت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا ـــــ تہذیب و شائستگی نام کی کوئی شے انہیں میسر نہیں تھی ـــــ جنگلوں میں بسیرا ہوتا ـــــ اور آبادیوں میں گارے اور گھاس کی جھونپڑیاں مسکن ـــــ اور کھالوں کا لباس ان کی پوشش ـــــ اور گزر بسر کے ذرائع نہایت محدود تھے ـــــ تمدن و تہذیب اور مدنیت کی ہوا بھی انہیں نہیں لگی تھی ـــــ اس دورِ ظلمت میں محمدِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں نے ہاتھ میں قرآن کی قندیل سنبھالے دنیا کے چہار جانب پھیلنا شروع کیا۔ اور محض نوے برس کے عرصے میں سمرقند سے اطلس کے ساحل تک اور بحیرۂ اسود سے ملتان تک چھا گئے ـــــ انھوں نے علوم و فنون کے مراکز قائم کئے، شاندار اونچے اونچے مناروں والی مساجد تعمیر کیں ـــــ اور دنیا بھر کے اہلِ علم و دانش کی پذیرائی کر کے اہلِ عالم کو مزید اکتشافی علوم پر توجہ کرنے پر رغبت دلائی ـــــ دار العلوم ـــــ دار الکتب ـــــ ہاسپٹل ـــــ عمارتیں ـــــ محلات ـــــ پل ـــــ تالاب ـــــ باغات اور رفاہِ عام کے اداروں سے اپنے علاقوں کو معمور کر دیا ـــــ اور سڑکوں کا ہر طرف جال بچھا دیا ـــــ یہ تمام کام اندلس کے دورانِ قیام بھی ہوئے ـــــ اندلس میں مذکورہ بالا کاموں کی تمثیل میں مسجد قرطبہ، قصر الحمراء اور سینکڑوں نادر عمارتیں منہ بولتی علامت ہیں۔

اندلس میں مسلمانوں نے کئی مشہور بندرگاہیں بھی بنائیں جہاں سے مشرق کی آمد و رفت جاری رہتی۔ ان میں مریہ اور بجانہ کی بندرگاہیں نہایت اہم تھیں۔ جنھیں اندلس میں مشرق کے پھاٹک کا نام دیا جاتا تھا۔ مورخ یاقوت حموی لکھتا ہے

> مریہ بیرہ کے ضلع میں اندلس کی بڑی بندرگاہ ہے۔ یہیں سے سوداگر جہاز پر سوار ہوتے ہیں اور یہیں تجارتی جہاز آ کر لنگر انداز ہوتے ہیں۔ یہاں جہازوں اور کشتیوں کے اسٹیشن موجود ہیں، سمندر کا پانی شہر کی دیوار سے ٹکراتا ہے۔

اسی طرح اشبیلیہ بھی اسلامی دور میں بڑا بحری شہر بن گیا ـــــ جس کا سب سے بڑا سبب یہ ہوا کہ سنہ ۲۳۰ھ میں جب یورپین قزاقوں نے اشبیلیہ کی راہ سے اندلس پر بحری حملہ کیا تو اس سے مسلمانوں کا بہت بڑا مالی نقصان ہوا۔ اسی کے بعد عبد الرحمٰن الحکم نے اشبیلیہ کو مستحکم کرنے پر توجہ دی اور یہاں جہاز سازی کا بہت بڑا کارخانہ قائم کیا ـــــ اور بحری فوج کو متعین کیا اس طرح کہ کئی سو بحری جہاز ہر وقت تیار کھڑے رہتے۔ چنانچہ سنہ ۲۴۴ھ میں قزاقوں نے حملہ کیا تو ان جہازوں نے انھیں مار بھگایا۔

(تاریخ فتح اندلس لابن قوطیہ صہ ۹۷ مطبوعہ میڈرڈ سنہ ۱۹۶۶ء)

اسی طرح اندلس میں دانیہ کی بندرگاہ بھی بہت اہم تھی۔ جہاں سے مغرب اقصیٰ سے جہازوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ یہاں بھی بحری جہاز سازی کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں جنگی جہاز بھی تیار ہوتے تھے۔

(جغرافیہ ادریسی صہ ۱۹۲ مطبوعہ بریل سنہ ۱۸۶۶ء)

اسلامی اندلس کی تعمیرات آج بھی اہلِ یورپ کے لئے عجوبے ہیں۔ جو روشنی صفائی، کشادگی، حسن اور جاذبیت، اور رنگین پتھروں کی باریک نقاشی، سنگِ مرمر کی جالیوں اور اسلامی تہذیب و آرٹ کی عظیم یادگاریں ہیں ـــــ الحمراء میں اس وقت تک کے دریافت شدہ تعمیری اصولوں کو شکست دے دی گئی ہے۔ وہاں سونے کے حوض سے متعلق اس طرح بنے ہوئے تھے کہ جن سے پانی بہتا تو سریلی آوازیں برآمد ہوتی تھیں ـــــ اس طرح فضا ہر وقت نغمہ ریز رہتی۔

(تمدن عرب صہ ۳۰۸)

محلوں میں چاندی اور سونے کے شمع دان، خوبصورت فانوس اور عنبری شمعیں روشن رہتی تھیں۔ جو نور و خوشبو سے رات کو روشن کرنے کے ساتھ پر کیف و پر سرور بھی بناتی تھیں ـــــ اسی طرح قرطبہ میں ایک لاکھ تیس ہزار ریشم باف اعلیٰ ریشمی

چمڑے تیار کرتے تھے۔ غرناطہ کے اونی کپڑے اور اعلیٰ کڑھائی کے ملبوسات مسیحی پادری نہایت عزت کے لئے پہنتے تھے۔

عبدالرحمٰن سوم کے زمانے میں صرف شہر قرطبہ کی آبادی کا اندازہ پانچ لاکھ ہے۔ اس باوقار شہر میں سات سو مساجد، ستر لائبریریاں، تین سو حمام ——— ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات ——— اکیس نواحی بستیاں تھیں ——— اس شہر کے اندر مسلمانوں کے شیشہ سازی کے اعلیٰ کارخانے ——— اور چمڑے رنگنے کے کارخانے بھی قائم کئے ہوئے تھے۔ اسی عبدالرحمٰن نے قرطبہ میں ایک محل کی بنیاد رکھی تو دور دراز علاقوں سے سنگِ مرمر، سنگِ سرخ اور سنگِ موسیٰ فراہم کئے اور اس میں دس ہزار مزدوروں نے پندرہ سو گدھوں کے ساتھ بیس سال تک محنت کر کے اس محل کو مکمل کیا۔

اس کے علاوہ اندلس میں مسلمانوں نے فنِ زراعت اور فنِ باغبانی کو بھی نہایت ترقی دی۔ طلیطلی گیہوں جو بہت عمدہ سمجھا جاتا تھا اس کی پیداوار میں مسلم دور میں کافی اضافہ ہوا ——— اور دیگر اناج بھی بافراط ہوتے تھے۔ آٹے پیسنے کے لئے اندلس میں پن چکیاں اور گھوڑوں کے ذریعے چلنے والی چکی استعمال ہوتی تھی۔ اندلس کا اقلیم الشرق زیتون کے درختوں سے ڈھکا رہتا تھا ——— روغن زیتون یہاں سے دوسرے ملکوں کو سپلائی ہوتا تھا۔ اسی طرح انگور کی کاشت بھی وسیع پیمانے پر ہوتی تھی، منقیٰ دوسرے ملکوں تک جاتا تھا۔ اسلامی اندلس کے دور میں کھیتیوں کی آب پاشی کے لئے چھوٹی چھوٹی نہروں کا جال بچھا دیا گیا تھا جسے عربی میں ساقیہ کہتے تھے۔ ان کی وجہ سے سبزیاں، پھل اور اناج خوب ہوتے تھے۔

اندلس دسویں صدی کے ایک مؤرخ کی نظر میں

احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، جو چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) کی تصنیف ہے۔ جس کے مصنف ابوعبداللہ شہاب الدین محمد البشاری المقدسی ہیں۔

اس میں بھی اندلس کا مختصر ذکر موجود ہے۔ مصنف مذکور نے خود اندلس کا سفر تو نہیں کیا تھا البتہ دوسرے وسائل سے حاصل شدہ معلومات کو انھوں نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ وہ اس کی عظمت و شوکت اور شادابی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قرطبہ اندلس کا صدر مقام ہے، جو ایک صحرا میں آباد ہے جس کے کنارے ایک پہاڑ ہے، میں نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ یہ بغداد سے زیادہ باعظمت ہے۔ اس شہر کی فصیل کے اندر ہی ایک اور شہر ہے جسے جوانیہ کہتے ہیں۔ جامع مسجد جوانیہ میں ہے۔ اور بیشتر بازار نیز شاہی محل فصیل کے باہر کھلی فضا میں .... مکانوں کی چھتیں پکی اینٹوں کی ہیں، جامع مسجد پتھر کی ہے اور اس کے ستون سنگِ مرمر کے ہیں۔ مسجد کے اردگرد وضو کی جگہ بنی ہوئی ہے ...

لوگوں کے بیان سے قیاس کیا جاتا ہے کہ قرطبہ ایک شاندار اور خوش آئند پایۂ تخت ہے۔ جہاں معاشی سہولتیں میسر ہیں، جہاں رعایا کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہے، حکومتی نظم و نسق بہت باقاعدہ ہے، لوگ دیندار ہیں اور عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں، اندلس مشرق کی مملکت ہیلیل سے مشابہ ہے، یہاں مسلمان ہمیشہ مصروفِ جہاد رہتے ہیں، اور آئے دن خطرے کا بگل بجتا رہتا ہے۔ علم و ادب کا خوب چرچا ہے، تجارت فروغ پر ہے۔"

(احسن التقاسیم ص ۲۳۳)

مسلمانوں نے تجارت و حرفت کو بھی اپنے دور میں خوب ترقی دی اور ایجادات و اکتشافات کے لئے مراکز قائم کئے۔ چنانچہ مسلی، دمشق، اور تیونس ہی کی طرح اندلس میں بھی دارالصناعہ قائم تھا۔ جس میں نت نئے ہتھیار ڈھلتے تھے۔ اغالبہ کا بحری بیڑہ کئی ہزار جہازوں پر مشتمل تھا۔

ول ڈیوران نے اعتراف کیا ہے کہ:

"اسپین کے ایک مسلم سائنس داں نے جس کا نام ابن فرناس تھا۔ تین چیزیں ایجاد کرکے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا۔ (۱) عینک کا شیشہ (۲) وقت بتانے کی گھڑی۔

(۳) ایک مشین جو ہوا میں اڑتی تھی۔ (یعنی طیارہ)

(ایج آف فیتھ صـ ۲۹۸)

اسلامی اندلس میں مسلمانوں نے پریس بھی ایجاد کر لیا تھا۔ جس پر عبدالرحمٰن الداخل کے احکامات چھپتے تھے۔ وہاں سن ۹۵۰ء میں کاغذ بھی بننے لگا تھا۔

(دی عربس صـ ۱۳۷)

اسلامی اندلس نے علوم و اکتشاف کے ایسے ایسے آفتاب پیدا کیے جن کی کرنیں یورپ کی ترقی کی بنیاد ثابت ہوئیں۔ اسی سرزمین سے ابن رشد (م ۱۱۹۸ء) برآمد ہوا جو عظیم اسلامی فیلسوف تھا اور جس نے طب پر سولہ اہم کتابیں لکھی ہیں —— اس کی تصنیفات میں علم کی وہ چاشنی تھی کہ اہل یورپ اپنے نصاب میں چھ سو سال تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ابن طفیل (م ۱۱۸۵ء) اندلس کا ایک نہایت عظیم فلسفی تھا جس کی تصنیفات پادریوں نے جلا ڈالیں۔ صرف "حی بن یقظان" نامی ایک فلسفیانہ ناول باقی رہ گیا تھا —— جس کے ذریعے اہل علم دنیا میں اسے پہچانا جاتا ہے۔ لسان الدین ابن خطیب (م ۱۳۷۴ء) اپنے زمانے کے عظیم جامع العلوم شخص اسی سرزمین پر تھے جنھوں نے ساٹھ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان کا میدان علم فلسفہ، تاریخ جغرافیہ اور تصوف تھا۔ ابو اسحاق زرقانی (م ۱۰۸۰ء) اندلس کے عظیم منجم تھے، انھوں نے ایک خاص قسم کا اصطرلاب ایجاد کیا تھا جس کا نام صفیحہ تھا۔ اس کے بارے میں انھوں نے ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا لاطینی ترجمہ ایک یہودی نے کیا۔ اور اسپینش زبان میں ترجمہ اسپین کے بادشاہ الفانسو دہم نے کیا —— طلیطلہ ہی کے ایک مسلم منجم ابراہیم بن سعید نے سن ۱۰۶۶ء میں ایک نہایت حسین و جمیل اصطرلاب تیار کیا تھا جو میڈرڈ کے میوزیم میں محفوظ ہے۔

جغرافیہ دانوں میں ابو عبداللہ ادریسی کا نام لیے بغیر اس فن کے موجدین کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس نے اپنے دور تک کے مرتب شدہ جغرافیہ پر بیش بہا اضافے کیے۔ اور اس نے ایک ایسا چاندی کا کرہ تیار کیا جس میں پہاڑ دریا جنگل سب دکھائے گئے

تھے۔ اس نے سن ۱۱۵۴ء میں جغرافیہ میں ایک نہایت اہم تصنیف کی۔ جس کا نام "نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق" ہے۔ یہ کتاب یورپ کی یونیورسٹیوں میں تین سو سال تک داخل نصاب رہی۔ اس کتاب میں ستر نقشے ہیں، اس کے نسخے لیڈن، پیرس اور آکسفورڈ میں موجود ہیں۔ اس کا انتقال سن ۱۱۶۱ء میں ہوا۔

(تمدن عرب صـ ۲۳۳)

عبداللہ ابن عبدالعزیز اندلسی بھی ایک نہایت عظیم جغرافیہ داں گزرا ہے۔ جس نے کتاب المسالک والممالک لکھی۔

ابن آبار اندلسی (م ۱۲۶۰ء) ابن بشکوال قرطبی اور لسان الدین ابن خطیب قرطبی جن کی تصنیف "الاحاطہ فی تاریخ غرناطہ" وغیرہ مشہور کتابیں ہیں، مشہور اندلسی مورخین گزرے ہیں، جن کے کمال فن کا آج کے متمدن یورپ میں اہل علم اعتراف کرتے ہیں۔ یورپ کی ساری چمک دمک اسپین، سسلی اور اس کے بعد قسطنطنیہ وغیرہ کے اسلامی منارہائے نور سے مستفاد ہے۔

اس سلسلے میں ہم ڈریپر بریفالٹ اور ول ڈیوران کے اقوال کا خلاصہ بطور استشہاد پیش کرتے ہیں:

"یورپ کی نشاۃ ثانیہ عربوں کی وجہ سے ہوئی۔ یورپ کی حیات نو کا گہوارہ اٹلی نہیں بلکہ اسپین تھا۔ جس وقت یورپ جہالت و بربریت کی تاریکی میں تھا اس وقت بغداد، قرطبہ اور طلیطلہ سے وہ تہذیب نمودار ہو رہی تھی جس نے انسانی ارتقاء کو ایک نئی شکل عطا کی۔" (تشکیل انسانیت صـ ۲۴۴)

ایس پی اسکاٹ کا قول ہے:

"وہ یورپ جو اندھیروں میں تھا۔ ابن رشد کے فلسفہ، ابن بیطار کے علم نباتات، ابوالقاسم کے علم جراحی، ابن العوام کے علم زراعت اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے آشنا ہو گیا ...... یہ حقیقت ہے کہ عصر حاضر کی تمام ایجادات عربوں کے طفیل ہے۔"

(اخبار الاندلس ترجمہ ہسٹری آف دی مورش امپائر ج ۲ صـ [illegible])

بے چین شب

میڈرڈ ہوٹل کنونشن کے کمرے ۲۰۴۵ میں میری میز پر اسپین کا نقشہ دراز ہے۔
آج سے پانچ سو سال پیشتر کے تاریخی حقائق نگاہوں میں پھر رہے ہیں ——— پورا
ہوٹل خاموش ہے۔ رات کی نصف سے زیادہ چادر کھسک چکی ہے مگر نیند کا دور دور
تک کہیں پتہ نہیں ——— میں کرب و بے چینی میں کمرے کے اندر ٹہل رہا ہوں ———
اور خود سے پوچھتا ہوں۔ کیا آج کے دور میں کوئی طارق نہیں ؟ کیا یوسف بن تاشفین کی
حرارتِ ایمانی کسی سینے میں باقی نہیں ؟ دور سے کانوں میں کوئی سرگوشی کر رہا ہے۔
شاید یہ وقت کی آواز ہے :

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

(سورۃ الرعد۔ ۱۲)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اندلس میں ہمارا اقتدار کس نے چھینا ——— ؟ ہمارے افتراق و انتشار ———
باہمی کشمکش ——— نسلی تعصب ——— قبائلی اور خاندانی جاہلیت نے ———
جب تک ہمارا اسلام، خالص اسلام تھا ——— رنگ و نسل، قوم و قبیلہ کی دیواروں
کو منہدم کرکے ——— وحدتِ انسانی کا پیغام رساں۔ اسلام ——— اس وقت
تک۔ زمین کی وسعت ہمارے قدموں میں سمٹتی چلی گئی ——— اور آج
جب ہمارے ہی سرمایۂ علمی کی بدولت دنیا معلومات کی دہلیز پر سمٹ آئی ہے، ہم پر
عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے۔

جب تک ہم سچے مسلمان تھے ! ——— ہمیں موت کی تلاش تھی، ہم
سربکف تھے۔ آج ہمیں زندگی سے پیار ہے، موت سے منہ چراتے ہیں۔
ہمارا مقصدِ حیات خدا کے نام کی سربلندی تھی، اس لئے سربلند تھے، آج ہم

ذاتی اغراض کے غلام ہیں اس لئے سر بہ زانو ہیں۔

ہم رضائے حق کے لئے قدم اٹھاتے تھے اس لئے زمین ہمارا استقبال کرتی
تھی۔ اب ہم ملک گیری، دولت ستائی اور خود نوازی میں مشغول ہیں۔ اس لئے
ہم زمین پر بار ہو رہے ہیں۔

ایمانِ کامل نے ہمیں شیر دل بنا دیا تھا، اور ہم اندلس، اسپین، سسلی، قسطنطنیہ اور
ادھر سندھ و ہند کے سواحل پر شکار کیا کرتے تھے، اب ہم بزدل ہو گئے ہیں اس لئے
ہندوستان، لبنان، فلسطین، فلپائن اور دنیا کے متعدد خطوں میں ظالم ہمارا شکار کر رہے ہیں
رات کا پچھلا پہر ہے ——— مگر میرے بستر کی چادر کو اب تک سلوٹیں نہیں
ملیں ——— چار و ناچار لائٹ بند کرکے بستر پر آ پڑا ——— سر بوجھل ہو رہا ہے ———
ذہن پر نہ جانے کتنی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں ——— تاریخِ اندلس کی بزم رو شبیہ
میں ٹمٹماتے ہوئے آخری چراغ کی لو تصور پر ابھر آئی ہے۔

سلطنتِ غرناطہ کی زمام سلطان حسن کے ہاتھ میں ہے۔ قسطیلہ کا بادشاہ
فرڈیننڈ مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر انھیں دبانا چاہتا ہے۔ اس نے سلطان
حسن سے خراج کا مطالبہ کیا ——— تو اس نے جواب دیا کہ :

"غرناطہ کی ٹکسال میں سیم و زر کے سکے نہیں اب فولادی تلواریں ڈھالی جاتی
ہیں۔ تاکہ عیسائیوں کی تکا بوٹی کی جائے "

اسی طیش میں اس نے شاہ قسطیلہ کے قلعہ صخرہ پر حملہ کر دیا ——— اور ایک ہی شب
میں اسے مسخر کر لیا تھا۔ [illegible] میں قلعہ الحمراء کو مسلمان فوجیوں سے خالی پا کر اسی عیسائی
بادشاہ نے حملہ کیا تھا اور قبضہ کرکے ہزاروں مرد عورتوں، بچوں اور معذوروں کو تہ تیغ کر دیا
تو سلطان نے لوشہ کے میدان میں اسے شکستِ فاش دے کر فوج کے مال و اسباب پر قبضہ
کر لیا ——— اور الحمراء میں قتل ہونے والے مظلومین کا بدلہ لے لیا ——— مگر
افسوس ادھر سلطان حسن اس جہاد میں مشغول تھا، ادھر اس کے دو فرزند ابو عبداللہ اور
یوسف اپنے سوتیلے بھائی کی رقابت میں باپ کے خلاف بغاوت کی سازش کر رہے

تھے ۔ چند اور معرکوں کے بعد سلطان حسن اپنے بھائی عبداللہ الزغل کے حق میں سلطنت
سے دست بردار ہو گئے ـــ مسیحی شاہ قسطالیہ نے ابو عبداللہ کی حمایت کر کے باپ سے
بیٹے کو اور پھر چچا سے بھتیجے کو خوب لڑوایا ۔ اس طرح ہماری خود غرضی نے ہم سے دوست
دشمن کا امتیاز بھلا دیا ۔ اور اسلامی اندلس جو اب سکڑ کر صرف غرناطہ تک رہ گیا تھا ۔
اور آگے چل کر ابو عبداللہ اس کا حکمراں تھا ۔ متحدہ مسیحی دباؤ نے اسی بدنصیب شخص کے
ہاتھوں بالآخر ہماری سات سو سالہ حکومت کا خاتمہ کر دیا ۔ باقی نام اللہ کا ۔

کانفرنس کا افتتاح

دوشنبہ ۱/۲/۲۰۰۰ء کو کانفرنس کا افتتاح مغرب کی نماز کے بعد ہوا ـــ
اسلامک کال سوسائٹی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد احمد الشریف کی افتتاحی تقریر تھی ـــ
کئی مقامی اہل علم نے اسپین کی اسلامی تاریخ کے حوالے سے اس کانفرنس کو نہایت
موزوں قرار دیا ـــ مجھے بھی اس بات کی بہت خوشی تھی کہ "رسالۃ المسجد"
کانفرنس اس سرزمین پر ہو رہی ہے جہاں جامع مسجد قرطبہ جیسی بے مثال تاریخی مسجد
اسلامی سطوت کی منہ بولتی تصویر ـــ آج بھی موجود ہے ۔

جامع قرطبہ

یہ ہماری روشن تاریخ کی ان انمٹ یادگاروں میں سے ہے ۔ جو فن تعمیر کے
اعلی نمونوں پر بنائی گئی ہے ۔ جس کی اساسوں میں ہمارے اسلاف نے اپنا خون
جگر نچوڑا ہے ۔

مستشرق سدیو کے حوالے سے دائرۃ المعارف میں فرید وجدی نے لکھا ہے :

اس مسجد کا طول چھ سو اور عرض دو سو قدم تھا ۔ اس کے دائیں جانب کے عرض میں اڑتیس اور بائیں
جانب میں انیس صحن تھے ۔ ایک ہزار ترانوے ستون تھے ، جو سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے جنوب کی
جانب انیس دروازے تھے جو تانبے کی چادروں سے ڈھکے ہوئے تھے ۔ درمیانی عمارت پر سونے کی چادریں

چڑھی ہوئی تھیں ـــ اور درمیانی چوٹی پر تین حسین گنبد بنے ہوئے تھے
اس کے اوپر ہیرے کا ایک انار تھا ـــ اس مسجد میں چار ہزار سات سو قندیلیں
روشن کی جاتی تھیں ـــ جن میں سے ایک قندیل جو محراب میں جلائی جاتی تھی
خالص سونے کی بنی ہوئی تھی ـــ اس مسجد پر سالانہ چوبیس ہزار رطل زیتون
اور ایک سو بیس رطل عنبر اور عود صرف ہوتا تھا ۔

یہ تو صرف جامع قرطبہ کا ذکر ہے ـــ اسلامی اندلس جو چھ صوبوں اور
اسی بڑے بڑے شہروں ، تین سو چھوٹے شہروں ، بے شمار قصبات اور قریوں پر
مشتمل تھا ـــ کتنی مساجد رہی ہوں گی جب کہ صرف ایک شہر قرطبہ میں جامع مسجد
قرطبہ کے علاوہ ـــ چھ سو مساجد اور موجود تھیں ۔

اے بسا آرزو . . . .

کانفرنس کی مختلف نشستوں میں ـــ مسجد کی اہمیت ، افادیت اور
مؤثرات کے متعلق محاضرین کے مقالات سے استفادہ ہوتا رہا ـــ
بحث و تمحیص کی نرم گرمی جاری تھی ـــ اور یہ خبر سن کر میں نہایت درجہ
مسرور تھا کہ ہم تمام شرکائے کانفرنس جمعہ کی نماز جامع قرطبہ میں ادا کریں گے ۔

کانفرنس کی نشستوں سے فارغ ہو کر علماء اور مہمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں ـــ
اکثر ڈینمارک سے آئے ہوئے مخلص نوجوان جناب سید ریاض الدین احمد کے ساتھ
خارج وقت میں شہر کی سیر کے لئے نکل جاتے ـــ سید صاحب کئی سال سے
ڈینمارک میں مقیم ہیں اور اسلامک کال کی ڈینش برانچ کے آفس میں کام کرتے ہیں ـــ
آپ پیدائشی طور پر مدراس انڈیا کے ہیں ـــ تقسیم کے بعد پاکستان میں آرہے ـــ
اس کانفرنس کے اکثر ایام میں نے انہی کے ہمراہ نشست و برخاست کی ـــ
بڑے ہی صاف گو انسان ہیں ۔ کسی شکم پرور مولوی کے ساتھ تعلقات تھے ـــ
بعد میں اس سے گزند کھا کر ـــ اب عام مولویوں کے حق میں بڑے ہی حساس

ہوگئے ہیں۔ آتے وقت میں ان سے ایک روز قبل چلا آیا ـــــ بڑے اداس تھے ـــــ بغل گیر ہو کر کہنے لگے ـــــ اب ایک روز گزارنا بہت دشوار ہوگا۔ رب تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔

کانفرنس کی چند معلومات افزا باتیں

سچ تو یہ ہے کہ اس پوری کانفرنس میں میں ذہنی طور پر خود کو غیر حاضر محسوس کر رہا تھا۔ تاہم محاضرات اور مناقشات کے دوران کی کچھ مفید و غیر مفید باتیں نذر قارئین کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد احمد الشریف:

- ○ عہد ماضی میں مساجد عبادت و ریاضت کے علاوہ ہمارے ملی مسائل کے حل کا مرکز تھیں۔ ہمیں موجودہ دور میں بھی مساجد کو اسی طرح منظم کرنا چاہیے۔"

ڈاکٹر عبدالمنعم:

- ○ مغربی دنیا کے لوگ دین اور حکومت میں فرق کرتے ہیں۔ مگر اسلام میں دین اور حکومت ساتھ ساتھ ہے۔ اسلام عبادات ہی کی طرح معاش و اقتصاد کی بھی تعلیم دیتا ہے۔"

اس وقت مسلمانوں میں وقت کی قدر نہیں اور یہی ہمارے تنزل کا سبب ہے۔

- ○ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز جمعہ ہم یکشنبہ کو کیوں نہیں ادا کر سکتے؟ وہ ہماری فرصت کا دن ہے۔
- ○ زکوٰۃ کی رقم مسجد میں کیوں نہیں خرچ ہو سکتی۔ جب کہ وہ بھی فی سبیل اللہ کام ہے۔ ؟ ایک سوال۔

- ○ قرآن کی ایک آیت کی رو سے اہل کتاب عورتوں سے نکاح حلال اور ان کا ذبیحہ جائز ہے۔ پھر ہم کیوں ان پر عامل نہیں؟
- ○ آج کے انڈونیشیا میں مسیحی مشنریوں کے دام میں آکر دس ملین مسلمان اپنا دین چھوڑ رہے ہیں۔ ایک خبر۔
- ○ آجکل جرمن میں تین ہزار مسجدیں موجود ہیں۔ جو نماز پنجگانہ اور کچھ جمعہ کے لئے کھلتی ہیں۔

ڈاکٹر احمد صقر

- ○ امریکہ میں پچاس ہزار مسلمان ڈاکٹر موجود ہیں۔ اور مسلمانوں کی تعداد کئی ملین ہے۔
- ○ ان ملکوں میں اسلامی خدمت کرنے والوں کو دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے علوم میں ماہر ترین ہونا چاہئے۔ اور آج ہر عالم کو دشمن کی زبان پر بھی عبور حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ آج کی دنیا انہی کی زبان سمجھتی ہے۔
- ○ ہر اسلامی داعی کو چاہئے کہ کسی ملک میں جانے سے پیشتر وہاں کی زبان اور تہذیب سے روشناس ہو۔
- ○ ہمیں خود میں جذبۂ صدیقی پیدا کرنا چاہئے ـــ ان کا یہ حال ہے کہ ایک بار ـــ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا: آج روزہ کس نے رکھا۔ ؟

مسلمان کے جنازے میں کس نے شرکت کی؟

مسکین کو کھانا کس نے کھلایا۔ ؟

مریض کی عیادت کس نے کی۔ ؟

ہر ایک کے جواب میں صدیق اکبر نے فرمایا۔ میں نے۔

- ○ امریکہ میں ـــ ان دنوں کئی عورتوں کے ساتھ بیک وقت رہنے کا

رواج نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

- مساجد کے ساتھ ریاضت کا بھی ایک گوشہ ہونا چاہئے ــــ تاکہ مسلمان جہاد بالنفس کے ساتھ جہاد بالسیف کی مشق بھی رکھیں۔

عبدالواحد خان بوطل

- یورپ کے اندر تشدد پسند سیاسی جماعتوں اور یہود تحریکوں نیز قادیانی وبہائی فرقوں سے اسلام کو خطرہ ہے۔

ڈاکٹر مصطفےٰ رفعت

- مسجد کی اہمیت معاشرت میں وہی ہے۔ جو پاور ہاؤس کی اہمیت بجلی کی سپلائی میں ہوتی ہے۔
- جس طرح موٹر کار کی مرمت اور نگہداشت کا کام گیریج میں ہوتا ہے اسی طرح ہماری اسلامی زندگی کی اصلاح مساجد سے ہوتی ہے۔
- مسجد میں امام کی وہی ذمہ داریاں ہیں ــــ جو جہاز کے سلسلے میں کیپٹن کی۔

ڈاکٹر محمد ایوب

- ایک بار انور السادات نے کہا۔ دین میں سیاست نہیں اور سیاست کا دین سے تعلق نہیں۔
- مغرب (مراکش وغیرہ) میں اجنبیت کا لوگوں کی ذہنیت پر اتنا دباؤ ہے کہ ہوٹل کے بیرے سے لے کر آفیسر تک سبھی صرف فرنچ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ (جیسے ہندوستان و پاکستان میں اپنے کو مہذب سمجھنے والوں پر انگریزی سوار رہتی ہے۔)
- میں لبنان میں اپنا لبنانی پاسپورٹ لے کر اردن سفارت خانے، وہاں کا ویزا مانگنے گیا تو کہا گیا کہ چھ ماہ لگیں گے۔ دوسرے روز اپنا امریکن پاسپورٹ لے کر گیا تو نہایت عزت سے چھ ماہ کا ویزا فوراً

مل گیا۔ یہ ہے عربوں کا عربوں پر اعتماد۔

ایرانی کہتے ہیں عراقی باغی ہیں اس لئے کہ انھوں نے اسلامی مملکت پر حملہ کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں ایرانی کافر ہیں انھوں نے اہل سنت پر حملہ کیا ہے۔ الحاصل اس خلیجی جنگ سے تاجرِ سلاح اسلام دشمن ملکوں کے سوا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر طیبی

اسلامی اندلس کے دور عروج میں یہاں کی صرف ایک لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ ۴۰ سو جلدوں میں صرف فہرست تھی۔

انڈونیشیا ہی کی طرح مسیحی مشنری افریقن ممالک میں بھی مسلمانوں کو مرتد بنا رہی ہے۔ چنانچہ پہلے پورے افریقہ میں صرف ڈیڑھ ملین عیسائی تھے۔ اب ان کی تعداد سو ملین ہو گئی ہے۔

ایک عرض

اس بات کا سراغ لگائے بغیر کہ مغربی ممالک، ممالک متحدہ امریکہ اور بعض عرب ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کے اندر مذاہب فقہیہ سے بغاوت کے جذبات کہاں سے پنپ رہے ہیں۔ آج اسلامی کاز پر کام کرنے والوں ــــ اور علماء و مفکرین تیار کرنے والے مخلص اداروں اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ دین کی خدمت کرنے والوں کو اس جانب توجہ کرنی چاہئے کہ ــــ چاروں فقہی مکاتب فکر میں سے آپ کا تعلق خواہ کسی سے ہو۔ ائمہ کے اجتہادات و تحقیقات اور اپنے مسلک کو دوسروں پر فائق ثابت کرنے کے بجائے ائمۂ اعلام رحمہم اللہ کے اجتہادات کی کتاب و سنت سے مطابقت کو زیادہ سے زیادہ عام کریں۔ تقلید کی برکات اور مفادات کو اجاگر کریں۔ کیوں کہ عدم تقلید کی وباء عام ہو رہی ہے۔

پنجشنبہ ۱۸ رفروری کو صباحی نشست کے بعد میڈریڈ کے سٹی ہال City Hall
میں تمام مندوبین چائے پر مدعو تھے۔
ہسپانوی زبان میں مطبوعہ دعوت نامہ ہمیں پہلے ہی موصول ہو چکا تھا۔

Ayuntamiento de Madrid

El Alcalde Presidente

Tiene el gusto de invitarle a la Recepción que se ofrecerá en honor de los asistentes a la Conferencia de "Duat" (Expertos en Jurisprudencia Islámica de Europa y América)

Jueves 18 de febrero, a las 13,30 horas
Salón Goya de la Primera Casa Consistorial (plaza de la Villa, 5)

Madrid, 1988

وقت مقررہ پر بس ہوٹل کے سامنے آ رکی ـــــ اور ہم لوگ میڈریڈ شہر کی
کئی شاہراہوں سے گزرتے ہوئے سٹی ہال پہنچے۔ یاروں نے اس موقع پر جی بھر کر تصویر کشی
کی اور کیمرے کا استعمال کیا۔ کئی ویڈیو کیمرے بھی ساتھ ساتھ حرکت میں تھے۔ سٹی ہال میں
شہر کے میئر کی طرف سے ناشتے کا انتظام تھا ـــــ انواع واقسام کے بسکٹ پیسٹریاں
پاکلیٹ اور مشروبات تھے ـــــ مگر میں تو ان معاملات میں آخری صف والا ہوں۔
مونگ پھلی اور بادام کے چند دانے اور شربت سنترہ ـــــ کا گلاس لوگوں کی رواداری
میں مجھے بھی دیر تک لئے رہنا پڑا۔
ہم لوگ دو گھنٹے گھوم پھر کر ان کی تاریخ کے نقوش دیکھتے رہے ـــــ مگر
میری نگاہیں تو قرطبہ، طلیطلہ، اشبیلیہ اور غرناطہ کی گلیوں میں پہنچنے کے لئے بے چین تھیں۔
سٹی ہال کی درمیانی چھت رنگین شیشوں سے بنی ہوئی ہے۔ جس میں دو شیشے ایسے بھی ہیں جو

عربی اسلوب پر بنی ہوئی قرطبی عمارتوں کی نقل ہے ـــــ بس ہماری نشانی اس پورے
سٹی ہال میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں ـــــ اخیر میں اسلامک کال سوسائٹی اور حکومت
لیبیا کی طرف سے میئر کو ہسپانوی زبان میں ترجمہ قرآن مجید اور چند دیگر کتابیں ـــــ قلم وغیر
ایک مرصع بیگ میں رکھ کر پیش کئے گئے۔ میئر کے نائب نے مہمانوں کے استقبال میں تقر
کی ـــــ جوابی اور شکریہ کی تقریر شیخ جمعہ نے کی جو اسلامک کال کے نئے مدیر المکتب ہیں
دو گھنٹے بعد ہم ہوٹل آ گئے۔

ارمانوں پر اوس

شام کی نشست بھی جوں توں ختم ہوئی ـــــ اس کے بعد اس خبر نے سار
حوصلوں پر اوس ڈال دی کہ ہسپانوی چرچ کی انتظامیہ نے کانفرنس کے شرکاء کو نماز جمعہ
جامع قرطبہ میں ادا کرنے کے اجازت نامے کو جو بلدیہ سے حاصل ہو چکا تھا منسوخ کرادیا
تمام مندوبین یہ سن کر بلبلا اٹھے اور ایک بار پھر احساس ہوا کہ ہسپانوی اہل چرچ اپنے
تعصب اور تنگ نظری میں دور قدیم ہی کی طرح شدید ہیں۔ حالانکہ جامع قرطبہ میں عرب طلبہ
جو اس شہر میں مقیم ہیں جمعہ کے دن جا کر نماز پڑھتے ہیں۔
عصبیت اور عناد کی اس گھناؤنی مثال نے مجھے اندر سے مکدر کر دیا ـــــ
اب اگر وہاں دو سجدے بھی نہ کر سکیں تو قرطبہ جا کر کیا فائدہ ـــــ یہ رات بھی
بڑی بے قراری میں گزری ـــــ جمعہ کا دن ہوٹل ہی میں گزرا۔ اور وہیں بیٹھے
بیٹھے ـــــ تمام شہدائے اندلس ـــــ مجاہدین اندلس، علماء وصلحائے اندلس
کی روحوں کو کمرے ہی سے ایصالِ ثواب کیا۔ اور واپسی کے لئے فلائٹ کی بکنگ جلد از جلد
کرانے کے لئے کوشش کر کے سنیچر کی فلائٹ پختہ کر لی۔
اپنی تاریخ کے جس مزار پر عبرت انگیزی کے لئے میں رواں دواں گیا تھا
شاید وہاں پہنچ کر میں صبر وضبط کا دامن ہاتھوں سے چھوڑ بیٹھتا ـــــ یا اور کسی مصلحت کے
تحت قدرت نے آگے بڑھنے کی منظوری نہیں دی ـــــ اور میں آرزوؤں، امنگوں

کا طوفان سینے میں سمیٹے سمیٹے واپسی کی تیاری میں لگ گیا:

دیکھو تو بدنصیبی کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

استاذ احمد عبداللہ جو مڈریڈ کے نومسلم باشندے ہیں ـــــــ اور اسلامک سنٹر کے امیر بھی ۔ انھوں نے یقین دلایا کہ وہ ماۃ میں سے جب کبھی کوئی آنا چاہے ۔ میں اس کے لئے یہاں سہولتیں مہیا رکھوں گا ـــــــ بہرحال اپنی تشنۂ آرزو کو دوبارہ سیرابی کی تھپکیاں دے کر، شنبہ ۲۰ر فروری کی صبح دس بجے ہم ہوٹل سے ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے ۔ فلائٹ AR.150 کے ذریعے ڈھائی بجے امسٹرڈم ایئرپورٹ پر اترے:

بر در و دیوار کوشش می نویسم حال خویش
شاید آں را یار خواند یا کسے گوید بہ یار

سفرنامۂ ہالینڈ

(۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء)

گزری تمام عمر و لے کائناتِ دل
کچھ دوستی کے گھاؤ ہیں کچھ دشمنی کے غم

جولان گاہِ آرزو

کہا جاتا ہے کہ عہدِ طفلی کے شب و روز زمین کے جس خطہ پر گزرتے ہیں، اس قریہ، علاقے اور گلی کوچوں کے گہرے نقوش شعورِ انسانی کے صفحات پر مرتسم ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے سفر میں دوڑتے بھاگتے ہوئے جہاں کبھی سکون و قرار نصیب ہوتا ہے۔ تحت الشعور سے عہدِ طفلی کی یادیں سر اٹھاتی رہتی ہیں ——— یہ عمل بیداری کی حالت میں بھی جاری رہتا ہے ——— اور خواب میں بھی۔

جہاں تک راقم الحروف کا تعلق ہے، بیرونِ ملک اقامت اختیار کر لینے کے بعد اندازہ لگتا ہے کہ عہدِ طفولیت، دورِ طالب علمی اور اس سے جڑے ہوئے چند سالوں کی قیمتی یادیں ہی اس کا سب سے عظیم سرمایہ ہیں۔ جسے اپنی طویل نظم "یادیں" کے ایک بند کے ذریعہ اجاگر کروں تو یوں کہہ سکتا ہوں۔

یاد عرفانِ محبت کو جلا دیتی ہے
یاد ظلمت کے بسیروں کو ضیا دیتی ہے
جب بھٹکتا ہوں کبھی وحشتِ رنجوری میں
یاد ہی تیری مجھے راہ دکھا دیتی ہے

ملک پورہ، گھوسی، میرا مولد اور وطن ہے۔ جہاں کی خاک پر لوٹتے پوٹتے اور گھٹنوں چلتے میں بڑا ہوا۔ تقریباً گیارہ سال کی عمر میں مبارکپور، کی مبارک زمین پر جانا نصیب ہوا۔ وطن میں والدین کا سایۂ کرم، بھائی بہنوں، اہلِ محلہ اور رفقائے مدارس کی محبت دوستی اور دل لبھانے والا ماحول تھا۔ مبارکپور میں حضور حافظ ملت کا سایۂ رحمت، اساتذہ کی عنایتیں۔ چند ماہ برادرِ مکرم مولانا رضوان احمد قادری اور اس کے بعد مولانا حسام الدین گھوسوی کی نگرانی اور ہم سبق، ہم ذوق طلبہ اور احباب کی باہمی محبت، دارالعلوم اشرفیہ کا علمی، دینی، ادبی اور اخلاقی ماحول۔ جلسے، جلوس، مشاعرے، عرس، کبڈی، فٹ بال،

یت بازی، بحث مباحثہ، تقریر، مناظرہ۔ اور اہلِ مبارکپور کا دین پرور، مخلصانہ، جانبازانہ
نداز زندگی۔ یہ ہیں وہ فضائیں جہاں میں نے ہوش کی آنکھیں کھولیں۔ اور اپنا علمی سفر
طے کیا۔

دانش گاہِ اشرفیہ اور میں

اشرفیہ سے فراغت کے بعد مبارکپور سے دور رہنا مجھ پر کتنا شاق تھا، حافظ ملت علیہ الرحمہ اس سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ الجامعۃ الاشرفیہ کی سنٹرل بلڈنگ کی تعمیر کے بعد، جامعہ میں شعبۂ نشر و اشاعت کا قیام عمل میں آیا، اور مجھے اس کی خدمت کے لئے طلب کیا گیا تو ——— گویا مجھے مانگی مراد مل گئی ——— اندھا کیا مانگے دو آنکھیں کیونکہ اس عرصہ میں میں جہاں بھی برسرِ کار رہا۔ اشرفیہ سے جدائی کا کانٹا میری رگِ احساس میں چبھتا رہا۔

مبارکپور پہنچ کر میں بے حد خوش تھا ——— آقائے نعمت حافظِ ملت کا سایۂ کرم بلا واسطہ پھر مجھے میسر تھا۔ اپنے متبحر اساتذۂ کرام، اور علمائے اعلام سے استفادہ کی راہیں پھر میرے لئے کشادہ ہوگئیں۔ کچھ ہی روز بعد میرے دیرینہ احباب میں سے مولانا عبد المبین نعمانی، مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی، اور مولانا محمد افتخار احمد قادری بھی جامعہ سے وابستہ ہوگئے۔ پھر کیا تھا۔ بہاروں کے دن اور بہاروں کی راتیں۔ علمی مشاغل میں منہمک، یہ وسیع کارخانہ رحمت و نور لٹاتا رہا۔ اور ہم لوگ، بلند سے بلند تر پروازی کی کوششیں کرتے رہے۔ اسی عرصے میں "ماہنامہ اشرفیہ" کا اجراء ہوا۔ اور مذکورہ بالا احباب کو مخلص ترین خادمِ علم و فن مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی نے آمادہ کیا، اور عظیم تصنیفی اور اشاعتی ادارہ "المجمع الاسلامی" کی داغ بیل ڈالی۔ جس نے قلیل عرصہ میں پچاس سے زائد اہم کتابیں طبع کرکے، دنیائے سنیت کے علمی ماحول میں اپنی اہمیت کا لوہا منوالیا ہے۔

ادھر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قیادت صالحہ میں "الجامعۃ الاشرفیہ" کی تعمیری، تعلیمی اور ترقیاتی اسکیموں میں وسعت پیدا ہوتی گئی ——— اور ایک لق و دق صحرا میں علوم و

معارف کا ایک شبستان مزین ہونے لگا۔ برصغیر ہند و پاک میں الجامعۃ الاشرفیہ کی مرکزیت خود بخود مسلم ہونے لگی ——— مسلمانوں کے قلوب اس جانب اور زیادہ جھکنے لگے۔ مبارکپور کی پیشانی پر الجامعۃ الاشرفیہ عزت و سرفرازی کا علم بن کر نمودار ہوا ——— جامعہ نے ایک غیر معروف قصبے کو دینی اور علمی دنیا میں بڑے بڑے شہروں سے زیادہ شہرت بخش دی ——— مبارکپور کا ستارہ بلندی پر چمکنے لگا۔

قدرت کا اعجاز کہ حافظ ملت نے جن دنوں الجامعۃ الاشرفیہ کی تاسیس فرمائی تھی مبارکپور اقتصادی معاملات میں کچھ زیادہ خوش حال نہ تھا ——— مگر مردِ خدا دوست کی آواز پر لبیک کہنے والوں نے سود و زیاں کی فکر کئے بغیر تن، من، دھن سے حافظ ملت کا ساتھ دیا ——— الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے ایثار و قربانی کی مثال قائم کردی ——— معاش و اقتصاد کی کساد بازاری میں دنیا کا ہر تاجر نہایت حزم و احتیاط سے قدم اٹھاتا ہے ——— کہ معلوم نہیں کل مارکیٹ کا کیا رخ ہو۔ ؟

ایسے حالات میں مبارک پور کے جیالے مسلمانوں نے دنیا والوں کو تجارت کے نئے آفاق سے آگاہ کیا۔ وہ یہ کہ اپنی جمع پونجی سے اسلامی قلعہ کی تعمیر میں لگ گئے ——— کسی نے ایک کمرہ بنوایا، کسی نے تعمیری میٹیریل فراہم کیا ——— کسی نے محنت و مشقت کی ——— کسی نے گھر کا اثاثہ بیچ کر لیلائے شوق کی آراستگی کا بندوبست کیا ——— نتیجہ کیا ہوا ——— ؟ ——— سال بھی نہیں گزرا تھا کہ مبارک پور میں اقتصادی و معاشی ترقی کی بادِ بہاری چلی۔ اور جامعہ پر ہزار خرچ کرنے والوں کو قدرت نے لاکھ سے نواز دیا۔ بدحالوں کو خوش حال کر دیا۔ مالدار اہل سخاوت کو نہال فرما دیا۔

اس طرح مبارک پور کے، قابلِ مبارک باد، مسلمانوں نے اپنی عزت، شوکت اور دینی غیرت کا عظیم الشان قلعہ الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں تعمیر کر ڈالا ——— ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۷۶ء کے اداریے میں راقم الحروف نے اس سلسلہ میں ان الفاظ میں اظہار خیال کیا تھا۔

٭ شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی، اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہما الرحمہ

نے مبارک پور میں مدرسہ اشرفیہ کی شکل میں علوم نبویہ کے نخلستان کی ایک قلم نصب کی تھی۔ حضور حافظ ملت جس کی آبیاری کے لئے متواتر بیالیس سال سے اپنا خون جگر نچوڑ رہے ہیں۔ مبارک پور کے مسلمان جان و مال ہتھیلی پر رکھ کر جس کی پاسبانی پر مستعد ہیں۔ الحمدللہ کہ وہ نرم و نازک قلم ملک ہند میں علوم اسلامیہ کا شجر طوبیٰ بن چکا ہے۔ بیرون ملک تک جس کی علم نوازیاں جاری ہیں۔"

(ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۷۶ء ص ۳)

مئی کے اداریے میں اسی کا اعادہ ان الفاظ میں کیا گیا تھا:

"الجامعۃ الاشرفیہ علوم شریعت کا ابر کرم ہے۔ جو گرمی کی دھوپ سے تپتی ہوئی دھرتی کی آبیاری کر رہا ہے:

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز

ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کسی ادارے کو مرکزیت اس کی کارکردگی اور خدمات سے میسر ہوتی ہے۔ حضور حافظ ملت دامت برکاتہم القدسیہ، تعمیر ملت کا جو عظیم منصوبے کر چل رہے ہیں، یہ صرف ان کی ذمہ داری نہیں۔ بلکہ پوری قوم کا فریضہ ہے۔"

(ماہنامہ اشرفیہ مئی ۷۶ء ص ۳)

جس امیر کارواں اور قائد انقلاب کے فلک پیما حوصلوں کی کمند میں جکڑا الجامعۃ الاشرفیہ کا عظیم قافلہ نہایت شانِ استغنا سے محو سفر تھا ــــ افسوس کہ اس شمارے کے بعد ماہنامہ اشرفیہ کے صفحات اس کی رحلت کے اشکوں سے تر بتر ہو گئے ــــ اور ہم ان کے اسم گرامی کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنے لگے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حافظ ملت کی رحلت کے بعد

ناظرین کرام! ہر شخص میں کوئی کمزوری تو ہوتی ہوگی، اشرفیہ اور حافظ ملت کے ذکر کو طول دینا میری کمزوری سمجھئے ــــ حافظ ملت رحلت فرما گئے ــــ الجامعۃ الاشرفیہ اور اہل قرابت و محبت پر کیا گزری، خدا بہتر جانے۔ مجھ پر جو کچھ گزری۔ اس کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ حاسدین نے یہ طعنے دیئے کہ "جو لوگ حافظ ملت پر تکیہ لگائے ہوئے تھے انہیں چاہئے کہ بستر گول کریں"۔

میں یہ نہیں کہتا کہ حافظ ملت کے بعد اشرفیہ سے میری محبت ختم ہو گئی ــــ نہیں ــــ بلکہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اہلِ حسد کی نیش زنی نے دل اچاٹ کر دیا ــــ تاہم یہ حرکتیں اتنی دل آزار بھی نہ تھیں کہ میں بھاگ کھڑا ہوتا ــــ زندگی کی دوا دوش میں سرد و گرم تو جھیلنا ہی پڑتا ہے ــــ پھر حافظ ملت کے جوار کرم میں رہنے کے لئے چند شعلہ بار نگاہوں، اور آتش رقابت میں سلگتی سانسوں کا مقابلہ کون سی بڑی بات تھی ــــ ؟ ــــ آزمائش اور الجھنوں کی ہر کڑی دھوپ سے گزر کر مرقدِ حافظ ملت کے قرب کا سائبان لمحہ دو لمحہ میرے سر پر سایہ فگن ہو جاتا تو میں ہر غم بھول جاتا ــــ ذہن و فکر سے غموں کا میل دھل جاتا ــــ اور میں پھر سے تر و تازہ ہو جاتا۔

بقول حالیؔ

ملتے ہی ان کے بھول گئیں کلفتیں تمام

گویا ہمارے سر پہ کبھی آسماں نہ تھا

ہالینڈ کا دعوت نامہ

ماہنامہ اشرفیہ کے آفس میں بیٹھا ــــ اپنے کاموں میں مشغول تھا ــــ پوسٹ آئی ــــ اور خطوط و رسائل کے ساتھ ــــ ہلکے نیلے رنگ کا ایک ایروگرام کو بھی چاک کیا ــــ اس میں کیا تھا ــــ ؟ ــــ زندگی کے پرسکون ــــ ہموار ــــ اور

شناراستوں سے ہٹ کر ــــ ایک اجنبی، طویل، اور نامانوس سمت سفر کا نقشہ۔ جس پر
یادہ پیما ہونے کے بعد:

ہزاروں منزلیں ہونگی، ہزاروں کارواں ہونگے
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی، نہ جانے ہم کہاں ہونگے

یہ خط ہالینڈ سے NIS کے صدر سید وزیر الدین صاحب نے لکھا ہے۔ جو
حیدرآباد دکن کے باشندے، پاکستانی جنسیت کے ساتھ ہالینڈ میں قیام پذیر۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ
انجینیر ہیں۔

٭ گرامی قدر مولانا بدر القادری صاحب! السلام علیکم
حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کے توسط سے آپ کا پتہ ملا، ہمیں ایمسٹرڈم کے
مسلمانوں کے لئے ایک عالم دین کی ضرورت ہے، جن میں زیادہ تر اردو بولنے
والے اور ان پڑھ قسم کے لوگ ہیں۔ یہاں پر رہائش کا انتظام، پرمٹ وغیرہ کا انتظام
اور تنخواہ کا انتظام ہوگا۔
اگر آپ اس دیار کفر میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا پرخلوص جذبہ رکھتے ہیں
تو از راہ کرم اپنے BIODATA سے ہمیں نوازیں۔ تاکہ آپ کے ذاتی، خاندانی
(بچوں کی تعداد وغیرہ)، علمی، ادبی اور لسانی حالات سے واقفیت پاکر، ہماری
مجلس عاملہ فیصلہ کر سکے۔ نیز اس بات کا بھی اظہار کر دیجئے کہ آپ کم سے کم
کتنی مدت میں یہاں تشریف لا سکتے ہیں۔ اور تنخواہ کا کیا خیال ہے؟
جس جماعت کے لئے آپ کو زحمت دی جائے گی وہ اہل سنت کی جماعت
ہے۔ باقی خیریت۔

نیازمند۔ سید وزیر الدین انور۔

دعوت نامہ کی منظوری

۳۰ر اگست [illegible] کا لکھا ہوا یہ مکتوب مجھے ستمبر کی ۹ تاریخ کو دست یاب ہوا۔

جب کہ میں ماہنامہ اشرفیہ کے کاموں میں مصروف تھا۔ والدین کریمین اور برادران
بزرگ کی خدمت میں دعوت نامہ پیش کیا۔ مشورہ لیا۔ اور سب کی رضا و رغبت سے جواب
تحریر کیا۔

نوازش گستر جناب سید صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عوافی طرفین مطلوب ــــ آپ کا مکتوب ۹ر ستمبر کو نظر نواز ہوا۔
شاہین بچے کو اس سے زیادہ مسرت کا کیا موقع ہو سکتا ہے، جب اسے اپنے
پر و بال کی بازی گری کے لئے خلاء کی لامحدود وسعت نصیب ہو۔
آپ کی دعوت مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ اس سے قبل ایک بار اور،
علامہ ارشد القادری صاحب جب بریڈ فورڈ میں تھے، انھوں نے حضرت
حافظ ملت علیہ الرحمہ بانئ الجامعۃ الاشرفیہ، کے ذریعہ ایسی ہی پیشکش کی تھی، اور
اشرفیہ سے پانچ علماء طلب کئے تھے، حضور حافظ ملت نے جن لوگوں کو بھیجنے
کے لئے منتخب کیا تھا، ان میں میرا نام بھی شامل تھا۔ مگر پھر حضرت ہی کے حکم
پر میں شعبہ نشریات، الجامعۃ الاشرفیہ، اور خصوصاً ماہنامہ اشرفیہ کے کاموں میں
لگ گیا۔ لیکن اب بحمد اللہ رسالہ اس منزل میں ہے کہ میرے بغیر بھی بحسن و خوبی
چل سکتا ہے، اس کی جڑیں مضبوط و مستحکم ہو چکی ہیں ــــ اور اہل
سنت کے اردو مجلات میں اپنی حیثیت منوا چکا ہے، اب کوئی بھی باصلاحیت
فاضل اسے جاری رکھ سکتا ہے ــــ البتہ اشرفیہ کے حافظ ملت
نمبر کی تکمیل میں اپنا ذمہ سمجھتا ہوں۔
آپ نے میرے ذاتی احوال دریافت کئے ہیں۔ مختصر جواب حاضر
خدمت ہے۔
نام (محمد بدر عالم) بدر القادری۔ سنہ ۱۹۶۹ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور
سے درس نظامیہ فاضل کی سند حاصل کی، اور فارغ ہوا ــــ فراغت
کے بعد سب سے پہلے دار العلوم غوثیہ ہبلی میں، صدر مدرس کی جگہ بھیجا گیا ــــ

وہاں سے حضور حافظ ملت کی ایما پر بحیثیت خطیب باغ فردوس بھیونڈی پھر جامعہ غازیہ بہرائچ، مدرسہ ضیاء الاسلام سوراخواں اناؤ میں صدر مدرس رہا — بالآخر جون سنہ ۱۹۷۳ء میں الجامعۃ الاشرفیہ کے شعبۂ نشر واشاعت میں انچارج کی حیثیت سے بلالیا گیا —— اور اب تک یہیں رہ کر ماہنامہ اشرفیہ اور شعبہ کے کاموں میں مشغول ہوں۔ اب تک میری دو کتابیں طبع ہوئی ہیں۔ "اشک خون" (منظوم) اور "اشرفیہ کا ماضی اور حال"، اس کے علاوہ "تذکرۂ غازی" تیار ہے۔ چند اور کتابوں پر کام ہو رہا ہے۔ یوں تو میرا علم اور لیاقت ہی کیا —؟ مگر خدمت دین کا جذبہ جو سینے میں موجزن ہے، وہی میرا سب سے قیمتی سرمایہ ہے — اس کے لئے کوئی اگر مجھے اس دنیا سے دور کسی سیارے پر بھی پکارے تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ ہمت نہ ہاروں گا۔

میرے مشاہرہ کی بابت آپ علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب سے گفتگو کرلیں، ان سے جو طے ہو جائے مجھے منظور ہے۔ میں شادی شدہ ہوں۔ مگر تاہنوز اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔

اب آپ مجھے چند معلومات فراہم کریں تو مہربانی ہوگی (۱) میری ذمہ داریاں کیا ہوں گی۔ ؟ — (۲) تنہا آنے میں آپ مجھے کیا سہولیات دیں گے (کتنے دنوں بعد وطن آسکتا ہوں) اور اہلیہ کے ساتھ آنے میں کیا؟ (۳) ایمسٹرڈم کے علاوہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھی اشاعت و تبلیغ دین کے سلسلے میں جانے کا موقع ملے گا یا صرف وہیں تک محدود رہنا ہوگا۔؟

جواب سے نوازیں۔ ارکان جماعت کو سلام عرض ہے۔

والسلام
بدر القادری

۱۱/۱۰/۷۷ء

سفر میں تاخیر کے اسباب

سید وزیر الدین انور صاحب کے دعوت نامے سے مجھ میں سفر کی جو تحریک شروع ہوئی تھی —— اس میں متعدد رکاوٹیں حائل ہوئیں —— جن کو حکمت عملی سے سر کرنے میں کافی وقت لگا۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات اور کارناموں پر مشتمل "ماہنامہ اشرفیہ" کا خاص نمبر تیاری کے مرحلوں سے گزر رہا تھا — اور کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد اس کی اشاعت کا سہرا کسی اور کے سر دیں مجھے گوارہ نہ تھا —— ادھر کئی ایسے مہربان بھی تھے جنہیں اگر میری بیرون ملک اس انداز کی مکاتبت کی بھنک لگ جاتی تو دشواریاں کھڑی ہو سکتی تھیں —— دوسری طرف والد ماجد کی علالت —— ان کی گرتی ہوئی صحت —— میرے لئے زنجیر پا بن رہی تھی۔ علاج معالجہ کے سلسلے میں —— اگر وطن سے باہر کچھ دور بھی جانا ہو تو ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ میں ان کے ہمراہ جاؤں اور مجھے مبارک پورسے فرصت کم نصیب ہوتی۔ ہفتہ عشرہ بعد جب گھر آتا تو ان کی بیماری کمزوری اور تکلیف دیکھ کر خود پریشان ہو جاتا —— ماہنامہ کے دفتر میں حافظ ملت نمبر کی کتابت پر دو دو کاتب لگے ہوئے تھے — انھیں میٹر فراہم کرنا —— اور کتابت شدہ اوراق کی پروف ریڈنگ کرنا —— مہینے کے شماروں کی تیاری کرنا اور اسی میں گاہے بگاہے تقریری پروگرام کے لئے سفر بھی کرنا پڑتا تھا۔ سفر کی تحریک شروع ہوئی تو پاسپورٹ بنوانے کی فکر لاحق ہوئی — اس میں بھی وقت صرف ہوا۔

ہالینڈ والوں کو میرا جواب ملا تو انھوں نے۔ ادھر اپنی کارروائی کا آغاز کیا۔

دہلی سفارت خانۂ ہالینڈ کو NIS نے میرے سلسلے میں ویزا کی درخواست میں لکھا:

"اس درخواست کے ذریعہ ہم گزارش کرتے ہیں کہ، مولانا بدر القادری صاحب کو، جو سنہ ۱۹۵۰ء میں گھوسی ضلع اعظم گڈھ کے اندر پیدا ہوئے۔

ہالینڈ میں ایک سال تک قیام کرنے کا ویزا دیا جائے۔

مولنا کو دعوت دینے کی غرض و غایت یہ ہے کہ ہم لوگوں کی یہ مذہبی جماعت، اور ہمارے درمیان کوئی دینی تعلیم کا ماہر امام اور عالم موجود نہیں ہے۔ مولنا صاحب تشریف لائیں گے تو ہماری دینی ضروریات کی تکمیل ہوگی مولنا قادری صاحب کا تعارف ہمیں ورلڈ اسلامک مشن بریڈ فورڈ کے سکریٹری جنرل کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ ہم نے اب تک ان سے صرف خط و کتابت کی ہے۔ دوران قیام مولنا صاحب کے کھانے پینے رہنے سہنے کا انتظام سو فیصد اسلامک سوسائٹی کے ذمہ ہوگا۔ اور مولنا صاحب بنیادی طور پر دینی مصروفیات میں شامل رہیں گے۔ جو ہمارے اسلامی معاشرے کی ضروریات کے مطابق ہوں گی۔ ہم نے مولنا قادری صاحب کو ایک کنٹراک پیش کیا تھا جس میں ساری تفصیلات لکھی تھیں۔ ان تفصیلات میں یہ بھی تھا کہ وہ اسلامک سوسائٹی کے علاوہ کسی اور کام میں حصہ نہیں لیں گے۔ وہ انہیں منظور ہے۔ ہمارے یہاں ۲۵ تا ۲۷ میلاد النبی کے پروگرام میں اسلامی ملکوں سے کئی علماء حصہ لیں گے۔ مولنا صاحب بھی اس موقع پر آسکتے تو بہت بہتر ہوتا۔
یہ خط سفارت خانے کو دسمبر ۸۰ء کے آخری ایام میں ارسال کیا گیا۔

ـاہدہ

نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی NIS نے مجھے اگریمنٹ (معاہدہ) کے جو کاغذات ـیجے تھے ان کے مندرجات کا خلاصہ یہ ہے:

① تنظیم NIS ایک سال کے لئے مولنا بدر القادری کی تقرری منظور کرتی ہے۔ جانبین اس مدت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

② کام کا معاوضہ ماہانہ چھ سو ڈچ گلڈر دیا گئے۔ بیمہ بعد میں طے ہوگا۔

③ ایک ٹکٹ (دو طرفہ) دہلی سے اسٹرڈم اور اسٹرڈم سے دہلی تنظیم کے ذمہ ہوگا۔

④ تنہا رہنے کے لئے مسجد میں انتظام ہوگا۔

⑤ سالانہ چھٹیوں کے علاوہ کام کے دنوں میں پندرہ یوم کی رخصت ہوگی۔

⑥ اس معاہدے کے بعد آپ (مولنا بدر القادری) کسی دوسرے معاہدے کے مجاز نہ ہوں گے۔

⑦ ایک ماہ قبل نوٹس معاہدے کو جانبین کے درمیان منسوخ کر سکتی ہے۔

⑧ معاہدہ توڑنے یا ختم ہونے کے بعد ایک سال تک سرکاری یا غیر سرکاری کسی تنظیم کے ساتھ آپ نیا معاہدہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے، جب تک NIS اجازت نہ دے۔

⑨ مذکورہ بالا قوانین پر متعینہ مدت میں پورے طور پر عمل کرنا ہوگا، دین سے متعلق جو بھی کام ہوگا، کرنا ہوگا۔

⑩ مندرجہ ذیل باتوں سے آپ میں اگر کوئی ایک بات پائی گئی تو تنظیم NIS نوٹس کے بعد آپ کو برطرف کرنے کا پورا حق رکھتی ہے۔

(الف) اگر آپ کسی اسلام دشمن تحریک میں ملوث پائے گئے۔

(ب) معاہدہ میں جو کام دیئے گئے ان کے علاوہ اور مخصوص ڈیوٹی کے علاوہ اگر کسی دوسرے کام میں پائے گئے۔

(ج) اگر NIS اور اس سے تعلق رکھنے والی کسی تنظیم کی تخریب میں پائے گئے۔

⑪ اس معاہدے کے درمیان آپ منتظمہ کمیٹی میں شرکت نہیں کر سکتے، تاوقتیکہ کمیٹی اجازت نہ دے۔

⑫ اس معاہدے کے تحت آپ کو تنظیم کے مندرجہ ذیل کام کرنے ہوں گے:

(الف) بچوں اور بڑوں کو دینیات عربی اور قرأت کی تعلیم دینا۔

(ب) تبلیغی سلسلے میں دورہ کرنا، تقریریں کرنا۔ اسٹرڈم اور دوسرے علاقوں میں۔

(ج) کلمۂ اسلام پڑھانا، نکاح پڑھانا، اور نماز جنازہ پڑھانا۔

(د) بیماروں کی عیادت کرنا، قرآن خوانی اور میلاد پاک میں شرکت کرنا۔

(ہ) اشاعت اسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرنا۔

(و) نماز پنجگانہ، جمعہ وعیدین کی امامت کرنا۔

(ز) NIS اور اس کی معاون تنظیموں کے لئے چندہ کی فراہمی میں مدد کرنا۔

(ح) درس قرآن اور درس حدیث پابندی کے ساتھ دینا۔

اگریمنٹ فارم پر دستخط کر کے میں نے اپنی منظوری دے دی۔

معاہدہ فارم کے ہمراہ سید صاحب نے ہالینڈ ایمبیسی کو بھیجے ہوئے خط کی نقل کے ساتھ ساتھ ایک رقعہ بھی تحریر کیا تھا، جس کے مندرجات سے سید صاحب کی دینی دلچسپی نظامی صلاحیت، اور یورپین مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے لٹریری کام کی اہمیت جاننے صاف پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ہماری مجلس عاملہ نے روایت کے طور پر ان شرائط کی نشان دہی کی ہے، جو آپ کے اور ہماری جماعت کے لئے آگے پیش آنے والی، مشکلات کو روکنے کے لئے ازحد مفید ہوں گی ـــــ آپ اس پر غور وفکر کریں ـــــ ان کی بعض چیزوں، جیسے ماہانہ تنخواہ، اور کام کی نوعیت وغیرہ کے بارے میں مولانا قمرالزماں صاحب سے گفتگو ہو چکی ہے ـــــ اور وہ اس سے متفق ہیں۔

ظاہر ہے تبلیغ کی روایت آپ کو اور ہم کو ایمسٹرڈم تک محدود نہیں رکھے گی جہاں بھی جانا ہو وہاں کے لئے خرچہ سفر وغیرہ کا الگ بندوبست کیا جائے گا۔"

اردو رسالہ کے سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"ہم ایک اردو ماہنامہ نکالنے کے لئے مصروف عمل ہیں۔ آپ اس کے لئے کتابت کا انتظام کر کے آئیں تو بہتر ہو۔"

سید صاحب کی خواہش تھی کہ میں عربی ٹائپنگ کا فن بھی سیکھ لیتا۔ تو ندا الاسلام کے عربی ایڈیشن اور دیگر عربی کے کاموں میں آگے چل کر بہت سہولت ہوتی۔ اس سلسلے میں انھوں نے لکھا:

"مزید ہم نے ایک عربی الیکٹرک ٹائپ رائٹر خریدا ہے۔ آپ کے تشریف لانے کے لئے کاغذات کے اجراء میں (حکومت کی طرف سے) چند ماہ لگ جائیں گے۔ آپ پتہ لگائیں کہ عربی ٹائپنگ آپ وہاں سیکھ سکتے ہیں۔ اور یہ کہ اس کا خرچ کتنا ہوگا ـــــ اگر خرچ بہت زیادہ نہ ہو تو ہم آپ کے ٹائپنگ سیکھنے کو (ایک دو ماہ تک) ضروری سمجھیں گے۔ ہمارا ایک سہ ماہی رسالہ ندا الاسلام کے نام سے عربی میں، اور Voice of Islam کے نام سے انگریزی اور ڈچ میں نکلنے والا ہے۔ مزید ایک عظیم لائبریری کے قیام کا ارادہ ہے۔ آپ مفید اردو اور انگریزی کتابوں کی فہرست تیار کریں اور قیمتوں کے ساتھ ہمیں بھیجیں، تاکہ اگر بورڈ کو منظور ہو تو آپ انھیں اپنے سامنے بذریعہ Sea Mail بھجوا سکیں۔"

سید صاحب نہایت وسیع الذہن، تجربہ کار اور حالات شناس، مدبر انسان تھے۔ دینی حمیت ان میں بہت تھی اور جماعت کو ایک صحیح اسپرٹ کے ساتھ چلانے کی ان میں اعلیٰ صلاحیتیں موجود تھیں۔ اس خط کا آخری حصہ پڑھئے:

"اہم یہ ہے کہ ہم شاہین بچوں کو بے بال وپر اڑنا ہے۔ اسلامی تحریکیں ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہیں۔ ہم اگر سنت ابراہیمی کو پیش نظر رکھیں تو ہماری ہر مشکل آسان ہوگی، ہماری تحریک اور تنظیم اور اس کے لوگوں کا مزاج آپ کے مطابق ہوا تو مجھے آپ ایک بڑی لمبی مدت کے لئے ہمارے ساتھ ہوں گے۔

انگریزی میں لکھی ہوئی شرائط دنیاداری کے اعتبار سے ہیں، اصل شرائط ہمارے اور آپ کے درمیان قرآن وسنت کی شرائط ہیں، اخلاص اور تقویٰ ہماری شرکت کی اساس ہوگا۔"

انگریزی والی شرائط قابل قبول ہوں تو دستخط کر کے جلد روانہ کیجئے آپ کی تحریر ملتے ہی ہم یہاں حکومت میں کارروائی شروع کریں۔ اور دہلی کے سفارت خانہ والوں کو بھی لکھیں گے"۔

میں نے اگریمنٹ فارم فل کیا۔ اور اس خط کے ہمراہ سید صاحب کو بھیج دیا۔

نوازش گستر عنایت طراز جناب سید وزیرالدین انور صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔ دوسرا لفافہ "اگریمنٹ فارم" کے ساتھ موصول ہوا۔

آپ نے میرے لئے کیا کیا شرائط عائد کی ہیں، اور کن باتوں کا پابند بنایا ہے، اس کی پرواہ کئے بغیر، بلا تامل آپ حضرات کے اخلاص و محبت پر اعتماد کرتے ہوئے، فارم پر دستخط کر کے حاضر خدمت کر رہا ہوں۔

دیار مغرب اپنی نت نئی خصوصیتوں کے باعث اہل مشرق کے لئے بہت پہلے سے باعث کشش رہا ہے ——— اور آپ کی مخلصانہ اور دلپذیرانہ دعوت نے میرے قلب وذہن کو کچھ اس طرح اپنی جانب منعطف کر لیا ہے کہ اب یہاں کی ذمہ داریوں میں جی نہیں لگتا ——— طوعاً و کرہاً کسی طرح وا جبی ذمہ داریاں پوری کر لیتا ہوں۔

آپ لوگوں کی اس تحریک سے پیشتر ہندوستان سے باہر جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا اب ضرورت پڑی تو بمبئی اپنے ایک دوست کو وہاں سے پاسپورٹ بنوانے کے لئے لکھا ——— اس کی وجہ یہ ہوئی، سننے میں آیا کہ وہاں یوپی کی بہ نسبت بسہولت بن جاتے ہیں ——— اب ہوا یہ کہ میں نے انہیں اس سلسلے میں استفسار حال کے لئے خط لکھا ——— ان کے پاس میری تصویر موجود تھی، انھوں نے مجھ سے مزید تفصیلات پوچھے بغیر اپنے اندازے سے پاسپورٹ فارم کی خانہ پری کر دی ——— اب وہی تفصیلات آپ کو بھیج رہا ہوں ——— ممکن ہے اس کے کچھ اجزاء پہلے لکھی ہوئی باتوں سے جدا ہوں، تو آئندہ انہی

مرقومات کا لحاظ رکھیں۔

عربی ٹائپنگ کے بارے میں معلومات فراہم کی تو معلوم ہوا کہ دہلی میں کوئی ادارہ اس قسم کا کھلا ہے۔ جو عربی ٹائپنگ بھی سکھاتا ہے، مگر محل وقوع کی دوری اور دیگر مصروفیات کو سامنے رکھتے ہوئے، میری اس تک رسائی آسان نہیں معلوم ہوتی۔

آپ کی لائبریری کے لئے کتابوں کی مفصل لسٹ تیار کر رہا ہوں۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کا ادارہ فی الوقت کتابوں کی خریداری پر کتنا پیسہ خرچ کر سکتا ہے تو اسی لحاظ سے فہرست کی ترتیب میں وسعت و قلت ملحوظ رکھتا۔ مناسب سمجھیں تو آگاہ کریں۔

والسلام ۲۰/۱۱/۷۷ء

سید صاحب نے مجھے سفارت خانے کو مرسلہ خط کی کاپی کے ساتھ لکھا:

"آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس خط کی معرفت (بزبان انگریزی) خط کے ذریعہ، پتہ کریں کہ آپ کو کب وہاں (ویزا لینے) جانا ہے۔ اور یہ کہ کیا کیا کاغذات ساتھ لے کر جانا ہوگا۔ تاکہ آپ وہاں اس وقت جائیں جب کہ وہ آپ کی کارروائی مکمل کر کے دینے والے ہوں۔ کوشش اس بات کی کیجئے کہ آپ کو انجکشن وغیرہ لگے ہوئے ہوں۔ اور اس کا سرٹیفکٹ ساتھ ہو۔ پاسپورٹ تیار ہو، اور آپ کے تعلیمی صداقت ناموں کا انگریزی ترجمہ بھی....

آپ ان پر زور دیں کہ میلاد النبی کانفرنس میں آپ کا رہنا بہت ضروری ہے۔ مولانا قمرالزماں صاحب نے دعوت قبول کر لی ہے۔ وہ یہاں مختلف جلسوں کو خطاب کریں گے۔

کتابیں پانچ سو روپے تک کی چاہئیں۔

اردو رسالہ کی کتابت کے لئے کچھ آپ بندوبست کر کے آئیں تو اچھا ہوگا

ہم نے یہاں ایک پریس خریدا ہے۔ اور چھاپنے کا پورا سامان لے لیا ہے۔ اردو رسالہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ آئیں گے تو اس طرف زور و شور سے کام ہوگا۔

بس اب رخت سفر باندھئے۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ:

چشم براہ تو دارم چہ قدم رنجہ کنی

اسی خط کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

ابھی ابھی ایمبیسی آف ہالینڈ (انڈیا) سے چٹھی ملی۔ جس میں لکھا ہے کہ آپ فوراً ان سے رجوع کریں۔ تاکہ آپ کی کارروائی جلد سے جلد آگے بڑھائی جائے۔ آپ انہیں فوراً ویزا کے لئے خط لکھیں۔ شکریہ!!

علامہ اعظمی کا گرامی نامہ

خطیب اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن بھی وقتاً فوقتاً اپنے کرم نامے سے نوازتے رہتے۔ ۹ رجنوری ۱۹۷۹ء کا ان کا ایک مکتوب گرامی کئی لحاظ سے تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ من وعن حاضر خدمت ہے:

عزیز گرامی قدر مولانا بدر القادری۔ سلام ورحمت۔ مزاج ہمایوں؟

بہت دنوں سے کوئی عریضہ حاضر خدمت نہ کر سکا۔ وجہ یہ ہے کہ تقریباً ایک ماہ تک حجاز مقدس میں حاضر رہا۔ حج پاک کی سعادت کے بعد دو ہفتے کے لئے ہالینڈ چلا گیا تھا۔ کل واپس آیا ہوں۔ کل ہالینڈ والوں سے تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ انھوں نے معاہدہ فارم روانہ کر دیا ہے۔ اور غالباً آپ نے جواب بھی مرحمت فرما دیا ہے۔ مگر ہنوز ان کو آپ کی جانب سے یہ اطلاع نہ مل سکی ہے کہ آپ کب تک قدم رنجہ فرما رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ربیع النور شریف تک اگر آپ ہالینڈ پہنچ جائیں تو یہ ان کی خوش قسمتی ہوگی۔ ہالینڈ یہاں سے ایک گھنٹے کے ہوائی سفر کے فاصلے پر ہے۔ ڈچ حکومت ہے۔ عوام و

خواص کی زبان ڈچ ہے۔ لیکن زیادہ تر مسلمان ۱۸۹۱ء میں ایک معاہدے کے تحت بحیثیت مزدور ہندوستان کے پوربی علاقوں مثلاً بلیا، گورکھپور، بہار اور کلکتہ وغیرہ سے سرینام جنوبی امریکہ گئے تھے۔ اب سرینام آزاد ہو گیا ہے تو وہ لوگ ہالینڈ واپس آ گئے ہیں، اس لئے کہ سرینام ہالینڈ کی کالونی تھا۔ اس لئے ان کی زبان پوربی ہے۔ اور لباس وغیرہ کچھ قدیم اور کچھ جدید ہے۔ چونکہ سو سال تک مذہب سے دور رہے ہیں اس لئے دینی اعتبار سے بہت پس ماندہ ہیں۔ چند رسوم و رواج کے علاوہ دین کے بارے میں ان کو معلوم نہیں۔ چوں کہ غیر ترقی یافتہ ہیں۔ اس لئے اختلافات بھی بہت ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی برکت سے سارے اختلافات دور ہو جائیں گے۔ علماء اگر بے غرض ہو کر کام کریں تو ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جو تنظیم آپ کو مدعو کر رہی ہے اس کے فرد و مہ سید صاحب سنی العقیدہ ہیں مگر مودودیت سے متاثر ہیں ——— اس لئے ان کے ساتھ نرم روی اختیار کرنی مناسب ہوگی۔ اگر آپ کے آنے کے بعد ہالینڈ کے مسلمانوں کو متحد کیا جا سکا تو ان سے کروڑوں روپے کے منصوبے پر کام کیا جا سکتا ہے۔ ہالینڈ سے جرمنی، فرانس، بلجیم، اسپین، ڈینمارک جملہ ممالک یورپ بہت قریب ہیں۔ اور بذریعہ ٹرین آمد و رفت ہے۔ ہالینڈ میں اگر اہل سنت کا ایک بڑا مرکز قائم ہو جاتا ہے تو پورے یورپ پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

ہالینڈ کا دوسرا نام نیدر لینڈ بھی ہے NEDER LAND دنیا کی سب سے بڑی عدالت جو بین الاقوامی قوانین کو مرتب کرتی ہے اور بین الاقوامی مسائل پر فیصلہ کرتی ہے وہ ہالینڈ ہی میں ہے۔

پوربی مسلمانوں کے علاوہ ترکی، انڈونیشی اور مراکشی مسلمان ہیں۔ سنیت عام ہے۔ جب تک آپ عازم سفر نہیں ہوتے، اس وقت تک عربی زبان بولنے کی مشق جاری رکھیں۔ اس لئے کہ وہاں پادریوں کے اصولوں

کے مطابق کبھی کبھی مسلم رہنما کو ہسپتالوں میں مریضوں کو دعا کے لئے ، اور مزاج پرسی کے لئے جانا پڑتا ہے۔ تھوڑی بہت انگلش آجائے تو بہت بہتر ہے، سید صاحب ورلڈ اسلامک مشن کے کنوینر بھی ہیں۔ مشن سے دوری کی وجہ سے وہاں بہت زیادہ کام نہ ہو سکا۔ انشاء اللہ آپ کے آنے کے بعد کام تیز کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

آپ کے علاوہ جو علماء اخلاص وللہیت کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر دین کا کام کرنے کا پرخلوص جذبہ رکھتے ہوں، ان کے نام روانہ کریں تاکہ بوقت ضرورت ان کے نام اسپانسر فارم وغیرہ روانہ کیا جا سکے۔ اور اگر کسی طرح سے وہ لوگ پاسپورٹ بنوالیں تو یہ بہت بہتر ہوگا۔ اس لئے کہ کسی وقت بھی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ آپ کے آنے کے بعد ہی یہ کوشش کی جائے گی کہ آپ کے بچے وغیرہ کس طرح آسکتے ہیں۔ اگر وہ وہاں رہنا پسند کریں تو آپ کو معقول چھٹی ملتی رہے گی انشاء اللہ۔ تنخواہ معقول ہے انشاء اللہ معاشی پریشانی نہ ہوگی۔ سامان سفر میں دو گرم شیروانی اور تبلیغی خطابوں میں معاونت کرنے والی کتب اپنے ساتھ ضرور لائیں۔

اپنے بعد 'اشرفیہ' کی ادارت کس کے سپرد کریں گے یہ ایک خلش ہے دور فرمائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جامعہ کو نقصان پہنچے۔

جامعہ کے جملہ اساتذہ کی خدمتوں میں میرا سلام پیش فرمائیں۔

فقط والسلام   خادم

قمر الزماں اعظمی   ۹/۱/۷۸ء"

احباب و مخلصین کا اشتیاق

۲۵ مئی ۷۸ء کو حضرت مولانا شاہد رضا نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

" ہالینڈ میں آپ کی آمد کے لئے شدید انتظار ہو رہا ہے۔ خدارا ـــــ!

چلے بھی آیئے۔ بے حد زرخیز اور مرکزی جگہ ہے، عالمی پیمانے پر تحریک کو سرگرم کرنے میں بے حد تقویت ملے گی"!

ایمبیسی نے تو ویزا ایشو کرنے کے لئے مجھے متواتر تین خطوط روانہ کئے۔ مگر بروقت پاسپورٹ تیار نہ ہونے کی وجہ سے 'عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم' کے موقع پر سفر نہ کر سکا۔

علامہ اعظمی 'عید میلاد النبی' کے پروگرام میں برطانیہ سے ہالینڈ روانہ ہوتے ہوئے، میرے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

" عزیز گرامی قدر   سلام ورحمت

گرامی نامہ ملا، حالات سے آگاہی ہوئی، خدا کرے آپ کا پاسپورٹ جلد بن جائے اور آپ جلد از جلد یہاں آسکیں۔

میں آج ہی 'میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم' کے مجوزہ پروگرام کے پیش نظر ہالینڈ جا رہا ہوں، وہاں سے واپسی کے بعد، آپ کو خط لکھوں گا۔

(۱۸/۲/۷۸ء)"

برادر محترم مولانا قاری محمد اسمٰعیل مصباحی نے بھی راچڈیل سے متعدد خطوط کے ذریعہ جلد از جلد ہالینڈ پہنچنے کی تاکید کی۔ حالات، ضروریات وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ ایک خط میں یوں رقم طراز ہیں:

" میرے بھائی! ہالینڈ بہت قریب ہے۔ بالکل انگلینڈ کی طرح ہے خاص بات یہ ہے کہ آپ اپنے لئے (کم از کم) دو عدد شیروانی اور کرتے ہمراہ لائیں۔ چوں کہ پاجامے سے کام نہیں چلتا، یہاں سردی کے باعث موٹے کپڑوں کا پائجامہ جسے پتلون ہی سمجھئے پہنا جاتا ہے اور کوئی معیوب نہیں۔ اور کوئی چیز لانے کی ضرورت نہیں۔ اپنی پسند کی کتابیں مختصر لائیں۔ چونکہ مکتبۂ قادریہ لاہور وغیرہ کی تمام کتابیں یہاں دستیاب ہیں۔ اعلیٰحضرت اور دیگر علمائے اہلسنت کی تمام کتابیں یہاں ملتی ہیں؛ خاص خاص کتابیں ہمراہ لائیں۔ کیونکہ تمام وزن بیس کلو سے زیادہ لانے کی اجازت نہیں ہے"

ٹوپیاں گرم ہی لائیں...

ہالینڈ والوں سے رابطہ قائم کر رہا ہوں، آپ پہلے اپنا پاسپورٹ تیار کرائیں، اور اطلاع کریں نمبر و تاریخ پیدائش وغیرہ سے۔ پھر جو خط جائے اس پر عمل کریں، اعظمی صاحب سے برابر رابطہ رکھیں۔ چونکہ ہالینڈ والوں کا فون ورلڈ اسلامک مشن' میں ہفتہ دو ہفتہ میں آتا رہتا ہے۔"

سید صاحب ۱۱ر جون ۸۰ء کو لکھتے ہیں:

"آپ کے یہاں سے عرصے سے کوئی اطلاع نہیں ہے۔ یہاں سے آپ کا ٹکٹ بھیجا جا چکا ہے۔ اور آپ کے لئے ضروری ضمانت نامہ جات وغیرہ مولانا قمرالزماں صاحب نے آپ کے یہاں جاتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو خط لکھنے کے بارے میں یاد دہانی کرائیں گے۔ ماہ رمضان شروع ہونے کو ہے۔ عید میلاد النبی آپ کے بغیر گزر گئی۔ آپ از راہ کرم اطلاع دیں کہ:

(۱) آپ کا پاسپورٹ مل چکا ہے یا نہیں؟

(۲) آپ کا ٹکٹ KLM کے ذریعہ مل چکا ہے یا نہیں؟

(۳) آپ کی کب یہاں آمد کی توقع کی جا سکتی ہے؟"

قومی عصبیت کی وجہ سے

نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی NIS نے مجھ سے معاہدہ ہونے کے بعد جب لوگوں میں میرے آنے کا عام اعلان کیا تو جماعت سے وابستہ لوگوں میں کچھ پاکستانی بھائیوں نے مخالفت کی ـــــــ اور کسی ہندوستانی عالم کی آمد ان کو ناگوار ہوئی۔ دینی و ملی احساس کا یہ کتنا عظیم خلا ہے کہ مسلمان اپنے اسلام و ایمان کو قومیت کے محدود دائروں کا گھروندا سمجھتے ہیں۔ ایک خط میں سید صاحب لکھتے ہیں۔

"آپ کے کرم نامے ہم دست ہوئے۔ جواب دینے میں تاخیر

مشکلات کی وجہ سے ہوئی۔ آپ کو اس کا تجربہ ہوگا کہ جہاں بھی دینی کام ترقی پذیر ہو وہاں مخالفتوں کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ترقی کو پرکھنا ہو تو مخالفتوں کی شدت سے اس کا اندازہ لگاؤ۔ ایک شرپسند گروہ آپ کے بارے میں ہمارے مذاکرات کو اپنے وطن والوں سے دشمنی قرار دے چکا تھا۔ جماعت کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ اسلامی تحریک قومیت کی محدود وسعتوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔ ہم نے جماعت کی حیثیت سے آپ کے تقرر کو کسی ملک سے یا وہاں کے رہنے والوں سے ہم دردی کے بجائے تحریک اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے مفید سمجھا۔ یہ سارا وقت لوگوں کو سمجھانے میں لگا۔ ظاہر ہے سبھی اس سے متفق نہیں ہوں گے۔ لیکن خلوص اگر یہی اقرار کرتا ہے کہ آپ کی آمد اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے گی تو خدا کے آگے ہم راضی ہوں گے اور وہی جماعت کی پالیسی کی اساس ہے۔"

بہر حال سید صاحب اور ان کے اعوان و انصار نے اپنی حکمت عملی سے اس مخالفت کو ٹالا اور میری آمد کے سلسلے میں کام ہوتا رہا۔

نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی الجمعیۃ الاسلامیۃ بھولندا

(NIS) Nether Land's Islamic Society

ہالینڈ کی واحد کثیر الوسائل اسلامی تنظیم تھی۔ جس کی بنیاد ۱۹۷۲ء میں رکھی گئی اور ۲۹ر جون ۱۹۷۳ء کو اس کا رجسٹریشن عمل میں آیا۔ سرینامی ہندوستانی، پاکستانی، انڈونیشین، اور عرب، ہر علاقے کے مسلمان اس کے ممبر تھے ـــــــ پورے ہالینڈ میں اتنی مشہور اور باوسائل مسلمانوں کی کوئی دوسری تنظیم نہیں تھی۔ اس کے زیر اہتمام امسٹرڈم کے مشہور ہال RAI میں عید میلاد النبی کے اجلاس ہوتے تو ہزارہا مسلمان مجتمع ہوتے تھے۔ تمام مسلم ممالک

ے جھنڈے ہالینڈ کے جھنڈے کے ساتھ نصب کئے جاتے ۔ ہزاروں گلڈر خرچ ہوتے تھے
ا اچھا ماحول تھا ــــــ اور لوگوں میں بڑی محبت اور اپنائیت ظاہر ہوتی تھی ــــــ
چوں اور بڑوں کی دینی تعلیم کا انتظام تھا ــــــ انڈونیشی اساتذہ ہفتے میں اپنے شائقین
مو دین کی تعلیم دیتے تھے ــــــ ماہ دو ماہ بعد جلسۂ عام ہوتا تھا ۔ صبح سے عشار کے
قت تک NIS کا دفتر اور مسجد کھلی رہتی تھی ــــــ نماز پڑھنے ، مسائل پوچھنے
ر اپنے عائلی اور سوشل مسائل کے سلسلے میں لوگ بکثرت آتے تھے ۔ ملکی سطح پر کسی
ی اسلامی کام کے سلسلے میں NIS پہلے نمبر پر مدعو ہوتی تھی ــــــ اپنی نگرانی میں
NIS نے مسجد تعمیر کرنے کے لئے کئی نقشے بنوائے ۔ پہلا اگست ۱۹۷۶ء میں اور
یک ۱۹۷۹ء میں ، جو کوریتی کونسلر محمود ربانی کی سرپرستی میں شروع ہوا تھا ۔

NIS کی طرف سے شائع ایک رپورٹ کے چند اقتباسات ملاحظہ کریں ۔ جس
ے تنظیم کے استحکام ، ہمہ گیری ، اور مثبت کاموں کی لگن کے علاوہ حکومت وقت کی " اسلام
خالف ' حرکتوں پر تنقید بھی پائی جاتی ہے :

" نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی ہالینڈ میں اپنی ممتاز حیثیت رکھنے کے
باعث مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور انہیں یکجا کرنے کے لئے کام کر رہی ہے
(تنظیم کے) صدر دفتر بیلمر میر میں ہے ، جہاں قرآن پاک پڑھانے ، نماز باجماعت
اور دینی کتب کی اشاعت کا بندوبست کیا گیا ہے ۔

سوسائٹی کا قیام کافی دقتوں اور مصیبتوں کے بعد ۱۹۷۳ء میں ہوا ۔
ہالینڈ میں اس وقت کوئی اسلامی تنظیم اور جماعت نہیں تھی ۔ مسلمانوں کے
ایک اجتماع عام میں سوسائٹی کی تشکیل ہوئی ۔ شروع میں فوراً اس کی ممبری
سو خاندانوں نے قبول کر لی ۔ یہ ایمسٹرڈم کی تاریخ میں مسلمانوں کا پہلا اجتماع
تھا ــــــ نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی نے اپنا کام شروع کیا ۔

ہالینڈ میں ۱۹۷۳ء وہ تاریخی سال ہے جب NIS کی مساعی اور
جدوجہد کے نتیجے میں ، یہاں کی گورنمنٹ نے " اسلام " کو سرکاری طور پر

مذہب تسلیم کیا ۔ (جواب اس ملک کا دوسرا بڑا مذہب ہے) ابتدائی مرحلہ
میں ہی سوسائٹی کے بانی نظر حسین نے ملک بھر میں اقامت پذیر تین لاکھ
(کم و بیش) مسلمانوں کو مجتمع کرنے کی کوششیں کیں ــــــ جس کے نتیجہ
میں ملک کے مختلف گوشوں میں اسلامی کام کرنے والے افراد ، اور چھوٹی
موٹی جماعتیں منظر عام پر آئیں ۔ اور ۱۹۷۵ء میں ملک بھر میں کام کرنے
والی مسلم تنظیموں کو اکٹھا کیا گیا ۔ اور ایک ' مسلم فیڈریشن ' قائم ہوا ــــــ
جس کا صدر دفتر " دی ہیگ " کو بنایا گیا ۔ (جناب عبدالواحد فان بومل اس
کے روح رواں رہے ۔ بعد میں فیڈریشن بھی اختلاف کا شکار ہو گئی ــــــ اور
مجبوراً فان بومل صاحب نے ایک مختصر اور محدود ' اسلامی ادارۃ
وقف ' بنا کر اپنے کام کا رخ ڈچ نو مسلموں کی جانب موڑ لیا ۔ کچھ روز تک
رابطہ عالم اسلامی کے مؤظف ، مسٹر سفیان انڈونیشی بھی فان بومل صاحب کے
ساتھ ہی کام کرتے رہے ۔ ۱۹۸۹ء میں ان دونوں کے درمیان بھی اختلاف
واقع ہوا ۔ اور مسٹر سفیان نے اپنا الگ ایک دفتر بنا لیا ۔ تاہم عبدالواحد
فان بومل کے ذریعہ نو مسلم ڈچوں میں اشاعت و تبلیغ اور دینی تعلیم کا کام
ہو رہا ہے ۔)
تعمیر مسجد کے سلسلے میں رپورٹ کے اندر تحریر ہے ۔

" سوسائٹی کوشش کر رہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک مثالی
مسجد ، اور اسلامک سنٹر ایمسٹرڈم میں بنایا جائے ــــــ جس کا نقشہ وغیرہ
حکومت سے منظور ہو چکا ہے ۔ بلڈنگ لائسنس کی منظوری کے لئے
NIS کے ارکان نے درخواست دی ہے ۔

مسجد کی تعمیر پر تقریباً ۱۸ ملین گلڈر خرچ ہوں گے ــــــ جو عام
مسلمانوں کے چندوں کے علاوہ مسلم ممالک کی امداد سے پورا کیا جائیگا ۔"
سالانہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتماعات اور جلسوں کے سلسلے میں رپورٹ

ر میں:

" سوسائٹی ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم شایان شان طریقے سے مناتی ہے۔ اور اس سال بھی ۱۱ر فروری کو RAI ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ ہو رہا ہے، جس میں مراکش، ترکی، انڈونیشیا، اور انگلینڈ سے علمائے دین شرکت کریں گے۔ تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت شان سے منایا جائے "

حکومت ہالینڈ مسلمانوں میں اتحاد کو فروغ پاتا نہیں دیکھ سکتی۔ اس سلسلے میں

پورٹ میں ہے:

" گورنمنٹ کی کوشش ہے کہ ہالینڈ میں مسلمانوں کی مختلف جماعتیں، اکٹھی نہ ہو سکیں۔ چنانچہ مختلف جماعتوں کو مختلف طریقے سے Treat کیا جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے اتحاد میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں —— اگر ہم اپنے دین اور اپنی تہذیب کے لئے کھل کر کام نہیں کر سکتے تو کسی تنظیمی کام کا کیا فائدہ؟

ہماری تنظیم کو بھی گورنمنٹ نے مالی تعاون کی پیش کش کی مگر ہم نے اپنے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر چند گلڈروں کو حاصل بھی کر لیا تو اس سے کیا ہونے والا ہے؟ اگرچہ حکومت دوسرے گروپوں کو فائننس کر رہی ہے

حقیقت یہ ہے کہ ہالینڈ کی سطح پر اگر ملک کے تمام مسلمان متحد ہو جائیں تو ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں "

ان اقتباسات سے NIS جماعت کی ہمہ گیر خدمات اور اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اور اولین دور میں اس کی جد وجہد کن تعمیری خطوط پر جاری تھی، اس کا سراغ ملتا ہے۔ خاص طور پر سید صاحب کے خطوط سے مجھے جب اس بات کا پتہ چلا کہ کئی زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت کے پروگرام پر کوشش ہو رہی ہے —— پریس اور دیگر لوازمات خریدے جا چکے ہیں —— اور میرے پہنچنے پر اردو

" نذار الاسلام " کی اشاعت بھی شروع ہو جائے گی —— تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

چھٹی ہو چکی تھی، میں الجامعۃ الاشرفیہ، سنٹرل بلڈنگ کے سامنے لان میں، چند احباب کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا۔ کہ برادر مکرم محمد جان عالم، بائیسکل سے آئے ان کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا —— جس میں پاسپورٹ تھا —— گھو میں رجسٹری موصول ہوتے ہی —— بلا تاخیر مجھ تک پہنچانے کے لئے وہ سائیکل سے چل پڑے تھے۔

پاسپورٹ ملنے کے دوسرے ہی روز میں لکھنؤ ہوتا ہوا دہلی پہنچا —— براد مخلص مولنا ڈاکٹر محمد قاسم خاں قادری اناوی ہمراہ تھے —— دہلی میں دو روز قیام کرنا پڑا —— پاسپورٹ پر ویزا کی مہر لگ گئی۔ اور KLM آفس میں ٹکٹ OK ہو گیا —— پھر بھی کچھ ضروری امور کے سلسلے میں روانگی سے پہلے بمبئی کا سفر ناگزیر تھا —— چنانچہ سامان سفر تیار کر کے بمبئی ٹو دہلی پلین ٹکٹ کا بھی بندوبست کیا۔

مبارک پور سے روانگی

متوقع سفر کے سلسلے میں مولنا محمد اسرائیل مصباحی (منیجر شعبہ نشر و اشاعت، و ماہنامہ اشرفیہ) و مولنا نعیم اعجازی اور قاری شفیق احمد کے علاوہ مبارکپور میں میں نے کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا تھا۔ ویزا ملنے اور ٹکٹ OK ہونے کے بعد میں نے جامعہ کے ارباب حل وعقد پر تین ماہ کی رخصت کے ضمن میں اپنا ارادہ سفر ظاہر کیا —— تو سب ششدر رہ گئے —— تھوڑی دیر ہی میں، بات ہونٹوں سے نکلی، اور کوٹھوں پہ چڑھی —— تمام اساتذہ گرامی، احباب و مخلصین سے ملاقات کرتے، دعائیں لیتے، مزار حافظ ملت کی دہلیز چومتے ہوئے، بس اسٹاپ پہنچا —— دوسرے روز دیار

علمائے گھوسی کے مزارات پر حاضری دی۔ اساتذہ اور علمائے شمس العلوم وغیرہ سے
دعائیں حاصل کیں۔ اسی شام محب مخلص مولانا عبدالمنان کلیمی، مولانا محمود اختر قادری
مولانا علاء المصطفیٰ قادری، مولانا فروغ احمد قادری کے ذریعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ
کے دفتر میں میرے لئے ایک تہنیتی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں احباب گرامی
نے خلوص و محبت بھری باتیں کیں۔ مجھ سے خدمتِ دین کی عمدہ توقعات کا اظہار کیا۔
اور دعاؤں سے سرفرازی بخشی۔ اس موقع پر بعنوان "تہدیہ" ایک خوش نما تحریر بھی مجھے
عطا کی گئی۔ مولیٰ تعالیٰ مجھے ان اہل خلوص کی توقعات کے مطابق خدمت دین کی توفیق
ارزانی فرمائے۔ آمین۔

تہدیہ

بخدمت اقدس رئیس التحریر حضرت علامہ بدرالقادری صاحب ایڈیٹر
ماہنامہ اشرفیہ، عربک یونیورسٹی مبارک پور۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دنیائے تصنیف و تالیف اور ارباب علم و دانش میں یہ خبر نہایت مسرت و
شادمانی اور فخر و مباہات کے ساتھ سنی جائے گی کہ ماہنامہ اشرفیہ (عربک یونیورسٹی)
کے ایڈیٹر، وقت کے عظیم شاعر، میدان صحافت کے قابل فخر ادیب، شعبۂ نشر و
اشاعت کی آبرو، حضرت علامہ بدرالقادری صاحب مصباحی اطال اللہ عمرہٗ تحقیق و
ریسرچ کی عظیم آماجگاہ، اسلامی سوسائٹی (ہالینڈ) کی دعوت پر کل مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء
کو ہالینڈ تشریف لے جا رہے ہیں۔ جہاں موصوف کو اردو زبان میں اسلامی لٹریچر کی
فراہمی کا عظیم کارنامہ انجام دینا ہے۔ بلاشبہ یہ کام بہت اہم اور قابل قدر ہے۔ آج
مدتوں سے یورپ میں اس قسم کا ادارہ اور اس کے شایان شان لائحۂ عمل کی ضرورت

محسوس کی جا رہی تھی جو ہالینڈ کی خوش گوار اور زرخیز زمین میں مولانا موصوف کے مقدس
ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچنے جا رہا ہے۔

یقیناً علامہ موصوف قابل مبارکباد و مستحق صد تحسین ہیں اور مستقبل میں ان سے
بہت سی توقعات وابستہ ہیں اور ساتھ ہی اسلامی سوسائٹی کے ارباب حل و عقد بھی
لائق داد و تبریک ہیں، جنھوں نے حالات کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے علامہ بدر صاحب
کی خدمات حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

لیکن علامہ بدر صاحب کے جانے سے جہاں ہمیں خوشی ہے وہیں غم بھی ہے
کہ آج ماہنامہ اشرفیہ موصوف کی ادارت، شعبۂ نشر و اشاعت آپ کی شخصیت اور ہندوستان
کی سنی صحافت آپ کی قیادت اور دائرۃ المعارف الامجدیہ آپ کی علمی اعانت سے محروم
ہو گیا۔ نہ جانے مستقبل میں ان اکیڈمیوں اور اداروں کا کیا حشر ہوگا۔

دعا ہے کہ رب کریم ہمیں مولانا کا نعم البدل عطا فرمائے اور مولانا کو اپنے
نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

افسوس کہ ہمیں عین وقت پر مولانا کی روانگی کا علم ہوا۔ ورنہ آج کا یہ مختصر
اجتماع ارباب علم و ادب کی عظیم کانفرنس ہوتی۔

اپنا تہدیہ نامہ اس دعا پر ختم کرتے ہیں ۔

بسفر رفتنت مبارکباد
بسلامت روی و باز آئی

گھوسی سے روانگی

۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء تڑکے بیدار ہوا ________ سورج کی پہلی کرن چمکنے
سے پہلے ہی، آج گھر سے روانگی ہے۔ اہل قرابت، احباب و مخلصین، بھائی بہنوں
اہلیہ اور خاص طور سے والدین کریمین سے جدا ہو کر، طویل بادیہ سفر میں قدم رکھنا
بڑا کٹھن مرحلہ ہے ________ والد ماجد کا طریقہ یہ تھا کہ عام طور پر گھر سے میری

روانگی سے پیشتر ہی کہیں چلے جایا کرتے تھے ۔ مبارک پور زمانہ طالب علمی کے دوران
قیام زیادہ تر میں صبح فجر کے وقت کی ٹرین سے جاتا تھا ۔ والد صاحب اس وقت مسجد
میں ہوتے ——— اچھی طرح یاد ہے کہ بسلسلہ ملازمت پہلی بار میں گھر سے بجلی کے
لئے روانہ ہوا تو والد صاحب ٹرین اسٹیشن تشریف لائے تھے ——— مگر جتنی دیر مجھے
ٹرین کے انتظار اور روانگی میں لگی ، وہ لمحے ان کے لئے فکر و اندوہ اور پریشانی کے تھے۔

ان دنوں وہ کئی ماہ سے متواتر علیل چل رہے ہیں ۔ تھوڑی دور بھی چلنا دشوار
ہے ۔ علاج معالجہ چل رہا ہے ۔ مگر مرض اب تک گرفت میں نہیں آیا ہے ———
میرے ذہن پر اگر اس وقت کوئی بڑی فکر چھائی ہوئی ہے تو وہ والد ماجد کی علالت
ہے ——— میں نے ایک بار پھر والد صاحب سے گزارش کی :

ابا ! آپ کی طبیعت ایسی ہے ۔ اور میں ایک طویل سفر کا ارادہ
کر رہا ہوں ۔ اگر آپ چاہیں تو میں اب بھی ارادہ ملتوی کر سکتا ہوں ۔

نہیں ! ایسا نہیں ہوگا ۔ تم اپنی منزل کی طرف قدم بڑھاؤ ، یہ موقع
قدرت سب کو نہیں دیتی ۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

میری فکر نہ کرو ——— اللہ حافظ ہے ۔

اور واقعی کمزوری و ناتوانی کے باوجود آج میں ان کی آنکھوں میں بلا کی چمک دیکھ
رہا تھا ۔ جو انسان کو کوئی بڑی کامیابی ملنے پر اس کی آنکھوں میں عود کر آتی ہے ———
میرے بچپن میں فرمایا کرتے تھے ، میں اسے جید عالم دین بناؤں گا ، عربی کی اعلیٰ تعلیم
کے لئے جامعہ ازہر بھیجوں گا ——— مجھے تعلیم و تہذیب سے مرصع کرنے کے سلسلے
میں مصر بھیجنے کی آرزوئیں ، جو ان کے سینے میں بیدار ہوئی تھیں ، غربت و فلاکت
نے ان کا تو گلا گھونٹ دیا تھا ۔ تاہم ، آج اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اپنے اسی بیٹے کو دیار
مغرب کی جانب پرواز کے لئے پر تولتے دیکھ کر ، ان کی بوڑھی رگوں میں مسرت و شادمانی
اور تشکر کی لہریں ، بجلی کے کرنٹ کی مانند دوڑ رہی تھیں ۔ میں نے محسوس کیا کہ تھوڑی دیر

کے لئے وہ تندرست و توانا اور پر حوصلہ دکھائی دے رہے ہیں ۔

سفر کی تیاری شروع ہوتے ہی اہلیہ کا یہ حال تھا کہ گویا خاموشی کی چادر اوڑھ
رکھی ہو ۔ گھر کی خواتین ، بہنوں اور اہلیہ کو الوداع کہنے لگا تو اہلیہ کے صبر کا پیمانہ لبریز
ہو کر چھلک پڑا ۔ کسی آتش فشاں کے مانند انہیں پہلی بار بے اختیار روتے ہوئے
دیکھا ۔ انہیں تسلی دینے کے بعد والدہ ماجدہ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا اور ان
کی دعاؤں کا توشہ ساتھ لے کر گھر سے باہر قدم نکالا ——— سامان سفر رکشہ پر رکھا جا چکا۔
اہل محلہ اور حاضرین کے ہمراہ اسٹیشن کے لئے قدم بڑھایا ——— والد ماجد سے رخصتی کی
اجازت لے کر نکلا تو وہ بہت ہشاش بشاش تھے ——— اب میں نے روانگی کے
وقت معانقہ کیا تو جسم صرف ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا ——— میں نے دست بوسی
کی ——— تو فوراً دونوں ہاتھ میرے سر پر رکھ کر دعا کی ——— جاؤ
بیٹا ، تمہیں خدا کے سپرد کیا ——— آواز بھرائی ہوئی ——— ہاتھ کانپتے
ہوئے ——— اور آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو کے موٹے موٹے قطرے ، ہزار
کوشش کے باوجود آج وہ صبر و ضبط کے دامن میں جذب نہ کر سکے ——— میں نے
اپنی ہچکیاں ضبط کیں ۔ اور چل پڑا ۔

حیف ناداں تو نے اشکوں کی زباں سمجھی نہیں

کہہ رہے تھے وہ کہ بس یہ آخری دیدار ہے

رکشہ اسٹیشن کے لئے چل پڑا ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا
كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔

گھوسی اسٹیشن پر ، علمائے کرام اور معززین کے ساتھ ساتھ دار العلوم شمس العلوم
کے طلبہ ، مولانا نعیم اعجازی مبارک پوری ، قاری شفیق احمد مبارک پوری ، مولانا عبد المسیح
بہرائچی وغیرہم موجود تھے ——— برادر مکرم مولانا رضوان احمد صاحب نے ٹرین کا
ٹکٹ عنایت کیا ——— ٹرین دور سے آتی نظر پڑی ——— لوگوں
سے معانقہ و مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا ۔ محب مخلص مولانا عبد المنان کلیمی نے اپنی نیک دعاؤں

تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ رخصت کیا ۔ آخر میں جناب بسم اللہ خاں ، برادران گرامی مولنا رضوان احمد قادری و محمد جان عالم صاحبان اور ارشاد احمد ، فخر عالم و مقبول احمد نے مصافحہ کیا ——— ٹرین چلی ——— کئی احباب اور مخلصین نے اندارا ، اور الہ آباد تک مشایعت کی ——— مولنا ڈاکٹر محب الحق قادری (ابن علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی) متعلم طبیہ کالج علی گڑھ نے اندارا تک آکر اپنی دعاؤں سے نوازا ۔

خانقاہ ابوالعلائیہ نیا حجرہ الہ آباد میں

سوا نو بجے پروانچل ایکسپریس ٹرین سے الہ آباد کے لئے روانگی ہوئی ——— ذہن و دماغ پر والدین ، اقربار ، احباب اور وطن کے چھوٹنے کی ٹیسیں برابر محسوس ہورہی ہیں ——— کوئی منظر اچھا نہیں لگ رہا ہے ۔ تین بج کر ۳۰ منٹ پر الہ آباد سنٹرل ریلوے اسٹیشن پر ورود ہوا ——— برادرم نسیم احمد ہمراہ تھے ۔ اسٹیشن سے ہم لوگ سیدھے خانقاہ ابوالعلائیہ ، ۱۲۰ نیا حجرہ پہنچے ، جو مجھ جیسے لوگوں کے لئے اس شہر میں واحد و وحید پناہ گاہ ہے ——— یادگار اسلاف ، زیب سجادۂ ابوالعلائیہ حضرت مولنا سید عزیز احمد صاحب قبلہ جنہیں ، اہل تعلق پیار سے ' میاں صاحب ' کہتے ہیں ۔ اور ان کے خلف الرشید محب گرامی حضرت مولنا سید شمیم گوہر ، فاضل اشرفیہ اس خانقاہ کے روح رواں اور نگراں ہیں ——— ماہنامہ اشرفیہ کی ادارت کے زمانے میں تقریباً ہر ماہ کئی کئی روز میں نے خانقاہ کا لنگر کھاکر ، اور اس کے فرش پر سو کر بسر کئے ہیں ۔ درویش اسلاف کے موجودہ اخلاف کا دامن آج بھی الہ آباد کے دریاؤں سے زیادہ وسیع ہے ۔ یہ ان اسلاف کے اخلاف ہیں جن کے لئے کہا گیا ہے :

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

الہ آباد میں گوہر صاحب کے طفیل اپنی بھی کئی لوگوں سے دید و شنید ہے ———

میرے سفر کی اطلاع پاکر ایک مخلص جناب انیس حنفی صاحب نے اپنے گھر عشائیہ کا اہتمام کیا ہے ——— پروگرام میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس سے قبل ہم لوگ مرزا غالب روڈ پہنچ کر خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی کی زیارت کریں گے ——— دارالعلوم غریب نواز کے اساتذہ کرام سے ملاقات کریں گے ۔ اس کے بعد چند ایک اور ملاقاتوں سے فارغ ہوکر انیس صاحب کے دولت کدے پہنچیں گے ۔ حضرت خطیب مشرق سفر پر ہیں اس لئے ان سے نیاز حاصل نہ کر سکا ——— البتہ مجتبیٰ ڈاکٹر عنبر بہرائچی ، حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز ، جناب مظہر اچھولوی وغیرہ کی ملاقات سے مشرف ہوا ۔ خانقاہ واپسی ہوئی تو لوکو ورک شاپ الہ آباد کے انجینئر سید صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی ۔ الہ آباد ہوتے ہوئے بمبئی جانے کا ایک خاص مقصد یہ بھی تھا کہ ' حافظ ملت نمبر ' جو زیر طبع ہے اس کے مطبوعہ حصے ٹائٹیل اور مختلف بلاک وغیرہ کا جائزہ بھی لیا جائے ۔ بفضلہ تعالیٰ رسالہ کے منیجر رفیق مخلص مولنا محمد اسرائیل صاحب اختر نہایت حسن و خوبی سے نمبر کے کاموں میں مصروف ہیں ، دیکھ کر اطمینان ہوا ۔ بعد عشار انیس حنفی صاحب کی پر تکلف دعوت سے فیضیاب ہوتے ہوتے دس بج گئے ——— گوہر صاحب کی اسکوٹر پر ہم دونوں بھی بیٹھے ——— اور یہ سہ نفری کارواں خانقاہ پہنچا ——— رات کو ساڑھے گیارہ بجے ' میاں صاحب ' آگرے سے تشریف لائے ۔ نیاز حاصل ہوئے ، دعائیں نصیب ہوئیں ۔

فکر اور غم کا بوجھ

پورا دن عجیب الجھن میں گزرا ، گھر سے رخصت ہوتے وقت کے غمناک ماحول کی ذہن پر چھاپ رہی ۔ ویسے تو وطن میں رہ کر بھی اب تک میری زندگی کے

---

[1] صد افسوس کہ خطیب مشرق علامہ نظامی کا ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ ، ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو انتقال ہوگیا ۔ إنا للہ وإنا إليه راجعون ۔

اکثر اوقات وقت سفر ہی رہے، مگر یہ چونکہ بیرونی ملک کا نادیدہ سفر ہے۔ جس میں کم از کم ایک سال تک واپسی کا تصور بھی مشکل ہے۔ اس لئے الجھن، گھبراہٹ، کشمکش اور اہل تعلق کی محبت کھینچ رہی ہے ——— ۱۲ بجے شب میں بھی نیند کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ والد محترم کی علالت، والدہ کی کیفیت، اہلیہ کی رقت انگیز حالت ——— اور وطن سے سات سمندر پار کا موہوم، ان دیکھا، اجنبی ماحول ——— خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔ فکر و اندوہ کے مرغولوں میں بھٹکتا ہوا ذہن ——— معلوم نہیں کب آغوش خواب میں جا پہنچا ——— اور مدتوں کی طرح، پھر بیا پرواز کے بغیر فضاؤں میں اڑنے لگا۔ دوستوں، ہم جولیوں کو چھوڑ کر اڑتا رہا ——— اڑتا رہا۔

اگر دل زندہ می خواہی در شب زندہ داراں، زن
کہ بیداری بخت از بخت بیداراں شود پیدا

الہ آباد سے بمبئی

پنجشنبہ ۱۲ر جولائی ۱۹۷۸ء۔ میاں صاحب، کی دعائیں، خانقاہ کی برکتیں، اور فیوض سمیٹتے ہوئے، گوہر صاحب، مولانا اسرائیل اختر صاحب اور نسیم احمد سلمہٗ کے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ ۸ بجکر ۱۵ منٹ پر، بھاگلپور جنتا ایکسپریس ٹرین آئی، اور عام ڈبے میں ہی خاصی سہولت کی جگہ مل گئی ——— اگرچہ انجینئر صاحب نے میرے لئے، کوشش کر کے ایک برتھ، ریزرو کرائی تھی مگر، اچھی نشست کا انتظام ہو جانے کے بعد میں نے اسے تبدیل کرنا مناسب نہیں سمجھا ——— الہ آباد سے بمبئی تک کا سفر اچھی طرح گزرا۔ بمبئی پہنچ کر میں نے جلدی جلدی اہل قرابت اور علماء و احباب سے ملاقاتیں کیں ——— ٹکٹ ری کنفرم کرایا۔ اور اگلی منزل کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوا۔

۲۰ر جولائی ۱۹۷۸ء کو شانتا کروز ایر پورٹ پر، اپنے ہم زلف، مولانا قاری

محمد اسلام اللہ عزیزی خطیب سنی درگاہ مسجد پریل، مولانا اقبال عزیزی، نیاز احمد خاں مورانوی، حافظ کلیم احمد مورانوی، مولانا محمد عبدالرحیم ساحل مصباحی، حافظ کلیم احمد گھوسوی (برادر ماموں زادم)، نعیم اختر بن مولانا عبدالشکور اعظمی، جناب محمد امین انصاری حافظ محمد مبین اناوی وغیرہ احباب اور بزرگوں کی دعائیں لیتا حاضر ہوا ——— تمام موجودین نے اخلاص و محبت بھری دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا ——— قاری محمد اسلام اللہ صاحب نے محبت سے پیشانی کو بوسہ دیا۔ سامان ٹرالی پر رکھا، چھوٹا ہینڈ بیگ اور پاسپورٹ و ٹکٹ وغیرہ ہاتھ میں لیا۔ اور اندر داخل ہوا۔ اب میں احباب کی نگاہوں سے دور ہو رہا ہوں۔ شیشے کی دبیز مگر نگاہوں کے درمیان حائل نہ ہونے والی دیوار ہمارے درمیان حائل ہے۔

بمبئی سے دہلی

بمبئی سے مجھے پہلے دہلی جانا ہے ——— یہ اتنا سفر ایر انڈیا کے ذریعہ ہوگا۔ پھر وہاں سے K L M کے ذریعہ امسٹرڈم کی پرواز ہوگی ——— سامان اندر دے کر ——— بورڈنگ کارڈ حاصل کیا ——— اور الوداع کہنے والوں کی بھیڑ میں اپنے احباب کو ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ویٹنگ روم کی طرف بڑھا ——— ہینڈ بیگ ایک خود کار مشین سے اندر سے گزارنے کے لئے رکھوا لیا گیا ——— تاکہ سیکورٹی کے لوگ اس بات کا اطمینان حاصل کر سکیں کہ مسافر کے پاس، کوئی ممنوع شے نہیں ہے۔

ایک باوردی شخص نے میری جیبیں اور جسم پر بھی تلاشی کے لئے ہاتھ پھیرا ——— اور پھر بورڈنگ پاس پر مہر لگا کر آگے جانے کی اجازت دیدی ——— ہینڈ بیگ ہاتھ میں لے کر میں ہال میں داخل ہوا۔ اور ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا ——— میرے جہاز سے پہلے ۵ بجکر ۱۵ منٹ پر مدراس جانے والے ایک جہاز کا اعلان ہوا۔ اور سامنے نصب اسکرین کے پردے پر مدراس کے نام کے ساتھ، فلائٹ نمبر گیٹ نمبر اور وقت لکھا ہوا نظر آیا ——— میں نے سمجھ لیا کہ جب میرے جہاز کا وقت ہو گا تو

اس کا وقت بھی اسی طرح اسکرین پر آجائے گا۔ ہوائی جہاز کے سفر کا پہلا اتفاق تھا۔ اس سے قبل کبھی اس کا موقع نہیں ملا تھا، اس لئے ان تمام چیزوں کو میں نہایت غور سے دیکھ رہا تھا —— ہوائی جہاز کے رن وے میدان کی جانب کھلنے والے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس ٹیلی ویژن جیسے ایک اسکرین پر بمبئی ٹو دہلی تو لکھا ہوا تھا مگر ابھی وقت وغیرہ نہیں لکھا تھا۔ میں نے دیکھا بہت سے مسافر اس دروازے کے قریب کی کرسیوں پر بیٹھنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ میں بھی ادھر ہی کھسک گیا —— تھوڑی دیر بعد فلائٹ کے وقت کا اعلان ہوا۔ اور گیٹ کے پاس، بورڈنگ کارڈ چیک ہونے لگے —— دروازے سے باہر نکل کر ہم لوگ ایک کھلے ہوئے گیٹ والی بس میں پہنچے اس نے ہمیں جہاز نمبر AI-183 تک پہنچایا —— بس سے نکل کر —— پلین کے زینوں پر چڑھتے ہوئے میری نگاہیں شیشے کی ان دیواروں پر دوڑتی رہیں جہاں کچھ اہل محبت موجود تھے —— مگر دوری کے باعث میں کچھ نہ دیکھ سکا۔

ایر انڈیا نے ایک گھنٹہ بیس منٹ میں مجھے دہلی پہنچا دیا —— باہر رہ کر ہوائی جہاز کی آواز جتنی ہیبت ناک سنائی دیتی ہے۔ میں اس سے بہت خائف تھا۔ اندر اس کا کچھ احساس نہیں ہوا۔ جہاز کی کھڑکی سے بھی میں نے ایرپورٹ بلڈنگ کی طرف گھور گھور کر دیکھا، مگر اب تو نگاہوں کے درمیان کئی ایک شیشے حائل تھے۔ جہاز نے زمین پر دوڑ کر جب فضا میں پر تولا۔ تو یوں احساس ہوا۔ جیسے بچپن میں جھولا جھولتے وقت اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر آتے جاتے ہوتا تھا میں ناکام و نامراد جہاز کی کھڑکی سے باہر کسی آشنا صورت کو دیکھنے کی کوشش کرتا رہتا۔

فرصت کے فسانوں میں ہے یاد فقط اتنا
ہم دیکھا کئے ان کو جب تک وہ نظر آئے

ایرپورٹ کا فرش

دہلی ایرپورٹ پر اترا تو رات کے جگنو جگمگا رہے تھے ——

دہلی ایرپورٹ فولادی پرندوں کے شور سے بار بار لرز اٹھتا۔ کتنے آرہے تھے۔ دور دیس سے سالوں، مہینوں کے بعد اپنے لوگوں میں آرہے تھے —— ماں باپ، بھائی بہنوں، بیوی بچوں میں —— ان کے چہروں پر مسکراہٹ —— چالوں میں مستانہ پن، چہروں پہ امنگوں اور حوصلوں کی روشنی صاف دکھائی دیتی تھی۔ اور کتنے اپنی بھری پُری دنیا کو یہیں چھوڑ کر پردیس جا رہے تھے۔ مہینوں اور سالوں کے سفر پر —— ہوائی جہازوں کی آمد و رفت کے وقت ایرپورٹ کے اندرونی ہال میں ہنگامہ جیسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے —— اور جب آنے جانے والے گزر جاتے ہیں تو ایک سپاٹ، سی خاموشی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے —— ایرپورٹ ہال کا فرش چمک رہا ہے۔ اس پر مسافروں کی مسرت و شادمانی —— اور رنج و کرب کا کوئی دھبہ نظر نہیں آتا۔ اس کی قسمت میں تو آنے جانے والے قدموں کو شمار کرنا ہے —— اور بس —— اسے کیا معلوم کہ کون شادمانی کا سہرا سجانے کے لئے آرہا ہے —— اور کون کسی جنازے کو کاندھا لگانے کے لئے رواں دواں ہے۔ خیالات کے اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ —— فکر اقبال نے تسلی دی۔

دم زندگی رم زندگی، غم زندگی سم زندگی
غم رم نہ کر سم غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

دہلی سے دور دیس

خواجگان دہلی کی ارواح کو اپنے رنج اور فکر کے شکنجے میں محصوروں کا بوسیدہ سا سلام پیش کیا۔ استمداد کی۔ اور وقت معینہ پر KLM میں سوار ہوا —— ہوائی جہاز میں قدم رکھتے ہی مجھے اپنی اجنبیت کا احساس شروع ہو گیا۔ میں یکہ و تنہا

مسافر تھا۔ تنہا اس لئے کہ دو سو ساٹھ سیٹوں کے اس عظیم الشان جہاز میں کوئی صورت
مجھے ایسی نظر نہیں آرہی تھی جسے میں کسی لحاظ سے اپنا کہہ سکوں۔ عجیب شیطانی سفر تھا۔
آپ کہیں گے شیطانی ۔ ؟ جی ہاں !
میری نگاہوں میں سرور دو عالم، آقائے نامدار کا فرمان پھر رہا تھا۔

الواحد شیطان والاثنان	اکیلا (مسافر) ایک شیطان۔ دو
شیطانان والثلاثۃ	مسافر دو شیطان۔ تین ہوں تو
سفر۔ (الحدیث)	قافلۂ سفر ہے

ہوائی جہاز کا اندرونی ماحول

دلی پالم ہوائی اڈے پر KLM کے اس جہاز میں قدم رکھتے ہی یورپین
تہذیب کی اخلاق باختگی کا پہلا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا مگر جہاز کے دروازہ
پر ویلکم WELCOME کہنے والوں سے لے کر ایر ہوسٹس تک تمام متبسم استقبال
اور خندہ پیشانی سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں عجیب ہیں ۔ ان میں مجھے یہ دو
صفتیں ایسی نظر آئیں جو مغربی دنیا کی پوری زندگی کو محتوی ہیں۔ کوئی یورپین جہاں
عیش کوش بلانوش اور اخلاقی لحاظ سے متعدد برائیوں کا مجموعہ ہوگا، وہیں وہ اپنے
کام، اپنی ذمہ داری اور ڈیوٹی کی انجام دہی میں نہایت امانت دار ہوگا۔ دوسری
مذکورہ صفت بھی اس قوم کا خصوصی وصف ہے۔ خوش کلامی، اور خندہ پیشانی سے
ملنا، ہر اجنبی و آشنا سے انداز گفتگو نہایت دل آویز اور اثر انگیز بنانا ان کی عادت
ہے ۔۔۔۔۔ ایر ہوسٹس کو مخاطب کرنے کے لئے میں نے سیٹ کا بٹن دبایا۔
سیٹ کے اوپر میرے سر کے مقابل ایک سرخ بتی جل اٹھی ۔ کافی کی ایک پیالی
پی چکنے کے بعد میں آنکھیں بند کئے اپنے ہی خیالوں کے تانے بانے بن رہا تھا۔
کہ ایر ہوسٹس نے کے، ایل، ایم کمپنی کے شائع کردہ میگزین کا ایک نسخہ میرے ہاتھوں
میں دے دیا ۔۔۔۔۔ میں اس تصور سے خود کو کیسے آزاد رکھ سکتا تھا۔

کہ میں بھی ایک رسالے کا ایڈیٹر ہوں۔ مگر ایک ایسے رسالے کا جو رسالہ غیر فلمی۔
غیر ادبی، دینی، مذہبی ہے اور جو انگلش، عربی یا فرنچ میں نہیں یتیم ترین زبان
اردو میں چھپتا ہے۔ جس کا مقام اشاعت ہندوستان ہے۔ میں نے میگزین
کھول کر دیکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ کیوں کہ اعلیٰ ترین گلیز چکنے یورپین کاغذ پر
رنگارنگ طباعت کا بہترین نمونہ میرے ہاتھوں کو دبا رہا تھا۔ میں یہ کہاں
سوچ سکتا تھا کہ اس کے اندر لکھا کیا ہے۔ یہ بات کوئی کسی صحافی کے دل سے پوچھے
اور کسی عام صحافی سے نہیں، کسی مذہبی صحافی سے ۔ لڑکی جس طرح میرے سامنے
میگزین رکھ کر گئی تھی، ویسے ہی رکھا تھا۔ میں اس کے اوپری صفحہ پر نظر جمائے
ہوئے تھا۔ اور میرا ذہن ان تیرہ و تار گلیوں میں بھٹک رہا تھا۔ جہاں پیٹھو مشین
کی گھڑ گھڑاہٹ گویا کئی بار اپنے ہاضمے کی خرابی کا اظہار کرنے کے بعد ایک چھپا ہوا کاغذ
برآمد کرتی ہے۔ جو چھپا ہوا کم اور پٹا ہوا زیادہ ہوتا ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ
یہ کسی دینی مدرسہ کا اشتہار ہے، کسی مذہبی کتاب کا ورق ہے، کسی مسلم رسالے کا صفحہ ہے۔
اور اشاعتِ دینیات کے لئے سرگرم عام ادارے اس قسم کی مشینوں سے بھی محروم ہیں۔
رب کریم ہماری ان محرومیوں کو وسائل کی فراہمی سے مُتبدّل فرمائے۔ آمین۔
دنیا کو امن و انسانیت کا دستور بتانے والی ہزاروں کتابیں بند الماریوں میں
سسک سسک کر اپنی زندگی کا حق مانگ رہی ہیں اور اپنے وارثوں سے التجا کر رہی ہیں۔
کتاب خور کیڑوں کی فوج ان علمی جواہر پاروں پر متواتر حملے کر رہی ہے مگر کوئی نہیں جو
یوسفِ بے کارواں کی آواز پر کان دھرے۔
خداوندا ! یہ دنیا دار اہل تجارت لہو و لعب اور خرافات کے اشتہار و اعلان
کے لئے اپنے پاس اتنے محکم وسائل رکھتے ہیں۔ اب میری نظر شراب کے اشتہار والے
اس صفحہ پر پہنچ چکی تھی جس میں رنگین بوتلوں سے ڈھلتی ہوئی آتش سوزاں جام در جام
تقسیم ہوتے دکھائی گئی تھی اور اس کی تعریف و توصیف میں انگلش، ڈچ اور نہ جانے
کس زبان میں عبارتیں خوبصورت انداز میں لکھی ہوئی تھیں۔

اے مالکِ بے نیاز ! رحیم اور رحمٰن ! شیطان اپنے ہتھکنڈے اتنے مضبوط کر
کا ہے۔ اور تیرے نام لیواؤں کو اتنی بھی توفیق نہیں کہ دنیا کے کسی حصے میں تیرے
قدس کلام، قرآن عظیم، ہی کو اس طرح طبع کرا دیا جاتا۔ معاذ اللہ۔ قرآن اور رسولِ
رامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی ' حرمتِ شراب ' کے سلسلے میں اس قدر سختی کے باوجود
یا آج بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے۔
کاش دنیا محسوس کرے ان فرامین کی ہولناکی کو جو لوحِ محفوظ سے نشر
وئے ہیں:

يا أيها الذين آمنوا انما الخمر و	اے ایمان والو ! یہ شراب اور
الميسر والانصاب والازلام رجس	جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب
من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم	ناپاک اور شیطانی کام ہیں۔ تو ان
تفلحون۔ (المائدہ - ۹۰)	سے بچتے رہنا تاکہ تم فلاح پاؤ۔
انما حرم عليكم الميتة والدم	(اللہ نے) حرام کیا تمہارے لئے
ولحم الخنزير وما اهل به	مردار اور خون اور سور کا گوشت
لغير الله۔	اور وہ جانور، بلند کیا گیا ہو جس پر
(البقرہ - ۱۷۳)	ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام۔

ابھی میں ان آیات کی احکامی شدت اور ممنوعات و محرمات پر سوچ ہی رہا تھا
ب تک ایک خوبصورت ٹرالی میری سیٹ کے قریب آکر رکی۔ جس پر یورپین شرابوں
انواع و اقسام بڑے قرینے سے سجی ہوئی تھیں۔ جام پر جام ڈھل رہے تھے۔
چلتی پھرتی جہازی نوجوان شوخ، چنچل اور متبسم لڑکیاں آوارہ تتلیوں کی طرح شراب نگیں
ستیوں کے ساتھ لوگوں کے ذہن پر چھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ آپ کیا لیں گے؟
ک نے مجھ سے پوچھا ــــ مگر میں کچھ نہ بول سکا، زبان گنگ تھی ــــ میں اس
طرف سے بے توجہ ہو کر میگزین کے کھلے ہوئے صفحہ پر دیکھنے لگا۔ لڑکی بھی شاید
ے رسالے میں جس شراب کا اشتہار دیکھ رہا ہوں وہی پینا چاہتا ہوں۔ اس نے رسالہ

کے بوتل پر انگلی رکھ دی۔ اور جب میں نے انکار کر دیا تو وہ حیرت و استعجاب سے
پوچھنے لگی، آپ بیمار تو نہیں ہیں، گویا میں اکیلا ہی ہوں۔ جو اس شراب نوشی کے
ماحول میں باغی کی حیثیت رکھتا ہوں۔
ترقی پسند زمانے میں بدکاری اور گناہوں کے دروازے اس طرح کھلے
ہوئے ہیں۔ کہ الامان والحفیظ۔
حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے صحیح فرمایا تھا۔
" وہ زمانہ اور تھا جب لوگ گناہ کے لئے چل کے جاتے تھے۔ آج تو
گناہ اور برائیاں خود چل کے آتی ہیں "

کراچی ایرپورٹ

دہلی سے روانہ ہو کر جہاز کراچی ایرپورٹ پر رکا، امکان تھا کہ یہاں سے کوئی اپنا
جیسا آئے گا۔ مگر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ
کراچی شہر، پاکستان کا معروف ترین شہر ہے۔ ہم نے تو اترتے اور بلند
ہوتے جہاز سے اتنا ہی دیکھا کہ خوبصورت بجلی کے قمقمے سطحِ گیتی پر جگنوؤں کی طرح جگمگا
رہے ہیں ــــ یہ شہر بھی موجودہ دور میں ماڈرن تہذیب کو گلے لگانے
والے مسلمانوں کا گہوارہ بنتا جا رہا ہے ــــ ایمان و اسلام، مساجد و مدارس
تک محدود رکھتے ہوئے عملی زندگی کے ہر گوشے کو مغربیت کے پوسٹروں سے لپیٹ
کر ترقی یافتہ دنیا کی صف میں جا ملنے کا اضطراب، آج کل کراچی کی نوجوان نسل میں ابھر
رہا ہے ــــ حب الوطنی کے پردے میں نیشنلزم کی ملحدانہ فکر۔ لسانی اور قومی منافرتیں
بڑھ رہی ہیں ــــ اسلامی اور ایمانی نظریات سے کسی بات کو حل کرنے کا مزاج
ہی کچلا جا رہا ہے۔ العیاذ باللہ۔ علماء میں بھی کچھ باتیں انہی لوگوں کی سنی جاتی ہیں جو
سیاست کی لے میں بولتے ہیں۔

ع رب محافظ ہو اس سفینے کا

جہاز میں بیٹھا بیٹھا اس سرزمین پر مدفون اولیاء اللہ اور اہل روحانیت پر فاتحہ
پڑھی ـــــــ باحیات علمائے کرام میں جن سے میں واقف تھا، مولنا شاہ احمد نورانی
صدیقی، مولنا عبد المصطفےٰ ازہری، مولنا ظفر علی نعمانی وغیرہم، ان کی یاد آئی ـــــــ
کراچی ایرپورٹ سے جہاز روانہ ہوا ـــــــ یہاں سے ایک جوڑا سوار
ہوا تھا، جن کی نشستگاہ میرے بغل ہی میں تھی۔ مرد کی شکل وصورت اور عورت کے
لباس وغیرہ سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ پنجابی سکھ ہوں گے ـــــــ
دلی سے یہاں تک ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا تھا ـــــــ جہاز رن وے سے
فضا میں پہنچ کر ہموار ہوا ـــــــ اور پیٹیاں کھلیں ـــــــ تو میں لزوارد سے
مخاطب ہوا۔

جناب کہاں جارہے ہیں ؟

جی! میں امسٹرڈم جارہا ہوں۔ آپ کہاں تک ؟

آپ ہی کے ساتھ اتروں گا۔

آپ کی تعریف پوچھ سکتا ہوں ؟

مجھے سلیم اقبال کہتے ہیں، معمولی ایڈوکیٹ ہوں۔

معاف کیجئے گا میں نے آپ کو سکھ خیال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بھی مجھے معاف کرے

الحمدللہ میں محمڈن ہوں۔

محمڈن نہیں، مسلمان کہئے۔

جی! بیشک۔

بحرین ایرپورٹ

ہمارا دوسرا اسٹاپ بحرین تھا ـــــ جہاز تھوڑی دیر وہاں رکا ـــــ پٹرول وغیرہ
لیا ـــــ اور چل پڑا ـــــ بحرین سے بھی چند گورے ہی مسافر سوار ہوئے ـــــــ

شاید یہ لوگ یہاں ملازمت کرتے ہوں گے۔ کھانا پیش کیا گیا ـــــــ لوگوں نے
جھوم جھوم کر کھایا ـــــــ اور بلانوشوں نے فرمائشیں کر کر کے جام پر جام لنڈھائے
بحرین کے بعد لوگ کھاپی کر اپنی اپنی سیٹوں پر سونے لگے ـــــــ لائٹ بند کر دی
گئی ـــــــ تھوڑی دیر بعد میں نے بھی آنکھ موند لی ـــــــ اور KLM نہایت
سبک روی سے پرواز کرتا رہا، بھرپور نیند آنے کا تو سوال نہیں پیدا ہوتا ـــــــ
سینکڑوں سونے والوں کے درمیان بہرحال میں بھی نیم خوابی اور نیم بیداری کے
درمیان معلق رہا ـــــــ کیپٹن نے کچھ دیر بعد امسٹرڈم جا پہنچنے کی پیشین گوئی
کی ـــــ بتیاں جل اٹھیں ـــــ لوگ ٹوائلٹ کے کمروں کی طرف لپکنے لگے ـــــ
کھڑکیاں کھول دی گئیں ـــــــ صبح کا سہانا وقت تھا۔ مگر بے خوابی کے
اثر سے جسم پر تشنج کا اثر ظاہر تھا ـــــ لوگ کھڑکیوں سے آنکھیں لگائے فضائی
مناظر سے محظوظ ہو رہے تھے۔

کچھ لوگ تصویریں کھینچنے کے لئے کیمرے سنبھالے ہوئے تھے ـــــــ
پردیس سے وطن واپس پہنچنے والوں کی خوشیاں کچھ اور ہی تھیں ـــــ نئے ملک
کی نئی فضاؤں میں گھور گھور کر دیکھنے کے باوجود مجھے بادلوں کے غول اور کبھی کبھی ان میں
سے چھن کر آتی ہوئی سورج کی رنگ برنگی کرنوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ـــــ
میں ۹ گھنٹے سے جہاز میں بیٹھے بیٹھے بور ہو رہا تھا۔

خدا خدا کر کے جہاز لینڈ ہوا ـــــــ امسٹرڈم کا انٹرنیشنل ایرپورٹ
بہت خوبصورت اور مزین ہے ـــــ جہاز رکتے ہی ایرپورٹ بلڈنگ سے جڑا ہوا
(ہیوی ٹرک جیسا) ایک دہانہ مکان جہاز کے دروازے سے جوائنٹ ہو گیا ـــــ
جس کے ذریعے جہاز سے قدم نکالتے ہی ہم ڈائرکٹ ایرپورٹ بلڈنگ میں داخل
ہوگئے، نہ زینوں سے نیچے اترنا پڑا، نہ ہی بس میں سواری کرنی پڑی ـــــ خروج
کا نشان دیکھتے ہوئے میں امیگریشن کاؤنٹر کے پاس پہنچا۔ پاسپورٹ دکھایا، اور
وہاں سے گزر کر جہاز میں رکھا ہوا لگیج لینے کے لئے، ہال نما مقام پر آیا ـــــــ

باہر نظر دوڑائی تو شیشے کی دیوار کے پیچھے پچاسوں ٹوپی پوش مسلمان نظر آئے۔ جن میں کا ہر ایک میرے لئے اجنبی تھا ——— سامان لے کر باہر نکلا ——— لوگوں میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ متبسم چہروں، خندہ پیشانیوں اور شیریں گفتاری سے NIS کے ان ذمہ داروں نے استقبال کیا۔

ایرپورٹ سے چل کر سب سے پہلے ہم لوگ امسٹرڈم کے قریب ایک چھوٹے قریے 'ہارلیم' جناب حاجی محمد یوسف بسنو کے گھر پہنچے۔ ڈرائنگ روم میں میز پر خورد و نوش کے ڈھیروں سامان آراستہ تھے۔ سب سے پہلے میں نے غسل کرکے کپڑا بدلا۔ پھر سب کے ساتھ مل کر ہالینڈ کا پہلا لقمہ اپنے منہ میں ڈالا ——— لوگ کھانے اور باتیں کرنے، اور سننے میں مشغول تھے۔ اسی دوران لیسٹر، انگلینڈ سے مولانا شاہد رضا نعیمی صاحب کا ٹیلیفون آیا۔ ان سے بات چیت ہوئی۔ بخیر و عافیت پہنچنے پر انھوں نے مبارکباد دی۔

ہارلیم سے فارغ ہو کر ہم تمام لوگ NIS مسجد میں پہنچے ——— وہاں پر حاضر باش مسلمانوں سے ملاقات ہوئی ——— اتفاق سے وہی دن گزار کر شب برأت تھی ——— دن میں تھوڑا آرام کر کے ——— مشغولیات شروع ہو گئیں بعد نماز مغرب تقریر ہوئی۔

ابتدائی دو تین ہفتے تک میرا قیام مخلص ترین پاکستانی بزرگ جناب حاجی محمد اقبال مغل صاحب کے پاس رہا ——— بزرگ ہونے کے باوجود انھوں نے میری ضیافت اور آرام رسانی کے لئے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ اس کے بعد میں جماعت کے اندر حجرے میں منتقل ہو گیا۔

ان ایام میں میرے خورد و نوش کا باقاعدہ انتظام جماعت کے جنرل سکریٹری جناب لیاقت علی ول محمد صاحب کے گھر سے ہوتا تھا ——— ان کا قیام کو دن اور ڈیلڈ تک ہی میں تھا۔ اس لئے مجھے بہت سہولت تھی۔ مسجد میں مصلیوں اور ممبران میں اضافہ ہوا تو انہی ایام میں پاکستان فیصل آباد کے جناب غلام رسول بھائی انصاری بھی میرے ساتھ مسجد میں

رہنے لگے۔ ان کے ذریعے مجھے بہت آرام ملا۔ حیدرآباد دکن کے سید عزیز احمد ایم اے اور کریم نگر بنگلہ دیش کے جناب رضاء الکریم صاحب جرنلسٹ بھی کچھ روز میرے ہمراہ ہی رہے، ان تعلیم یافتہ لوگوں کے اجتماع نے ابتدائی دور میں' وائس آف اسلام' اور دوسرے اشاعتی کاموں میں بہت دست گیری کی۔ جناب سید عزیز احمد کی انگلش زبان بہت اچھی تھی۔ انھوں نے میری کتاب 'فلسفۂ قربانی' کے اکثر حصوں کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ جو تا ہنوز اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔

اسلامی تاریخ کے حساب سے شعبان المعظم کی ۱۴ر تاریخ کو میں ہالینڈ پہنچا تھا۔ دو ہفتے بعد رمضان المبارک کے بابرکت ایام شروع ہو گئے ——— دن میں لکھنے پڑھنے، بچوں اور بڑوں کو تعلیم دینے کا سلسلہ اور شب میں رات گئے تک تراویح اور نشست ——— رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں نمازیوں اور روزہ داروں کے جوش و خروش کی وجہ سے رونق بزم میں اور اضافہ ہونے لگا۔

والد ماجد کی خبر رحلت

عید میں دو ہی تین روز باقی تھے۔ مکتب لگا ہوا تھا۔ بچے قرآن مجید وغیرہ پڑھنے میں مشغول تھے۔ اسی دوران ایک خط ملا۔ جو مجھ پر صاعقۂ الم بن کر گرا ——— جس میں تحریر تھا کہ والد محترم جناب حافظ محمد رمضان بن شیخ محمد اسحاق سہ شنبہ ۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ، ۲۹ر اگست ۱۹۷۸ء صبح ۶ بجکر ۳۵ منٹ پر اس دنیا سے عالم بقاء کی طرف سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غم کا وہ بوجھ پڑا ہے کہ اٹھائے نہ بنے
حرف شکوہ بھی لبوں پر کوئی لائے نہ بنے
دار فانی میں ہر اک شخص ہے دو دن مہماں
ٹوٹا جب تنفس تو پھر جوڑ لگائے نہ بنے

وطن سے قدم باہر نکالتے ہی اس عظیم حادثے نے میرے حوصلوں کو پست کر دیا

ں کا ماحول بھی "کنج قفس" کی تعبیر - اجنبی ملک میں پہنچنے پر اولاً تو مجھے حالات، اور لوگوں
کے مزاج پڑھنے میں کافی عرصہ لگا ــــ ہر چکنی بات کرنے والے پر بلا تامل کلیۃً اعتماد
کر لینے کی مولویانہ عادت نے میرے لئے کئی دشواریاں پیدا کیں - ملکی زبان سے میں
قطعاً نابلد تھا ــــ روزہ نماز کے واسطے سے میرے پاس آمد و رفت رکھنے
والوں میں سرینامی اور پاکستانی حضرات ہی زیادہ ہوتے تھے، مگر جماعت پر قبضہ
ہند سرینامی لوگوں ہی کا تھا ــــ پاکستانی لوگوں میں بعض کے ذہن کا فتور
مجھے ہالینڈ پہنچنے سے پیشتر ہی سید صاحب کے خط سے معلوم ہو چکا تھا۔ تاہم ان میں
ادب اور مخلصین کی تعداد بھی خاصی تھی، جو جماعت سے تعلق رکھتے تھے -

مبارک پور سے میں نے تین ماہ کی رخصت لی تھی - یہ مدت گزرنے کے بعد، اور
خصوصاً والد ماجد کے انتقال نے مجھے اندر سے سخت دل کر دیا ــــ اور ان کے جنازے
میں شرکت سے محرومی نے مزید مجھے جلد وطن واپسی کے سلسلے میں بے حس بنا دیا ــــ
ہالینڈ کے لئے عازم سفر کرتے وقت میں نے نیت کی تھی کہ تنخواہ کے پیسوں سے
سب سے پہلے میں والد صاحب کا باقاعدہ علاج کراؤں گا ــــ اور ان کے صحت مند
ہوتے ہی جتنی جلد مولیٰ پاک وسعت دے گا - والدین کو حج و زیارت کے لئے بھیجوں گا۔
مگر افسوس سفر حج کا متوقع وقت آنے سے پہلے ہی انھیں سفر آخرت درپیش ہو گیا ــــ
جس کو ملتوی بھی نہیں کیا جا سکتا - اور جس سفر میں جا کر کوئی واپس بھی نہیں آتا۔

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

ہالینڈ، عام معلومات

ہالینڈ ولندیزیوں کا ملک ہے - اس قوم کو انگریزی میں "ڈچ" کہتے ہیں۔
مغربی یورپ میں ہالینڈ نہایت خوبصورت، آراستہ، خوش حال، ترقی یافتہ ملک ہے۔

○ ہالینڈ کا رقبہ۔ ۳۳۸۱۱ مربع کلو میٹر
○ مجموعی آبادی۔ چودہ ملین - جس میں ہر سال ایک فیصد کا اضافہ ہوتا ہے -

○ ریلوے لائن کی لمبائی۔ ۲۸۳۲ کلو میٹر۔
○ شاہراہیں (ہائی وے)۔ ۱۰۴۱۲۳ کلو میٹر لمبی ہیں۔
○ چھوٹی سڑکوں کی لمبائی۔ ۸۶۰۵۲ کلو میٹر
○ آبی سڑکیں۔ ۴۴۴۳ " "
○ ایر پورٹ تین ہیں - اسچپول Schiphol. سستین ہوفن
Elde ایلڈ - Zestien Hoven.
(ایمسٹرڈم کا ایر پورٹ اسچپول ہی انٹرنیشنل ایر پورٹ ہے -)
○ بندر گاہیں۔ Sea ports چار ہیں ایمسٹرڈم، روٹرڈم، ای موئیدہ فلیسن، فلاردنگ
روٹرڈم کی بندرگاہ کا شمار دنیا کی مشہور بڑی بندرگاہوں میں ہوتا ہے -
○ سکہ کا نام - فلورین (گلڈر) ہے -
○ ملک میں کاروں کی تعداد چار ملین ہے -
○ ہر تین آدمی پر ایک ٹیلیفون ہے -
○ ہر تین آدمی پر ایک ٹیلی ویژن، اور ایک ریڈیو ہے -
○ ہر ساڑھے آٹھ سو آدمی پر ایک ڈاکٹر کا اوسط ہے (جب کہ انڈیا وغیرہ میں
ہر ڈاکٹر پر آٹھ ہزار سے کم انسانوں کا اوسط نہیں)
○ ہاسپٹل میں ہر پچاسی (۸۵) آدمی پر ایک بیڈ ہے -
○ دار السلطنت "دی ہیگ" ہے - اور مشہور ترین شہر ایمسٹرڈم ہے۔
○ ۱۹۷۸ء میں شائع شدہ اعداد و شمار کے لحاظ سے ہالینڈ میں غیر ملکیوں کی
تعداد حسب ذیل تھی -

سرینامی ــــــــ ۱۳۰۰۰۰
ترکی ــــــــ ۱۰۷۵۱۷
مراکشی ــــــــ ۶۴۵۰۷
تیونسی ــــــــ ۲۰۲۵

- سرکاری کاغذات میں ۱۹۷۶ء تک مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۔ ۱۶۶۴۲۵ مندرج ہے۔
- کہنے کو تو لوگ مغربی و مشرقی یورپ امریکہ کینیڈا اور آسٹریلیا کو مسیحی ملک کہتے ہیں۔ مگر ان میں مسیحیت کے بالمقابل لامذہبیت کا عنصر غالب ہے۔
- ملکی ذرائع آمدنی ، فیکٹریاں ، گیس ، پھول ، سبزیاں ، دودھ ، پنیر ، اور دودھ سے بنی ہوئی اشیاء ہیں۔
- فی کس آمدنی۔ ۱۰۳۴۳ امریکی ڈالر ہے۔
- ہالینڈ دور قدیم میں باقاعدہ ملک نہیں تھا ——— قبل مسیح کے ادوار میں یہ ایک یونانی علاقہ تھا۔ اور ساٹھ سال قبل مسیح سے چار سو سال بعد تک رومیوں کے ماتحت رہا۔ اس کے بعد فرانس کے زیر اثر آیا ——— ولندیزی سمندری کنارے پر آباد مچھیروں کی نسل ہیں۔ ماہی گیری ۔ اور سطح سمندر پر تیرتے پھرنا ان کا ذریعہ معاش اور محبوب شغل تھا ——— شاہی خاندان کی سربراہی میں ملک کا نظام سوشل جمہوری بنیادوں پر چل رہا ہے۔ ویلفیر اسٹیٹ قوانین کے تحت چلنے والے ملکوں میں ہالینڈ بھی ایک ہے۔
- ہالینڈ پر حکومت کرنے والے شاہی خانوادے کے فرماں رواؤں کے نام بالترتیب یہ ہیں۔

ولیم پنجم (صاحب ریاست)

۱۷۵۱ء ۔ ۱۷۹۵ء

ولیم اول (بادشاہ)

۱۸۱۳ء ۔ ۱۸۴۰ء

ولیم دوم (بادشاہ)

۱۸۴۰ء ۔ ۱۸۴۹ء

ولیم سوم

۱۸۴۹ء ۔ ۱۸۹۰ء

ملکہ ولہلمینہ

۱۸۹۰ء ۔ ۱۹۴۸ء

ملکہ جولیانا

۱۹۴۸ء ۔ ۱۹۸۰ء

ملکہ بیٹرکس

کچھ تاریخ ہالینڈ سے

سترھویں صدی کے نصف اول میں ہالینڈ فرانس سے آزادی کی فکر میں لگا رہا ہالینڈ کے ولندیزی باشندوں نے ۱۶۰۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی۔ اور مشرق کے علاقوں میں جا پہنچے۔ ۱۶۱۹ء میں انھوں نے جاوا میں بٹاویا کے مقام پر اپنا مرکز بنایا۔ آج کل جسے ، جکارتا ، کہتے ہیں۔ سیلون میں بھی انھوں نے اپنے قدم مضبوط کئے۔ مگر غالباً انگریزوں سے مڈبھیڑ کے نتیجے میں ۱۶۴۱ء میں انہیں سیلون چھوڑنا پڑا۔ ۱۶۴۱ء میں ولندیزی سماٹرا پر قابض ہوئے۔

ہالینڈ میں ۱۶۲۱ء میں ویسٹ انڈیا کمپنی بنائی گئی۔ جس نے امریکہ اور افریقہ میں وسیع پیمانے پر نوآبادیات قائم کیں۔ اور انھیں اپنی کالونی بنایا۔ سرینام ایکرواڈ اوٗبا ، بونیر ، نیدرلینڈ ، اٹیلینڈ اور افریقہ کے متعدد علاقوں کو ہالینڈ نے اپنی کالونی بنایا۔ امریکہ کا موجودہ شہر نیویارک بھی ہالینڈ کے ماتحت تھا جسے انگریزوں نے نیوایمسٹرڈم ، گیانا ، دے کر ولندیزیوں سے خرید لیا ——— آزادی کی لہر بیدار ہونے کے بعد رفتہ رفتہ ان میں کے اکثر علاقے خود مختار ہوگئے ——— انڈونیشیا پر قبضے کے دوران ولندیزیوں نے وہاں کی عام مسلم آبادی کو مذہبی لحاظ سے بہت تکلیفیں دیں جس طرح انگریزوں نے اپنے مقبوضات کے حدود میں اسلام کی بیخ کنی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

ہالینڈ کی پرانی تاریخ بتاتی ہے کہ سنہ ۱۷۴۳ء میں ، اورنج ، خاندان کا ولیم ثانی ہالینڈ کا بادشاہ بنا۔ وہ چاہتا تھا کہ تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے ۔ مجلس شوریٰ کا اس پر کوئی دباؤ نہ ہو۔ اس بات میں اختلاف پیدا ہوا ۔ اس نے شوریٰ کے لیڈروں کو گرفتار کر لیا ۔ اس کے لئے اسے امسٹرڈم پر باقاعدہ حملہ کرنا پڑا ۔ جس کے بعد اسے کامیابی ملی ۔ مگر وہ جلد ہی مرگیا ۔ اور تخت خالی رہا ۔ اس کا بیٹا اس کے مرنے کے بعد پیدا ہوا ۔ اسی اثنا میں انگریزوں اور ولندیزیوں میں لڑائی ہوئی ۔ پرتگال سے بھی جھڑپ ہوتی رہی ۔ سنہ ۱۶۷۲ء میں ولیم دوم کے بیٹے ولیم سوم نے آسٹریا کی مدد سے فرانسیسیوں کا جم کر مقابلہ کیا ۔ ولیم دوم انگریز بادشاہ چارلس اول کی بیٹی کے بطن سے تھا ۔ اور اس نے جیمز دوم کی بیٹی میری سے شادی کر لی تھی ۔ اس طرح اسے سنہ ۱۶۸۹ء میں انگلینڈ کا تخت حاصل ہو گیا ۔ مگر وہ سنہ ۱۷۰۲ء میں لاولد مرا ۔ اس طرح خاندانِ نسا NASSA اور اورنج کے حقوق کا وارث بنا ۔ اس خاندان میں ولیم چہارم اور ولیم پنجم دو بادشاہ ہوئے ۔

سنہ ۱۷۹۳ء میں فرانس نے ہالینڈ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا ۔ اس وقت فرانسیسی فوجیں ملک بھر میں پھیل گئی تھیں ۔ ولیم پنجم نے انگلینڈ میں پناہ لے لی تھی ۔ سنہ ۱۸۰۶ء میں نپولین نے اپنے بھائی لوئی کو ہالینڈ کے شاہی تخت پر بٹھا دیا ۔ مگر لوئی نپولین کی پالیسی کا مخالف تھا ۔ اس لئے اس نے بادشاہت چھوڑ دی ۔ اور سنہ ۱۸۱۰ء میں ہالینڈ سلطنتِ فرانس کا حصہ بن گیا ۔

نپولین کی پہلی شکست کے بعد ہالینڈ اور بلجیم نے اپنا متحدہ محاذ بنایا ۔ تاکہ فرانس سے مقابلہ آسان ہو ، اور ولیم اورنج کو دونوں کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا ۔ مگر یہ اتحاد زیادہ کامیاب نہ ہوا ، اور مجبوراً ۴ ، اکتوبر سنہ ۱۸۳۰ء کو بلجیم ہالینڈ سے آزاد ہو گیا ۔ ولیم دوم نے آزاد خیال گروپ کے زیر اثر شاہی اختیارات اور قانونی دستور پر نظر ثانی کی ۔ شاہی اختیارات گھٹا دیئے گئے ۔ اور پارلیمنٹ کے اختیارات بڑھا دیئے گئے ۔ اس کے بعد ولیم سوم کے دور میں تجارت نے خوب ترقی کی ۔ پھر ولہلمینہ ملکہ

بنی ۔ اس کے بعد جولیانا ۔ اور جولیانا نے اب اپنی بیٹی بیٹرکس کے حق میں اس کی سالگرہ کے موقع پر اپنے تخت سے دست برداری حاصل کر لی ۔ اور بیٹی کو ملکہ بنا دیا ہے ۔

(ملخصاً) An Encyclopedia of World History

(مصنف ولیم ، ایل لینگر مترجم ج ۲ ص ۸۱ — ۳۸۰ و ج ۳ ص ۲۸)

دوسری جنگ عظیم کے بعد تمام یورپین ممالک کی طرح ہالینڈ نے بھی اپنے ملک کو سجانے ، سنوارنے پر زیادہ توجہ دی ۔ انھی دنوں افرادی کمی پوری کر لینے کے لئے ترک اور مراکشی مسلمان بسلسلۂ ملازمت ہالینڈ بھی آئے ۔

ہالینڈ میں اسلام اور مسلمان

ولندیزی قوم کا ان ترکوں ، مراکشیوں سے اور اس سے بھی قبل انڈونیشیا ، سرینام ، ڈچ ، گیانا وغیرہ پر حکومت کرنے کے دوران مسلمانوں سے سابقہ پڑ چکا تھا ۔ اپنی کالونیوں سے معدنی اور دیگر اشیاء کے ساتھ ساتھ ولندیزی قوم نے اسلامی علمی خزانوں کو بھی اپنے ملک میں منتقل کر لیا ۔ کہا جاتا ہے کہ لیڈن یونیورسٹی مخطوطات کے ذخیرے میں ، عربی ، فارسی زبانوں کی جتنی نایاب کتابیں رکھی ہوئی ہیں ان میں کی بیشتر انڈونیشیا سے لائی گئی ہیں ۔

ہالینڈ یورپین ممالک میں اس حیثیت سے قابل قدر ہے کہ اٹھارھویں صدی عیسوی کے زمانے میں جب یورپین قومیں اسلامی ملکوں میں پھیل رہی تھیں — مشرقی علوم کی سرپرستی کے لئے ، مشرقی تصانیف کی اشاعت کے لئے اس ملک نے اقدام کیا ۔ اور اپنے مقبوضہ جزائر مشرق میں سنہ ۱۷۷۸ء میں اس مقصد کے لئے ایشیاٹک سوسائٹی کی بنیاد رکھی ۔ پھر اس کی تقلید میں انگریزوں ، فرانسیسیوں وغیرہ نے اپنے اپنے مقبوضات میں اس کام کو شروع کیا ۔ انگریزوں نے کلکتہ کے اندر سنہ ۱۷۸۴ء میں یعنی ۶ سال بعد جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنائی ۔

ہالینڈ کے مستشرقین نے مسلمانوں کی اہم مخطوطات کو ایڈیٹ کیا اور چھاپا ۔

اس معاملہ میں لیڈن سے بڑے کام ہوئے یہاں کا مطبع بریل سنہ ۱۶۸۲ء میں قائم ہوا۔
جہاں سے دو سو سے زائد عربی کتب شائع ہوئیں۔ سنہ ۱۸۸۳ء میں ہاؤتس کے زیر اہتمام
لیڈن سے یعقوبی کی تاریخ دو جلدوں میں طبع ہوئی۔ طبقات ابن سعد کو پروفیسر سخاؤ
اور اس کے سات معاونین نے ایڈیٹ کر کے سنہ ۱۹۱۰ء میں نہایت خوبصورت طبع کیا
یہ جرمن نژاد پروفیسر سخاؤ عربی زبان کا بڑا ماہر تھا، مگر اسلام کے متعلق اس کے دل میں
بھری ہوئی نفرت بیرونی کی کتاب الہند کے مقدمے میں جگہ جگہ ظاہر ہو کر رہی ہے۔

ہالینڈ کے شہر لیڈن کی یونیورسٹی میں زبان عربی کی تعلیم کا شعبہ سنہ ۱۶۱۳ء سے کام
کر رہا ہے۔ اس سے اس بات کا بھی سراغ لگ جاتا ہے کہ ولندیزی قوم میں (
بحریاتی مہارت) کی وجہ زبان عربی کے توسط سے عربوں کے بحریاتی علوم سے
پورا استفادہ کرنا ہے۔ لیڈن سے عربی کی جو نایاب کتابیں طبع ہو چکی ہیں، ان کی
فہرست تو طویل ہے۔ ہم ان میں سے چند اہم کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔

الجامع الصحیح للبخاری کا ایک عمدہ ایڈیشن سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔

مکتبۃ الجغرافیین العرب کی آٹھ جلدیں نہایت اہتمام سے شائع ہوئیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

مستشرقین ہالینڈ میں سے تاریخ الاندلس ۴ جلدوں میں ڈوزی (سنہ ۱۸۲۰ء
تا ۱۸۸۳ء) نے تصنیف کی۔

اور اسی ڈوزی نے تکملہ معاجم العربیہ نامی اہم کتاب بھی لکھی۔

ڈخویہ (سنہ ۱۸۳۶ء تا ۱۹۰۹ء) نے بلاذری کی فتوح البلدان اور طبری کی تاریخ
الرسل والملوک اپنے رفقاء کی مدد سے شائع کی۔

ان کتابوں کی فہرست اور انڈکس علمی کام کرنے والوں کے لئے نہایت قیمتی ہیں۔

ونسنک (سنہ ۱۸۸۲ء تا ۱۹۳۹ء) نے اپنے رفقاء کی مدد سے "المعجم المفہرس
لالفاظ الحدیث النبوی" کی سات ضخیم جلدیں مرتب کیں۔ جو صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ سنن
دارمی، موطا امام مالک اور مسند امام احمد بن حنبل۔ جیسی ۹ حدیث کی امہات کتب کا

انڈکس ہے۔ جس کی مدد سے حدیث کا ایک لفظ لے کر اسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔
اس کی ترتیب میں ونسنک اور اس کے رفقاء کے تیس سال خرچ ہوئے۔

مستشرقین یورپ کی جماعت نے بعد کے ادوار میں علمی کارناموں پر مفید انداز
سے تحقیق کی ہیں، جس کے لئے وہ مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں ——— مگر اسی
کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہمیں ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جدید مستشرقین یہ تمام تحقیقیں
اس لئے کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اپنی اعلیٰ کارکردگی سے مرعوب کریں۔ گویا ہر
حال میں ان کے کاموں کی غرض وغایت مسلمانوں پر تفوق اور برتری حاصل کرنا ہی
ہے۔ مسیحی عصبیت کا جو زہر اہل کلیسا نے اپنے دور اقتدار میں مسیحی عوام کو پلایا تھا،
اس کے اثرات آزادی کی آندھیوں کے بعد عام انسانوں کے اذہان سے چاہے زائل
ہو گئے ہوں ——— مگر ان ادوار کی کتابوں اور مسیحی لٹریچروں میں وہ زہر اب
تک بعینہ بھرا پڑا ہے۔ اور ان میں کا دیندار طبقہ وہی ذہن رکھتا ہے۔

ہالینڈ کے مسیحی متعصبین اپنے مذہب کی حمایت اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان
پہنچانے والے کاموں میں کسی سے پیچھے نہیں تھے ——— بلکہ ہالینڈ کے ایک
مسیحی نے تو وہ کچھ کیا جو دنیا کے کسی مسیحی نے نہیں کیا ——— پروفیسر سنوک
ہرگرونیاں Prop. C. Suock Hurgronje. مسلمان بن کر چھ ماہ تک
حرمین میں رہا ——— اور مسلمانوں کے مرکز اعظم میں رہ کر مذہب اسلام کے
اندرونی حالات کی سراغ رسانی کرتا رہا ——— پھر جب وہاں
سے لوٹ کر آیا تو جرمن زبان میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب Mekka. اور اس
کے علاوہ ڈچ زبان میں حج کے موضوع پر جشن مکہ Het mekkansche
Feest نامی کتاب لکھی۔ سنوک، لیڈن یونیورسٹی میں مشرقی علوم کا پروفیسر
تھا۔ اسے یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ حدود حرم میں غیر مسلم کا داخلہ ممنوع ہے۔ اس کے
لئے اس نے فرضی اسلامی نام بھی رکھ لیا ——— اور کئی ماہ سفر میں خرچ کئے ——— مگر ایمان
سے محروم کا محروم ہی رہا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۸۸۴ء کا ہے۔

یہاں کا قانون ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد جلد ہی میں اس کا نام اندراج
کراتے ہیں۔ یہاں مذہبی لہر پیدا ہونے سے پہلے بہت لوگ بچوں کے فارم پر
مذہب کے خانے میں یہ لکھ دیا کرتے تھے کہ بچہ بڑا ہو کر خود اپنا مذہب منتخب کرے گا
بعض لوگ لکھتے بچہ بڑا ہو کر اسلام کے علاوہ کوئی دین قبول کر سکتا ہے۔

الغرض صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھ بری طرح شکست کا منہ دیکھنے
کے بعد مسیحی متحدہ بلاک نے کلیسا کی سرپرستی میں سنان قلم کے ذریعہ مسلمانوں کو شکست
دینے کا پلان بنایا۔ اور استشراق کا دروازہ کھولا تو ہالینڈ کے باشندے اس کام میں
یورپ کی دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے، بلکہ کلیسائی مجاہد کی حیثیت سے
انھوں نے صف اول میں جگہ حاصل کی۔ اور مسلمانوں کے علوم کے خزانے اپنی
کالونیوں اور جہاں کہیں سے فراہم ہوئے، اپنے ملک میں منتقل کر لیا—— اور
بالخصوص قوانین اسلام کی بنیادوں میں دیمک بٹھانے کی سعی میں صدیوں کام کرتے
رہے—— انھوں نے اپنے مفسد کاموں کے لئے خاص طور سے تراجم قرآن، سیرت النبی
فقہ اسلامی کی تاریخ اور تاریخ اسلام کو نشانہ بنایا۔ حدیث رسول کے خلاف بھی من گھڑت بنیادوں
پر عدم اعتماد کے فتنے کھڑے کئے—— اس طرح یہ پوری مسیحی ملت اللہ کے نور کو پھونکوں
سے بجھانے کی صدیوں سے کوشش کرتی رہی۔ مگر

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ — اور اللہ اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

یہ تمام کارستانیاں اس لئے کی جا رہی تھیں کہ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹائیں——
اور مسیحیت کے دام میں لائیں—— مگر خدا کا انتظام یہ کہ ان کی باقاعدہ مشنریاں صدیوں
سے مسلم علاقوں پر فکری یلغار کرنے کے بعد بھی مسیحیت کے فروغ میں جو کامیابی حاصل نہ
کر سکیں—— یورپ اور امریکہ کے علاقوں میں صرف عام مسلمانوں کی آمد نے
ان ملکوں کی فضاؤں میں اس سے کہیں زیادہ اثرات قائم کر لئے ہیں۔ مغربی یورپ کے
بیشتر ملکوں میں مزدور مسلمانوں سے اسلام کا اچھا تعارف ہوا ہے—— اور سینکڑوں چرچ

مساجد میں تبدیل کئے گئے ہیں۔

مساجد اور تنظیمیں

غیر سرکاری اندازہ کے مطابق ہالینڈ میں چار لاکھ مسلمان موجود ہیں۔ ان میں تین
ہزار سے زائد وہ ڈچ ہیں جنھوں نے برضا و رغبت دین اسلام قبول کیا ہے۔
مسلم انفارمیشن سینٹر دی ہیگ کی جانب سے شائع شدہ ایک کتابچہ، مسلمانان ہالینڈ
کی ڈائرکٹری، Gids voor moslim in Nederland کی رو سے
پورے ہالینڈ میں ۱۰۷ ایسی جماعتیں ہیں جن میں نماز پڑھنے پڑھانے کا انتظام ہے۔
ان کے علاوہ۔ پندرہ ایسی تنظیمیں ہیں جو فلاحی، سوشل، اور مذہبی ضروریات کے کام کرتی ہیں
مگر ان دو موجودہ مسلم جماعتوں کا دائرہ اب وسیع ہو کر ڈھائی سو سے متجاوز ہو چکا ہے۔
ملک کے کئی علاقوں میں مسلمانوں نے اسلامی روایات کے مطابق مینار اور قبہ کے ساتھ
مساجد بنائی ہیں۔ ان میں مسجد طیبہ اسٹرڈم، ریڈ ریکٹ کی مسجد، اینڈ ہوفن کی مسجد،
اور ہیگ کی مسجد اقصیٰ قابل ذکر ہیں۔

نعمت اسلام مل گئی

اللہ تبارک و تعالیٰ کا سچا دین اسلام، فطری دین ہے۔ یہ روح کی غذا، اور
قلب کی روشنی ہے۔ جس طرح خالی زمین پر بہائے ہوئے پانی کو جذب ہونے کے لئے
کسی اہتمام کی حاجت نہیں ہوتی—— پانی خود بخود زمین میں جذب ہو جاتا ہے——
دلوں اور قلوب کی زمین بھی اگر پتھریلے فرش میں تبدیل نہیں ہو چکی ہے تو ان پر قرآن پاک
اور اسلامی تعلیمات کا اثر ہونا ناگزیر ہے۔

ایک ڈچ نژاد انسان کے دل میں اسلام نے کس طرح اپنا مقام پیدا کیا——
اور خدائے واحد پر ایمان کی راہ اس پر کس طرح کھلی—— ملاحظہ کیجئے۔
سخت گرمی کا زمانہ تھا، لو چل رہی تھی، مسلمان رمضان المبارک کے روزے

ادا کر رہے تھے۔ مرچنٹ فلیٹ کا ایک کارگو جہاز کراچی کی بندرگاہ پر
لنگر انداز ہوا ——— اور مزدوروں نے سامان لادنا شروع کر دیا ———
تپتے اور دہکتے ہوئے اس موسم میں مزدور پسینے میں شرابور اپنے اپنے کاموں
میں لگے ہوئے تھے۔ چوٹی کا پسینہ ایڑی تک پہنچ رہا تھا۔ تھکان اور پیاس
کی شدت ان کے چہروں سے ظاہر تھی ——— جہاز کا کیپٹن
اس منظر کو نہایت دلچسپی اور تجسس سے دیکھ رہا تھا ——— سفید فام
کیپٹن نے اپنے جہاز کے عملے کو اشارہ کیا کہ یہ لوگ بہت تھک چکے ہیں۔
انہیں ٹھنڈا پانی پلاؤ ——— عملے کے لوگوں نے مزدوروں کو ٹھنڈا
پانی پیش کیا ——— مگر انھوں نے پینے سے انکار کر دیا ———
کیونکہ سب روزہ دار تھے۔

ان محنت کش مزدوروں میں ایک ضعیف العمر مزدور کی حالت کیپٹن
سے دیکھی نہ گئی ——— وہ اس کے پاس خود گیا ——— اسے اشارے
سے بلا کر اپنے کیبن میں لایا ——— تنہائی میں بٹھا کر اس نے
بوڑھے مزدور کے سامنے فروٹ جوس کا ایک بھرپور گلاس پیش کیا اور
اشارے سے کہا، پی لو ——— بوڑھے مزدور نے جواباً سر ہلا دیا۔
کیپٹن نے کہا، یہاں تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے ———
بوڑھے مزدور نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ اللہ، اللہ۔ ———
یہ ثبات قدمی ——— اور راسخ الاعتقادی دیکھ کر کیپٹن تھرا گیا ———
اور اس کا دل، اللہ، کی عظمت اور بزرگی کے اعتراف میں لرز اٹھا ———
جس کے بندے اتنی مشقت اور پریشانی میں بھی اس کے خوف اور محبت
کو ہر شے سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

یہ کیپٹن ہالینڈ کی ڈی ہوگ فیملی کا ایک سابق اعلیٰ نیوی آفیسر تھا ———
جو نیوی کی ملازمت سے سبک دوش ہو کر مرچنٹ فلیٹ کے کارگو جہاز کا کیپٹن

بن گیا۔ اور مشرقی ملکوں سے یورپ کے لئے مال بردار جہاز چلایا کرتا تھا۔
کراچی کا یہ واقعہ اسے سنہ ۱۹۳۰ء میں پیش آیا ——— ڈی ہوگ کے دل
میں اسلام کی محبت جاگزیں ہوتی گئی ——— اس نے اپنے جہاز
کے ایک انڈونیشی مسلمان ملازم سے قرآن مجید کی تعلیم لی اور قاہرہ جا کر
اسلام قبول کر لیا۔ وہ ہالینڈ کے شہر آرنہیم میں رہتے ہیں ——— ان کا
اسلامی نام 'عبداللہ ڈی ہوگ' ہے۔ ان کی تبلیغ سے ان کی اہلیہ نے
بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ عبداللہ قرآن مجید جھوم جھوم کر پڑھتے تھے۔

حالات، نفسیات اور رجحان

اسلامی تبلیغ و اشاعت کا کام کرنے والوں کے لئے ہالینڈ کے لوگوں کی نفسیات
کا جائزہ مفید ثابت ہوگا۔ اور تمام یورپین اقوام کی طرح ان میں بھی یہ بات قدر مشترک
ہے کہ ان کے ہر تعلق کی بنیاد تاجرانہ بنیادوں پر ہوتی ہے، سرد مہری، کم آمیزی ان
کا مزاج ہے۔ ولندیزی محنت کے دلدادہ ہوتے ہیں، شراب نوشی عام ہے۔ باہم
خوش مزاجی اور خوش دلی کا برتاؤ رکھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا فاصلہ سمٹنے سے پہلے، ان لوگوں میں کوئی 'کالا' انسان
پہنچ جاتا تھا تو اسے دیکھنے کے لئے بھیڑ جمع ہو جایا کرتی تھی ——— کسی کو پریشان حال
اور مصیبت زدہ دیکھ کر اس کی مدد کے لئے آمادہ ہوتے میں یہاں کی قوم بہت آگے
ہے۔ آزادی اور عیش کوشی کی فراوانی نے ان کے ذہنوں سے ہر برائی کی قباحت
مٹا دی ہے۔ کہ بدکاری ان کی تہذیب کا حصہ بن چکی ہے۔ پچاس سال پہلے تک
کے حالات بتانے والے کہتے ہیں کہ اس زمانے میں جوان لڑکوں لڑکیوں کا باہمی ملنا
جلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی لڑکا ایسا کرتے دیکھا جاتا تھا تو اسے اس لڑکی سے
شادی کرنی پڑتی تھی۔ مگر اب معاشی اور اقتصادی ترقی نے ان کی تہذیب کو اتنا آوارہ
بنا دیا ہے کہ کوئی ایسی بدکاری بدکاری نہیں رہ گئی ہے۔ شرم و حیا، نام کی کوئی شے

نہیں پائی جاتی - چرچ کے قوانین صدیوں سے حالات کے ساتھ مصالحت کرتے رہے
ہیں۔ اب ان میں کوئی دم خم باقی ہی نہ رہا کہ نفسانی سیلابوں کا مقابلہ کر سکیں ــــــــ
محتاج ممالک کے غریبوں، مفلسوں کے لئے ہالینڈ سے ہمیشہ بڑی بڑی امدادیں بھیجی جاتی
ہیں ــــ کامن مارکیٹ (ہالینڈ، بلجیم، لکسمبرگ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، یونان،
اٹلی، ڈینمارک) وغیرہ ملکوں میں غریب ملکوں سے، یتیم اور لاوارث بچوں کی کھیپ
لائی جاتی ہے۔ جنہیں مخصوص اداروں کے ذریعہ لاولد خاندان خرید لیتے ہیں اور پرورش
کرتے ہیں۔ بہت سے خاندان غریب ملکوں ہی میں کسی غریب بچے کو اپنی سرپرستی کے
لئے خاص کر لیتے ہیں اور اس کی تعلیم و تربیت اور دیگر اخراجات کی کفالت کرتے ہیں۔

جمہوریت کے قوانین اکثریتی مطالبات کے لحاظ سے بدلتے ہیں۔ اخبارات،
ریڈیو، ٹی وی کی نشریات عوامی رجحان کی بے لاگ ترجمانی کرتی ہیں ــــ مثلاً مغربی
جرمنی میں امریکہ نے اپنے ایٹمی ہتھیار نصب کر رکھے تھے اور مشرقی جرمنی میں روس
کے مہلک ہتھیار نصب تھے ــــ ایٹمی ہتھیاروں کی ساخت اور ان تنصیبات کو
عوام کے احتجاج نے منسوخ کر دیا ــــ ہالینڈ کی حکومت نے ایک وقت اسقاط
حمل کو قانوناً منسوخ کر دیا تھا ــــ مگر عوام کے بگڑے ہوئے مزاج نے اس کے
خلاف احتجاج کیا۔ مجبوراً حکومت کو ان کی مرضی کے مطابق جھکنا پڑا۔ ولندیزی گھروں
کی عورتیں ایپرن باندھے صبح سے شام تک اپنے کام میں مصروف رہتی ہیں، گھر بار
کی صفائی ستھرائی ڈچ عورتوں کا شوق ہے، گھر کے فرش فروش قالین دیوارگیر صوفے
کرسیاں میزیں گلدان جھاڑ فانوس الماریاں اور سامانِ آرائش کی صفائی نہایت اہتمام
سے کرتی ہیں۔ گھر کے دروازے، کھڑکیاں اور شیشے بھی دھوتی پونچھتی رہتی ہیں ــــ
مگر نئی تہذیب کے مفسدات نے نئی نسل کی عورتوں اور لڑکیوں سے یہ عادتیں چھیننی شروع
کر دی ہیں۔ یہ بات مشہور عام ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے ولندیزی
گھروں میں غسل خانے بنانے کا رواج نہیں تھا اب بھی پرانے بنے ہوئے گھروں میں
غسل خانہ موجود نہیں ہے ــ نہانے کے معاملے میں یہ قوم نہایت سست اور کاہل واقع

ہوئی ہے ــــ عام ڈچ محنتی ہوتے ہیں۔

ہالینڈ باہری ملکوں کو انڈا، مرغ، گائے کا گوشت دودھ، مکھن، پنیر، آلو
پپ گیہوں کی دلیا، پھول اور دودھ سے بنی ہوئی اشیاء سپلائی کرتا ہے۔ فلپس کمپنی میں
اعلیٰ قسم کی الکٹرانک چیزیں بنتی ہیں جو دنیا بھر میں مشہور ہیں، فوکر کمپنی میں ہوائی جہاز
بنتے ہیں ــــ ڈچ باشندوں میں پینے کی عام چیزیں بیئر، اور کافی ہے ــ عام
دیہاتوں میں عورتیں بچے دودھ زیادہ پیتے ہیں۔ آلو ان کی مقبول عام غذا ہے ــ
ہالینڈ پھولوں کا باغیچہ کہا جاتا ہے۔ یہاں پھولوں کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے ــ
اس قوم کو پھولوں اور پودوں کی نئی نئی نسلوں پر تجربہ کرنے کا بے حد شوق ہے ــ
یہاں سے ہیوی ٹرکوں اور شپ کے ذریعہ پھول برآمد کئے جاتے ہیں ــــــــ
موسم بہار میں دنیا بھر کے ٹورسٹ پھولوں کے رنگوں سے جی بہلانے کے لئے ہالینڈ
آتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ان پھولوں میں خوش بو نام کی شے نایاب ہے۔ جس طرح
ترقی یافتہ دنیا کے باشندوں سے سکون و طمانیت غائب ہے۔

ہالینڈ پورا سپاٹ ملک ہے۔ پہاڑ اور جھرنا نام کی اس ملک میں کوئی چیز نہیں
پائی جاتی۔ لہٰذا اس ذوق کی تسکین کے لئے ان لوگوں نے نقلی پہاڑ، ریت کے
ٹیلے بنائے ہیں۔ اپنے بچوں کو جب تک وہ باہری ملک کا سفر نہیں کر پاتے
بتاتے رہتے ہیں کہ پہاڑ اس طرح کا اونچا ہوتا ہے۔

اپنے ملک کو وسعت دینے کے لحاظ سے یہ لوگ نہایت تجربہ کار ہیں ــ
مشینوں کے ذریعہ سمندر کی ریت کھینچتے ہیں اور اسی کو پاٹتے، آبادی بناتے چلے
جاتے ہیں۔ اس طرح پچیس تیس سال میں انہوں نے سیکڑوں کلومیٹر سمندر پاٹ کر ملک
کو توسیع دی ہے ــــ ملک کے جس حصے میں بھی انہیں مٹی کی ضرورت ہوتی
ہے سمندری ریت مشینوں کے ذریعہ کھینچ کر پائپ لائن کے ذریعہ وہاں تک پہنچا لیتے
ہیں ــــ ڈچ قوم کو سمندری امور میں نہایت مہارت حاصل ہے ــــ ملک
کے اندر کئی ایسے زیر زمین سرنگی راستے بھی پائے جاتے ہیں جن کے اوپر سمندر لہریں

لے رہا ہے اور بحری جہاز چل رہے ہیں۔ ایسے راستوں کو ٹنل کہتے ہیں۔ سمندروں میں قدیم زمانے کے ڈوبے ہوئے جہازوں کا سراغ لگانے اور ان کی قیمتی اشیاء برآمد کرنے میں ولندیزی مشہور ہیں۔ پلوں، سڑکوں، سرنگوں (ٹنل) اور تعمیراتی امور میں ان لوگوں نے بہت ترقی حاصل کی ہے۔

مختلف قومیتوں کے مسلمان

اس ملک میں باہر سے آکر آباد ہونے والوں میں اس وقت ہم چند بڑے طبقوں پر بھی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ سطور ماسبق کے مطالعے سے آپ اتنا تو جان ہی چکے ہیں، ترکی اور مغربی (مراکشی) یہاں مزدوری کی حیثیت سے آکر آباد ہوئے۔ ایک خاص بات یہ قابل ذکر ہے کہ یہاں ترکی مسلمان مغربیوں سے اور مغربی ترکوں سے بہت الگ تھلگ اور متنفر رہتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے باوجود آج تک ان دونوں کے لئے نقطۂ اتحاد تلاش نہ کیا جاسکا ـــــ ان دونوں اقوام میں اپنی اپنی انانیت کا غرور پایا جاتا ہے۔ ترکی پچھلی عظمت کا خمارئے ڈھوتے ہیں اور عربوں کو غدار خیال کرتے ہیں ـــــ عام طور پر ترکی یورپین ملکوں کی شہریت بھی نہیں لیتے بلکہ اپنا ترکی پاسپورٹ ہی برقرار رکھتے ہیں۔ اسی لئے یہ حکومتیں ان کے کلچر کی حفاظت کے نام پر ان کی کافی مالی امداد کرتی ہیں ـــــ مغربی مسلمانوں پر نجدیت کا حملہ شدید ہے۔ اور اب عوام اسی کو اسلامیت سمجھنے لگے ہیں۔ ان میں کا ایک طبقہ شاہ حسن مراکو کو دل سے چاہتا ہے اور نجدی نواز اپنے بادشاہ کو طرح طرح متہم کرتے ہیں۔ قومیت کا تعصب بھی مغربیوں اور ان سے زیادہ ترکوں میں پایا جاتا ہے ـــــ اور یہی حال عام پاکستانی مسلمانوں کا بھی ہے، کہ وہ اسلامیت سے زیادہ پاکستانیت کے شیدائی ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو اسلام کے نام پر حاصل کیا ہوا خطۂ ارض آج تک اسلامی نظام سے محروم کیوں رہتا ـــــ تاہم مخلص علماء اور ارباب دانش کی کوششوں اور خاص طور پر اولیاء اللہ کی برکت سے پاکستان، اس گئی گزری حالت میں بھی مسلمانوں کا قلعہ ہے۔

ہالینڈ کے اندر خاصی تعداد میں انڈونیشین مسلمان بھی پائے جاتے ہیں ـــــ انڈونیشیا کے ایک معتبر شخص سے معلوم ہوا، کہ آزادی سے پہلے اگر کوئی انڈونیشیا سے ہالینڈ آنا چاہتا تو اسے عیسائی بن کر اپنا نام بدلنا ضروری ہوتا تھا۔ بہرحال انڈونیشین مسلمانوں میں مذہبیت برائے نام رہ گئی ہے ـــــ سرینام کے مسلمانوں میں بھی یہ وبا عام ہے کہ ہر شخص کا ایک نام عیسائی طرز کا ضرور ہوتا ہے ـــــ مگر ہالینڈ پہنچ کر مذہبی لحاظ سے بیداری آنے کے بعد ان میں صحیح اسلامی قدریں اجاگر ہو رہی ہیں ـــــ اگرچہ حکومت یہی چاہتی ہے کہ یہ تمام اپنی اپنی قومیتوں کے دائرے میں محدود رہیں ـــــ مگر اسلامی تعلیمات کے فروغ پذیر ہونے سے امید ہے کہ قومیت کی عارضی فصلیں ٹوٹ جائیں گی۔

جو کچھ میری سمجھ میں آیا

ہندوستان کے ایک غیر معروف قصبہ سے نکل کر، ہالینڈ کی اس دنیا، اس ماحول اور اس فضا میں پہنچنے کے بعد میرے ذہن و فکر نے کیا اثر قبول کیا ـــــ؟ دنیاوی اور دینی لحاظ سے مجھ میں کیا رجحانات پیدا ہوئے، ان کی ترجمانی کے لئے اسی دور میں احباب کو لکھے ہوئے خطوط کے کچھ حصے یہاں لانا مناسب خیال کرتا ہوں۔

مرے وفور محبت کو زندگی دے دی
ترے کرم کا خدا سلسلہ دراز کرے

بے قرار روحوں کی تڑپ باب رحمت کو دستک دیتی ہے تو اثر پذیری اور قبولیت کی صورت ضرور نظر آتی ہے ـــــ چاہے کچھ تاخیر سے سہی۔ چٹانوں سے چشمۂ شیریں کا برنکلنا یہی تو ہے کہ مغرب کا خطۂ شور آج اسلام کی نورانیت سے فیض لے رہا ہے۔

میں بیس جولائی گیارہ بج کر پچپن منٹ پر KLM سے روانہ ہوکر، کراچی، بحرین ہوتا ہوا، اسٹرڈم پہنچا۔ NIS کے ارکان نے ایرپورٹ پر خیر مقدم

کیا اور وہ گھنٹے خالص اجنبی ماحول میں گزارنے کے بعد گویا اپنائیت کے ماحول میں آپہنچا۔

این۔ آئی۔ ایس امسٹرڈم شہر میں ایک عظیم اسلامی ادارہ ہے —— یہ اس وقت غالباً سب سے بڑی تنظیم ہے، ایک مسجد کی تعمیر کا پلان بھی چل رہا ہے۔ جس کے لئے درمیان شہر میں حکومت نے زمین بھی الاٹ کی ہے۔ گزشتہ فروری میں میلاد النبی کانفرنس کے موقع پر کسی عرب حکومت نے مجوزہ مسجد کے لئے خطیر رقم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ تنظیم ہالینڈ کے تمام مسلمانوں کو متحد کرنے کی زور و شور سے کوشش کر رہی ہے۔

آج یورپ کی سرزمین پر سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کا صحیح تعارف مناسب طریقے پر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ یورپ وسائل زندگی اور مادی ترقیات سے مالا مال ہے —— مگر ان کی ترقی نے ان کے سکون کو غارت کر دیا ہے۔ گرجا اور کلیسا ویران ہو گئے۔ معاشرے میں سکون و طمانیت نام کی شے مفقود ہے نوجوان ہپی ازم جیسی تباہ کار وباؤں کا شکار ہو رہے ہیں —— مشینوں کی ترقی نے اخلاق اور دل کا چین چھین لیا ہے —— اب ان کی پیاسی روح کو طمانیت کا لبریز جام چاہئے۔ اور یہ دولتِ لازوال، یہ سرمایۂ عظیم بجز دین اسلام کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

ہماری تنظیم، تبلیغی مشن اور لٹریچر کے ذریعہ اس ضرورت کی تکمیل کرنا چاہتی ہے۔ ہالینڈ کے پڑوسی ممالک فرانس، جرمنی، بلجیم وغیرہ میں بھی کام کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ کلیسا کے اقتدار کا خاتمہ بہت پہلے ہو چکا ہے —— تہذیب نو اب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کی تیاری کر رہی

ہے —— اسلام امن و سلامتی اور انسانیت کو تباہی سے بچانے والا دین ہے۔ خدا کرے مسلمان دعوتِ دین کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کریں۔ اور مضطرب انسانیت تک ایمان کی روشنی پہنچائیں۔"

" ضال و مضل بہائی، قادیانی یورپ میں کام کر کے اسلام کا چہرہ مسخ کر رہے ہیں —— عجیب بات ہے، جن گمراہوں اور گمراہ گروں کو اسلام اور مسلمانوں نے خارج عن الاسلام قرار دے دیا ہے۔ انہیں ان ملکوں میں اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے کے وسائل و ذرائع کہاں سے میسر آئے؟ —— بہر حال وجہ جو بھی ہو مسلمانوں کی غفلت اور اپنی واعیانہ ذمہ داریوں سے چشم پوشی بھی، باطل فرقوں کے پنپنے میں مدد بہم پہنچاتی ہے —— ہم لوگ خود کو اس جرم سے بری قرار نہیں دے سکتے۔

میرے خیال ناقص کے مطابق آج کے اس بحرانی دور میں اسلام کی صحیح ترجمانی اور تبلیغ کی ضرورت شدید تر ہے —— لہٰذا۔ میں اپنے علماء، اداروں اور ذمہ داروں کی خدمات میں مؤدبانہ عرض گزار ہوں کہ وقت نے ہمیں جو دعوت فکر و عمل دی ہے اس پر غور کریں —— اور زیادہ سے زیادہ ایسے علماء، مفکرین اور دعاۃ پیدا کریں جو دنیا کے مختلف خطوں کی ضرورتیں پوری کر سکیں —— اور دین کی دعوت عام ہو سکے۔"

" یہاں آ کر ابھی مجھے چند ہی روز ہوئے ہیں مگر حکومتی نظم کے ایسے عمدہ عمدہ مناظر دیکھنے میں آئے جن کے لئے ہمارے ملکوں کو ابھی بہت طویل زمانہ لگے گا —— ایر پورٹ اترنے کے بعد سے اب تک ضروریات

زندگی میں اسے جس سے بھی سابقہ پڑا ، میں نے ان تمام کو اپنے لئے سہل ،
آرام دہ اور قابلِ قبول پایا ۔ اتنے ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت وقت
انسانی ضروریات کو اپنی ضرورت سمجھ کر سہولتیں فراہم کرتی ہے ۔ اور معاشی
واقتصادی حتیٰ کہ تفریحی ، اور کھیل کود جیسے غیر لازمی امور کو بھی بنہایت سلیقے سے
منظم کرتی ہے ——— تعلیم مفت اور لازمی ہے ——— قابلِ عمل
لوگوں کو کام کی فراہمی اور معذوروں ، مجبوروں کی ضرورتوں کی تکمیل حکومت
کا ذمہ ہے ——— علاج معالجہ کا انتظام معقول ہے ———
معیار زندگی بلند ہے ——— گداگری قانوناً جرم ہے ——— کیوں کہ
حکومت بیکاروں کی بھی کفالت کرتی ہے ——— یہاں جھاڑو دینے
کا کام کرنے والے بھی شاندار کاریں رکھتے ہیں ——— کاموں کی تنخواہیں
حکومت کے مقرر کردہ معیار سے کم رکھنا سخت جرم ہے ۔

ہر گھر میں قالین کا فرش ، ریڈیو ، ٹیلی ویژن ، صوفے ضرور ہیں ———
کسی کو اپنے گھر میں بھی اتنے زور سے ریڈیو بجانے کی اجازت نہیں کہ پڑوسیوں
کو تکلیف ہو ——— بعض باتوں نے بہر حال مجھے متاثر کیا ، جن کا تعلق
انسانی اخلاق اور رواداری سے ہے ۔ کسی بلڈنگ مکان یا دوکان میں جانے
کے لئے اگر کوئی شخص گزر رہا ہے اور اس کے پیچھے کوئی اور آرہا ہے تو پہلا
شخص ضرور دوسرے آنے والے کے لئے دروازہ روک رکھے گا ———
اس کے لئے شناسا ہونا ضروری نہیں ——— راہ میں آپ سڑک
کے کنارے ہاتھ اٹھائے ہوئے یا کسی شہر کا نام لکھ کر لئے ہوئے شخص
دیکھیں تو سمجھ جائیں کہ اسے آپ کی کار میں بیٹھ کر جانا ہے ——— اگر
سیٹ خالی ہو تو آپ اسے بٹھا لیں ——— اس طرح نہ جانے کتنے
لوگ ملکوں ملکوں کا چکر لگا لیتے ہیں ——— جانوروں میں کتوں سے
یہ لوگ بے حد پیار کرتے ہیں ——— سنا ہے کتنی بیویاں صرف اس

لئے اپنے شوہروں کو طلاق دے دیتی ہیں کہ شوہر بیوی کے کتے کو بوسے
نہیں دیتا ۔ بعض لوگ بلیاں بھی پیار سے پالتے ہیں ——— پھولوں اور
پودوں سے بھی یہاں کے لوگ بہت دلچسپی رکھتے ہیں ۔ بعض گھروں
کے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر کسی باغیچے کا گمان ہوتا ہے ———
سڑکوں کے کنارے اور بلڈنگوں کے ارد گرد بھی بلدیہ نہایت سلیقے سے
پھلواریاں اور پودے لگاتی ہے ۔ اگر کہیں کا کوئی پودا آپ نے بلا وجہ
اکھیڑ دیا ——— یا کوئی پتہ توڑ دیا ——— تو گویا آپ نے ان کا دل دکھا دیا ۔
کیا یہ خصائل ہماری اسلامی تہذیب سے ماخوذ نہیں ——— ؟ ——— مگر افسوس
کہ آج خود مسلمانوں کے معاشرے میں ان خصائلِ حسنہ کو فروغ نہیں ہو
رہا ہے ——— یہاں عوام بنیادی طور پر سادہ لوح لگتے ہیں ———
البتہ نئی نسل کا الگ تھلگ اپنا آزادانہ ماحول ہے ۔ جہاں نفسانیت ،
عریانیت ، برہنگی اور عیاشی فیشن کا حصہ بنی ہوئی ہے ——— ہمارے لحاظ
سے برائی کہی جانے والی ہر شے اس تہذیب کا جز بن گئی ہے ۔"

" یہاں کا موسم عام طور پر ٹھنڈا ہے ——— دھوپ بہت کم نظر
آتی ہے ——— روئے خورشید کی زیارت یہاں کے لوگوں کے لئے یوم مسرت
سے کم نہیں ——— سورج نکل آئے تو یہ لوگ اس کی دھوپ سے پورا
پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں ، خوب لطف لیتے ہیں ، ننگے بدن
ہو کر لیٹے رہتے ہیں ——— گویا شعاعی غسل کرتے ہیں ۔

اسٹرڈیم یورپ کے خوبصورت ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے ،
حکومت نے ملک آبادکاری میں جس خوش سلیقگی کا ثبوت دیا ہے وہ دیکھنے
ہی سے تعلق رکھتا ہے ——— " بلمیرہ " جہاں میرا قیام ہے یہ اسٹرڈیم کا
نو آباد حصہ ہے ۔ دور دور تک ایک ہی انداز کی بنی ہوئی خوبصورت بلڈنگوں

کا سلسلہ، سڑکیں، باغیچے، شاپنگ سنٹر، اور ضروریات کے عام ادارے بنا دیئے ہیں۔ سڑکوں کے سگنل، اسٹیشنوں اور گیرج وغیرہ مقامات پر خودکار مشینیں لگی ہوئی ہیں ——— تھوڑے تھوڑے فاصلے پر عوامی ٹیلیفون بوتھ لگائے گئے ہیں ——— گویا زندگی کو نہایت سہل اور دلچسپ بنا دیا گیا ہے۔

یہ ہے وہ دنیا جہاں رہ کر مجھے کچھ دین کا کام کرنا ہے۔ خدا کرے کہ میں ان آسائشوں میں کھو نہ جاؤں ——— اور کچھ کام جیسا کام کرسکوں۔ دعا فرمائیں۔"

"یہاں کی تہذیب یکسر غیر اسلامی نہیں بلکہ اسلام دشمن ہے:——— اس ماحول میں آکر دین کی خدمت کا بیڑا اٹھانے والے بھی کبھی نفسانیت کا شکار ہو جاتے ہیں ——— یہاں کسی کو معاشی پریشانی بالکل نہیں۔ البتہ معاشی خوش حالی کی یہ دین ہے کہ بے شمار مسلمان یہاں آکر شیطان کے شکار اور نفس کے شیدائی بن جاتے ہیں ——— اس لحاظ سے یہاں کی خوش حال زندگی پر غریب مسلم ممالک کو جہاں ایمان محفوظ رہتا ہے برتری حاصل ہے ——— بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دشمنوں کا ظلم سہتے ہوئے ——— اسلام اور ایمان کو حرزِ جان بنائے زندگی کے دن گزار دیتے ہیں۔ میری بھی دلی آرزو یہی ہے کہ رب تعالیٰ مجھے بھی کفر و شرک سے نبرد آزما ہوتے ہوئے موت عطا کرے۔ آمین۔"

کچھ منظوم

انہی دنوں "یورپ اجالوں کی دنیا" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس کے

مخصوص حصے یہ ہیں:-

کوئی شرر، کوئی جگنو کہ کوئی چنگاری
جو مضطرب ہے، پریشاں ہے، بیقرار بھی ہے
ہر ایک کوچے میں جاتی ہے لوٹ آتی ہے
کسی چراغ کی بھٹکی ہوئی یہ لو تو نہیں؟

ہمارے شہر کی کچھ ریت ہی نرالی ہے
پناہ ملتی نہیں ہے یہاں اندھیروں کو
یہاں ہے چاروں طرف سلطنت اجالوں کی
ہمارے بیچ ضرورت ہی کیا ہے کالوں کی

تمام شہر میں گھومی ہر ایک گھر میں گئی
کہیں بھی کوئی اسے اپنا آشنا نہ ملا
وہی تھی کل در مشرق پہ کر رہی تھی گلہ
مرے گھروں میں ہر اک گھر پہ لگ گئے تالے
بلک بلک کے یہی بین کر رہی تھی وہ
مجھے اجاڑ دیا مادی اجالوں نے
ہے کون اب جو بچائے گا آبرو میری
مجھے کشاکش آلام سے چھڑائے گا

ترے لئے نہ پرائی نہ اجنبی ہوں میں
دیارِ مشرق تو سب "دل کی روشنی" ہوں میں

چند ناصحانہ قطعات

اسلام نظام محکم ہے، ہر دور کی خاطر عام بھی ہے
اس قصرِ مشید میں آؤ، یہ عام بھی ہے اور تام بھی ہے
آزادروی میں فکر و غم و افسوس ہے باقی کچھ بھی نہیں
پابندیٔ حق میں تنگی ہے تکلیف ہے، پھر آرام بھی ہے

بڑی وسعت ہے خلاؤں میں فضاؤں میں مگر
موت آئے گی تو نادان کدھر جائے گا
حسنِ اعمال کے گل آج چمن سے چن لے
رنگ کی بات نہ کر رنگ بکھر جائے گا

علاج امراض کا ہوتا رہے گا
مریضانِ ستم بڑھتے رہیں گے
معالج ہو تو مارو نفس کا زہر
وگرنہ دیو سر چڑھتے رہیں گے

برف بار موسم کی ڈائری کا ایک ورق

"شدید برفباری ہورہی ہے، برف سے گلی کوچے، میدان سڑکیں اٹی پڑی ہیں —— ٹریفک مفلوج ہے —— پرسوں کی بات ہے میں دُھنکی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح برستی برف میں، اسلامک سنٹر کی عمارت سے باہر نکل پڑا —— ہر طرف ٹخنوں ٹخنوں اور گھٹنوں

گھٹنوں برف —— کووِن اور ڈبلڈنگ کے باہر کھلے میدان میں، جہاں دو ماہ پہلے کسی چمن زار کا گمان ہوتا تھا —— اس وقت برف سے ڈھکی ہوئی ٹنڈ منڈ ٹہنیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا —— کھلے میدان میں چھوٹے چھوٹے بچے اور دس گیارہ سال تک کے لڑکے لڑکیاں حسبِ روایت پھسلنے والی گاڑی کے کھیل میں مشغول ہیں۔

اس شدید برف باری، اور زناٹے دار ہوا کے جھونکوں میں میرا ذوقِ تفریح بیدار ہوا۔ موسم کے اس رخ سے کھلے بندوں ملاقات بھی ضروری تھی —— کیاریوں میں پھولوں کے پودے برفانی تھپیڑوں سے ننگے ہوچکے تھے —— ان سے پتوں اور پھولوں کا لباس چھین کر انھیں سفید دودھیا لباس برف پہنا دیا گیا ہے —— ایک کانٹے دار لکڑی شاخ برفیلے لباس سے بھی محروم تھی، میں نے اسے چھوا تو اس سے برف کی برودت بھی دور تھی —— مجھے لگا اس پورے میدان میں یہ تنہا کانٹے دار شاخ ہے جو سرسبز پتوں کے چھین جانے پر سراپا احتجاج بنی کھڑی ہے۔ اس نے کسی بھی قیمت پر موسم اور حالات سے مصالحت نہیں کی —— اس کے پتوں کو کیوں جلا دیا گیا ہے ۔ ؟

پھر خیال آیا۔ یا خدا! کیا ٹھنڈک بھی جلایا کرتی ہے —— ؟ —— اسکیٹنگ ۔ اور برف کی گیندیں بنا کر اچھالنے والے بچوں میں سے ایک نے برف کی ایک گیند مجھ پر بھی اچھال دی —— میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے خوبصورت اجلے رخساروں میں گلابی لہریئے تیرنے لگے۔

بہت خوب!

میں نے بھی محبت —— اور پیار کا جواب پیار سے دیا —— اور برف کی ایک گیند بنا کر بچے کی جانب اچھال دی —— وہ نہایت پھرتی سے پلٹا مگر گیند اس کے سر پر پڑ کر بکھری —— اور وہ ایک بار پھر ارغوان

ہوگیا ——— اب اس نے خیال کیا کہ میں بھی باقاعدہ اس کے کھیل میں
شریک ہوگیا ہوں ——— مگر میرے بے دستانوں کے ہاتھ ٹھنڈک کی تاب
نہ لا سکے ——— اور مجھے ہار کر جاتے ہوئے دیکھ کر بچے کی نگاہیں کہہ رہی تھیں

جس کو پینا نہیں میخانے میں جاتا کیوں ہے؟

انہی ایام کی بات ہے، ایک دن برف کے ان کھیتوں سے گزرتے ہوئے
ہم سکریٹری صاحب کے ساتھ، کوون اور ڈبلڈنگ کے عقبی نہر کی طرف جا نکلے ———
سردی نے نہروں اور تالابوں کو منجمد کر دیا ہے ——— لوگ اسکیٹنگ میں مگن ہیں۔
شوق کے مارے کچھ نوجوان بازیگری بھی کر رہے ہیں۔ مقابلہ اور مسابقت بھی ہو
رہی ہے ——— پل پار کر کے نئی تعمیر ہونے والی سڑک کے لئے مٹی کا بلند ڈھیر ہے
جو برف کا پہاڑ لگتا ہے۔ میں تیزی سے اس پر چڑھنے لگا ——— ہندوستان میں
رہ کر کسی برف پوش پہاڑ پر چڑھنے کا موقع تو ملا نہ تھا ——— چڑھنے میں قدم بے
ترتیب پڑے ——— میں پھسلا تو سیدھا تالاب کی برفانی سل پر چاروں خانے چت پایا
گیا۔ سکریٹری صاحب نے مجھے سنبھالنے کی سعی کی تو ان کا بھی وہی حشر ہوا ——— واپسی پر
ہوا کے زوردار طمانچوں نے ہمارے چہروں کو سرزنش کی۔ ہم لوگوں کو منہ چھپا کر بھاگتے
دیکھ کر ایک لڑکی بولی۔ کیوں آج بہت تیز ہے۔؟ میں نے کہا۔

ہاں۔ قدرت کے حسن تخلیق کی۔

آج دس سال ہالینڈ میں گزارنے کے بعد "سفرنامۂ ہالینڈ" کے پرانے لکھے
ہوئے اوراق کو مرتب کر رہا ہوں تو فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے کہ ——— چند روز یا چند
مہینوں کا عارضی دورہ سمجھ کر جس کہانی کو لکھنا شروع کیا گیا تھا، وہ مستقل اقامت کا رخ
اختیار کر کے متعدد اسفار اور سیاحتوں کا مرکز بن چکی ہے، اب اسے کہاں تک پہنچا
کر ختم کروں۔ کہ احباب مطمئن ہو جائیں۔

چلے تھے ایک نظر تیری بزم دیکھ آئیں   یہاں جو آئے تو بے اختیار بیٹھ گئے

ہالینڈ کی کتاب

قیام ہالینڈ کا زمانہ نئے آفاق کی دریافتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ جس میں
مدرسے کی چٹائی پر سونے والے، اور دارالعلوم کے مطبخ سے آذوقہ پانے والے ایک
طالب علم کی غیرت وحمیت بار بار آزمائشوں کی صلیب پر چڑھائی گئی ——— اور قدرت
کے قوی بازوؤں نے ہر بار اپنی دستگیری سے نوازا ——— اگر قیام ہالینڈ کا
مفصل مرقع اللہ نے زیر قلم لانے کا موقع عنایت فرمایا ——— تو
انشاء المولی الکریم ——— اس میں ہالینڈ اور یورپ بھر میں اسلامی تحریک کے نشو و
نما ——— مراکز و مجالس کے تعارف ——— نومسلموں کے تفصیلی حالات۔
دنیا دار رہنماؤں، لیڈروں اور بعض پیروں کے اخلاق کش کاموں ———
بعض مساجد و منظمات کی گندی سیاست ——— اور یورپین ماحول میں عمل تطہیر کے
کاموں۔ ——— اہل اخلاص، محنت کوش علماء اور مفکرین کی علمی و فکری قوتوں
کے ضیاع ——— اور اس کے نتائج ——— مسلمان نسلوں کی دینی بربادی ———
مسلمان عورتوں کی مہلک آزادی ——— نام نہاد مسلم ڈوں کی تحریکیں ———
اسلام اور مسلمانوں کے داخلی اور خارجی دشمنوں کی دسیسہ کاری ——— پائیدار تحریکی
کاموں ——— پر روشنی ڈالوں گا۔

شوق کہتا ہے چل کتاب دل
روبرو ان کے کھول کر رکھ دے
مصلحت روشنی دکھاتی ہے
کہ طویل التفات کے لمحے

بحر شمالی سے بحر ابیض تک

(۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء تا ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء)

طرابلس لیبیا کی عالمی اسلامی کانفرنس میں ایک ہفتہ کی شرکت نے عالمی سطح پر اسلام کی تبلیغ واشاعت اور ملتِ بیضاء کی اندرونی وبیرونی مخالف قوتوں ، اور ان کی سرگرمیوں کا ہجوم میرے لئے "نئے افق لاق" —— اور ان خار زار وادیوں میں جادہ پیمائی کا حوصلہ بخش بر روش داعیان اسلام کے عزائم مستقبل کی ایک جدید دنیا کا نقشہ پیش کر رہے تھے ۔ جہاں دنیا بھر کے ایک سو بیس ملکوں کے نمائندگان علماء مفکرین اور داعیان کرام جمع تھے ۔ رنگ ونسل ، زبان وبیان ہیئت وصورت شکل وشباہت میں لاکھ اختلاف سہی ، کلمہ طیبہ کی وحدت ایک ایسی مضبوط اور توانا رسی (العروۃ الوثقیٰ) ہے جو سب کو یکجا متحد ومتفق ... کردیتی ہے ۔

طرابلس کانفرنس سے لوٹنے کے بعد اسٹرڈم میں میری مصروفیات انتظار کررہی تھیں —— نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی کے تعطل کے بعد ملک بھر میں حساس مسلمانوں کا ایک گروہ ابھر آیا ہے جس کے دینی اور اسلامی جذبات کے استحصال کا یہ قیمتی لمحہ ضائع کرنا داعیانہ فراست کے منافی ہے —— تخریب کاری اور مخالفت کے بطن سے اکثر تعمیری کام کی راہیں پیدا ہوتی ہیں ۔ جنہیں وقت پر کام میں لانا ضروری ہوتا ہے —— اسٹرڈم شہر کے علاوہ ہالینڈ بھر کے وہ مسلمان جن کا تعلق NIS سے تھا ، از سرِ نو آمادۂ عمل نظر آرہے ہیں ۔ شہر کے درمیان میں ایک مرکزی جگہ کا انتخاب کیا جارہا ہے ۔ مشورے کی مجلسیں منعقد ہورہی ہیں —— سربرآوردگان جمعیات سے روابط قائم کئے جارہے ہیں —— ۔ اسی دوران ۸ ، اکتوبر ۱۹۸۲ء کو بلجیم میں لیبیا کے سفیر جناب محمد احمد الرکیبی

کا پیغام آفس میں موصول ہوا —— اور اتفاق سے میں اس وقت موجود نہیں تھا ۔

میں شہر اسٹرڈم میں ایک وسیع سہ منزلہ عمارت کے وکلاء برائے فروخت MAKELAAR سے گفت وشنید کے بعد ۹ ، اکتوبر کو دو نفری وفد (الاخ عبداللطیف مراکشی اور نو مسلم ڈچ نوزی) کو سفیر محترم کے پاس بھیجنے کی تیاریوں میں مصروف تھا —— سفیر محترم کے چند بار ٹیلیفون کرنے پر مجھے خبر موصول ہوسکی ۔ تاخیر سے اطلاع ملنے کے باعث میں نے ادھر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو مکتب الشعبیۃ اللیبیہ بند ہوچکا تھا ۔ رابطہ قائم ہونے پر معلوم ہوا کہ تین ہفتے سفیر محترم نے میرے نام ایک دوسری کانفرنس کا دعوت نامہ بھیجا ہے جو مالٹا میں ہونے والی ہے ۔ تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ میرے اہم خطوط کی گمشدگی حادثاتی طور پر نہیں ہوگئی ہے بلکہ اس میں کچھ تخریب کار کارندوں کا ہاتھ ہے ۔ مولیٰ پاک انہیں ہدایت عطا فرمائے آمین

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا ۔

" نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے "

اور دشمن بھی بدنصیبی سے اگر بغض وحسد اور جہالت کی سرحدوں کا نگہبان ہو تو کیا کچھ نہ گل کھلائے گا ۔

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی کا ارشاد مدنظر ہے ۔ خالق ارض و سما اپنے محبوبوں کے صدقے اس پر مجھے عمل کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

" جو لوگ تمہاری راہ میں کانٹے بچھائیں ۔ ممکن ہو تو تم ان کی راہ کے کانٹے ہٹاؤ ۔ اگر تم نے انہی جیسا جوابی عمل کیا تو یہ دنیا کانٹوں سے بھر جائیگی "

ک ، ل ، ام KLM فلائٹ نمبر ۳۴۹ کی ایک درمیانی سیٹ پر بیٹھا ، میں اپنے خیال میں گم تھا ۔ اسٹرڈم سے ۱۰ ، اکتوبر کی صبح ۹ بجے چل کر ہم اٹلی کی جانب محو پرواز تھے ۔ صرف ایک گھنٹہ پچپن منٹ بعد طیارہ روم کے ایرپورٹ پر اترا ۔ اب یہاں سے ہمیں دوسری فلائٹ کے ذریعہ جزیرۂ مالٹا جانا تھا ۔

مختلف راہوں سے گزرتے ہوئے کیبن نمبر ۴۸ سے انفارمیشن حاصل کرنے

علوم ہوا کہ ۴۴ کے گیٹ پر ہری بتی جلنے پر ماشا کے مسافرین داخل ہوں گے ۔ اس
وف پہنچے تو سینکڑوں کی تعداد میں حجاج کرام مرد و عورتیں ، جن میں سے اکثر ضعیف العمر
تھے ، نظر آئے ۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ ایر پورٹ پر صحیح نمائندگی نہ ملنے کی وجہ
سے پریشان ہیں یہ سب دیہاتوں کی سیدھی سادی زندگی گزارنے والے لوگ تھے ۔ جدہ
سے روم پہنچ کر دوسری فلائٹ کے ذریعہ تیونس جا رہے تھے ۔ مسلم اکثریت کا ملک ہے
اں اسلامی روایات کے پابند مسلمان پائے جاتے ہیں ۔ ظہر کی نمازیہیں ادا کی ——
بجے گیٹ نمبر ۴۴ کھلا اور مسافرین داخل ہونے لگے ۔ میں اپنے رفیق سفر حاجی احمد
ے ساتھ کیبن سے ٹکٹ دکھا کر بورڈنگ کارڈ پہلے ہی حاصل کر چکا تھا ۔ گیٹ میں داخل
وکر رن وے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کے نزدیک کرسیوں پر بیٹھ گئے ——
ALITALIA کے طیارے بڑی تعداد میں نظر آئے ۔ اور دوسری کمپنیوں
کے جہازوں سے گزرتی ہوئی میری نظر دور کہیں پہنچی تو میں مسرت سے باغ باغ ہوگیا ۔
AIR INDIA کا ایک طیارہ بھی رن وے پر موجود تھا ۔ پردیس میں اپنے وطن
کا طیارہ دیکھ کر مجھے ایسا لگا ۔ جیسے کوئی نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آگئی ۔ اہل وطن کو کیا معلوم
دور دیس میں زندگی گزارنے والے اپنی مادر وطن سے کتنی محبت کرتے ہیں ۔ میرے
لیم اور تاریخی وطن کی زمین اور فضاؤں سے چل کر یہاں پہنچنے والی یہ فولادی چڑیا میری
نگاہوں کا مرکز بن گئی ۔ اور تصور میں میں دھان کے لہلہاتے کھیتوں کے درمیان سے
جھومتا ، سرائی ہواؤں سے محظوظ ہوتا ۔ ٹیڑھی پگڈنڈیوں پر دوڑنے لگا —— یہ ہے
سامنے میرے گاؤں کا باغ جہاں بہت سے دوستوں کے ساتھ ہم کھیل میں مصروف ہیں
طب الدین ، منیر ، ممتاز ، انعام الحق ، حکیم اللہ ، بدرالزماں ۔ اور بہت سارے دوست
میرے گاؤں کا دینی مدرسہ ہے ۔ سردی کے زمانے میں کھلے آسمان کے نیچے مدرسہ کی
وسری منزل پر ہم قاعدہ بغدادی پڑھی بے قاعدگی سے انگلیاں گھسیٹ رہے ہیں ۔ چھٹی
کا وقت قریب ہے ۔ ہم سب کھیل کی پلاننگ مدرسہ آتے آتے راستے ہی میں بنا چکے ہیں
سب ایک لائن میں کھڑے ہو کر کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں ۔ آوازیں بہت بلند ہیں ، مسرت

اس لئے کہ چند منٹ بعد ہم اس قید سے آزاد ہونے والے ہیں ۔ مولوی صاحب کے ہاتھ
میں بانس کی چھڑی ہے اور ہم اس کی ایک گردش کا انتظار کر رہے ہیں ۔ جب وہ
فرمائیں گے ۔ جاؤ چھٹی ..... کتنی پیاری ہے ان کی یہ بات جس کے ساتھ ہی ایک شور
مسرت بلند ہوتا ہے ۔ اور ہم دوڑ پڑتے ہیں ۔ غایت تعجیل میں ہم نے بعض دفعہ مدرسہ
کی چھت سے نیچے چھلانگ بھی لگائی ہے ۔ جب کہ مشرقی جانب کے صحن میں مدرسہ کی
دیوار سے لگ کر بہت سارا دھان کا پیال رکھا ہوتا ۔ یہ میرے گاؤں کا صاف ستھرا تالاب
ہے ۔ خواجہ صاحب کا تالاب ۔ ہم گاؤں کے بچے اسی تالاب میں تیرنے جاتے ہیں
گاؤں کے مشرق میں یہ تالاب کئی لحاظ سے بہت اہم ہے ۔ قدیم دور کے ایک ولی
اللہ حضرت خواجہ محمود پیر رنگ علیہ الرحمہ کا روضہ ایک چہار دیواری کے اندر موجود ہے ۔
میرے وطن کے تمام لوگوں کو ان سے بے حد عقیدت ہے مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی
خواجہ صاحب کی روحانی کرامت کے قائل ہیں ۔ یہ واقعہ میں نے اپنی دادی مرحومہ سے
سنا ۔ اور گاؤں کے سبھی بوڑھے جوان راوی ہیں کہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب ہندوستان
سے انگریزوں کا تسلط ختم ہونے لگا ۔ اسی دوران ایک دفعہ کچھ شرپسند لوگوں نے مسلمانوں
کی اس بستی کو لوٹنے کا پروگرام بنایا ۔ اور بہت سے اپنے ہم خیالوں کو جمع کر کے حملہ کرنے
کے لئے آگے بڑھے تو گاؤں میں داخل ہونے کے لئے انہیں خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے
روضے کے پاس سے گزرنا تھا ۔ چاندنی رات میں انھوں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب کا احاطہ
سفید پوش نیزہ برداروں سے پر ہے اور روضہ کے احاطہ میں مہوے کے پیڑ کی پتیاں
نہیں ہیں ، ان کی جگہ تلواریں چمک رہی ہیں —— یہ دیکھ کر شرپسندوں کا زہرہ
آب ہوگیا ۔ اور وہ ڈر کر بھاگ گئے ۔ روضے کے تالاب کا پانی نہایت صاف شفاف
اجلا ہے ۔ خواجہ صاحب کے سفید براق لباس کی طرح جس میں بہت سارے لوگوں
نے انہیں دیکھا ہے ۔

خواجہ صاحب کے تالاب پر ہم لوگ کبھی ابا جان کے ساتھ بھی آتے تھے ۔ غسل
کر کے لوٹتے ہوئے وہ پہلے خواجہ صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ۔ اور پھر چلتے ہوئے

دا جان شیخ محمد اسحاق مرحوم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے ۔ اور پھر جب تک
رستان سے نہیں نکلتے قرآن مجید پڑھتے رہتے ۔ یہاں تک کہ سب مدفونین کو ایصالِ
اب کرتے ۔ ابا جان ! جب قبرستان میں داخل ہوتے تو السلام علیکم یا اہل القبور !
تے ۔ ہم پوچھتے ۔ آپ کس کو سلام کرتے ہیں ۔ یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا ۔ فرماتے ۔ بیٹا !
روں میں لیٹے ہوئے لوگ سب کچھ سنتے ہیں ۔ جوتوں کی آہٹ بھی سنتے ہیں ۔ روح کی
قت بے شمار ہے اب اسی قبرستان میں دادا اور دادی جان کے بغل میں ابا مرحوم
افظ محمد رمضان صاحب اور ان کے پہلو میں مرحوم بھائی محمد جان عالم محو خواب ہیں ۔
م کبھی گلی ڈنڈا کھیلتے ہوئے روضہ کی طرف پہنچ جاتے تو دادی جان سمجھاتیں ۔ قبرستان
یل کی جگہ نہیں ہے ـــــ آج بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں آکر تو سارا کھیل ختم ہو جاتا
ہے ۔ یا یوں کہیے کہ یہاں تو سارا کھیل ختم کر کے آیا جاتا ہے ۔

ایک بار ہم لوگ ابا جان کے ہمراہ قبرستان فاتحہ پڑھنے آئے ۔ ایک پختہ قبر
ے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے کہا ۔

فرشِ مخمل پہ جنھیں نیند نہیں آتی تھی
آج وہ خاک کا تکیہ لگائے بیٹھے ہیں

یہ ایک ایسے زمین دار ـــ کی قبر تھی جو اپنے دروازے کے قریب سے گزرنے
والوں کو روک کر انہیں اپنے گھوڑے کو چارہ ڈالنے کا حکم دیتا تھا ۔ اس راستے سے
کوئی شخص گھوڑے [illegible] ادھر ہو کر نہیں گزر سکتا تھا ۔ بلکہ وہاں اترنا ضروری تھا ۔ ٹیکس
وقت پر ادا نہ کرنے والوں کو جوتے لگواتا تھا ۔ خدا رحم فرمائے کہ ان کے وارثین آج
زبوں حالی کا شکار ہیں ۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

یہ گرمیوں کے دن ہیں اور ہم گاؤں سے باہر کھیت کی نرم مٹی میں
بڈی کھیلتے ہیں ۔ تمام کھیلنے والے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ۔ کھیل کا میدان

درمیان میں ایک نشان رکھتا ہے ۔ ایک طرف سے ایک آدمی نکل کر ایک سانس میں سمت مخالفت
کے میدان میں داخل ہوتا ہے اگر وہ کسی کو چھو جائے تو وہ آدمی مرا ہوا کہلاتا ہے ۔ اور اگر مخالفین نے
اسے پکڑ لیا کہ اس کی سانس ٹوٹ گئی تو یہ مرا ہوا کہا جائے گا ۔ شروع شروع میں ہم نہیں سمجھتے تھے کہ ایک
چلتے پھرتے کو لوگ مرا ہوا کیوں کہتے ہیں ۔ بہت زمانہ بعد یہ عقدہ حل ہوا کہ عمل سے تعطل کا دوسرا نام
موت ہے ۔"

درمیانی نشان پر قدم جما کر میں پورا سانس بھر رہا ہوں اور سمت مخالفت کے ایک اچھے"
کھلاڑی پر میری نگاہ ہے ۔ میں اسے چھونا چاہتا ہوں کہ پیچھے سے کسی نے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ـــــ
جھنا کے دار آواز سی ہوئی اور کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا ۔ ڈاکٹر عبد الحکیم طیبی تبسم ریز ہیں ۔ سلام و کلام کے بعد پوچھ
کہاں کھوئے ہوئے ہیں ۔؟ میں بھلا کیا جواب دیتا ۔؟ ڈاکٹر صاحب بھی مالٹا کی فلائٹ پکڑنے کے لیے یہاں
پہونچے ہیں ان سے میری پہلی ملاقات طرابلس کی عالمی کانفرنس میں ہوئی تھی ۔ آپ ان دنوں جنیوا سوئزرلینڈ
سے العروۃ الوثقیٰ نامی سہ ماہی انگلش میگزین نکالتے ہیں ۔ اس سے پہلے اقوام متحدہ میں افغانستان
کے نمائندہ کی حیثیت سے رہ چکے ہیں ، نہایت مخلص ملنسار ، اور اخلاق مند انسان ہیں ۔ افغانی ہیں ۔
اور افغان قوم کی مظلومیت کے احساس سے لبریز جذبۂ جہاد اور حرکت و عمل کی چلتی پھرتی علامت ہیں ۔
رسالہ کا تازہ شمارہ جو لیبیا کانفرنس کے سلسلہ کا اہم رسالہ ہے ۔ اپنے ہاتھ سے میرا نام لکھ کر مجھے دیا
اور دیر تک اظہارِ محبت کرتے رہے ۔ دو بجے ہیں جہاز [illegible] اڑا ۔ اور ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہم
لوگ مالٹا ایئر پورٹ پر اتر رہے تھے مجھے اندیشہ تھا کہ میرے پاسپورٹ پر مالٹا کا ویزا ابھی نہیں ہے ۔ مگر کوئی
دشواری نہیں ہوئی امیگریشن کے پاس ہی کانفرنس میں آنے والوں کا استقبال کرنے کے لئے مالٹا
اسلامک سینٹر کے ذمہ داران موجود تھے ـــــ نہایت سہولت سے باہر نکال کر لبی امریکن کار تک
آئے اور نصف گھنٹہ بعد ہم سب Corinthia Place Hotel San Anton malta. e.c. پہونچ چکے تھے
یورپین طرز کا یہ وسیع و خوبصورت ہوٹل ایک ہفتہ کے لئے اسلامی افکار و نظریات پر گفت و شنید کا مرکز
بنے گا ۔ سامنے گیٹ کے پاس ہی استقبالیہ کے قریب شیخ معشوق زبیدی امین مکتب الدعوۃ موجود تھے
لپک کر آئے اور ہم سب سے باری باری مصافحہ اور عربوں کے طور پر معانقہ کیا ۔ قیام کے لئے کمرہ نمبر [illegible]
مجھے ملا ۔ اور میں وہاں پہونچ گیا ۔ یہ ائر کنڈیشنڈ کمرہ موجودہ مغربی طرز معاشرت کی تمام اشیاء سے مزین ہے ۔

اب تک مجھے کانفرنس کے تفصیلی پروگرام کا کوئی علم نہیں تھا۔ کیونکہ ایجنسی کے ذریعہ
یا ہو اپہلا دعوت نامہ تو مجھے موصول نہیں ہوا۔ اور ٹکٹ کے ہمراہ سید محمد احمد لیبی کا جو خط ملا اس
کا خلاصہ صرف یہ تھا۔

برادرم ــــــ بدر القادری ــــــ تحیہ طیبہ

میں آپکو اطلاع دیتے ہوئے مسرور ہوں کہ منجانب جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ
دعاۃ کی جو کانفرنس مالٹا میں ۱۱/۱۰/۸۲ کو شروع ہو رہی ہے آپ اس کے مدعوین میں ہیں
یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس بارے میں خصوصی دعوت نامہ میں پہلے روانہ کر چکا ہوں۔
میں امید کرتا ہوں کہ تاریخ مذکورہ سے قبل آپ وہاں پہونچ جائیں گے۔

تحیاتی والی لقاء ــــــ وفقکم اللہ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہندوستان میں رہ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کر چکنے والے کسی شخص کے لئے یہ ہوائی سفر کیا
تھکا سکے گا۔ تاہم عشاء اول وقت میں پڑھ کر میں اپنے کمرہ میں آلیٹا۔ نیند بلانے کی بہت کوشش کی
مگر اس کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں۔

کہے یہ کون سرِ شام سونے والوں کو
شبوں کا لطف کبھی جاگ کر بھی آتا ہے

مالٹا کے جدول مواقیت الصلوٰۃ کے مطابق طلوع فجر چار بجکر چالیس منٹ پر تھا۔
کتب بینی اور کچھ دیر اللہ اللہ کرنے کے بعد اول وقت میں فجر پڑھ کر سو گیا۔ اسی وقت بادل گرجنے
بجلی چمکنے کی تیز آوازیں اور بارش کا شور شروع ہوا۔ صبح نو بجے نو مسلم ڈچ محمد رفیق نے جگایا تو
آنکھ کھلی ناشتہ کے لئے سویٹ ہوٹل کے بیٹھک سے گزرتے ہوئے ہم لوگ ناشتہ کی میز تک پہونچے
ڈاکٹر ذکی بدوی مرکزی جامع مسجد لندن کے خطیب مصری مشہور عالم و مفکر ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی
ڈاکٹر یوسف شبلی کینیڈا اسلامک سینٹر کے بانی و امام نوجوان خطیب پروفیسر حماد وغیرہ پہلے ہی سے موجود
تھے یہاں سے فارغ ہو کر ہال کی جانب بڑھے تو معلوم ہوا کہ دعاۃ کرام کو مالٹا کی سیر کرانے کے لئے
بس کا انتظام کیا گیا ہے تھوڑی دیر بعد بس آجائے گی لہذا اب لوگ تیار ہو جائیں۔ واقعی نہایت

کشادہ خوبصورت بس ہے سرخ رنگ کے شیشوں کی چھت، ماڈرن اسٹائل سیٹیں اور کھڑکیاں
سب لوگ بیٹھ کر چل پڑے۔ اونچی نیچی سڑکوں اور شاہراہوں سے گزرتے ہوئے اور قدیم وجدید
عمارتوں کا نظارہ کرتے ہوئے تھوڑی دیر بعد ہم لوگ ایک باغ کے پاس رکے۔ سڑکیں بہت
زیادہ کشادہ نہیں ہیں ہر طرف پتھر ہی پتھر کے جلوے ہیں عمارتیں سڑکیں، دیواریں اور چھتیں سب
پتھروں سے ہی عبارت ہے۔ البتہ سڑک کے درمیانی حصہ میں جابجا کھجور اور ناریل کے درخت
پھلواریاں اور ہندوستان کی طرح کہیں کہیں سرکنڈے کے جھنڈ بڑے سلیقے سے نظر آئے اور بھی
بہت اقسام کے درخت نظر آئے جن میں میں مولسری کی شناخت کر سکا۔ اکثر راستے اور مکانات
انسانوں سے خالی تھے البتہ جا بجا کسی شاپنگ سینٹر کا دروازہ کھلا ہوا تھا جہاں لوگ نظر آئے۔
۳۱۵ مربع کلومیٹر کے اس ملک کی باقاعدہ اپنی حکومت ہے۔ زمین اتنی کہاں وسیع کہ
کاشتکاری ہو سکے مگر قدرت نے یہ شوق بھی انسانی فطرت میں رکھا ہے۔ سو کچھ پھول اور
پھلواریوں کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ اپنے گھروں میں کچھ سبزیاں بھی اگانے کی کوشش کرتے ہیں
اس ملک کی اصل آمدنی کا انحصار وہ سیاح ہیں جو ہر سال یورپین ممالک اور عرب ممالک سے آتے
ہیں ان دنوں میں ہوٹلوں کے کرائے اور اشیاء ضروریہ کا نرخ بالا ہو جاتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے
کہ یہ ملک سال کے بقیہ دنوں میں اپنے مہمانوں کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف رہتا ہے۔
وسیع ایئرپورٹ ہے اور اس ملک کی اپنی ائرلائنز کمپنی اور اپنے بحری جہاز ہیں۔
ہم لوگ بس سے نیچے اترے اور باغ کی روشوں سے گذر کر آگے بڑھے تو ایک قدیم
گرجا کا گیٹ نظر آیا۔ جو ہزار ہا سال پرانا بتایا جاتا ہے۔ اخبار و رسائل سے متعلق لوگوں نے دعاۃ
کی تصویریں بنانی شروع کر دیں۔ بعض مہمانوں نے بھی کیمرہ استعمال کیا۔
مالٹا کی زبان جسے مالٹی کہتے ہیں اس میں ۶۵ فیصد الفاظ عربی کے استعمال ہوتے ہیں
قدیم عمارتوں اور شاہی بنگلوں سے ترکوں کا طرز تعمیر نمایاں ہے۔ مکانوں کی کھڑکیاں بالکل
استنبول کی قدیم عمارتوں جیسی ہیں سڑک کے کنارے کہیں کہیں دور تک محراب نما دیواریں بھی
ترکوں ہی کی یادگار ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ترک دور اقتدار میں عثمانیوں کا پرچم اس جزیرہ پر بھی لہرایا
تھا۔ سڑک کے کنارے ایک بند احاطے کے قریب بھی تھوڑی دیر کے لئے ہماری بس رکی۔ اور بتایا

گیا کہ یہ عثمانیوں کے دور کی مسجد ہے مسجد متعدد و منقش میناروں اور قبوں پر مشتمل ہے مسجد کے علاوہ دیگر عمارتیں غالباً مدرسہ لائبریری یا علماء کی رہائش گاہ ہونگی خود رو پودے اور جھاڑیاں قیام و رکوع و سجود کے مناظر پیش کر رہی ہیں۔ کسے معلوم کہ اس احاطہ کے ذرے ذرے نے کیسے کیسے آفتابوں کے قدم چومے ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح زنگ آلود قفل کھلے اور ہم اندر داخل ہو سکیں مگر معلوم ہوا کہ حکومت نے اسے مقفل کر رکھا ہے۔

سنا ہے کہ بڑے بڑے عرب امراء نے یہاں اپنے مخصوص بنگلے خرید رکھے ہیں مخصوص موسموں میں آتے ہیں اور وقت کا احساس اکثر عیش کی موجوں میں دھو کر چلے جاتے ہیں۔ آنکھیں نم ہو گئیں ——— ہندی نژاد بے ضبط ہو گیا ——— ڈنمارک کے ایک رفیق نے جو برابر کی سیٹ پر بیٹھا تھا دیکھ کر کچھ بھانپ گیا سمجھانے لگا ابھی آپ نے کیا دیکھا ہے، اندلس اور اسپین میں قدم رکھے تو آپ خون کے آنسو روئیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ میں ہندوستانی ہوں اور میرا دامن احساس اپنے اندر ہزاروں جو جھیا رکھتا ہے۔ جہاں، ۷۳ مساجد مشرکین کے ہاتھوں پامال ہو رہی ہیں۔ لیکن کسی پامال خانۂ خدا کے جوار میں وقت کے کسی ——— امیر الملک ——— شہزادہ یا مسلمان رئیس کی عشرت گاہ نہیں ہے اس لئے ہمیں قلق کا جو نشتر یہاں چبھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ہم اس کی ٹیس آپ کو منتقل نہیں کر سکتے

میری آنکھیں پونچھنے والے ذرا دامن بچا۔
آگ کا شعلہ ہیں آنسو، قطرۂ شبنم نہیں

بحر ابیض کی بیقرار موجیں کناروں پر اپنا سر پٹک رہی تھیں۔ احساس زیاں کی حدت میرے سینے کو گرما رہی تھی۔ عثمانیوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس ملک اور جزیرہ کے اندر کئی ایک مساجد بنائی تھیں جن میں ہی ایک بایں احوال خستہ موجود ہے ورنہ اور تمام دوسرے رنگ میں مبدل کر دی گئی ہیں، مقامی لوگوں کی روایت کے مطابق کلیسا میں تبدیلی کر دی گئیں ہیں، عثمانیوں کے بعد انگریزوں کا یہاں تسلط رہا جس کا اثر بھی کہیں کہیں نمایاں ہے۔ عیسائیوں کے پانچ بہت بڑے بڑے کلیسا اب بھی موجود ہیں البتہ وسط ملک میں سبز گنبد اور نہایت بلند مینار کی ایک عالی شان مسجد لیبیا حکومت نے بنوائی ہے جس سے ملحق ایک اسلامک سینٹر اور تعلیمی و تربیتی مدرسہ بھی ہے اس کی بنیاد [illegible] میں

رکھی گئی تھی ——— دور عثمانی کے بعد سب سے پہلی بار اس جزیرہ کی فضاؤں میں تکبیر و رسالت کا غلغلہ اس مسجد کے میناروں سے بلند ہوا، یہ مسجد نہایت مرتفع مقام پر ہے۔ نہایت باوقار اور پرشکوہ لگتی ہے۔ ہم لوگوں نے یہاں پہونچ کر تحیۃ المسجد اور ظہر یہاں کے وقت سے ۱۱ بجکر [illegible] منٹ پر ادا کی۔

پہاڑ کی اونچی نیچی چٹانوں پر بسا ہوا یہ ملک سبزہ زار اور حسین و دلکش ہے۔ ہندوستان کی طرح یہاں کی ڈرائیونگ بھی بائیں جانب کی ہے۔ مجموعی طور پر پورا ملک یکساں تعمیر ہے۔ مکانات اکثر دو منزلہ اور سہ منزلہ ہیں۔ زیادہ اونچے نہیں۔ چلتی ہوئی بس میں کچھ دیر بعد شیخ یوسف شبلی نے نشید اسلامی کا آغاز کیا۔ اور سب لوگوں نے مل کر پڑھنا شروع کیا۔

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع
ایہا المبعوث فینا — جئت بالامر المطاع

یارب وہ زمانہ کیسا مبارک و مسعود تھا جب مدینہ طیبہ کی بستی میں لامکاں کے دولہا کی سواری آ رہی تھی ذرے ذرے سے نور و نکہت پھوٹے پڑ رہے تھے، مخلوقات سماوی زمین کی طرف حریص نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ننھی ننھی پیاری پیاری بچیاں ساری کائنات میں اپنی خوش نصیبی کا اعلان کر رہی تھیں۔ اور اس ذات والا کا استقبال کر رہی تھیں جو احد و صمد کا محبوب اور ساری مخلوقات کا محسن اعظم ہے۔ بس بہت تیز چل رہی ہے۔ میرے مولا وہ خیر القرون ہم سے اتنی جلد دور ہو گیا۔ اور ہم اس دور فتن میں زمین کا بوجھ بنے ہوئے ہیں۔

یا رباہ یا غوثاہ ہم تو یہی جانتے ہیں تیرے آسمان کے سورج کی شعاعیں اپنے وقت تخلیق سے اب تک کچھ کم نہیں ہوئیں تو اس آفتاب روحانیت، آفتاب رسالت، آفتاب نبوت اور رشد و ہدایت کے تاباں سورج کی تابانیاں کیا مدھم ہوں گی جس کے بارے میں خود تو نے ارشاد فرمایا ہے: وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (الضحیٰ ۴) اور آپ کی ہر پچھلی ساعت اگلی سے بہتر ہے۔

ہمارے دلوں میں وہ طلب صادق، وہ حب حقیقی، اور روحوں میں وہ تڑپ پیدا

فرما دے کہ ہم تیرے دین کی حقیقی چاشنی حاصل کر کے فوز و فلاح تک پہونچ سکیں۔ آمین۔

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

بس سے اتر اتر کر کئی بار ہم لوگ عمارتیں باغات اور ساحل سمندر دیکھتے رہے۔ اور یورپین سیاح نیز مقامی باشندے تعجب کے ساتھ ہم لوگوں کو دیکھتے تھے۔ ہمارے قافلہ میں بھی اکثریت فیشن ایبل دعاۃ کی تھی۔ اکثر کے چہروں پر تو بہار و خزاں کی کوئی علامت ہی نہیں۔ کوئی بہت اچھا تو تھوڑی پر ایبل سا چپکا کے مطمئن ہو رہا۔ مسنون شرعی ریش تو جیسے عنقا ہی ٹھہری۔ عمامہ بندوں کو بھی سیر و تفریح کے خیال نے ننگے سر کر دیا۔ اور اب تو سر کا ننگا پن اور اسی طرح نماز پڑھنا بھی گویا کوئی عیب ہی نہیں رہ گیا ہے۔ العیاذ باللہ

شکر و احسان ہے اس مالک بے نیاز کا جس نے ان لعنتوں سے دور رکھ کر حقیقی اسلامی وضع اپنانے کی توفیق جن علماء و بزرگوں کو عطا فرمائی ہیں بھی ان کے کفش برداروں میں بنایا۔

اگرچہ یہ بات بھی سچ ہے کہ۔

لباس پارسائی سے شرافت آ نہیں سکتی
شرافت نفس میں ہو گی تو انساں پارسا ہوگا

مگر سنتِ رسول کو پس پشت ڈال کر یہود و نصاریٰ کی وضع پر فدا کارانہ قربان ہونا اور تقلید فاسد کی تائید میں قرآنی نصوص تلاش کرنا کہاں کا اسلام ہے۔؟ زمانہ میں کفر و طغیانی کی ایسی آندھیاں چل رہی ہیں جن کی زد پر کئی چراغوں کی لویں ڈول رہی ہیں۔ سینے میں ایمان ہو گا تو چہروں پر ایمان کا نور ضرور ظاہر ہو گا۔

مگر سوچئے کا ایک اور رخ بھی ہے کہ خدو خال اسلامی۔ اور اللہ بھاتی وضع قطع تو ہمارے تمہارے اختیار کی چیز ہے انہیں پکڑے رہو۔ مزید غیرت ایمانی بھی جب جوش پر آئے گی تو خدائے مقلب القلوب باطن کو بھی صبغۃ اللہ میں رنگ دے گا ——— ہائے افسوس۔

آندھیوں کی زد پہ آخر آ گئے چہرے کئی
راستوں کی گرد سے دھندلا گئے چہرے کئی

دوپہر کھانے کے وقت سب لوگ ہوٹل پہنچ گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر عصر تک باہم تعارف و تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۱/۱/۸۲ مغرب کی نماز کے بعد کرنتھیا پیلیس کے وسیع ہال میں کانفرنس کے پہلے اجلاس کا افتتاح ہوا۔

الملتقی الاقلیمی الاول للدعاۃ The First Rally of the Islamic
باوربا، وامریکہ وکندا Preachers in Europ & America & Canada۔

سب سے پہلے قاری نے سورۂ فتح کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ اور حسب روایات بلند آواز سے "الفاتحہ" پکار کر سب دعا میں مشغول ہوئے افتتاحی کلمات شیخ معتوق زبیدی نے کہے تمام دعاۃ طلبہ مالٹا حکومت کے وزراء جو حاضر اجلاس تھے سب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ کی جانب سے شیخ المساوی حسن نے اس کے پروگرامات کی مختصر وضاحت کی۔

"جمعیۃ اسی پیغام کو دنیا کے اندر عام کرنا چاہتی ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے۔ حضور کے صحابہ نے جس پیغام کی اشاعت و تبلیغ میں جانوں کی بازیاں لگائیں۔

جمعیۃ کے ارکان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے پوری دنیا میں دعوتِ اسلامی کا دیانت اور سچائی سے کام کرنے والوں کی حمایت کرے۔ اور ممکنہ وسائل کی فراہمی میں تعاون پیش کرے۔"

اس عربی تقریر کا انگلش میں ترجمہ شیخ یوسف شبلی نے کیا۔

اس کے بعد مالٹا میں لیبیا کے سکنڈ سکریٹری کی تقریر ہوئی، انہوں نے لیبین حکومت کی اسلامی خدمات اور مساعی جمیلہ کا ایک مختصر تعارف کرایا۔ انہوں نے کہا:

"ہماری حکومت کی کوشش سے سب سے پہلے لیبیا میں مسلمان اور مسیحی رہنماؤں کے درمیان فروری ۷۶ء میں مذہبی عنوانات پر تبادلۂ خیالات کے لئے ایک وسیع

پروگرام بنایا گیا اور اجلاس منعقد کئے گئے۔ مالٹا میں میلاد مسیح کا اہتمام کیا گیا۔ حکومتی سطح پر ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان اور پر وقار انعقاد ہوتا ہے اور ہماری کوششوں سے اب سینکڑوں سال بعد اس جزیرہ میں اسلام کا نعرہ، نعرۂ تکبیر گونجا ہے۔"

اس کے بعد مالٹا کے بشپ کا اعلان ہوا اور وہ تقریر کے لئے آگے بڑھے ان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

پوپ کرونا: میں ورلڈ چرچ کمیٹی کا ممبر ہونے کی حیثیت سے اس ریلی کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ ہم سب ایک ہی مصدر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک خدا کا یقین کرتے ہیں ہم اور مسلمان یقین کرتے ہیں کہ اللہ ہی زمین و آسمان کا نور ہے۔

ہم آپ لوگوں سے محبت اور سچائی کی تعلیم کی امید رکھتے ہیں ہم آپ کی تعلیمات کا یقین رکھتے ہیں اور مسیحیت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

اس کے بعد مالٹا حکومت کے وزیر صحت و تربیت نے تقریر کی:

مسٹر مروان: آپ کی دعوت محبت اور بھائی چارگی کی دعوت ہے۔ اسلام۔ سراسر سلامتی کا نام ہے۔ یہ سلامتی آج کل کے زمانہ میں ضعیف ہو رہی ہے۔ ہمارے سمندر کا نام بحر ابیض ہے، بحر ابیض کی سطح پر ہم دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ اس کا پانی شہیدوں کے خون سے سرخ ہو گیا ہے (لبنانی شہداء کی طرف اشارہ ہے) میں یہ گذارش کر رہا ہوں کہ آپ لوگ مسلسل جدوجہد کریں اور اس سرخی کو سلامتی سے پاک کر دیں۔"

اسلامک کال سوسائٹی کے جنرل سکریٹری کے بیان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"ہمیں اس حقیقی اسلام کی ضرورت ہے جو شعوب و قبائل کو شیر و شکر کر دے، اخوت و محبت کے پیغام سے دلوں کو نرم کر دے، انسانوں کو انسانوں سے ملا دے اور یہی اسلامی تعلیم کا ثمرہ، سچی تہذیب کی علامت، اور ثقافت کی روح ہے۔ یہ ملک چونکہ یورپ سے بھی قریب ہے اور عرب ممالک سے بھی متعلق ہے اسی لئے یورپ

امریکہ و کنیڈا کے دعاۃ کی ریلی یہاں ہوئی۔ یہ اسی کانفرنس طرابلس کا ایک حصہ ہے جس میں طے کیا گیا تھا۔ پوری دنیا میں اسلام کی تبلیغ اور قرآن و سنت کی تعلیم کو کس طرح عام کیا جائے۔ یہ اس کا عملی اقدام ہے۔ یہ دعاۃ کرام اس کانفرنس میں یورپ کے تمام ممالک امریکہ اور کنیڈا کے حالات، اور ضرورتوں کا جائزہ لے کر یہ طے کریں گے کہ کس ملک میں کن وسائل، اور کس قسم کے افراد کی ضرورت ہے۔ اور حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر اسلام کے پیغام رسانوں میں فکری اور عملی لحاظ سے کیا چیزیں لازمی ہیں۔ اسلام دشمن عناصر کے علاوہ خود مسلمانوں کے اندر وہ کون سی بیماریاں ہیں جن کے علاج کی جانب حکیمانہ توجہ ضروری ہے۔

ہم نے دنیا بھر کے پروگرامات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے یہ سب سے اہم اور ضروری حصہ زمین سے تعلق رکھنے والوں کا اجتماع ہے۔ اس کے بعد دوسرے حصوں کے دعاۃ کی کانفرنسیں ہوں گی۔

اس کے بعد جنرل سکریٹری آف اسلامک کال سوسائٹی نے تمام لوگوں کو رات کے کھانے کی دعوت دی۔ شیخ ابوزید نے آیات قرآنیہ اور فاتحہ کے بعد جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا اور سب لوگ کھانا کھانے کے لئے چل پڑے۔

دوسرا اجلاس ۱۲ مئی ۸۲ء ۹ بجے شروع ہوا۔

ڈاکٹر محمد احمد الشریف:

داعیوں کی ذمہ داریاں ساری کی ساری اہم سے اہم تر ہیں۔ ان میں اہم ترین مدعو سے تعلق اور رابطہ ہے۔ رابطہ کے بغیر کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی راہیں پیدا نہیں کی جا سکتیں۔

جمعیۃ کسی حکومت یا نظریہ کا تسلط نہیں چاہتی۔ بلکہ صرف تبلیغ اسلام کے ذرائع کی فراہمی اور مبلغین کی ضروریات پر بحث کر کے تعاون کرے گی۔ ہمارے عقائد و نظریات بالکل وہی ہیں اور ہونے چاہئیں جو قرآن اور سنت سے ثابت ہیں اس ریلی میں المجلس العالمی کے پانچ ارکان موجود ہیں۔ ان کے علاوہ بھی علماء و مفکرین

تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ سب مل کر لائحۂ عمل طے کریں گے اور تبلیغ و اشاعتِ دین کے کام کو موثر بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

اس اجلاس میں ڈاکٹر ذکی بدوی: نے تقریر شروع کی اور مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والے چند باطل فرقوں کا پردہ فاش کیا۔ جن کی سرگرمیاں ان دنوں یورپین ممالک میں تیز تر ہو رہی ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے مرزائی، قادیانی فرقہ کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا۔ جو پاکستان قادیان میں پیدا ہو کر آج یورپ کے متعدد ممالک میں پھیل گیا ہے۔

اس قسم کے نت نئے فرقوں کی پیدائش کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مثلاً ہندوستان میں انگریزی تسلّط کے خلاف جب جہادِ آزادی کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ اور انگریزوں کو وہاں سے نکالنے کی تحریکیں زور پکڑنے لگیں حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے رفقاء نے جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اس وقت انگریز اپنی پشت پناہی کے لئے اپنے خرچ سے ایسے گروہ کھڑا کر چکا تھا جو نام کے تو مسلمان ہوں مگر مسلمانوں ہی پر بھونکیں۔ یہ اسلام دشمن تحریکوں کی کوششیں ہیں جن کی بنیاد پر اب بھی نت نئے فرقے جنم لیتے رہتے ہیں۔ ترکی میں فرقۂ شہود پیدا ہوا ہے۔ یہ لوگ ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے میں انجیل لے کر چلتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو مانتے ہیں، گھروں میں زبردستی گھس جاتے ہیں۔ اور مزاحمت کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ ہمیں مار ڈالو تو ہم شہید ہوں گے۔

انڈونیشیا میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہاں کے جہلاء کا کہنا ہے کہ ہمیں عرب کے نبی کے لحاظ سے اپنے وطن کا نبی اور پیارا ہے۔ ہالینڈ کے اسلام دشمن اس کی مدد کر رہے ہیں۔ امریکہ کے اندر نیگرو قوم میں ایک شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اپنی جماعت کا نام انصاراللہ رکھا ہے۔ مسلمانوں کے قتل کو ثواب سمجھتا ہے اور من گھڑت توجیہات سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوششیں کر رہا ہے

ایران میں فرقۂ بہائیہ، اور اسی طرح فرقۂ اسماعیلیہ وغیرہ اسلام کے تنِ نازک پر ناسور بن کر ابھر رہے ہیں۔ داعیوں کی ذمہ داریاں یہ بھی ہیں کہ ان کے فتن سے قوم

و ملت کو محفوظ رکھنے کا بھی باقاعدہ جتن کریں ——— باعث تشویش یہ امر ہے کہ یہ فرقے بھی اسلام ہی کے نام پر کام کرتے ہیں ہزاروں مسلمان ان کی مجبوریوں میں جا کر اپنی نمازیں خراب کرتے ہیں۔ مرزائیوں کی پہلی عبادت گاہ (یورپ کے اندر) برلن میں تعمیر ہوئی انہوں نے خود لندن شہر میں ایک بہت بڑی عبادت گاہ بنائی ہے سیتر ایس ہالینڈ میں اور ایک بہت بڑی عبادت گاہ اسپین میں ان لوگوں نے بنائی اور اس کے افتتاح میں سو ملین آدمیوں نے شرکت کی یہ سارے کام سی عیسی خزانے سے ہو رہے ہیں۔ اسرائیل کے قلب میں ان کا اور بہائیوں کا سینٹر ہے جہاں مسلمانوں کا ذبیحہ ہو رہا ہے۔

اسی ضمن میں تجاویز اقتراحات کے دوران ——— شیخ زبیدی نے بتایا۔ مصر کے اندر ایک جامعہ ہے جس میں سالانہ ایک ملین ڈالر کا خرچ ہے۔ اس کا نصف خرچ امریکہ دیتا ہے اور نصف روس دیتا ہے اس کے اندر صرف یہودی پڑھتے پڑھاتے اور لکھتے لکھاتے ہیں۔ اسلامی لٹریچر جس کا کوئی معمولی سے معمولی گوشہ بھی ان کی نگاہ سے مخفی نہیں رہتا۔ وہ اپنی کوشش سے اسلام کے خلاف پوری شد و مد سے کام کرنے میں مصروف ہیں۔

الامان والحفیظ: اسلام دشمن طاقتوں نے دین صادق کو کمزور کرنے کی جو ٹھان رکھی ہے۔ اور اس کے لئے نت نئے ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے ہیں وہ انسانیت کی سطح سے گری ہوئی وہ حرکتیں ہیں جن پر سچائی ماتم کرے۔ بے بنیاد الزامات کی مسلسل تکرار، اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیوں کا سلسلۂ دراز، اور ان کے پروپیگنڈہ کے لئے مال و دولت کا بے انتہا خرچ، یہ سب مسلمان اہلِ ثروت، دولتمند ممالک اور ریاستوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

اہلِ چمن نے جشنِ بہاراں کے نام پر
وہ داستاں سنائی کہ دامن بھگو دیئے

اس کانفرنس میں ڈاکٹر رفعت یونانی، ڈاکٹر شیبی، ڈاکٹر عبدالحمید حبیبی افغانستانی نے

علومات افزا علمی مقالات پیش کیے۔ عربی زبان اور دعاۃ کی ذمہ داریاں۔ مساوات اسلامی
حالات حاضرہ اور اسلام "پر بھی بحثیں رہیں۔ اقتراحات کے دوران صدر قذافی کی کتاب
الاخضر کے بارے میں ایک الجزائری عالم نے بڑی فیصلہ کن بات کی جس کو پسند کیا گیا کہ
کتاب الاخضر نظریہ بے دینی نہیں"۔

اس وقت اس عنوان پر بحث ہو رہی تھی کہ کرنل معمر القذافی نے تیسری دنیا کا نظریہ "دورحکم
شوری بینہم" کی اساس پر نئے ماحول میں اشتراکی قوانین سے استفادہ کرتے ہوئے جو
تاب مرتب کی ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟

مجموعی اعتبار سے اس کانفرنس کے سارے اجلاس نہایت معلومات افزا۔ اور
دعاۃ میں نئے عزم و حوصلے کے محرک ثابت ہوئے۔ ۹ بجے صبح سے اجلاس شروع ہو جاتے
۱ بجے چائے کا وقفہ ہوتا۔ ۱۲½ بجے کھانا اور ظہر کی نماز، پھر تین بجے سے عشار تک اجلاس چلتا
رہتا۔ درمیان میں نماز پڑھ لی جاتی۔ اور چائے نوشی ہو جاتی۔

تمام اجلاس میں مستقل طور پر نگرانی شیخ زبیدی کرتے رہے۔ جناب ڈاکٹر محمد احمد شریف صاحب
بھی وقتاً فوقتاً آجاتے۔ ورنہ اکثر وہ سفرا حضرات اور دیگر حکام و وفود مالٹا سے ملاقات میں مصروف
رہتے۔ جمعیۃ کی کوشش سے مالٹا میں عربی زبان کے ساٹھ مدرسین کام رہے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر ملک کا عام دماغ بڑی طاقتوں کا ترجمان
ہوتا ہے۔ مگر اسلامی تعلیم کا غلبہ اور قرآنی افکار کی عظمت سے متاثر ہو جانے والا دماغ ساری
دنیا کو اسی نورِ حقیقی کی تابانیوں سے منور کرنے کی دھن میں لگ جاتا ہے۔ دنیاوی اصول و ضوابط
ریت کی دیوار جیسے ہیں۔ اور الٰہی قانون پتھر کی لکیر سے زیادہ مستحکم ہے۔ لائق مبارکباد ہیں وہ
نفوس جو دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کو اپنا مشن بنا چکے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو پہچان گئے ہیں

ان کے پیچھے نہ چلو ان کی تمنا نہ کرو
سائے پھر سائے ہیں کچھ دیر میں ڈھل جائیں گے

یورپ امریکہ اور کنیڈا کے تمام علاقوں کے حالات اور ضرورتیں معلوم ہو جانے کے بعد
ایک مجلس عاملہ کا تعین ہو چکا ہے۔ اسلامک کال سوسائٹی دنیا بھر کے تمام ملکوں کے اسلامی

مراکز سے اپنے سفارت خانہ کے ذریعہ تعلق رکھتی ہے۔ لیبی سفراء کی یہ بھی بہت بڑی ذمہ داری
ہوتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کو قریب سے دیکھیں سمجھیں، اور مکمل تعاون کریں۔

۱۵ اکتوبر کی شب میں بعد نماز عشار تمام دعاۃ بیت الجماہیریہ میں مدعو تھے یہ مکتب الشعبی
الیبی کا نام ہے پر تکلف عربی اہتمام کے علاوہ سفیر محترم محمد عقیل صاحب کی شخصیت نے بہت متاثر
کیا۔ آپ اس سے قبل ۵ ممالک میں سفیر رہ چکے ہیں۔ اس کانفرنس کے کئی اجلاس میں آپ نے
بھی شرکت کی اور گفتگو میں حصہ لیا۔ مالٹا کے باشندے ان کی سادگی اور خلوص کے دلدادہ ہیں۔
سفارت خانہ کا پورا عملہ نہایت پُرخلوص اور دیندار ہے۔

۱۶ اکتوبر کا اجلاس مالٹا اسلامک سینٹر کے ہال میں ہوا۔ جمعہ کی نماز میں مسجد بھری ہوئی تھی
وہاں دعاۃ سے شہریوں اور طلبار کا ملاقاتی پروگرام تھا۔ سب نے جمعہ کے بعد وہیں کھانا کھایا
مسجد سے متصل اسلامک سنٹر اور اسکول کی وسیع عمارت ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ دعاۃ کی پوری
کانفرنس اور رہائش کے لئے یہ کرنتھیا ہوٹل سے موزوں جگہ تھی۔

اجلاس کے دوران ہی شیخ زبیدی سے معلوم ہوا کہ امسٹرڈم سے میرے خلاف ایک برقیہ
جنرل سکریٹری کو موصول ہوا ہے۔ میں نے تفتیش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ مخالف گروپ
سے متعلق مسلمانان امسٹرڈم کے چند خطوط، جو سفیر لیبیا بلجیم کے نام تھے، ان کی فوٹو کاپیاں
متعلقہ عملہ کو دے دیں۔

لہولہو مجھے کانٹوں نے کر دیا لیکن۔
یہ کم نہیں کہ میں ہر پھول کی نظر میں رہا۔

کانفرنس میں جن باتوں پر سب سے زیادہ زور دیا گیا۔ وہ قرآن اور زبانِ
قرآن کی تعلیم ہے۔ اس پر کافی سرمایہ وقت اور محنت خرچ کرنے کا پروگرام ہے۔
کہاں کہاں دعاۃ کی ضرورت ہے۔ کہاں مساجد و مراکز کی حاجت ہے، اور کس
جگہ کن وسائل کی فراہمی لازمی ہے۔ ان کے لئے لائحہ عمل طے ہوا۔

دعا ہے کہ مولائے عزوجل اخلاص وللّٰہیت سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور
قرآن وسنت کی روشنی دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسلامی دعاۃ کے سینوں

و مشکوٰۃ نبوت سے فیضان و عرفانِ حق کی دولت موہبت فرمائے۔ آمین۔

طولِ شب فراق سے گھبرا نہ جا جگر ∴ ایسی بھی کوئی شب ہے کہ جس کی سحر نہ ہو

ائر مالٹا AIR. MALTA فلائٹ نمبر M۱۲۶ کی سیٹ نمبر ۱۷ پر بیٹھا زمین سے بلند ہُوا
نیچے کئی ایک اور جزیرے نظر آئے پھر نیلے سمندر پر بادل کے مرغولے دکھائی دیتے رہے
شمال اٹلی سے ہوتے ہوئے سوئٹزرلینڈ کی فضاؤں میں پہونچے تو کالے کالے پہاڑوں کے
سرے پر سفید برف کی کلاہیں دکھائی دینے لگیں۔ بلجیم عبور کرنے کے بعد ہالینڈ کی سرحد میں داخل
ہوئے۔ تین گھنٹہ کی پرواز کے بعد امسٹرڈم اسچپول ایرپورٹ پر اترے تو سردی کا
احساس ہوا۔ مالٹا کے ۲۶ ڈگری سے نکل کر ۱۲ ڈگری میں پہونچ گئے۔ اس طرح یہ ایک علمی
اور تجرباتی سفر تمام ہوا ——— فالحمد للہ رب العالمین

سفرنامہ مالٹا

(۲۸ راپریل ۱۹۹۰ء تا ۸ مئی ۱۹۹۰ء)

نہ وہ روِش ہے گلوں کی نہ وہ چمن باقی
ہے گل کدے کی جگہ میرے ایک بن باقی
یہاں سے گزرا تھا اک کاروانِ حُسن کبھی
فضاؤں میں ہے ابھی بُوئے پیرہن باقی
خطا ضرور کوئی اہلِ کارواں سے ہوئی
کہ وہ تو محو ہوئے اور ہیں راہزن باقی
جو ہمسفر تھے یہاں سب نے ساتھ چھوڑ دیا
برائے نوحہ رہا بدرِ خستہ تن باقی

زبان عربی ہمارے ایمان اور عقیدہ کی زبان ہے، وحیِ الٰہی قرآن مجید اور فرامینِ رسالت پناہی احادیثِ نبوی (علیٰ صاحبہا الف صلوٰت) اس زبان کی عظمت پر دلیل ہیں ـــــ زمانے کے حالات نہایت سرعت سے بدل رہے ہیں ـــــ اسی لحاظ سے عصرِ جدید کے تقاضے بھی تبدیل ہو رہے ہیں۔ زعمائے عرب اور علمائے کرام مسلمان نسلوں کی تعلیم و تربیت میں بھی نہایت عمیق نظر رکھتے ہیں اور نئی دنیا کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ اسلوبِ تدریس اور تعلیم و تعلم کی مختلف جہتوں پر گہرائی اور گیرائی سے کام کر رہے ہیں۔

اس باب میں یہ ایک نہایت حساس سوال تھا کہ وہ مسلمان جو عرب ممالک یا مسلم معاشرے والے ملکوں سے ترکِ وطن کر کے یورپ اور دوسرے خالص غیر مسلم اور لادینی ملکوں میں آباد ہیں،

اُن کی اسلامی دینی اور مذہبی نگہداشت کیسے کی جائے اس ضرورت کی اہمیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے یورپ میں آباد عرب ممالک کے مہاجرین کو تعلیم دینے والے معلمین و مدرسین کی تربیت کے لئے المنظمة الاسلامية للتربية والعلوم والثقافة (ISESCO۔ جو عالم عرب کی مشہور تنظیم ہے کئی سال سے جد و جہد کر رہی ہے ـــــ جس تنظیم کا مرکزی دفتر المغرب (MAROCC) کے شہر رباط میں ہے۔ اور یہ انہیں دیگر ممالک میں کام کرتی ہیں) نے مالٹا میں ایک اجتماع منعقد کیا۔

رمضان المبارک کی ۲۳ تاریخ کو مجھے المرکز للدعوۃ کی ہالینڈ برانچ سے ایسیکو کے ذریعہ مالٹا میں منعقد ہونے والے تربیتی اجتماع کی اطلاع ملی ـــــ شیخ یونس عبد اللہ نے بتایا کہ مالٹا سے موصول ہونے والے ٹیلکس سے عربی زبان کے مدرسین کی تربیتی کانفرنس کا مقام تو واضح ہے مگر کانفرنس کب سے کب تک ہوگی یہ صاف معلوم نہ ہو سکا۔

اس کے چند روز بعد مالٹا اسلامک سینٹر کے مدیر ڈاکٹر خالد نے اس ندوہ کی خبر سے نوازا اور معاً بعد ایسیکو کے المدیر العام المساعد فی التربیة، احمد علی دیاؤ کا دعوت نامہ راقم الحروف کے نام دستیاب ہوا۔

بہت دنوں سے تمہیں دیکھنے کی خواہش تھی   یہ بات دل کی ہے لب پر مگر نہیں آتی

دعوت نامہ سے معلوم ہوا کہ یہ اجتماع جمعية الدعوة الاسلامية کے تعاون سے مالٹا اسلامک سینٹر" میں ۳۰ر اپریل سے شروع ہو کر ۶ مئی ۱۹۹۰ء تک رہے گا۔

اپنے لہو سے پھول کھلانے کے واسطے
ہر مقتلِ وفا میں پکارا گیا ہوں میں

ہفتہ شنبہ ۲۶ر اپریل کو پورے یورپ میں عید الفطر ہوئی" دوسرے روز جمعہ تھا۔ جماعت اہل سنّت نیدرلینڈ کے احباب کے ہمراہ میں بھی عید کی ضیافتوں میں مشغول تھا ـــــ نماز مغرب مرکز میں پڑھا کر غریب کدہ پہونچا تو معلوم ہوا کہ مالٹا کانفرنس چہار شنبہ ۳۰ر اپریل ۱۹۹۰ء سے شروع ہوگی۔ اور ۳۰ر اپریل کے علاوہ مالٹا کے لئے ڈائریکٹ کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ اس لئے ۳۰ر اپریل یعنی دو شنبہ کو ہی روانگی ہونی چاہیئے ـــــ بہر حال نماز عشاء کے بعد عثمان علی بوتلا سلوٹ نے ٹکٹ کی فراہمی میں دوڑ لگائی ـــــ اور صبح ناشتہ کے بعد میں سفر کی نیت سے نکل پڑا۔

KLM. R. DUTCH AIRLINES. فلائٹ نمبر 277 کے ذریعہ ایک بج کر پینتالیس منٹ پر پرواز کرنا تھا ـــــ احباب کے ہمراہ ائرپورٹ پہونچا۔ بلجیم برسلز کے معمر داعی الاستاذ ابراہیم یلدرم" اور مرکز الدعوۃ اور یخت کے نائب امام الاستاذ احمد انس الازہری بھی اسی جہاز سے جانے کے لئے تشریف لائے۔ ،، سالہ بزرگ ترک نژاد عالم ابراہیم یلدرم کو بالاتفاق ہم نے فوراً اپنا امیر بنا لیا۔ اور سامان کیبن میں بھجوا کر بورڈنگ کارڈز ہاتھوں میں لئے، امیگریشن سے گذر کر وقت معینہ پر جہاز میں سوار ہوئے ـــــ مجھے بیٹھنے کے لئے سیٹ نمبر 9B ملی۔ اور تین گھنٹے پہلے ہی ہم لوگ مالٹا جا پہونچے۔

مجھے غلش سے نہ دیکھو، میں اجنبی تو نہیں
تمہارے شہر میں پہلے بھی آ چکا ہوں میں

مالٹا اور اس کی تاریخ

حکومت مالٹا تین جزیروں پر مشتمل ہے، مالٹا، گوزو اور کومنو۔ یہ جزیرے دیگرہ روم، بحر متوسط کے بیچ یورپ اور افریقہ کے مابین واقع ہیں جزیرہ مالٹا ۳۱۵ مربع کلو میٹر پر محتوی ہے، سمندر کے وسیع و عریض دامن پر اس کی حیثیت بایک نقطہ

سے فروں نہیں۔ مالٹا جبل الطارق اور سویز کے تقریباً وسط میں ہے۔ جزیرہ صقلیہ اس سے ۹۰ کلو میٹر کے فاصلے پر موجود ہے ـــــ اور ملک تیونس کا کنارا مالٹا سے ۲۰۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے ـــــ مالٹا کے تعلقات اپنے تمام پڑوسی ممالک سے نہایت خوشگوار ہیں۔ لیبیا کی حکومت سے مالٹا کے گہرے روابط ہیں۔ مالٹی باشندے امریکہ، کینیڈا، انگلینڈ اور اٹلی ہی کی طرح لیبیا میں بھی ملازمت کرتے ہیں ـــــ لیبیا سے مالٹا روزانہ بحری جہاز چلتے ہیں جو گھنٹہ میں یہاں سے وہاں پہونچ جاتے ہیں۔

اسلام کی قرن اول کی تاریخوں میں مالٹا کا عام طور سے ذکر نہیں پایا جاتا۔ جس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس جزیرہ کی اس دور میں الگ سے کوئی حیثیت نہیں تھی، لہٰذا اس کا ذکر صقلیہ کے تابع کر دیا گیا ہوگا۔

مالٹا کا موسم معتدل گرم خشک ہے ـــــ اسی لئے ممالک عرب، یورپ امریکہ اور آسٹریلیا کے سیاح مالٹا تبدیلی آب و ہوا کے لئے بہت آتے ہیں۔

موجودہ حکومت مالٹا کا صدر مقام ولیتہ (VALLETTA) ہے۔ ولیتہ قدیم آبادی اور بلند و بالا عمارتوں کا شہر ہے۔ راستے پتلے اور تنگ ہیں۔ ولیتہ کی مشہور سڑکوں پر بڑی رونق رہتی ہے۔ عام طور پر شراب و شباب کے دیوانوں سے شاہراہیں بھری رہتی ہیں۔ شارع الجمہوریہ ولیتہ کی اہم شاہراہ ہے۔ اسی روڈ پر اہم تجارتی مراکز، ائر لائنز کے دفاتر، بینک، ثقافتی سینٹرس، سینما گھر واقع ہیں سرکاری عمارتوں اور مذہبی و سماجی بلڈنگوں پر رنگ برنگے جھنڈے لہراتے نظر آتے ہیں۔

ولیتہ صرف اپنے شہر کے لئے نہیں بلکہ مجموعۂ جزائر میں نہایت اہم بحری فوجی قوت رکھتا ہے۔ مالٹا پہاڑی علاقہ ہے جہاں پتھریلے چونے کی چٹانیں پائی جاتی ہیں۔ یہ چٹانیں جنوبی ساحل سے اٹھتی ہیں۔ اور بلند ہوتے ہوئے بعض حصوں میں ۴۰۰ فٹ تک چلی جاتی ہیں ـــــ جزیرہ بھر میں عمودی نشیبوں کی کثرت ہے۔ اہل مالٹا چونے کی بڑی بڑی اینٹیں ڈھال کر مکانات کی تعمیر میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ اینٹیں زردی مائل ہوتی ہیں۔

مالٹا کے زیر زمین میٹھے پانی کا وافر ذخیرہ موجود ہے جو آبادی کی جملہ ضروریات کے لئے کافی ہے۔

نوٹ: اس مختصر سفر نامہ میں مالٹا کی تاریخی اور اسلامی حیثیت اجاگر کرنے کی تحریک ـ دشمنانِ اسلام کی وہ منصوبہ ساز مساعی ہیں جن کے تحت خود مسلمان بھی اپنی تاریخ کے ان روشن اوراق سے نابلد ہوتے جا رہے ہیں۔ (اب)

بارش سردی کے موسم میں ہوتی ہے ـــــ سالانہ بارش کا اوسط ۱۸ انچ کے قریب ہے ـــــ موسم گرما میں مالٹا صحرا کی جانب سے آنے والی گرم ہوا کے اثر سے گرم ہو جاتا ہے ـــــ اس وقت کی گرمی ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ زمین کی اوپری چونے دار سطح کو قابلِ کاشت بنانے کے لئے اہل مالٹا پوری کوششیں کرتے ہیں۔ یہاں گندم، جو، آلو، پیاز اور مونگ پھلی کی پیداوار ہوتی ہے ـــــ یہاں کے باشندوں کو زراعت اور مویشی پالنے کا شوق شروع سے رہا ـــــ مگر اقتصاد و معاشں کے نئے رجحان نے لوگوں کو دیگر ملکوں میں ملازمت پر اکسایا۔ مالٹا کے اکثر باشندے امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور عرب ممالک میں ملازمت کرتے ہیں۔ بحیرہ روم کے اطراف کے سبھی ممالک میں اہل مالٹا پھیلے ہوئے ہیں ـــــ بہتیرے آسٹریلیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مستقل بود و باش اختیار کر چکے ہیں۔

مالٹا میں تعلیم کا معیار بہت بلند ہے ـ ولیتہ میں یونیورسٹی ہے۔

قدیم مالٹا کے آباد کار

مالٹا کے جزائر میں قدیم کھنڈرات کی بہتات ہے۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ متعدد قدیم قومیں یہاں بود و باش اختیار کر چکی ہیں ـــــ اور انھوں نے اس کی تعمیر و ترقی میں مساعی کی ہیں ـ آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں آبادی دسویں صدی قبل مسیح میں ہو چکی تھی ـــــ اور اہل فونیقیہ نے یہاں مکانات بنا کر رہائش اختیار کر لی تھی ـ اسی طرح اہل قرطاجنہ چھٹی صدی قبل از مسیح میں یہاں برسرِ اقتدار رہے۔ اور اہل روما نے ۲۱۸ ق م میں اسے فتح کیا۔ اور پھر بعد کی دس صدیوں تک اہل روما اور اہل یونان یہاں حکومت کرتے رہے ـــــ بیزنطینی دور میں افریقہ کے بربر مجاہدین نے صقلیہ اور مالٹا میں اسلامی حکومت قائم کی جس کا ذکر ہم الگ کریں گے۔

مسلمانوں سے مالٹا، صقلیہ کے نارمن باشندوں نے ۱۰۹۰ء میں لے لیا۔

۱۵۳۰ء میں چارلس پنجم نے جزیرہ مالٹا مسیحیوں کے ان جنگجوؤں کو دے دیا جنہیں ترکوں نے روڈس سے نکال دیا تھا ـــــ ان لوگوں کے زمانے میں مالٹا نے ایک اہم فوجی مورچہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ ۱۵۶۵ء میں ترکوں نے اس جزیرہ پر ایک زبردست اور طویل محاصرہ کیا مگر انہیں ناکام لوٹنا پڑا۔ اس خوشی میں گرانڈ ماسٹر نے نیا پایہ تخت ولیتہ کو بنایا۔

۱۷۹۸ء میں نپولین نے مصر جاتے ہوئے مالٹا کو فتح کر لیا۔ مگر کچھ ہی روز بعد مالٹا کے باشندوں

نے فرانسیسیوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔

ولیم ایل لینگر لکھتا ہے۔

نپولین پینتیس ہزار فوجیوں کے ہمراہ جب طولون سے مصر کی جانب روانہ ہوا تو ۔ ۱۲ جون ۱۷۹۸ء کو اچانک مالٹا پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ (ج ۲ ص ۴۳۶)

اس کے بعد ۱۸۰۲ء میں یورپ اور برطانیہ سے گفت و شنید اور صلح صفائی کے نتیجہ میں یورپ بھر میں جنگِ عظیم کے بعد امن کی صورت ظاہر ہوئی۔ اور فرانس سے برطانیہ یا اس کے حلیفوں کے جو علاقے فتح کئے تھے، واپس کر دیئے...... اسی موقع پر فرانس نے سات یونانی جزیروں کی جمہوریت بھی تسلیم کی، اور جزیرہ مالٹا ان جنگ جوؤں کے حوالے کر دیا، جو صلیبی جنگوں کے زمانے سے وہاں بیٹھے تھے۔ (ج ۲ ص ۴۵۳)

فرانسیسیوں سے نجات پانے کے دو سال بعد ہی انگریزوں نے مالٹا پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۱۴ء میں انگلینڈ نے معاہدہ پیرس کی رو سے مالٹا کا اپنی حکومت کے ساتھ الحاق کر لیا اور ۱۹۲۱ء میں یہاں ایک باقاعدہ حکومت قائم کر دی۔ ۱۹۳۹ء میں مقامی حکومت کو بعض اختیارات سونپے گئے اور ۱۹۴۷ء میں ان اختیارات کے اندر مزید توسیع دی گئی۔

مالٹا نے ۲۱ ستمبر ۱۹۶۴ء کو خود مختاری حاصل کی — اور ستمبر ۱۹۶۴ء میں ملک کے اندر جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ مالٹا سے دوسرے ممالک ایکسپورٹ ہونے والی اشیا درج ذیل ہیں۔

آلو، پیاز، شراب اور کھالیں۔

۲۱ ستمبر ۱۹۶۴ء کو مالٹا کو برطانوی قبضہ سے آزادی نصیب ہوئی اور وہ ایک آزاد ریاست قرار پایا۔

مجاہدینِ آزادی کا قیدخانہ

انگریزوں نے اپنے اقتدار کے زمانے میں مالٹا کو اپنے مقبوضہ ممالک کے اہم سیاسی رہنماؤں کے قیدخانہ کے طور پر بھی استعمال کیا۔ چنانچہ ہندوستان سے آزادیٔ ہند کے مجاہدین میں سے بہتوں کو مالٹا میں مقید کیا گیا — مالٹا کی اسیری برداشت کرنے والے اکثر مجاہدین تو آج سے بہت پہلے ہی قید

حیات سے بھی آزاد ہو چکے ہیں — اس کارواں کا ایک مسافر کاکا خیل میں باقی تھا سو وہ بھی ۱۹۸۹ء کے اواخر میں عالمِ بقا کی وسیع فضاؤں میں جا پہونچا۔

ہندوستان ہی کی طرح دیگر انگریزی کالونیوں کے لیڈروں کو بھی مالٹا میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

پروفیسر ولیم ایل لنگر نے مصر کے تذکرے میں لکھا ہے

"مصر کے قوم پروروں نے سعد زغلول کی سرکردگی میں آزادی کے لئے جد و جہد شروع کر دی اور فیصلہ کیا کہ وہ پیرس جائیں گے۔ جہاں جنگِ یورپ کے بعد صلح کی کانفرنس ہو رہی تھی اور وہاں آزادی کا مطالبہ پیش کریں گے۔ حکومت نے سعد زغلول اور دوسرے قوم پرور لیڈروں کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا — یہ واقعہ ۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو ہوا، تاکہ وہ صلح کانفرنس میں نہ جا سکیں۔" (ج ۲ ص ۲۵۵)

اس بار کے سفر مالٹا کے دوران ہم نے اس ویران جیل خانہ کی اونچی نیچی دیواروں اور وحشت زدہ حصوں کو دیکھا جو زبانِ حال سے مرثیۂ عبرت پڑھ رہے تھے۔

احمد فارس یوسف

احمد فارس یوسف (۱۸۰۴ء تا ۱۸۸۷ء) لبنانی ادیب، عربی زبان کا بہترین صحافی لبنان کے مقام عشقوت میں پیدا ہوا، اور استنبول (ترکی) میں وفات پائی، مدرسہ عین ورقہ میں تعلیم حاصل کی، مصر اور مالٹا کا سفر کیا — اور مالٹا میں کافی عرصہ قیام پذیر رہا — "الجوائب" نامی اخبار جاری کیا — اور کئی اہم کتابیں تصنیف کیں — عربی زبان و ادب پر عظیم دسترس رکھتا تھا بالخصوص آسان اسلوب انشاء میں اس نے کامل دستگاہ حاصل کی۔ "الجاسوس علی القاموس" اس کی یادگار تصنیف ہے — اس نے مالٹا کی اسلامی تاریخ پر بھی ایک کتاب تحریر کی تھی۔ ہمیں الاستاذ خالد محمد الصدیق السوکنی (مدیر مسئول جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ ـ فرع مالطا) نے بتایا کہ وہ کتاب عنقریب "الدعوۃ" کے اہتمام سے طبع ہونے والی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ مالٹا کے مسلمانوں کی تاریخ پر روشنی پڑے گی۔

کچھ دیر قرونِ اولیٰ کی فضاؤں میں

سفرِ مالٹا سے پہلے آیئے ہم اور آپ تھوڑی دیر اسلامی دورِ اقتدار کی ان فضاؤں میں ہو لیں جب بحر و بر پر اسلام اور مسلمان چھائے ہوئے تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے سلاطین اغالبہ

میں سے ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ والی صقلیہ نے مالٹا پر حملہ کر کے اسے اسلامی سلطنت میں داخل کرنے کی سعی کی۔ ویسے تو بحر روم کے بعض جزیروں پر قرن اول ہی میں اسلامی علم لہرایا جا چکا تھا۔ افریقہ اور صقلیہ کے درمیان جزیرہ قوصرہ کے بارے میں مورخین کا بیان ہے کہ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی میں مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ اور اس پر خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور تک مسلمان حکومت کرتے رہے تھے۔ (معجم البلدان ج ۴، ص ۲۰۳)

عربوں کی تاریخ جہاز رانی' اور بحری اسفار کی عبارت کے واقفین پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ انھوں نے ظہور اسلام سے پیشتر سطح سمندر کو بازیچۂ اطفال کی طرح روند ڈالا تھا — دنیا کے دیگر اطراف وجوانب کی طرح افریقی سواحل بھی عربوں کی جہاز رانی کا میدان تھے۔ عرب جہازراں عدن سے بحر عرب کے کنارے سفر کرتے ہوئے بحر احمر میں داخل ہوتے تھے — اور بحر احمر سے افریقہ کے حبشی سواحل تک رسائی حاصل کرتے تھے — موزنبق اور اریٹریا (جو موجودہ اٹلی کا حصہ ہے) پہونچ کر کاروبار کرتے تھے اور زیلع کے بندرگاہ سے مال و منال لے کر حجاز اور یمن آتے تھے۔

(اصطخری لیڈن۔ ص ۱۳۶)

عرب جہازراں سیراف اور عمان سے حبشہ، زیلع، میذاب، سواکن، زنجبار برابر ہو کر مدغاسکر جاتے تھے۔ یہ لوگ حبش کے ساحلی علاقہ سے عنبر لایا کرتے تھے۔ اور بربرا سے سونے کی تجارت کرتے تھے۔ چوتھی صدی کی ابتداء میں مدغاسکر کے اندر عربوں کی نوآبادیاں قائم تھیں۔ انہی ساحلوں پر پرتگالی جہازرانوں اور واسکوڈی گاما کی ملاقات عرب جہازرانوں سے ہوئی اور انہوں نے اسے ہندوستان کا سراغ بتایا تھا۔

مسلمان اور بحریات

اسلام کے دامن میں آنے کے بعد عربوں کا جذبہ جہاد اور اسلامی تبلیغ واشاعت کا شوق بحری سفروں کا مزید محرک ہوا — اور انھوں نے ہر ممکن ذرائع سے اسلام کے پیغام سرمدی کو دنیا کے کونوں تک پہونچانے کا عمل شروع کیا — یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ دور عباسی میں مسلمانوں کے اقتدار کا پرچم بحر روم کے اندر شام کے کناروں سے لے کر شمالی افریقہ میں جبل الطارق تک لہرایا تھا — بحر روم رومی فوجوں کی بہت بڑی جولانگاہ تھی جس میں وہ کسی کو حصہ دار بنانا کب گوارا کر سکتے تھے —

مگر مجاہدین اسلام نے جب روم کی حکومت کے خلاف جہاد کے لئے کمر ہمت باندھی تو خشکیوں کی طرح سمندر کی سطح پر بھی مقابلے ہوئے — رومیوں کی بحری قوت اس دور کے لحاظ سے نہایت مضبوط تھی — اس کے مقابلے کا خیال کر کے بنو امیہ نے شام کے ساحل پر "صور" میں بحری جہاز سازی کا کارخانہ قائم کیا تھا۔ بنو عباس نے اسے سنہ ۲۴۶ھ میں صور سے عکا منتقل کر لیا۔ اور تمام سمندری ساحل کے علاقوں کا از سر نو بندوبست کیا۔ (بلاذری لیڈن۔ ص: ۱۱۸)

عرصہ دراز تک بحر روم میں رومی یونانیوں اور مسلمانوں کے مقابلے ہوتے رہے۔ مگر عربوں نے جوں جوں اپنی فتوحات کے دائرے وسیع کئے رومی سمٹنے لگے، اور رفتہ رفتہ مسلمان سسلی (صقلیہ) مصر و شام وغیرہ سواحل پر چھا گئے — مسلمانوں نے کئی اہم بندرگاہیں بنائیں۔ جہاز سازی کے کارخانے اور جہاز رانی سے متعلق تمام علوم و فنون پر گرانمایہ کارنامے انجام دیئے۔ بحر روم کے ساحلوں پر پہاڑ کھود کر مسلمانوں نے اتنی بڑی گودی بنائی جس میں دو سو جنگی جہاز محفوظ کھڑے رہ سکیں — ان جہازوں کا نام "شینی" تھا ہر ایک جہاز چلانے میں ۱۴۵ ڈانڈے استعمال ہوتے تھے۔ سسلی میں مسلمانوں نے جہاز سازی کا بہت بڑا کارخانہ "دار الصناعۃ" بنایا تھا اور عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کی تھی۔ (نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۲۷ صفۃ ایطالیا)

قدیم مسلم مورخین میں اصطخری کا نام مسلم ہے۔ اس کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کے درمیان زمانہ ہے۔ اس نے بحر روم میں اندلس اور سسلی تک کا خود سفر بھی کیا تھا — اس نے بحر روم میں مسلمانوں سے رومیوں کی مقابلہ آرائی کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے۔

"(بحر روم) کے دونوں طرف برابر برابر متواتر آبادیاں ہیں…… اس میں رومیوں اور مسلمانوں کے جہازوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ ہر فریق ایک جانب سے دوسری جانب تک سفر کرتا ہے — اور اکثر دونوں کے فوجی جہازوں کی مڈبھیڑ ہوتی رہتی ہے۔ اور ہر فریق کے سو سو، بلکہ اس سے بھی زیادہ جہاز اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور سطح سمندر پر جنگ چھڑ جاتی ہے" (اصطخری: ص: ۷۱)

ابن خلدون بحر روم میں مسلمانوں کی بحری مساعی کا حال لکھتا ہے۔

"عربوں نے بحری جہاد کے شوق میں، تجارتی اور جنگی جہاز بنوائے۔ جنگی بیڑوں کو

فوجوں اور آلاتِ حرب سے آراستہ کیا۔ فوجوں کو سمندروں کی پشت پر سوار
کیا۔ اور انہیں بحرروم میں افرنگی سواحل پر جہاد کے لئے بھیجا۔ اور اس غرض کے لئے
انھوں نے اُن مقامات کو منتخب کیا جو سمندر کے کنارے تھے۔ جیسے شام،
افریقہ، مراکش اور اندلس، خلیفہ عبدالملک نے حسان بن نعمان والی افریقہ کو
حکم دیا کہ ٹونس میں بحری آلات کے لئے دارالصناعہ قائم کرے۔ چنانچہ یہیں سے
سسلی پر زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب کے زمانے میں حملہ ہوا۔ اور وہ فتح ہوا۔
اور قوصرہ پر قبضہ کیا ...... اس کے بعد افریقہ اور اندلس کے جنگی بیڑے جلیدین
اور اموئین کی سلطنتوں میں یکے بعد دیگرے مقابل کے سواحل پر حملے کرتے رہتے
تھے۔ عبدالرحمٰن بن ناصر کے زمانے میں اندلس کے بیڑے میں تقریباً دو سو جہاز تھے
اور اسی کے قریب قریب افریقہ کے جہازوں کی تعداد تھی۔ ....
مسلمان اپنے عہد ترقی میں بحرروم پر کئی جانب سے قابض تھے، اور ان کے مقابلہ
میں مسیحیوں کے بیڑوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ہر جگہ بحری فتوحات
حاصل کیں اور سمندر کے اکثر جزیروں کے بادشاہ ہو گئے۔ جیسے میورقہ، منورقہ،
یابسہ، سردانیہ، صقلیہ، قوصرہ، مالٹا، کریٹ، سائپرس، اور دیگر رومی اور فرنگی
ممالک۔"

بحرروم کا فاتح

تاریخ صقلیہ و مالٹا کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ والی صقلیہ محمد بن
عبداللہ صقلیہ میں قبائل کی باہمی کشمکش کی وجہ سے سبکدوش ہو جاتا
ہے اور اس کی جگہ صقلیہ کی ولایت اس کے بھائی ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ کے حصہ میں
آئی ہے ـــــ یہی وہ جانباز اسلامی سپاہی ہے جس نے مالٹا پر اسلامی پرچم لہرایا اور و ... ا
کے فینیقی نژاد باشندوں کو اسلامی اخلاق و رواداری کے جلوے دکھائے۔

اسلامی رخ سے بحرروم اور اس کے نواحی علاقوں اور جزیروں کے لئے $\frac{۲۲۱ھ}{۸۳۵ء}$ بڑا ہی
تاریخی سال ہے۔ جب ابوالاغلب ماہ رمضان المبارک میں افریقہ سے صقلیہ کی امارت سنبھالنے
کے لئے روانہ ہوا۔ عجیب اتفاق ہے کہ اسے اثنائے سفر دو اہم مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ اولین

پریشانی تو یہ لاحق ہوئی کہ وہ اپنے بیڑوں سمیت صقلیہ کی جانب محوِ سفر تھا اسی دوران شدید سمندری طوفان
رونما ہوا۔ اور ابوالاغلب جس جہاز میں سوار تھا سمندر کی دیو ہیکل موجوں نے اس جہاز کے پرخچے اڑا دیئے
لیکن تائید ایزدی کام آئی اور خاندان اغالبہ جس کی سمندری حادثات کے تجربات ہی میں پرورش
ہوئی تھی۔ اس آفت سے نجات پائی۔ ابوالاغلب اور اس کے ہمسفروں نے حکمت عملی سے کام لیا۔
اور دوسرے جہاز میں جو ہمراہ ہی چل رہا تھا، منتقل ہو کر اپنا سفر جاری رکھا ـــــــــ دوسری
آفت ناگہانی یہ پیش آئی کہ رومی لٹیرے جو غالباً مسلمانوں کی تاک ہی میں تھے انہوں نے ابوالاغلب
کے بیڑوں پر ہلہ بول دیا۔ ان سمندری قزاقوں نے مسلمانوں کے کئی جہازوں میں آگ لگا دی۔ اور چاروں طرف
سے گھیرے میں لے کر ابوالاغلب اور اس کے ہمسفر مسلمانوں کا کام تمام کرنا چاہا۔ مگر مسلمانوں نے نہایت
بے جگری سے مقابلہ کرتے ہوئے قزاقوں کا حصار توڑ دیا۔ اور بالآخر انھیں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اگرچہ
ابوالاغلب کے کئی جہاز جل کر راکھ ہو گئے مگر مسلمان بحری افسر محمد بن سندی نے رومیوں کا کامیاب
تعاقب کیا مگر شام کی سیاہی غالب آئی اور قزاقوں نے رات کے اندھیرے میں اپنے سیاہ چہرے
چھپالئے اور والی صقلیہ بخیر و عافیت دارالحکومت پہونچا ـــــ رومی قزاقوں کی اس دیدہ دلیری کا ابوالاغلب
کے ذہن پر بہت اثر پڑا ـــــ اور اس نے خیال کیا کہ بحرروم کی سطح کو ان لٹیروں سے پاک کئے بغیر
اس سمندر میں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا ـــــ اس کے بعد وہ تمام جزیرے اور ٹھکانے جو ان
رومی لٹیروں کے مرکز تھے ان پر قبضہ کر کے فساد کی جڑیں اکھیڑنے کی کوشش کی گئی اور صقلیہ و افریقہ کے
مابین سمندری راستے کو پرامن بنانے کے لئے بحری حملوں کی تیاریاں ہونے لگیں۔

اس طرح بہت جلد ایک زبردست بحری بیڑہ لٹیروں کی تلاش میں نکلا اور اس نے قزاقوں
سے بیچ سمندر میں مقابلہ کر کے انھیں گرفتار کر کے منظفر و منصور طرم آیا۔ ابوالاغلب نے لٹیروں کو قرار واقعی
سزا دی۔ (ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹)

رومی قزاقوں کے اس گروہ کو سزا دینے کے بعد ابوالاغلب نے جزائر کی طرف فوج روانہ کی۔
اس وقت سب سے پہلے مسلمانوں نے قوصرہ کے جزیرے کا رخ کیا۔ یہ جزیرہ افریقہ اور صقلیہ کے بیچ
و بیچ واقع ہے۔ اس جزیرہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے خلیفہ عبدالملک کے دور تک مسلمان
قابض رہے تھے۔ (معجم البلدان ج ۷ ص ۱۰۳ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۰)

قوصرہ کے لئے مسلمانوں کے بیڑوں نے ۲۲۱ھ/۸۳۵ء میں اپنے بادبان کھولے۔ قوصرہ کے نزدیک پہونچے تو وہاں ایک رومی بیڑا نظر آیا جسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے مابعد دوسرا مضبوط بیڑا اور بقیہ جزیروں کی جانب روانہ ہوا جس نے بحر روم اور اس کے ملحقہ سمندری علاقوں کے تمام جزائر سے رومی قزاقوں کی جڑیں اکھیڑ ڈالیں۔ رومیوں کے انہیں ایام کے مقابلوں میں مسلمانوں نے ان کے نو بحری بیڑوں پر قبضہ کر لیا اس طرح رومیوں کی کمر ٹوٹ گئی ——— گیارہ میں صدیوں تک اس سمندری علاقہ میں جن بیڑوں کے ذریعہ اپنا اقتدار قائم رکھا تھا مسلمانوں نے انھیں ختم کر دیا، اور رومی دار السلطنت قسطنطنیہ سے بحری بیڑوں کی نئی کھیپ آنے تک کے لئے بحر روم پر قابض قرار پائے۔

جزیرہ مالٹا پر اسلامی علم

امیر ابو الاغلب نے ۲۲۱ھ/۸۳۵ء میں اس علاقے کے جزیروں پر اسلامی اقتدار قائم کرنے کی جو مہم شروع کی تھی اسی دوران جزیرہ مالٹا بھی اسلامی حکومت کا جز بنا۔ اور امرائے صقلیہ کے ماتحت نہایت پر سکون دور گذرنے لگا۔

مالٹا یا کسی جزیرے پر اس دور میں مسلمانوں نے محض اپنا تفوق جتانے کے لئے ہرگز قبضہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ ان کا بنیادی مقصد ہر خطۂ زمین تک ایک تو اسلام کا پیام امن پہونچانا تھا۔ دوسرے بیزنطینی اور دیگر اقوام کے خلاف جو ملکی باشندوں کو ہر لحاظ سے معطل کر کے ہر قسم کے اقتدار پر صرف خود قابض رہتے تھے اور آبادی کے انسانوں کو چوپایوں کی طرح استعمال کر کے صرف اپنے اقتدار کی جڑیں مضبوط کرتے تھے۔ مسلمانوں نے مالٹا اور اس اطراف کے دیگر جزائر کے باشندوں کے دل جیتے۔ انھیں اپنے اخلاق اور انصاف سے متاثر کیا ——— اور خود انہیں ان کے علاقے کے نظم و نسق میں شریک بنایا۔ جو مالٹا کے باشندوں کے لئے بالخصوص بڑی عزت کی بات تھی۔

انسائیکلوپیڈیا آف برطانیکا کے مقالہ نگار نے مالٹا کے بارے میں لکھا ہے کہ مسلمان اس جزیرہ کی کماحقہٗ حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انھوں نے صرف اس کے دار السلطنت پر قبضہ کیا۔

مقالہ نگار اس بات سے حکومت صقلیہ کی کمزوری اور مسلمانوں کی ہوس ملک گیری کا ذہن دینا چاہتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ مالٹا میں مسلمانوں کے اقتدار کا پرچم خود وہاں کے باشندوں کی خواہش پر لہرایا گیا تھا۔ کیونکہ بیزنطینی حکمرانوں کے مظالم سے وہ لوگ اس قدر تھک چکے تھے۔ اور

ان کی لوٹ کھسوٹ اور جابرانہ طریقۂ حکومت نے انھیں اس قدر دل برداشتہ کر دیا تھا کہ انھوں نے مسلمانوں کی آمد کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ شمار کیا ——— انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کے مقالہ نگار کا یہ اقرار خود اس کے دعوے کی تغلیط کرتا ہے کہ۔

"صقلیہ کی اسلامی سلطنت نے مالٹا کی حکومت کے انتظامات میں خاص طور پر یہ اصول پیش نظر رکھا کہ حکومت کے تمام مقامی ادارے مالٹی باشندوں کے ہاتھ میں دے دیئے اور انھیں اعلیٰ عہدوں پر رکھا۔ جس کی وجہ سے حکومت اسلامی اور رعایا کے درمیان نہایت خوشگوار مراسم قائم رہے۔"

اسلامی مالٹا پر بیزنطینی حملہ

اہل مالٹا مسلمانوں کے زیر اقتدار زندگی گذار رہے تھے اسی دوران ۲۵۶ھ/۸۶۹ء بیزنطینی فوجوں نے مالٹا پر دوبارہ اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے حملہ کیا ——— اس وقت صقلیہ کے تخت امارت پر محمد بن خفاجہ والی صقلیہ کی حیثیت سے حکمراں تھا ——— اور امیر لشکر کی حیثیت سے محمد کا چچا عبد اللہ بن سفیان تھا۔ مالٹا پر بیزنطینی فوج کے حملہ کی خبر ملتے ہی ایک لشکر بحری آلات حرب سے آراستہ ہو کر مالٹا پہونچا۔ صقلیہ سے مقابل کمک پہونچنے سے پہلے ہی رومیوں نے مالٹا پر دھاوا بول دیا تھا۔ مگر وہاں موجود تھوڑے سے مسلمانوں اور خود باشندگان مالٹا نے رومیوں کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا ——— زمانہ دراز تک رومیوں کے اقتدار کی چکی میں پس چکنے کے بعد اہل مالٹا کو ان ظالموں کی حکومت کا سابقہ تجربہ موجود تھا۔ مالٹا کے نیتق النسل باشندوں نے مسلمانوں کی حکومت کو اپنی حکومت سمجھا اور بے جگری سے لڑ کر اسے بچایا ——— بیزنطینی فوج کے تین ہزار سپاہی مارے جا چکے تھے اس کے باوجود پورا جزیرہ ان کے نرغے میں تھا ——— خدا کا فضل کہ اسی دوران صقلیہ سے امیر محمد بن خفاجہ کا روانہ کردہ عظیم الشان بحری بیڑہ مالٹا کے قریب نمودار ہوا۔ رومی لشکر نے مسلمانوں کی آہٹ پاتے ہی راہ فرار اختیار کی ——— اور اہل مالٹا کے دم میں دم آیا۔ صقلیہ پر مسلمانوں کے تین صد سالہ اقتدار کو خود ان کی خانہ جنگی نے ۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء میں بربادی کے دہانہ تک پہونچایا تو نارمن قزاقوں کی مدد سے راجر وغیرہ مسیحی بادشاہوں نے صقلیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کر کے زبردستی انہیں مسیحی بنایا، اور قتل کیا۔ اس طرح صقلیہ کے سقوط کے ساتھ ہی اطراف و جوانب کے تمام مقبوضات کی طرح مالٹا

بھی مسیحیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

گویا مجاہدین اغالبہ[1] کی سرفروشی کے نتیجہ میں مالٹا پر اسلامی پرچم ۲۲۱ھ میں لہرایا۔ وہی اس کی حفاظت کرتے رہے۔ ان کے بعد فاطمیوں نے اس پر حکومت کی تا آنکہ بحر روم سے مسلمانوں کا اقتدار رخصت ہوا۔ اور نارمن لیڈروں اور مسیحی متحدہ محاذ نے اٹلی، صقلیہ وغیرہ سے مسلمانوں کو شاذ و نادر اسلامی حکومت کو تہ و بالا کیا تھا ___ اور مالٹا کے مسلمانوں پر بھی وہی جوئے خوں گذری صقلیہ کی سرزمین جس سے لالہ زار بن چکی تھی ___ مسیحی درندوں نے مسلمانوں کو ہلاک و برباد کرنے میں ایڑی سے چوٹی تک کا پورا زور صرف کر دیا۔

سلاطینِ عثمانیہ اور مالٹا

پھر ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۳۰ء میں القدیس یوحنا مالٹا پر قابض ہوا۔ جس کے ہاتھ سے ترکی عثمانی خلفاء نے اسے ۹۵۹ھ میں واپس لیا۔ خلافت عثمانیہ کے اقتدار کا زمانہ بھی مالٹا میں نہایت امن و امان اور حفاظت و صیانت کا زمانہ تھا۔ اس دور میں اسلامی اخلاق کی ابرباری کے سبب جزیرہ میں اسلام کی اشاعت خوب ہوئی ___ یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ اضمحلال کا شکار ہو گئی ___ اور مسلمانوں کے علاقوں پر انگریزوں اور دیگر یورپین اقوام نے قبضہ شروع کیا ___ دولت عثمانیہ ج ۱ میں ہے کہ مبارزین سینٹ سلطنت عثمانیہ کے تجارتی جہازوں پر ہمیشہ حملہ کرتے رہتے تھے اور انھوں نے بڑی تعداد میں مسلمانوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور ان پر مظالم کرتے رہتے تھے۔ یکم اپریل ۱۵۶۵ء کو سلیمان اعظم نے ۱۸۱ جہازوں اور تیس ہزار فوج کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ ۲۳ جون کو قلعہ سینٹ فتح ہوا مگر اور دوسرے قلعے فتح نہ ہو سکے۔ ۸ ستمبر ۱۵۶۵ء کو محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ ۲۵ ہزار ترک اور پانچ ہزار عیسائی مارے گئے۔

(دولت عثمانیہ اول، ص ۲۱۲ - ۲۱۳)

ولیم ایل لنگر کی انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔

"سلطان سلیم کے اکلوتے بیٹے سلیمان اول (۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۶ء) کے عہد میں (یعنی سلطان کی وفات سے ایک سال پہلے ۱۵۶۵ء میں مالٹا کا محاصرہ کیا گیا، یہ جزیرہ ہسپانیہ کے بحری قزاقوں کا مرکز تھا۔ تین بڑے قلعوں میں سے ایک پر قبضہ کر لینے کے بعد ترک مراجعت پر مجبور ہوئے۔ (ج ۱ ص ۱۰۰)

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

ہزار مٹائے جانے کے باوجود مالٹا میں ترکوں کے بہت سارے آثار تا ہنوز پائے جاتے ہیں ___

مالٹا شہر کا سب سے پر رونق بازار سلیمہ ہے جو غالباً سلطان سلیم کی جانب موسوم ہے۔

سلاطین عثمانیہ کے بعد ___ مالٹا پر انگریزوں نے ۱۸۰۰ء میں قبضہ کر لیا۔ اس موقعہ پر مسلمان ترک جیالوں اور انگریزوں میں خونریز جنگیں ہوئیں۔ بالآخر عیار انگریز مالٹا پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے مالٹا کے ذریعہ اہم جنگی کاروائیاں سر انجام دیں ___ مالٹا ۱۹۶۴ء میں انگریزی تسلط سے آزاد ہوا۔ مرتبین "البلدان الاسلامیۃ والاقلیات المسلمۃ فی العالم المعاصر" کے بیان کے مطابق مالٹا میں تقریباً ساڑھے تین لاکھ انسان آباد ہیں ___ جن میں چالیس ہزار مسلمان ہیں ___ یعنی مسلمان مالٹا کی ملکی آبادی میں گیارہ فی صد ۱۱ کی حیثیت رکھتے ہیں۔[1]

مالٹا میں بولی جانے والی مالٹی زبان میں ۷۰ فی صد الفاظ عربی کے ہیں بقیہ انگریزی اور اٹالین وغیرہ زبانوں کے اختلاط سے یہ ملکی زبان عالم وجود میں آئی ہے۔ مالٹی زبان کا قالب و لہجہ عربی کا قالب و لہجہ ہے ___ جو لوگ عربی اور مالٹی زبانوں میں سے کسی سے واقف نہیں ہیں اور محض صوتی آہنگ سے زبانوں کی کچھ شدبد رکھتے ہیں وہ مالٹی بولنے والوں کو عرب خیال کریں گے۔

یورپین معاشرہ اور مسلمان نسلیں

جیسا کہ موضوع سے ظاہر ہے یہ اجتماع سرزمین یورپ پر کام کرنے والے زبان عربی اور اسلامی ثقافت کے مبلغین و مدرسین کی تربیت کے لئے منعقد کیا گیا۔

یورپ اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث موجودہ صدی میں بطور خاص مسلم مفکرین و مدبرین کی نظر میں ہے۔ یہاں کی آزادی اور معاشی و اقتصادی مسائل، خصوصاً سیاسی و نظریاتی ایکسوں کا شر پوری

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اغالبہ نے دور عباسی (۸۰۰ء تا ۹۰۹ء) میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کا اولین رہنما ابراہیم بن الاغلب تھا اور اغالبہ کے آخری فرمانروا کا نام زیادۃ اللہ الثالث بن عبداللہ تھا۔ اغالبہ نے افریقہ میں اپنی شجاعت کے پرچم لہرائے۔ قیروان کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ فاتحین اسلام کے اس خانوادے نے تاریخ و ثقافت میں حسین نقوش قائم کئے۔ (المنجد فی اللغۃ والاعلام)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] المنجد فی اللغۃ والاعلام ___ البلدان الاسلامیہ والاقلیات المسلمۃ فی العالم المعاصر ص: ۵۹۱

دنیا پر پڑتا ہے ـــــ اور جمہوری نظام کے استحکام و بقا کے سلسلہ میں ممالک متحدہ امریکہ کے بعد مغربی یورپ ہی سب سے بڑا ملک ہے جہاں جمہوریت کی کاشت بار آور دکھائی دیتی ہے ـــــ فوائد جمہوریت کے ساتھ ساتھ اس کی بے مہار آزادی نے عائلی اور خاندانی نظام پر جو شدید ضرب لگائی ہے اس سے پورا مغربی معاشرہ بلک رہا ہے ـــــ یہ اثر ہمہ گیر ہے۔ اب عرب ممالک اور دوسرے اسلامی اثرات رکھنے والے علاقوں سے آکر جو لوگ یہاں آباد ہوئے ہیں ان کے دین اور تہذیب کا بھی خدا ہی حافظ ہے۔

برطانیہ، فرانس، جرمنی، بلجیم، ناروے اور ہالینڈ وغیرہ میں آباد عرب اور غیر عرب مسلمانوں کے حالات کا سرسری جائزہ لینے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے ـــ کہ مسلمانوں نے ان ملکوں میں اپنے معاش کی ضرورت کے تحت قدم رکھا تھا، مگر معاش و اقتصاد کی خوشحالی ان کے دین و ایمان کی بدحالی کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے ـــــ یہ معاملات محض آوارگی اور بدمزاجی تک ہی نہیں پہونچے، بلکہ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں لامذہبیت اور ارتداد کے جراثیم تیزی سے سرایت کر رہے ہیں۔

یہاں کی حیا سوز سوسائٹی، بے فکرے ماحول اور بے جا حکومتی شہ نے مسلمانوں کی نسلیں ان کے اسلام پرور والدین کی آغوش سے چھین لی ہیں ـــــ حیا، شرم اور لاج کے الفاظ سے یہاں پیدا ہونے والے بچے نابلد ہیں ـــــ اور ہمیں کسی کہنے والے کی یہ روایت سچ ہوتی دکھائی دے رہی ہے کہ مسلمانوں کی یورپ میں بڑھتی ہوئی تعداد کا اندیشہ مسیحی پوپ کے سامنے ظاہر کیا گیا تو اس نے بطمانیت جواب دیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔

"اسلام اور مسلمانوں کا یہ زور اس وقت تک ہے جب تک مسلمان ملکوں سے آئے ہوئے ماں باپ زندہ ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جب ان ہی مسلمانوں کی نسل یورپین تہذیب میں گم ہو جائے گی ـــــ اس کی ایمانی خاصیت مٹ جائے گی ـــــ اور وہ خود اپنے دین و مذہب اور تہذیب کی علانیہ (نعوذ باللہ) تغلیط کرنے لگیں گے۔"

الغرض یہ یورپین تہذیب و تمدن مسلمانوں کے لئے زہر قاتل ہے۔ اور اس ماحول میں اگر اسلامی نسلوں کی نگہداشت اور ان کی اسلامی تربیت پر فوری و حقیقی کام نہ کیا گیا تو اقدار اسلامی اور دینی تشخص

کا ہمارے بعد کی نسلوں تک منتقل ہونا امر دشوار ہے۔

تنظیم ایسیکو

اس ضرورت کو ممالک عرب کی مشترکہ جماعت "ISESCO" "المنظمة الاسلامية للتربية والعلوم والثقافة" نے محسوس کیا اور سنہ ۱۹۸۹ء سے یورپ اور اس طرح کے دیگر خطوں میں کام کرنے والے علماء اور مدرسین و معلمین کے تربیتی اجتماع کے پروگرامات بنائے۔

"ایسیکو" دنیا بھر میں اسلامی علوم و ثقافت کی نگہبانی کرتی ہے اور ہر خطہ کی ضرورت کے لحاظ سے اجتماعات، جلسے، کانفرنسیں اور تربیتی لٹریچر فراہم کرتی رہتی ہے، یہ ایک باوسائل ادارہ ہے تمام عرب ممالک جس میں شامل ہیں۔ اس لئے مالی وسائل کی فراہمی تو ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔

اجتماع مالٹا کا مقصد

مالٹا کا یہ اجتماع خاص طور سے ان عرب مہاجرین اور اُن کے بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہے جو اپنے ملک و وطن کو ترک کر کے یورپ کے کسی ملک کو اپنا وطن بنا چکے ہیں۔ اس تربیتی اجتماع میں بنیادی حیثیت سے جس چیز پر زور دیا گیا وہ ہے۔

"عرب بچوں کی زبان عربی سے وابستگی"۔

اس مقصد کو بسہولت حاصل کرنے کے وسائل ذرائع اور تعلیم کے جدید طریقوں اور آلات کے استعمال وغیرہ تفصیلاً بتائے گئے۔

یہ مسلمان اور ان کی نسل

یہ حقیقت ہے کہ یورپ میں آج ہزارہا ایسے خاندان پائے جاتے ہیں جو اپنی آبائی زبان، تہذیب اور ثقافت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ـــــ مثال کے طور پر۔

"سنہ ۱۹۵۸ء میں راقم الحروف جب پہلے پہل ہالینڈ آیا تو رہائش کے لئے اسٹرڈم کووین اورڈ KOWENOORD بلڈنگ میں فلیٹ لیا گیا۔ اسی بلڈنگ کے نچلے حصہ میں جماعت (NIS) کا آفس اور متصلاً نماز کا ہال تھا ـــ اس بلڈنگ کا ہاؤس ماسٹر چہرے مہرے سے کوئی عرب زادہ لگتا تھا ـــــ ایک روز ہم لوگوں سے کہنے لگا۔ آپ لوگ جب عبادت کرتے ہیں تو مجھے میرا باپ یاد آتا ہے ـــــ

مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں بہت چھوٹا تھا تو میرا باپ بھی اسی طرح کچھ کیا کرتا تھا۔
شاید وہ بھی آپ لوگوں کی طرح عبادت کرتا تھا۔"

جن مسلمانوں نے یورپ میں آ کر یہاں کی عورتوں سے شادیاں کر لیں ان کی نسلیں اور بری طرح مسخ ہو گئیں۔ عام طور سے یہی دیکھا گیا کہ وہ لامذہبیت کا شکار ہو گئیں ــــ باپ نے یورپ میں قیام کے لالچ میں کسی لیڈی سے رشتہ کیا ــ بلکہ درحقیقت یورپین عورت کی غلامی اختیار کی ــ بایں طور کہ نہ اپنی مرضی سے جی سکے نہ آزادانہ کوئی کام کر سکے۔ بھلا ایسا شوہر اپنی بیوی کو دین اسلام اور اس کے شعائر کی کیا تلقین کر سکتا ہے۔؟

غیر یورپین مردوں کے یورپین عورتوں سے 'حصولِ قیام کے لئے' رشتے قائم کرنے کے سلسلہ میں اگر کسی نے بہت تیر مار بھی لیا کہ اسے مسلمان بنا کر نکاح کیا۔ تو اس لعنت سے تو مفر نہیں کہ نکاح سے قبل ہی اپنی قوت رجولیت کا مظاہرہ کر کے عورت کو اپنا ہم خیال بنائے ــــ کیونکہ جنسی و شہوانی تالاب کی یہ گندی مچھلیاں جب اپنے ہم وطنوں سے رشتہ کی استواری میں آزمائش کے کئی سال گذار دیتی ہیں۔ تو پردیسی لوگوں سے ان کا یونہی مطمئن ہو جانا ــــ بعید از قیاس ہے۔ خدا نخواستہ کوئی مسلمان اگر رذالت و نجاستِ معاشرہ کی ان دلدلوں سے گذر کر اپنا کوئی خاندان بناتا ہے ــــ تو ایسے خاندان میں دینی و روحانی روشنی کی تلاش عبث ہے۔ ایسے فاسد و مفسد آغاز سے جو گھر اور خاندان تیار ہو گا وہ اگر اسلامی شعور و فکر سے بے بہرہ ہو تو کیا تعجب۔؟ اور ایسی عورت کے بطن سے مولودہ بچوں کو اسلام، ایمان، ثقافت، تہذیب کی پابندی کا کہاں تک خوگر بنایا جا سکتا ہے۔ جب کہ خاص مسلمان ماحول سے آنے والے مسلمان جوڑے ان ملکوں کے اندر اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو مسلمان بنائے رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود نت نئی دشواریوں الجھنوں اور رکاوٹوں سے دوچار ہوتے ہیں۔

تہذیب ہے یورپ کی شیاطین کا ارشیح
ابلیس دکھاتا ہے یہاں روز نیا سین
متوالی ہوئی جاتی ہے آواروں کی دنیا
ہر سمت سے آتی ہے صدا آفریں تحسین

نفسیاتی اصولِ تعلیم

ماہرین تعلیم نے اس تدریسی اجتماع میں اس بات پر بہت زور دیا کہ اہل یورپ اپنی زبانیں سکھانے کے لئے جن وسائل کا استعمال کرتے ہیں مسلمانوں کو اپنی زبان سکھانے کے لئے ان میں سے ممکنہ وسائل استعمال کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے۔

اہل یورپ اجنبی ملکوں سے آنے والوں کو اپنی زبان سکھانے اور اپنی تہذیب کے رنگ میں رنگنے کے لئے نفسیاتی اصول اپناتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اجنبی لوگ بہت جلد ان کی زبانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں ــــ اجنبیوں کی نسلیں اپنی مادری زبان بھول کر ان کی زبان اور تہذیب فوراً لے لیتی ہیں ــــ اور مسلمان والدین کو ان کے اسباب تک پہونچنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔

یورپی تعلیمی نظام

یورپین ملکوں میں پانچ سال کی عمر سے بچوں کی تعلیم لازم ہو جاتی ہے اور اگر والدین چاہیں تو اپنے بچوں کو تین سال کے بعد ہی اسکول بھیج سکتے ہیں۔ ابتدائی عمر میں ان بچوں کو بچوں سے متعارف کرایا جاتا ہے ــــ اور گھر کی چہار دیواری اور والدین سے ان کی فطری محبت کو بچوں کے مشاغل کے ذریعہ کم کیا جاتا ہے۔ اس طرح بچے اسکول کے ماحول سے صرف مانوس ہی نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات اسکول کو گھر اور گھر کے ماحول سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو یورپین اسکول میں ان کی پسندیدہ اشیاء کھلونوں وغیرہ کی مدد سے زبان، تہذیب، حساب کتاب سکھاتے ہیں۔ جس دن کسی بچے کی پیدائش کو پانچ سال پورے ہو جاتے ہیں اسی دن سے اسکول کی حاضری ضروری قرار دی جاتی ہے۔ وقت سے پہلے ہی متعلقہ ادارہ والدین کو آگاہی کا خط روانہ کرتا ہے۔ وقت پر داخلِ اسکول نہ کئے جانے کی صورت میں بازپرس ہوتی ہے۔

ابتداءً بچے اگر اسکول سے مانوس نہ ہوں تو چند روزہ ہی تردد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ صرف دس بیس روز اسکول جانے کے بعد بچے اسکول کو گھر سے زیادہ پسند کرنے لگتے ہیں۔ جس کا لازمی مطلب یہ ہوا کہ انہیں اسکول کے اندر ان کی پسند اور شوق کی چیزیں اس سے زیادہ فراہم ہیں جو گھر میں تھیں۔

یورپین نظام تعلیم میں بچوں کو اسکول میں نفسیاتی بنیاد پر مطلوب ہر شئے فراہم کی جاتی ہے اسکول کی ہر تعلیم اور کورس کو نفسیاتی کیپسول میں داخل کر کے انھیں دیا جاتا ہے جسے بچے نہایت آسانی

سے قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔

اس کے برخلاف ہم ایشیا و افریقہ کے مدارس کے طریقہ تعلیم میں جابرانہ عناصر کا غلبہ محسوس کرتے ہیں۔ جس میں اولاً تو بچے کی شخصیت اور فطری صلاحیت کچل جاتی ہے ـــــ دوسرے نصاب تعلیم کو زمانہ اور حالات سے ہم آہنگ کرنے کی مساعی بھی نہیں ہوئیں، اور یہ بات ہر قدم پر ظاہر کی جاتی ہے کہ یہ وہ علوم و افکار ہیں جنہیں ہزاروں اور لاکھوں میں سے چند ہی لوگ سے پاتے ہیں ـــــ حقارت اور حوصلہ شکنی جیسی چیزیں بھی عام ہیں ـــــ ایک متوسط ذہن کا طالب علم جن سے اکتا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے ـــــ اور نتیجتاً بے علم اور جاہل رہ جاتا ہے۔

جدید مغربی اصولِ تعلیم میں حوصلہ افزائی کو خاص مقام حاصل ہے ـــــ لازمی ابتدائی تعلیم کے بعد ہی طالب علم کے ذہن کو پڑھ لیا جاتا ہے کہ یہ فطری لحاظ سے کس موضوع سے مناسبت رکھتا ہے۔ پھر اُسے اس میں آگے بڑھنے کے لئے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ یورپین اسکولوں کے باوسائل انتظامات کا مقابلہ افریقہ اور ایشیا کے مدارس نہیں کر سکتے۔ مگر جہاں تک معلمانہ اخلاق اور ذمہ داریوں کا تعلق ہے وہ دنیا کے تمام معلمین کے درمیان قدرِ مشترک ہے جنھیں **خُذ مَا صَفا** کے تحت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

یورپی معلم اطفال۔ ایک جھلک

یورپین دنیا ہر کام بزنس اور تجارت کے لحاظ سے کرتی ہے مگر ہم بہت سے امور میں اُن کی اخلاقی حالت کو موجودہ عام مسلمانوں کے حالات سے بہتر خیال کرتے ہیں ـــــ مثلاً ابتدائی درجات کے بچے جب یورپین اسکولوں میں داخل کئے جاتے ہیں تو ان کی تعلیم و تربیت کا کام عام طور پر تربیت یافتہ معلمات کرتی ہیں ـــــ یہ معلمات اپنی مادرانہ خصوصیات کے بیشتر اخلاق بچوں کے لئے پیش کرتی ہیں۔

- نہایت پیار محبت سے باتیں کرنا۔
- اپنی خوش مزاجی، بچوں کے دل پسند اندازِ کلام سے انھیں اپنا گرویدہ بنا لینا۔
- ڈانٹ پھٹکار، ڈرانے دھمکانے کا دور دور تک نام و نشان نہیں ہوتا۔
- اپنی حکمتِ عملی سے متعینہ ظروف، کھلونوں، پوسٹروں، تصویروں، فلموں اور دیگر

ذرائع سے بچوں کے ذہن میں زبان اور تہذیب کے نقوش مرتسم کرنا۔

- بچوں کی حاجتیں نہایت خوشگواری سے پوری کرانا۔ حتیٰ کہ استنجا اور ناک منھ کی صفائی۔
- چاکلیٹ اور کھانے پینے کی چیزیں بھی حکمت معلمانہ کے تحت بچوں میں جذبۂ مسابقت پیدا کرتے ہوئے دینا۔
- کسی پسندیدہ کام کے کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی اور کسی ناپسندیدہ کام کی قباحت کو سنجیدہ اور نفسیاتی اصولوں کے تحت سمجھانا۔
- اپنی نگرانی میں رہنے والے بچوں کے عادات و خصائل اور اکثر حالات کا انھیں علم ہوتا۔

یہ وہ خصوصیات ہیں جو یہاں درجۂ اطفال کی معلمات میں پائی جاتی ہیں۔
قانونی لحاظ سے یہاں کے اسکولوں میں بچوں کو مارنا سخت جرم ہے۔

تعلیمِ زبان کا رائج نظریہ

اس تدریبی مجلس نے معلمین عربی کو باور کرایا کہ مسلمان بچے چونکہ یورپین اسکولوں میں ان رعایتوں کے عادی ہوتے ہیں لہٰذا ہمیں ضروری ہے کہ عربی اور اسلامی تعلیم کے اداروں میں بھی ان طریقوں کو عمل میں لائیں ـــ تاکہ ہمارے بچے اپنی اسلامی تعلیمات کو سخت اور دشوار سمجھ کر اس سے متنفر نہ ہوں۔

نیز یہ کہ ہمارے قدیم نظامِ تعلیم میں "معلم" اہم تسلیم کیا جاتا تھا اور جدید نظریۂ تعلیم میں متعلم اہم اور بنیادی شئے ہے۔ استاذ، مدرس، مدرسہ، کتابیں اور جملہ وسائلِ تعلیم ثانوی درجہ کی چیزیں ہیں۔ روس اور امریکہ وغیرہ کے اندر زبانیں سکھانے کے بڑے بڑے ادارے ہیں۔ جو جدید تحقیق و ریسرچ کے بعد لوگوں کو تھوڑی مدت میں آسانی سے دوسری زبان کی تعلیم دے دیتے ہیں ـــــ اور جو لوگ سیکھنا چاہتے ہیں چند مہینوں میں سیکھ لیا کرتے ہیں۔

اور یہاں ہمارا یہ حال ہے کہ دس دس پندرہ پندرہ سال پڑھنے پڑھانے کے باوجود زبان عربی میں چند باتیں کرنے کے لئے زبان مشکل سے کھل پاتی ہے۔

اس مقام پر یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ دنیا میں اتصال اور رابطہ کا ذریعہ زبان ہی ہے

جو عمومی ضروریات زندگی میں استعمال کی جاتی ہے۔ رہی "ادب عالی" اور "عربی مبین" کی بات، تو ان میں "ہر عرب" کو بھی کہاں رسوخ ہوتا ہے ۔۔۔ اہل عرب میں بھی جو لوگ زبان وبیان کی گہرائی و گیرائی حاصل کرنے میں عمر عزیز کو لگاتے ہیں وہی درجۂ کمال کو پہونچتے ہیں اور ادیب کہلاتے ہیں ۔۔۔ اب اس سے کون منکر ہو سکتا ہے کہ کسی زبان کے ادب عالی اور اس کے عمیق خزانوں تک رسائی کے لئے رابطہ عام زبان ہی ہوتی ہے ۔۔۔ جو شخص کسی بھی عام رابطہ کی زبان سے نابلد ہوگا ۔۔۔ وہ اس کے ادب عالی تک نہیں پہونچ سکتا۔

تدریبی موضوعات ذمے داران اجتماع نے اپنے مقاصد، مشارکین کو ذہن نشین کرانے کے لئے، تدریب کے تین محور مقرر کیے۔

۱۔ ازروئے لغت۔

۲۔ ازروئے تسہیل زبان۔

۳۔ ازروئے تہذیب۔

پہلا محور دو حصوں پر مشتمل تھا۔ مہارت عامہ اور مہارت خاصہ۔

وہ علمی مشاکل جو زبان عربی کے بنیادی مآخذ وغیرہ پر عبور سے متعلق ہیں اسے انھوں نے مہارت عامہ کا نام دیا ۔۔۔ اور اس کی دو قسمیں کیں۔

الف : سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے پر عبور۔

با : عربی زبان کا فہم اور تعلیمی مدارج کے لحاظ سے اس زبان کی تفہیم۔
تطبیق ۔۔۔ اور تقویم

مہارت خاصہ :۔

الف : یہ کہ زبان عربی کے نظام صوتی پر عبور ہو۔

با : اصول صرفی اور طرق تحلیل کی معلومات ہو۔

جیم : جملوں کے اقسام اور تعبیری اسالیب پر دسترس ہو۔

محور ثانی۔ اس کے ذریعہ معلمین کو تعلیم وتدریب کے ان اصولوں سے واقف کرانا مقصود تھا جو زبان

سکھانے کے سلسلہ میں نو ایجاد ہیں۔ جسے یورپین اقوام اپنے اسکولوں میں عام طور پر استعمال کرتی ہیں۔

مثلاً حروف ابجدی بچوں کے ذہن میں اس طرح بٹھائے جائیں کہ جس حرف کو یاد کرانا ہو اس سے شروع ہونے والی کسی چیز کی شکل بچوں کو دکھائی جائے۔ اور اس کے ذریعہ بچوں کے ذہن میں شوق پیدا کر کے اسے یاد کرایا جائے۔ چیزیں ایسی چنی جائیں جو بچوں کی دلچسپی سے قریب ہوں۔

مثلاً ا سے اَسَدٌ (شیر) ۔۔۔ ب سے بازٌ (باز) ت سے تفاحٌ (سیب)

ث سے ثعلبٌ (لومڑی) ۔۔۔ ج سے جَرَۃٌ (مرتبان) ح سے حمارٌ (گدھا)

یا عربی کی گنتیاں سکھانے کے لئے مثلاً

۱۔ واحدٌ کے خانے میں ایک زین کی تصویر۔ ۲۔ اثنان کے خانے میں دو کھلونوں کی تصویر۔

۳۔ ثلاثۃٌ کے خانہ میں تین گھوڑوں کا عکس۔ ۴۔ اربعۃٌ کے خانے میں چار چڑیوں کے فوٹو۔

۵۔ خمسۃٌ کے خانے میں ۵ گھڑیوں کی تصویریں بنادی جائیں تاکہ بچے ذوق و شوق سے سیکھ لیں۔ بہت سے اسباق بچوں کو متضاد چیزیں دکھا کر بھی یاد کرائے جاتے ہیں جیسے

بالمقابل دو خانوں میں دو جھنڈے بنائے جائیں جن میں کا ایک سفید اور ایک کالا ہو۔

اس طرح ابیض اور اسود کی شناخت کرائی جائے۔

یوں ہی جیسے بڑے اور چھوٹے دو ہرن۔

صغیرٌ اور کبیرٌ کا فرق بتانے کے لئے

لمبے اور چھوٹے قد کے دو آدمیوں کی شبیہ دکھا کر

طویلٌ اور قصیرٌ کا امتیاز ظاہر کرایا جائے۔

موٹے اور پتلے دو آدمیوں کی تصویروں کے ذریعہ موٹاپا اور دبلے پن کو ذہن نشین کرایا جائے۔

سمینٌ اور ضعیفٌ

ایک ہنستے اور ایک غمگین انسان کی شکلیں دکھا کر

سعیدٌ اور حزین کا تعارف کرایا جائے۔

ایک کھلے صندوق اور دوسرے بند صندوق کی تصویر دکھا کر۔

مفتوحٌ اور **مغلوق** کے معنی بتائے جائیں۔

ایک گلدان میز کے اوپر اور دوسرا ٹیبل کے نیچے رکھ کر

فوق اور **تحت** کو بتایا جائے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح مدرسہ اور گھر کے ضروری لوازم۔ فواکہ (میوے اور پھل)، عالم الحیوانات (جانور) خضراوات (سبزی)، وغیرہ کے چارٹ تیار کئے جائیں ـــــــ اور ان کے ذریعہ زبان کی تعلیم دی جائے۔

مذکورۂ بالا تمام اسباق ہیں۔ مشاہدہ کرانا۔ یعنی بچوں کو دکھانا، انھیں سمجھا کر بتانا۔ اور ان سے الگ الگ اور ایک ساتھ وہی الفاظ بولوا کر مشق کرانا نہایت مفید ہے۔

ان اسباق کی تیاری خوبصورت پوسٹر وغیرہ کے ساتھ ساتھ ٹیپ اور ویڈیو کے تیار شدہ فائلوں کے ذریعہ اور مفید ہوتی ہے۔

محور ثالث: کے ذریعہ تمام شرکار کو اپنے اپنے ملکوں میں زبان عربی کی تعلیمی کیفیات تعداد مدرسین ومراکز اور تہذیب وتمدن اسلامی کی پیش رفت پر روشنی ڈالنی تھی ـــــــ اور بتانا تھا کہ ان ملکوں میں عربوں اور مسلمانوں کو حکومتی جانب سے کیا دشواریاں درپیش ہیں اور خود مسلمان اپنے دینی کاموں میں مثبت یا منفی کیا طریقہ اپنائے ہوئے ہیں۔؟

مسئلہ حجاب کی اہمیت اور مخلوط تعلیم کے اثرات مسلمانوں میں کیا ظاہر ہو رہے ہیں۔؟

جن مراکز یا مدارس میں عربی کی تعلیم کے انتظامات ہیں وہ کن اصولوں پر تعلیم دیتے ہیں؟ وغیرہ۔

○ اجتماع کا آخری کام قرار دادوں کی منظوری تھی ـــــــ

اجتماع کو جن چار اساتذہ اور ماہرین لسانیات سے استفادہ کا موقع ملا ان کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر علی القاسمی	مدیر التربیۃ المنظمۃ الاسلامیۃ للتربیۃ والعلوم الثقافۃ ص.ب ۷۵۵۔ اکدال۔ الرباط، المغرب
۲۔ ڈاکٹر محمد صواعدہ	رئیس قسم اللغۃ العربیۃ معھد بورقیبۃ للغات الحیۃ شارع الحُریّۃ۔ تونس۔ الجمھوریّۃ التونسیّۃ
۳۔ ڈاکٹر عباس الصوری	کلیۃ علوم التربیۃ۔ الرباط، المغرب
۴۔ ڈاکٹر احمد محمد الرابی	عربک لنگویج سینٹر MSIDA NEW LYCEUM MALTA

انتظامی امور منتظمہ ایسیکو کی جانب سے متعین افراد۔ اور حاش اسلامک سینٹر کے مدیر عام

السید خالد محمد الصدیق السوکنی

الاستاذ احمد علی دیاؤ

الاستاذ سعدی، امام مسجد حاش وغیرہم نے سرانجام دیئے۔

مشارکین کے اسمار حسب ذیل ہیں۔

السید امین اولبی	مدریڈ اسپین	
ڈاکٹر محمد عبد اللہ جبیدی	عربک اسلامک یونیورسٹی اوٹونوما مدریڈ اسپین	
السید علی العراقی	اسلامک کمیونٹی اسپین	
السید ابو عبیدہ علی احمد	اسلامک سینٹر آخن مغربی جرمنی	
ڈاکٹر محمد سید حسین الصبحی		مغربی جرمنی
السید حمید محمد عبد المجید ماحی	روم	اٹلی
السید داؤد منیر	لیزبونا	پرتگال
ڈاکٹر حاج محمد منصری	بروکسل	بلجیم
السید ابراہیم ملیدرم	بروکسل	بلجیم

السید محمد ادریس شریف	کوپن ہیگن	ڈنمارک
السید بشیر حیدر	پیرس	فرانس
السید مالکی جابرالدین	پیرس	فرانس
السید ورقاوی بن صالح	تباد پیرس	فرانس
السید محمد سعدی	پولا	مالٹا
السید احمد صالح انس	اوتریخت	ہالینڈ
بدر القادری	لاہائی	ہالینڈ

اجتماع کے ذمہ داران نے تمام مطلوبہ موضوعات مشارکین کے ذہن تک منتقل کرنے کے لئے نظام الاوقات اولاً اس طرح ترتیب دیئے تھے کہ روزانہ دو جلسے ہوا کریں گے۔

مگر اس نظام الاوقات کو تبدیل کر کے روزانہ ایک ہی طویل جلسہ کرنے اور ایام تعطیل ختم کر دینے پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ اور اسی ترتیب سے حسب پروگرام صبح آٹھ بجے ——— جرما ہوٹل پلیس JARMA HOTEL PALAC کے دروازے پر بس آجاتی اور ہم لوگ۔ اسلامک سینٹر پولا پہونچ جاتے۔ ساڑھے دس بجے چائے کا وقفہ ہوتا ——— اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے ظہر کی اذان کے بعد جلسہ ختم ہوجاتا۔ اور ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ جرما ہوٹل آتے۔ ارادہ تھا کہ تدریبی اجتماع کے تمام مباحث بھی رپورٹ میں مندرج کروں گا ——— مگر اندازہ ہوا کہ اس طرح یہ رپورٹ بڑھ کر ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کرے گی ——— اور اس میں مشغول ہونے کے باعث کئی ضروری کام موخر ہو رہے ہیں۔ اس لئے ——— محض مختصر روداد سفر پر ہی اکتفا کر رہا ہوں۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

مختلف معلوماتؐ

- ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ سماعت تعلیم و تعلم کا اولین اور اہم ذریعہ ہے۔
- لکھنے لکھانے میں حروف کا استعمال ہوتا ہے۔ اور حروف رموز ہیں۔

اور چھوٹے بچے رموز کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ابتدائی مرحلوں میں بچوں پر لکھنا مسلط نہ کیا جائے۔

- کویت میں "معجم القرآن" کو کمپیوٹرائز کر دیا گیا ہے۔
- "معجم الوسیط" جسے مجمع اللغۃ العربیۃ۔ قاہرہ نے شائع کیا ہے اس دور کی عمدہ تحقیقی عربی ڈکشنری ہے۔
- فقہ اللغۃ زبان عربی کی مسلم عمدہ ڈکشنری ہے۔
- میدانِ تدریس میں کام کرنے والوں کو دوران درس طلبہ سے آسان سوال کرنا چاہئے اور صحیح جواب ملنے کی صورت میں طالب کی حوصلہ افزائی ضرور کرنی چاہئے۔ اس طرح متعلم دشوار سے دشوار سوالات کے جوابات کی اہلیت پیدا کر سکتا ہے۔
- تقریباً ڈیڑھ صدی تک پورا قرآن مجید اہل عرب بغیر ہمزہ کے لکھتے رہے اس کے بعد ہمزہ لکھا جانے لگا۔
- عربی عبارات لکھنے میں اپنے محل و مقام پر ہمزہ لکھنا بھی ضروری ہے۔
- معلم کو نفسیات کا علم بھی ہونا چاہئے۔ جدید تحقیقات نے معلمین و مدرسین کے لئے اس علم کو از بس ضروری قرار دیا ہے۔
- یہ نفسیاتی اصولوں کے مطابق ہی ہے کہ یورپ میں ابتدائی اسکولوں میں طلبہ کو رنگ برنگے قلم دیئے جاتے ہیں جن سے وہ کاغذ پر اپنی سیدھی لکیریں کھینچا کرتے ہیں ——— رنگوں کی پسندیدگی اور ابتدائی زمانے میں بچوں کی پھولوں پھلوں جانوروں اچھی بھلی اور ڈراؤنی چیزوں کی مصوری در اصل ان کی فطرت کا نقش کہا جاتا ہے۔
- ماہرین نفسیات کے مطابق مردوں کے بالمقابل عورتوں کو رنگوں کے نام زیادہ یاد ہوتے ہیں۔
- تعلیمی مراحل میں ابتداً بچوں کو شفوی لحاظ سے جو سہل ترین حروف ہیں وہ او

ان سے مرتب ہونے والے الفاظ سکھانا مطابق فطرت ہے۔ مثلاً ب اور میم بولنے کے لحاظ سے بہت آسان ہیں۔ کوئی حرج نہیں اگر بچے پہلے انہیں حروف کو سیکھیں۔

- ابتدائی مرحلہ کے بچوں کو قواعد نظری سکھانے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ پہلے جملے یاد کرائے جائیں بعد میں تطبیقاً قواعد کا اجراء کرایا جائے۔
- ایک آواز ایک متعینہ حرف ہی کے ذریعہ ادا ہو۔ اس سلسلہ میں عربی زبان سب سے زیادہ غنی زبان ہے۔ ورنہ مثلاً انگریزی ہی کو لے لیجئے ——— ... QUEEN-SCHOOL ——— CAT ان تمام لفظوں کی ادائیگی میں حرف "ک" ادا ہوا ہے مگر کہیں لکھنے میں "ک" نہیں آیا۔ انگریزی زبان کے ماہرین جانتے ہیں کہ اس زبان میں صرف ک کو دس مختلف انداز سے لکھا جاتا ہے — جو اصل حرف K کے بغیر K متلفظ ہوتے ہیں۔
- عربی زبان اشتقاق کی زبان ہے۔ اس میں تولّد و تناسل جیسا سلسلہ ہے ابن فارس وغیرہ۔ ماہرین لغات کا قول ہے کہ جو عربی کو سمجھنا چاہے اسے عربوں کے سماجی حالات سمجھنا چاہئیں۔
- اسپین کے طلبہ کا آج بھی یہ مزاج ہے کہ وہ ہر بات کو منطق و فلسفہ کے ذریعہ سمجھنا چاہتے ہیں۔
- اس دور میں صحافت بھی تعلیم کا ایک ذریعہ قرار دے دی گئی ہے۔
- پیرس کی جامع مسجد سے روزانہ بلا امتیاز مذہب وملت کھانا تقسیم کیا جاتا ہے
- اسپینی اساتذہ نے بتایا کہ اسپین کی چار یونیورسٹیوں میں عربی کی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے۔ ۱۳ یونیورسٹیاں ایسی ہیں، جن میں جزوی طور پر عربی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ متعدد ایسے ادارے بھی ہیں جو زبان عربی پر مستقل کام کرتے ہیں ——— اسلامی اور اندلس کے عربی لٹریچر و مخطوطات، آج بھی اسپین کی عظیم ترین علمی دولت ہیں۔

- غرناطہ میں قادیانیوں نے بھی اپنا ایک مرکز قائم کر رکھا ہے۔ جس طرح اسرائیل کے یہودی علاقوں کے درمیان ان کا بہت بڑا مرکز ہے۔ یورپین ملکوں میں دی ہیگ کے اندر قادیانیوں کا ایک مرکز قائم ہوا تھا جواب تک ہے۔
- اسپین کے اندر اسلام نہایت سُرعت سے پھیل رہا ہے۔ روزانہ لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اور ان سب کاموں کا سہرا اُن مسلمان مشائخ کے سر ہے جو نہ کوئی تنظیم چلاتے ہیں نہ سینٹر کھولتے ہیں بلکہ ذکر اللہ کی مجلسوں کے ذریعہ لوگوں کے روحانی اضطراب کا علاج کرتے ہیں۔ مجھے سید علی العراقی نے بتایا کہ یہ مشائخ کرام گمنامی کی زندگی گذارتے ہیں۔ مگر ان کے دم سے اسپین بھر میں اسلام کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔ اپنے شیخ کی مجلس میں گونجنے والا ایک شعر وہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔

یا طالب الفنا فی اللہ
قل دائما اللہ اللہ

- پرتگال سے آئے ہوئے داؤد منیر صاحب نے بتایا کہ پرتگال کے اندر سات تا دس ہزار مسلمان آباد ہیں۔ ان میں کے اکثر موزمبیق گینے بساؤ سے آئے ہیں۔ فی الحال باقاعدہ مسجد ایک ہے۔ اس مسجد کے علاوہ دو اور مقامات پر نماز ہوتی ہے۔ ان نماز خانوں کے علاوہ۔ دس چھوٹے چھوٹے عبادت خانے بھی ہیں۔ جمعہ مذکورہ بالا تین جگہوں پر ہی ہوتا ہے۔ ہندوستانی نسل کے لوگ ہیں جو دیو دمن اور گوا سے آکر آباد ہوئے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں دیو دمن اور گوا پرتگال کے قبضہ سے نکل کر ہندوستان میں شامل ہوا۔ جو لوگ ۱۹۶۲ء سے پہلے ان تینوں شہروں میں سے کسی کے اندر پیدا ہوئے وہ پرتگال میں آباد ہونے کا حق رکھتے ہیں۔ دیو دمن گوا کے لوگوں کی تعداد پرتگال میں تین چار ہزار ہے۔
- سینیگال میں ۹۰ فیصد مسلمان آباد ہیں۔ یہاں سے آئے ہوئے استاذ

بشیر حیدر جو فی الحال پیرس میں مقیم ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ سنغال میں۔ اور بالکل اسی طرح پیرس میں۔ جمعیتہ احیاء الصلاۃ الاسلامیہ کے تحت علماء و مشائخ قدیم طریقہ کے مطابق درس و تدریس اور ذکر و شغل کرتے کراتے ہیں۔

- مغربی جرمنی میں کل ساڑھے چار ملین مسلمان آباد ہیں جن میں نصف ملین ترکی و ملین مغربی اور عربی ہیں۔ نئے قانون کی رو سے جن لوگوں کے پاس چھ ماہ کام نہ ہوا انھیں ان کے ملک بھیج دیا جاتا ہے۔ مغربی برلن میں صرف ترکوں کی چالیس مساجد ہیں ___ مغربی جرمنی میں مساجد، علامات اسلامی (مینار وغیرہ) کے ساتھ بنانے میں حکومت سخت دشواریاں حائل کرتی ہے۔
- مالٹا کا مصر، لیبیا اور عراق سے گہرا تعلق ہے۔ مالٹا میں زبان عربی کی تعلیم کے لئے لیبیا نے خاص اپنا مشیر مقرر کیا ہے۔ عربی کے اساتذہ مصری، عراقی اور لیبی و فلسطینی سبھی ہیں ___ عربی زبان مدرسہ ثانویہ کا اختیاری سبجیکٹ ہے۔ جیسے جرمنی، اطالوی اور روسی زبان۔

تذکار اہل دل

صالح نوجوان الاخ درقاوی بن صالح اور سید علی العراقی اس دوران مجھے بھی اور ہم خیال دوست کی طرح رہے۔ درقاوی دراصل افریقہ کے اندر کسی بزرگ شیخ کا نام ہے ___ جن کے مریدین اور حلقہ بگوش ہزاروں ہیں۔ الاخ درقاوی کے والدین بزرگان دین اور اولیاء کرام سے گہری محبت رکھتے ہیں ___ ان کے گھر ۱۹۵۶ء میں جب اس فرزند کی پیدائش ہوئی تو انھوں نے اپنے معتقد ولی اللہ کے نام پر اس کا نام رکھا۔

الاخ درقاوی کا خاندان "جزر القمر" میں آباد ہے جہاں مشائخ و اولیاء کرام کے تذکروں سے صبح و شام ان لوگوں کی مجلسیں آباد رہتی ہیں ___ الاخ درقاوی کے والد صالح اور ان کی والدہ اور دادا دادی سلسلۂ شاذلیہ میں بیعت ہیں۔ جزر القمر کے مشہور و معروف شیخ صدری ان کے پیر و مرشد ہیں جن کی کرامات وہاں گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

الاخ درقاوی نے بتایا کہ میں نے جزر القمر کے قریہ سنگان میں مقیم ایک شیخ ابیلیز

کی زیارت کی ہے جو مستجاب الدعوات تھے ___ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ اہلیہ کے ہمراہ سسرال جا رہے تھے ___ پیدل چلتے ہوئے دیر ہو گئی، اہلیہ کو بھوک کا غلبہ ہوا ___ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور روٹی حاضر کر دی جس سے اہلیہ نے سیرابی حاصل کی۔ چند سال کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ شیخ یحییٰ نامی ایک بزرگ کے بارے میں الاخ درقاوی نے بتایا کہ مجھ پر بہت نہایت شفیق تھے۔ ان کا قریہ میری آبادی سے کچھ ہی دور تھا ___ میں اور میرے اہل خاندان اکثر ان کی زیارت کو جایا کرتے تھے ___ ایک بار اسکول کے طلبہ کا ایک گروپ ان کے گاؤں کی طرف گیا۔ ہم چند لوگوں نے شیخ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا ___ مگر کچھ لڑکوں نے رکاوٹ ڈالی ___ وہ دراصل کھیل کود کے شوقین تھے۔ بہر حال کہنے سننے سے کچھ دیر کے بعد سب لوگ ہی شیخ کی زیارت کو جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔

شیخ یحییٰ ہمیشہ ذاکر و شاغل رہتے تھے۔ ملاقاتیوں سے بیٹھ کر زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے سلام و کلام اور ضروری گفتگو کے بعد شیخ اور آنے والے بھی ذکر میں لگ جاتے تھے۔ اور پھر جو جب جانا چاہتا اٹھ کر چلا جاتا۔ ہم لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام و مصافحہ کے معاً بعد انھوں نے فرمایا "وہ لوگ مجلس سے نکل جائیں جو زبردستی لائے گئے ہیں۔"

یہ سن کر ہم سبھی سناٹے میں رہ گئے ___ شیخ یحییٰ کا یہ کشف دیکھ کر ان لوگوں نے معذرت خواہی کی ___ اور پھر شیخ یحییٰ نے علامت سے سمجھا کر انھیں بیٹھنے کی اجازت دی۔ افسوس کہ چند سال پہلے شیخ یحییٰ بھی خدا کی رحمت میں پہونچ گئے۔

الاخ درقاوی نے بتایا کہ جزر القمر میں الشیخ محمد المعروف الشاذلی کا مرقد مبارک زیارت گاہ انام ہے۔ اس طرح سید علی العراقی اسپین کی سرزمین کے مشائخ کی روحانی داستانیں سناتے۔ اور میں اپنے مشائخ کرام اور اولیاء ہند و پاک اور علمائے اعلام کا ذکر کرتا۔ یوں ہماری بھی مجلسیں آباد رہتیں۔

سیر مالٹا

جزیرہ مالٹا عرصۂ دراز تک دولت عثمانیہ ترکیہ کا حصہ رہا۔ اس زمانے میں ترک گورنر اور حکام اعلیٰ مالٹا کے جس حصہ میں رہتے تھے انھوں نے اس کا نام مدینہ رکھا تھا ___ مدینہ مالٹا کے بلند حصہ پر آباد ہے۔ اسلام دشمن انگریزوں نے جزیرہ پر قبضہ کرنے

کے بعد اسلامی آثار کو مٹانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی مگر وہ اس علاقہ کا نام تبدیل نہ کر سکے۔
اور آج بھی اُسے "مدینہ" ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۹ مئی کو صبح سے ½۱ بجے تک محاضرات ندوہ
کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد نماز ظہر بذریعہ بس ہم لوگ ہوٹل پہونچے۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر
استراحت کے لئے وقت ملا۔ ٹھیک ۴ بجے تمام مندوبین ایسیسکو کے ارکان اور اساتذہ کے ہمراہ
مالٹا کے تاریخی مقامات کی زیارت کا پروگرام تھا۔ وقت معینہ پر سب لوگ استقبالیہ ہال میں آپہونچے
—— مالٹا اسلامک سینٹر کے خطیب الاستاذ السعدی نے گائڈ کا فریضہ انجام دیا —— اور
وسیع و عریض سمندر کے دامن پر ایک نقطہ کے مانند ابھرے ہوئے اس جزیرہ میں اللہ کی نشانیاں
دیکھنے کی منتظر نگاہیں مستعد ہو گئیں۔

مالٹا کی سرزمین پر باوقار سلاطین عثمانیہ نے اسلامی اقتدار کے نقوش مرتسم کرنے میں اپنی روایت
کا پورا پورا لحاظ کیا تھا مگر برا ہو انگریز کا کہ اس نے ایک ایک اسلامی نقش کو کھرچ کر رکھ دیا۔

کوئی سرخی نہ ملی جب کسی افسانے کو
ہمارے خون کی حاجت ہوئی زمانے کو

علاقہ مدینہ میں ایک راستہ کا نام TARIQ MESQUITA ہے۔ جس کا مطلب
"مسجد کا راستہ"۔ ہم لوگ اپنے ہمراہیوں سے الگ ہو کر اس پتلی گلی میں داخل ہوئے تو چند
مکانات کے بعد ہی مسجد نما ایک چھوٹی سی عمارت پر نظر پڑی جس کی تعمیر ترکی ساخت کی پرانی مسجدوں
کی طرح ہے۔ اس پر تالا لگا تھا۔ اسی علاقہ میں عین اس قصر کے بالمقابل جسے عثمانی دور کے حکام کا محل بتایا
گیا۔ ایک نہایت وسیع اور شاندار چرچ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ہم نے اس عمارت کے قبلہ رخ کی دیوار پر غور
کیا تو بالکل مسجد کے شاہ در کی دیواروں کی طرح محراب آگے کو ابھری ہوئی نظر آئی —— اس قدیم
مسجد کو چرچ بنانے کے لئے انگریزوں نے صرف اتنا کیا ہے کہ دروازے اور بالائی علامات کو شہید
کر کے چرچ کی مورتیاں اور مسیحی علامات نصب کر دی ہیں —— طرفہ تماشہ یہ ہے کہ قدیم تعمیر کی
دیواروں پر جہاں سے بعد کی تعمیر کی گئی ہے ان دونوں تعمیروں کے پتھروں میں بھی بیّن فرق دکھائی دیتا ہے
—— یہ ہیں اس انگریز قوم کے کارنامے جنھوں نے ہندوستان کے محسنین اور تمدنی و تہذیبی معمار مسلمان

سلاطین پر یہ الزامات عائد کرنے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے غیر مسلموں کے عبادت خانے
مسمار کیے۔ (العیاذ باللہ)

اس کے بعد ہم سمندر کے کنارے "غار حسن" دیکھنے گئے۔ اس غار کے مکینوں "حسن پاشا"
اور اس کے ساتھیوں کے سلسلہ میں بھی انگریزوں نے نہایت گھناؤنی روایتیں عام کی ہیں۔ مگر
حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ انگریزوں کے مالٹا پر قبضہ کے بعد کچھ غیرت مند جیالے ترک اس غار
میں چھپ رہے تھے جو اپنے دشمنوں سے کبھی کبھی چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے۔

---

۱۰ مئی صبح KLM نمبر 140 کے ذریعہ اٹلی روم اور وہاں سے KLM فلائٹ نمبر
346 کے ذریعہ پرواز کر کے امسٹرڈم ایئرپورٹ واپس پہونچے۔

گردشِ وقت بھی آگے مجھے لے جا نہ سکی
تم جہاں چھوڑ گئے تھے میں وہیں ہوں اب تک

سفرنامہ سرینام

(جنوب امریکہ)

(۲۶ جون ۱۹۸۶ء تا ۷ جولائی ۱۹۸۶ء)

مدت گزری ظالم گل چیں باغ میں اک دن آیا
شاخ چرائی شجر شجر کو گہرا زخم لگایا
رُوئے عنادل اہل گلشن سب نے اشک بہائے
باغ سے دُور بچھڑ کر شاخوں کو بھی چین نہ آئے
برسوں ہر سُو ماتم گونجا، یار گیا دلدار گیا
ظالم گل چیں شاخیں لے کر سات سمندر پار گیا
وقت نے زخم پہ مرہم رکھا ہو گئی بات پُرانی
برگ گل کی بپتا بن گئی قصہ اور کہانی
جگ بیتا، پردیسی بلبل اب سندیسہ لائی
شاخ گل نے دُور دیس میں دُنیا نئی بسائی

سفرنامہ

سرینام

تقریب سفر "اصحاب اسلام" کے نام سے سرینام جنوب امریکہ میں مسلمانوں کی ایک تنظیم ہے جس کے صدر جناب حاجی احمد مدار صاحب ہیں۔ اس تنظیم نے اپنی کوشش سے نیو نکیری کے علاقہ میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور کئی سال تک اس کی تکمیل کے لیے جد و جہد کرتے رہے ــــــ بالآخر حاجی مدار صاحب کی محنتوں اور کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ جماعت کے ارباب حل و عقد نے مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر ایک شاندار جلسہ کا انتظام کیا اور مجھے بھی اس میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا۔

ہالینڈ سے اس پروگرام کے لیے میری روانگی پنج شنبہ ۲۶ جون ۱۹۸۶ء شام پانچ بج کر پچاس منٹ پر SLM - SURINAME AIR WAYS کی فلائٹ نمبر 076 سے ہوئی جہاز نہایت تنگ بیٹھنے میں پریشانی محسوس ہو رہی تھی۔ نشست کی سیٹیں بہت چھوٹی اور نزدیک نزدیک بنائی گئی ہیں۔ سیٹ نمبر E ۲۴ جو مجھے ملی ہے اس کے بغل میں ایک اتنا موٹا آدمی بیٹھا ہوا ہے جس کا جسمانی پھیلاؤ اپنی سیٹ سے گذر کر میری سیٹ تک آ رہا ہے۔ بے چارا نہایت

کشمکش میں پھنسا ہوا ہے ——— اور عالم یہ ہے کہ پورے جہاز میں ایک سیٹ بھی خالی نظر نہیں آرہی ہے ——— اس کی وجہ یہ ہے کہ SLM کے پاس تین چار ہی جہاز ہیں اور سرینام کے لوگ ہالینڈ سے وطن کا سفر کرنے کے لئے اپنی سرینامی ائرلائن ہی کو ترجیح دیتے ہیں ——— ہالینڈ سے سرینام کے لئے KLM و SLM کے علاوہ اور کوئی فلائٹ جاتی بھی نہیں ——— اس لئے ہر جانے والی فلائٹ بالکل فل ہوتی ہے۔

دو گھنٹے سے کچھ زائد پرواز کرنے کے بعد جہاز ایک مقام پر رکا۔ یہ پرتگال کی کالونی SANTAMARIA ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یورپین اقوام میں سے ہسپانوی اور پرتگیزی لوگوں نے پہلے پہل قدم بڑھا کر امریکہ کے بر اعظم کے باشندوں پر تسلط کیا اور ان علاقوں کو اپنی کالونی میں داخل کیا۔ پھر رفتہ رفتہ انگریز، ڈچ اور دوسری قوموں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی اس جانب مہمات روانہ کیں۔

سانتا ماریا ائرپورٹ پر پرتگالی ائرلائن کے کئی جہاز کھڑے ہیں ——— ہمارا SLM تھوڑی دیر رک کر روانہ ہوا ——— اور تقریباً آٹھ گھنٹے بعد سرینام کی سرحد میں داخل ہوا ——— موسم خراب ہونے کے باعث اترنے سے پہلے جہاز نے ائرپورٹ کے گرد کئی چکر کاٹے ——— نصف شب کے قریب ZANDERIJ پر جہاز رکا۔ اور اس قید سے رہائی نصیب ہوئی ——— جہاز سے باہر نکلتے ہی جناب حاجی احمد مدار، جامع مسجد پاراماری بو کے امام عبد السبحان مشعل، محمد فیروز سلہ کے بھائی شفیق احمد گمان اور موذن اعتبار شاہ نے استقبال کیا۔ اور ائرپورٹ کے مہمان خانے میں لے گئے ——— اس دوران میرا پاسپورٹ اور ٹکٹ لے کر ان ہی کے ہمراہیوں میں سے ایک نوجوان ائرپورٹ عملہ کے پاس گیا اور داخلہ کی مہر کے ساتھ میرا بیگ وغیرہ ساتھ لایا۔ ائرپورٹ کے باہر سرینام کے بہت سے مسلمان اس آدھی رات کو بھی استقبال کے لئے موجود تھے۔ سب نے خوشی کے نعرے لگائے۔ پھولوں کے ہار پہنائے اور محبت سے معانقہ کیا ——— اور کار میں پاراماری بو شہر کی جانب چل پڑیں۔ رات زیادہ گذر چکی تھی ——— لوگوں نے سیدھے قیام گاہ پر جانا چاہا۔ مگر میں نے فرمائش کی کہ سب سے پہلے میں جامع مسجد جانا چاہتا ہوں۔ مسجد پہونچ کر نماز سے فارغ ہوا۔ جامع مسجد پاراماری بو، سرینام میں مسلمانان اہل سنت کا مرکز ہے۔ یہیں سے سرینام

اور گیانا وغیرہ تک سنیت کی آواز پہونچائی جاتی ہے۔ ہالینڈ میں قدم رکھنے کے بعد ہی سے سرینامی مسلمانوں کی زبان سے اس کی تعریف سنتا رہا تھا۔ بحمد خدا کا شکر و احسان کہ آج اس میں سجدہ گذاری کی توفیق میسر آئی۔ شب کا قیام جناب حاجی نصیر محمد ہاشم صاحب کے مکان پر ہوا۔ موصوف علماء نوازی اور خدام دین کی خدمت گذاری میں خاص کیف محسوس کرتے ہیں۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ اور متعدد علماء بھی سرینام کے سفر میں یہاں قیام پذیر رہ چکے ہیں۔

سرینام کے تاریخی اور جغرافیائی حالات

جمہوریہ سرینام جنوب امریکہ میں واقع ہے۔ اس علاقہ کو امریکن حقارت سے "بنانا ری پبلک" کہتے ہیں کیونکہ امریکی تاجران جنوب امریکی ملکوں سے کثیر تعداد میں "کیلا" اپنے ملک لے جاتے ہیں ——— سرینام کو جانب شمال سے بحر اوقیانوس (ATLANTIC OC) نے گھیر رکھا ہے۔ اس کے مغربی جانب "گیانا" ہے جنوب میں جمہوریہ برازیل اور مشرق میں فرینچ گیانا واقع ہے۔

سرینام کا رقبہ ——— ۱۶۳،۸۲۰ مربع کلومیٹر۔ اور برطانوی لحاظ سے ۵۵،۱۴۳ مربع میل ہے نظم ملکی کے لئے سرینام دس ضلعوں (DISTRICTS) پر منقسم ہے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ پاراماری بو	PARAMARIBO
۲۔ وانیکا	WANICA
۳۔ پارا	PARA
۴۔ سرامکہ	SARAMACA
۵۔ کورونی	CORONIE
۶۔ کومیوینہ	COMMEWIJNE
۷۔ ماروویںہ	MAROWIJNE
۸۔ نکیری	NICKERIE
۹۔ بروکوپونڈو	BROKOPONDO

۱۰۔ سیپالی وینی SIPALIWINI

مغربی مورخین کے بقول سرینام کو ہسپانوی جہاز راں الاسوی اوجیدا نے ۱۴۹۹ء میں دریافت کیا۔ اہل یورپ میں سے ہسپانوی جہاز رانوں کو براعظم امریکہ کے بیشتر حصوں پر قدم رکھنے اور ان علاقوں کو مسیحی بادشاہ اسپین کی سلطنت کا حصہ بنانے میں اولیت حاصل ہے۔

سفرنامہ کا تنگ دامن اگرچہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم یہاں تاریخی حقائق کی کوئی دقیق بحث چھیڑیں اور اس بات کا سراغ لگائیں کہ اسلامی اندلس کی اینٹ سے اینٹ بجاکر لاکھوں فرزندان توحید کو تلواروں کے گھاٹ اتارنے والی ہسپانوی مسیحیت نے براعظم امریکہ میں مسلمانوں کے آثار اور ان کی آبادیوں کو اپنے اولین دور اقتدار میں اگر پایا ہوگا تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا؟ ——— ولیم ایل لنگر کی زبان سے سنتے چلئے، وہ جنوب امریکہ کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوتے لکھتا ہے۔

تمام فاتحین کی طرح ہسپانیہ کی غرض بھی یہ تھی کہ

سلطنت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو جائے۔

آمدنی بڑھ جائے۔

اور مسیحیت کی اشاعت کی جائے۔

جن لوگوں نے موقع پر فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو زیادہ دولت اور عزت حاصل کرنا چاہتے تھے ایسے من چلے بھی تھے جو بڑے کارنامے انجام دینے کے شوق میں ہر قسم کے خطرے مول لینے کے لئے تیار تھے۔ اور ایسے بھی تھے جو چاہتے تھے کہ مسیحیت کی اشاعت کرکے ہسپانیہ کے تاج کو عزت کے چاند لگائیں۔

(انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ ہسٹری (مترجم) ج ۱ ص ۳۸۷)

مصنف آگے چل کر لکھتا ہے۔

"جیسے جیسے علاقے فتح ہوتے گئے حکومت ان کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیتی گئی مذہبی پیشواؤں نے وہاں پہونچ کر حکومت کی سرپرستی میں اپنا مستقل نظام قائم کر لیا۔" (ایضاً)

یہ ہسپانوی مسلمانوں سے دنیا کے دوسرے کنارے پہونچ کر بھی خائف تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ملکوں میں مسلمان رہیں۔

پروفیسر ولیم ایل لنگر لکھتا ہے۔

"ہسپانیہ کے استعماری نظام میں امریکی مقبوضات میں آبادکاری کی نگرانی بڑی سختی سے کی گئی۔ یہودیوں مسلمانوں اور لامذہبوں یا ان کے اسلاف کو کہیں بسنے کی اجازت نہ تھی ...... حبشی غلاموں کی آبادی زیادہ تر جزائر غرب الہند اور جنوبی امریکہ کے شمالی حصوں تک محدود تھی۔

(انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ ہسٹری۔ ج ۲ ص ۳۹۱)

نو آبادیات میں کلیسائی نظام پر اس اقتباس سے روشنی پڑتی ہے۔

"مسیحیت میں بہت سے مذہبی نظام پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے نمائندے بھی ان نو آبادیوں میں پہونچ گئے تھے ـــ پادری مذہبی تبلیغ کے لئے نکلتے تو سپاہیوں کو ساتھ لے لیتے۔ جگہ جگہ مشن قائم کرتے جاتے۔

(ایضاً۔ ص ۳۹۳)

"البلدان الاسلامیہ والاقلیات المسلمۃ فی العالم المعاصر" میں جنوب امریکہ کا ذکر کرتے ہوئے […] بتایا گیا ہے کہ اس براعظم پر یورپی اقوام کے قدم پہونچنے سے بہت پہلے ہی مسلمانوں کے قدم پہونچ […] چکے تھے۔ تاریخی حیثیت سے اس حقیقت کی تائید میں چینی محققین کی قدیم تحریروں میں موجود ہیں ——— […] برازیل کے علاقہ "ایوری جانیرو" میں انیسویں صدی کے اختتام پر آثار قدیمہ نے کئی ایسے پتھر دریافت کئے […] ہیں جن پر قدیم عربی رسم الخط جیسی تحریریں کندہ ہیں۔

جنوب امریکہ کے ملک برازیل میں اس وقت ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان آباد ہیں۔ شہر ساں پولو […] میں "الجمعیۃ الخیریۃ الاسلامیہ" نامی ایک مضبوط تنظیم بھی کام کر رہی ہے۔ اس کے زیر اہتمام ایک نہایت […] شاندار جامع مسجد بھی بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں ہوئی ہے۔ اس […] مسجد کو جنوب امریکہ کی بڑی مساجد میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہاں عربوں میں سے شامی مسلمان زیادہ […]

پائے جاتے ہیں۔ اور بیلیک مسلم میں رنگیپا ٹنگ وغیرہ کے مسلمان آباد ہیں۔

(البلدان الاسلامیہ۔ ص ۷۷۳ – ۷۷۴، مطبوعہ ریاض ۱۹۷۹ء)

سرینام مغربی تسلط میں

اس وقت ہم جس ملک کا سفر کر رہے ہیں، بات اس کے دریافت کرنے والے کی ہو رہی تھی۔ موجودہ دور تک کی مسلم تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سرینام ۱۴۹۳ء میں ایک ہسپانوی جہاز راں نے دریافت کیا، اور اسے اسپین کے تسلط میں دیا۔ ہسپانوی قوم کے بعد سرینام پر انگریز قابض رہے۔ ۱۶۶۷ء میں سرینام ولندیزی قوم کے قبضہ میں آیا۔ ڈچ مملکت نے سری نام کو اپنے آخری زمانۂ اقتدار تک اپنے ملک کی ایک خود مختار ریاست کے طور پر رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ سرینام کی تعمیر و ترقی پر کوئی توجہ نہیں دی۔ حتیٰ کہ چند ایک ناگزیر پل اور سڑکیں تک تعمیر نہیں کیں۔ مثلاً شہر پارا ماری بو سے ملی ہوئی ہنسو کی وسیع آبادی کو دریا منفصل کرتا ہے اور ہنسو اور اس کے گرد و نواح کی اکثر آبادی کا پارا ماری بو سے شب و روز کا رابطہ ہے جہاں پل ہونا نہایت ضروری تھا مگر صدیوں تک سرینام کی رگوں سے خون نچوڑنے والوں کو اپنے مملوکوں کی یہ عظیم ضرورت آنکھوں سے نظر نہیں آئی۔

آزادی

سرینام ۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء کو ولندیزی تسلط سے آزاد ہوا ــــــ اور حکومت ہالینڈ نے سرینام میں جمہوری حکومت قائم کر کے ملک کی باگ ڈور اس کے سپرد کر دی۔ ملکی نظام کا اختیار خود دار کی کونسل رکھتی ہے جس کے سربراہ کو منسٹر پریزیڈنٹ (وزیر اعظم) کہا جاتا ہے۔ اس نظام حکومت میں وزیر اعظم اور اس کی کابینہ قومی اسمبلی کے روبرو جوابدہ ہوتی ہے ــــــ آزادی کے چند سال بھی اطمینان سے نہیں گذرے تھے کہ فوجی انقلاب کے بعد "بوترس" نامی فوجی افسر نے حکومت پر قبضہ کر لیا ــــــ فوجی اقتدار کے بعد بھی ۱۹۸۷ء اور اس کے بعد پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے مگر بنیادی لحاظ سے اب تک ملک پر فوج ہی کی حکمرانی ہے۔

سرینام کی آبادی

۱۹۷۵ء میں آزادی کے وقت سرینام کی مجموعی آبادی چار لاکھ دس ہزار تھی۔ ملکی بد نظمی سے تنگ آکر ملک سے لاکھوں افراد ہالینڈ چلے آئے۔ اب ہمارے سفر سرینام کے وقت ملک کی مجموعی آبادی چار لاکھ سے کم رہ گئی ہے ــــــ

سرینام کے باشندوں میں ہندوستانی دوسرے نمبر کی اکثریت ہیں۔

قومیت کے لحاظ سے سرینام میں سات قسم کے لوگوں کی آبادی ہے جو بلقید اعداد اس طرح ہیں۔

- حبشی ــــــ ۱۵۸,۰۰۰
- ہندوستانی ــــــ ۱۳۲,۳۰۰
- انڈونیشی ــــــ ۵۸۹۰۰
- ریڈ انڈین ــــــ ۱۰۲۰۰
- چینی ــــــ ۹۳۰۰
- یورپین ــــــ ۳۰۰۰
- عربی وغیرہ ــــــ ۵۱۰۰

جن کی مجموعی تعداد یہ ہے۔ ــــــ ۳۸۴۹۰۰

ادیان

سرینام کا سرکاری مذہب عیسائی کیتھولک ہے، اکثر حبشی کچھ ریڈ انڈین اور یورپین باشندے مسیحی ہیں۔ کچھ کیتھولک اور کچھ پروٹسٹنٹ ہندوستانیوں میں زیادہ تر ہندو ہیں ۸۰ فی صد چینیوں کا عقیدہ "کنفیوشش" ہے۔ ریڈ انڈین میں زیادہ تر مشرک ہیں جو ارواح کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہندوستانیوں میں سے تقریباً چالیس فی صد انڈونیشین اکثر و بیشتر اور اہل عرب سب کے سب مسلمان ہیں۔ جن کی تفصیل سرکاری کاغذات کے لحاظ سے حسب ذیل ہے۔

- مسیحی ــــــ ۱۳۵۶۳۷
- ہندو ــــــ ۱۱۲۰۹۵
- مسلمان ــــــ ۷۷۳۷۵
- یہودی ــــــ ۱۹۲
- کنفیوشش ــــــ ۹۵۳۷
- یہود (مسیحی) ــــــ ۱۳۹۲۶
- مختلف ــــــ ۳۷۶۳۰

مردم شماری کی اس فہرست میں سرکاری باشندوں میں مسیحیوں کا اضافہ دراصل اہل مغرب حکمرانوں

کی انہی پالیسیوں کا نتیجہ ہے جس کو ہم نے پروفیسر ولیم ایل لنگر کے حوالہ سے سطور ماسبق میں قلمبند کیا ہے۔ افریقہ اور ہندوستان کے علاقوں سے سرینام اور گیانا میں جنگل کاٹنے، گنے اور دھان کی کھیتی کرنے کے لئے جن لوگوں کو غلام بنا کر لایا گیا تھا۔ ان میں سے کوئی ایک فرد بھی مسیحی نہیں تھا ـــ بلکہ اب تو قدیم دستاویزات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ افریقہ سے سرینام لائے گئے حبشی اکثر آباء و اجداد سے مسلمان تھے۔ ظالمانہ جبر کہ بندیوں نے ان بے چاروں سے نہ صرف ان کا وطن، عزیز و اقرباء اور آزادانہ زندگی کا ماحول چھینا، بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ ان سے ان کے آبائی نام تک چھین لئے۔ اور اسی کے ساتھ ان پر پابندی عائد کی گئی کہ آئندہ زندگی میں وہ کبھی اپنے پرانے آبائی خاندانی" اور اپنے ماں باپ کے دیئے ہوئے مذہبی ناموں کا استعمال نہ کریں اور ہر ایک کو نیا نام اور ایک لقب دیا گیا جس سے ان کی بآسانی شناخت ہو، اور اہل کار اس کا ریکارڈ یاد رکھ سکیں۔ ہندوستانی مزدوروں کے ساتھ حبشی غلاموں جیسا برتاؤ تو نہ کیا گیا۔ تاہم ان کو ان کے دین و مذہب سے دور کرنے کا کوئی موقع ضائع بھی نہیں کیا گیا۔ ہندوستان کے علاقہ روہیل کھنڈ کے باشندے منشی عبدالرحمٰن خاں اور ان کے ساتھ آنے والے ہندوستانیوں کو بھی ان مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ خان صاحب لکھے پڑھے آدمی تھے اس لئے اہل کار ان کا نام بدلنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ منشی صاحب کا مخصوص نمبر ۲۵۳ تھا۔

ولندیزی دور اقتدار میں ارباب کلیسا حکومت کی سرپرستی میں مسیحیت کو فروغ دیتے رہے۔ اور ہر ممکن ذریعہ سے لوگوں کو عیسائی بناتے رہے ـــ بے علم اور ان پڑھ غیر مسیحی بھی اپنے بچوں کے نام اندراج کروانے سرکاری دفاتر میں جاتے تو وہاں کے سرکاری کارندے نہایت فراخ دلی سے مسیحی مروجہ ناموں میں سے کوئی نام انھیں تحفہ میں دے دیتے۔ یہ عمل ہاسپٹل کے زچہ خانے سے لے کر سرکاری اسکول کے دفاتر تک نہایت سلیقہ مندی سے برتا جاتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ سرینام کے مسلمانوں اور ہندوؤں کے نام یا تو مسیحیوں جیسے ہیں یا اگر کسی کا اسلامی اور اپنا مذہبی نام ہے تو اس کے ساتھ مسیحی نام کا دم چھلا ضرور لگا ہوا ہے ـــ مثلاً لیاقت علی روئی، عبدالسبحان مشعل، رمضان آنتون، قاسم روئی، افتخار ہینک، عبداللہ مائیکل وغیرہ وغیرہ ـــ (اس عنوان پر سرینام کی میری ایک مجلسی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے،

اسلامی ناموں کی اہمیت

انسان کا نام اس کی ذات اور شخصیت کا ترجمان ہوتا ہے۔ اچھا نام فطرت سلیم پر اچھا اثر مرتب کرتا ہے اور برا نام اپنی نحوست ڈالتا ہے۔ اسلامی نام مسلمان کے دینی مذہبی تعارف کا بہترین ذریعہ ہے، حدیث پاک میں عبداللہ، عبدالرحمٰن اور اسم پاک محمد کے فضائل بے شمار آئے ہیں۔ حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تمھارے ناموں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں"

"مسلمان ماں باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ ان کے لئے اچھے نام کا انتخاب کریں اور دینی بزرگوں سے کرائیں"

حدیث پاک ہے "باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور حسن ادب سکھائے"

ارشاد رسول اکرم ہے۔ "آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے، لہٰذا چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے"

نیز فرمایا "روز قیامت تم اپنے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لئے نام اچھے رکھا کرو"

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نام مبارک پر نام رکھنے کی مسلمانوں کو ترغیب دی ہے اور اپنی کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا کیا حرج ہے کہ تمھارے ایک گھر میں کئی کئی محمد ہوں۔ دنیا و آخرت میں اسم پاک "محمد" کی برکتیں بے حد و شمار ہیں ـــ چنانچہ مسلمانوں کے دور عروج میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے فقہاء، محدثین، متکلمین اور افاضل روزگار کے ایک ایک گھر میں کئی کئی لوگوں کے نام محمد ہوتے ہیں۔ اسی طرح کئی کئی پشتوں تک محمد ابن محمد بن محمد کا نورانی سلسلہ چلتا رہا ہے۔ ناموں کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے۔

سَمُّوا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ ۔ نبیوں کے ناموں پر نام رکھو۔

اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کے نام حسن، حسین اور ایک انصاری صحابی کے بچہ کا نام "منذر" رکھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل، اولیاء اور نیکوں کے نام بھی رکھے جائیں

اور ایسے نام رکھنا بھی بہتر ہے جن کا مطلب اور مفہوم اچھا ہو ——— مسیحی اور لادینی ماحول میں رہ کر ہمارے بہت سے مسلمان بھائی اسلامی ناموں کی اہمیت کو بھولتے جا رہے ہیں۔ اس لئے اتنا عرض کر دیا گیا۔ لباس اور شکل و صورت سے اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے والے تو عنقا ہو ہی رہے ہیں اب اگر ناموں میں بھی اسلامیت ختم ہو جائے تو ایسے مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

صدائے طائران آشیانہ گم گشتہ می آید

سرزمین ہندوستان سے مزدور لانے کے واسطے انگریزوں نے صوبہ یوپی کے شمالی مشرقی اضلاع اور بہار کے باشندوں کا انتخاب کیا۔ آدمیوں کی فراہمی کا یہ طریقہ تھا کہ ان علاقوں میں انھوں نے اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے تھے۔ جو سیدھے سادے کسانوں کو خوش آئند زندگی اور کم محنت میں زیادہ پیسے کمانے کا لالچ دے کر اڈوں تک لاتے۔ ان اڈوں کو ڈپو کہا جاتا تھا۔ پھر یہ سے مزدور کلکتہ لائے جاتے وہاں سے بحری جہازوں کے ذریعہ انھیں سرینام بھیج دیا جاتا۔ ہندوستانیوں کو اس طرح لانے کا سلسلہ ۴۳ سال تک چلتا رہا۔ اس مدت میں ۶۱ بار بادبانی جہازوں سے اور ۴۳ بار کوئلہ کے انجن والے جہازوں سے نقل و حمل کی گئی۔ سمندری سفر کے دوران ——— نہ جانے کتنے لوگ طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو کر جاں بحق ہو گئے۔ ان بحری جہازوں کو سرینام تک پہونچنے میں کم سے کم ڈیڑھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین ماہ کا وقت لگتا تھا۔ ہندوستانیوں کو لے کر ——— سرینام کا سفر کرنے والے پہلے جہاز کا نام "لالہ رخ" تھا۔ جو ۲۶ فروری سنہ ۱۸۷۳ء میں چل کر تین ماہ آٹھ روز بعد ۵ جون سنہ ۱۸۷۳ء کو سرینام پہونچا تھا۔ سرینام ہندوستانی نسل کو "لالہ رخ" اور "کلکتہ" کے لفظ سے آج تک ایک جذباتی لگاؤ ہے ——— ذیل میں ہم سرینام لائے جانے والوں کی ایک تخمینی فہرست بقید سنہ تحریر کرتے ہیں جو ولندیزی دستاویز سے ماخوذ ہے

کس سال	کتنے آدمی (لفظوں میں)	ہندسوں میں
سنہ ۱۸۷۳ء	تین ہزار دس	۳۰۱۰
سنہ ۱۸۷۴ء	نو سو چوالیس	۹۴۴
سنہ ۱۸۷۵ء	تین سو ستائیس	۳۲۷

کس سال	کتنے آدمی (لفظوں میں)	ہندسوں میں
سنہ ۱۸۷۹ء	سات سو	۷۰۰
سنہ ۱۸۸۰ء	سات سو پچاسی	۷۸۵
سنہ ۱۸۸۱ء	چار سو چوبیس	۴۲۴
سنہ ۱۸۸۲ء	چار سو اکہتر	۴۷۱
سنہ ۱۸۸۳ء	نو سو دو	۹۰۲
سنہ ۱۸۸۴ء	دو ہزار ایک سو چونتیس	۲۱۳۴
سنہ ۱۸۸۵ء	پانچ سو بتیس	۵۳۲
سنہ ۱۸۸۶ء	تین سو ساٹھ	۳۶۰
سنہ ۱۸۸۹ء	سترہ سو سینتالیس	۱۷۴۷
سنہ ۱۸۹۰ء	بارہ سو پچہتر	۱۲۷۵
سنہ ۱۸۹۱ء	چھ سو آٹھ	۶۰۸
سنہ ۱۸۹۲ء	بارہ سو چالیس	۱۲۴۰
سنہ ۱۸۹۳ء	دس سو ستانوے	۱۰۹۷
سنہ ۱۸۹۴ء	بارہ سو گیارہ	۱۲۱۱
سنہ ۱۸۹۵ء	سولہ سو تئیس	۱۶۲۳
سنہ ۱۸۹۶ء	گیارہ سو اکیاسی	۱۱۸۱
سنہ ۱۸۹۸ء	پانچ سو سولہ	۵۱۶
سنہ ۱۸۹۹ء	چھ سو پندرہ	۶۱۵
سنہ ۱۹۰۲ء	تیرہ سو اکتیس	۱۳۳۱
سنہ ۱۹۰۳ء	چھ سو چون	۶۵۴
سنہ ۱۹۰۴ء	دو سو ترپن	۲۵۳

کس سال	کتنے آدمی (لفظوں میں)	ہندسوں میں
سنہ ۱۹۰۵ء	دو سو تہتر	۲۷۳
سنہ ۱۹۰۶ء	نو سو بتیس	۹۳۲
سنہ ۱۹۰۷ء	سولہ سو چوہتر	۱۶۷۴
سنہ ۱۹۰۸ء	اٹھارہ سو چھیاسٹھ	۱۸۶۶
سنہ ۱۹۰۹ء	چودہ سو چوبیس	۱۴۲۴
سنہ ۱۹۱۰ء	چار سو چھہتر	۴۷۶
سنہ ۱۹۱۲ء	دس سو بارہ	۱۰۱۲
سنہ ۱۹۱۳ء	نو سو چون	۹۵۴
سنہ ۱۹۱۴ء	پندرہ سو اڑسٹھ	۱۵۶۸
سنہ ۱۹۱۶ء	تین سو تین	۳۰۳

ابتدائی دور کے مذہبی حالات

مسلمانان سرینام چونکہ مزدور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی دینی مذہبی تہذیب کی بنیاد مضبوط رکھنے کا سرینام میں کوئی باقاعدہ نظم نہیں تھا۔ اس لئے غیر اسلامی رسوم و رواج میں پھنس جانا ان کے لئے کچھ بعید نہ تھا۔ مگر سرینام کے مسلمانوں کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر دین و مذہب کا جو لوگ بھی تھوڑا علم رکھتے ہیں انھوں نے اس کو پھیلانے میں پوری کوشش صرف کی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے احکام اور مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کے سلسلے میں برتے جانے والے احکام جو عام کم پڑھے لکھے مسلمان عوام بھی جانتے ہیں۔ سرینام کے مذہبی ذمے داران جنھیں وہاں کی زبان میں "میاں جی" کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے جہاں تک ہو سکا مسلمانوں کو ان پر کاربند رکھا۔ مسلمان گھروں میں تقریبات اور اہم مواقع پر میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کیا جاتا۔ اور ان میں اکثر جناب اکبر وارثی مرحوم کی "میلاد اکبر" پڑھی جاتی ـــــ اس طرح مسلمانان سرینام عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

کی دولتِ لازوال کی حفاظت و صیانت کرتے رہے ـــــ عہد ملازمت دکنٹراک کے زمانے تک مسلمان بھی اور پڑوسیوں کی طرح کیمپوں میں رکھے جاتے اور ان سے کام لیا جاتا۔ ایک کنٹراک کی مدت پوری ہونے کے بعد بہت سے ہندوستانی تو اپنے وطن واپس چلے گئے۔ ولندیزی گورنمنٹ نے لوگوں کو سرینام میں آباد ہونے کی ترغیب دلائی اور انھیں مکانات کے لئے زمین الاٹ کی۔ اس طرح مسلمانوں نے مکانات بنائے اور گھر گرہستی کے ساتھ اپنے دین و مذہب کی ترقی کے لئے بھی کوشش کرتے رہے۔

چونکہ اس دور میں مسلمانوں میں دینی سرپرستی کرنے والا کوئی عالم دین نہیں تھا نہ ہی حکومت ان کے دینی مطالبات سے واقف تھی اس لئے اتنا ہوتا تھا کہ شادی بیاہ کے موقع پر مسلمانوں کی شادی "میاں جی" کے ذریعہ نکاح پڑھا کر ہوتی تھی۔ وہی میاں جی ان شادیوں کو حکومت کے پاس رجسٹرڈ کرایا کرتے تھے۔ بچوں کی پیدائش پر عقیقہ اور ختنہ بھی ہوتا تھا ـــــ انڈونیشیا سے گئے ہوئے مسلمان دینی امور کو اپنے انڈونیشی انداز میں پورا کرتے تھے۔ اور ہندوستان کے ہندو اپنے دھرم کے لحاظ سے زندگی گذارتے تھے اور شادی بیاہ کرتے تھے۔

ولندیزیوں نے ہندوستان سے گئے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ہندوستانی قومیت کے لحاظ سے ایک ساتھ ہی آباد کیا۔ اور ان کے دین دھرم کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اور حبشیوں کی ننگی تہذیب کے مقابلے میں جو کہ اکثریت تھے، مسلمان اور ہندو ہندوستانیوں کا متحد رہنا چنداں ضروری بھی تھا ـــــ مگر ہم مذہبی نقطۂ نظر سے غور کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے مسلمانوں میں دینی لحاظ سے کئی خرابیاں پیدا ہوئیں۔

- بہت سے مسلمانوں نے ہندو عورتوں سے اور ہندو مردوں نے مسلمان عورتوں سے شادیاں کیں۔
- بے محابا اختلاط، اور دینی شعور کی عدم موجودگی نے مشرکانہ معاشرت کی بہت سی عادتیں لے لیں۔
- شراب نوشی اور جوا وغیرہ کی بری عادتیں مسلمانوں میں بھی پھیل گئیں۔

یوں تو مذکورہ بالا قباحتیں جزوی لحاظ سے کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ اور دنیا کا کوئی گوشہ ان

سے شاید ہی خالی ہو مگر سرینام میں یہ دینی قباحتیں تہذیب کا حصہ بنتی گئیں ــــ تا آنکہ وہاں علماء اسلام کے قدموں کی برکتیں پہونچیں اور مساجد و مراکز اسلام قائم ہوئے اور لوگوں کو اپنے دین کی شناخت آسان ہوئی۔

مجموعی اعتبار سے سرینام میں اسلام اور مسلمانوں کے باقی رکھنے میں "میاں جی" حضرات نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ قابلِ تحسین اور لائقِ مبارکباد ہیں ــــ پوری ایک صدی علماء کی سرپرستی کے بغیر اپنے دین کی حفاظت آسان کام نہیں۔ اس دور میں ہندوستانی بانا کی اس بچھڑی ہوئی مسلمان شہنی کو خدا و رسول سے وابستہ رکھنے والے دینی خدام پر اللہ تعالیٰ اپنی بے شمار رحمتوں کا نزول فرمائے ــــ اور ان کی مخلصانہ خدمات کا انھیں آخرت میں بہترین صلہ دے۔ آمین۔

ایمانی فصلِ بہار کا دور

مسلمانانِ سرینام کی مثال اس زرخیز زمین جیسی تھی جہاں صرف بیج ڈال کر فصل کاٹنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ عرصۂ دراز سے اس خطۂ ارض نے اسلامی رہنماؤں اور علماء اسلام کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ نصف صدی سے زیادہ زمانے تک وہاں سے کسی نے حرمین طیبین کا سفر نہیں کیا تھا۔ سرینام کی نئی نسلوں نے اپنے آبا و اجداد سے پائی ہوئی دینی بنیادوں کو سینے سے لگا کر رکھا تھا۔ انھیں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے قلبی لگاؤ تھا۔ اور دنیا میں اسلامی لحاظ سے آنے والے ہر انقلاب کو وہ اپنے دینی شعور سے پرکھتے تھے ــــ برصغیر ہند سے پاکستان نام کی مسلم ریاست عالم ظہور میں آئی تو سرینام کے مسلمانوں نے اس پر اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ــــ سرینام کے ہندو باشندے جس طرح ہندوستان کو اپنی دھرتی اور وطن اصلی خیال کرتے تھے ــــ سرینام کے مسلمان بھی پاکستان کو اسی طرح دینی لحاظ سے اپنا ایک مضبوط قلعہ اور مسلمانوں کا "ضامن" سمجھتے تھے ــــ امرت سر اور کشمیر میں پرورش پانے والی سیاست کی صدائے بازگشت پاراماریبو اور نکیری میں سنائی دیتی تھی۔

سرینام میں دینی اور اسلامی انقلاب کی تاریخ اس دن سے شروع ہوئی جب مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے وہاں قدم رنجہ فرمایا ــــ وہ ایمان و سرشاری کی بادِ بہاری کا ایک جھونکا تھا جو خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی آمد سے پاراماریبو کی سرزمین پر ظاہر ہوا۔ علامہ صدیقی علیہ الرحمہ علم و فراست کے ساتھ ساتھ روحانیت کی دولت سے مالا مال تھے۔ مدتوں کی ترسی

پیاسی مسلمانانِ سرینام کی نگاہوں نے اس عالمِ ربانی کی زیارت سے خود کو نہال کیا۔ علامہ صدیقی علیہ الرحمۃ نے ایک حاذق طبیب کی طرح مسلمانانِ سرینام کے ماحول کی بیماریوں کو نبض پر ہاتھ رکھتے ہی گرفت میں لے لیا ــــ وہ عقیدہ فاسدہ کے جراثیم تھے جنھیں مرزا غلام احمد قادیانی کے اخلاف نے انگریز گورنمنٹ کی سرپرستی میں مسلمانانِ سرینام کے ایمانی و اسلامی خون میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا ــــ علامہ صدیقی علیہ الرحمہ نے بلا تامل عملِ جراحت شروع کر دیا۔ اور ہندوستانی نسل کے مسلمان جو بھولی بھیڑوں کے مانند تھے ان میں چھپے ہوئے بھیڑیوں کی نشاندہی کی ــــ اسلام و مرزائیت کے بُعد المشرقین کو واضح کیا ــــ اس طرح ایک بھٹکتا ہوا قافلہ راہِ منزل سے لگ گیا ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں گم ہو جانے والوں نے "صراطِ مستقیم" پالی ــــ سیکڑوں لوگوں نے توبہ و استغفار کر کے اپنی عاقبت درست کی ــــ علامہ صدیقی علیہ الرحمہ کے بعد ان کے خلیفہ و مجاز مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے اپنے شیخ کے حلقوں کا دورہ کیا۔ وہ سرینام بھی تشریف لائے ــــ ان کے ذریعہ سرینام میں پہلا اسلامی مرکز قائم ہوا۔ حاجی سکھتی مرحوم نے جامع مسجد کے لئے اپنی زمین وقف کی اور ایک مقام صلوٰۃ سے ترقی کر کے "جامع مسجد پاراماریبو" تعمیر ہوئی۔ اور اس سے متصل انصاری اسکول کی بنیاد رکھی گئی ــــ یہی مسجد اور تنظیم مسلمانانِ سرینام کی تاریخ کا مرکزی مینار ثابت ہوئی، ان دونوں بزرگوں کے کاموں کو مزید آگے بڑھانے اور مرزائیت کا زہر کافور کرنے میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی بن حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے نہایت دلچسپی لی۔ اور آج تک سرینام سے لے کر ہالینڈ تک سرینامی مسلمانوں کی دینی قیادت و رہنمائی کا فریضہ نہایت جرأت و پامردی سے انجام دے رہے ہیں ــــ علامہ نورانی صاحب ہی کی کوشش سے مولانا سید سعادت علی قادری مدظلہٗ کئی سال تک سرینام کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی کرتے رہے ــــ مولانا کے قیام سرینام سے وہاں کے مسلمانوں میں تعمیری تہذیبی اور تنظیمی بیداری کا خاصا کام ہوا۔ ان تمام علماء اور بزرگوں نے اپنے اپنے طور پر سرینام میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی۔ (رب قدیر انھیں ان کی محنتوں کا بہترین صلہ دے ــــ آمین)

سرینام کی مسلم تنظیمیں

پورے ملک میں مسلمانوں کی جماعتیں اور تنظیمیں موجود ہیں یورپین طریقہ پر سرینام میں مساجد کے تابع شادی بیاہ اور

تقریبات کے لئے ہال اور تجہیز و تکفین کے انتظامات رکھے جاتے ہیں۔

سرینام مسلم ایسوسی ایشن

ہندوستانی سرنامیوں کی سب سے باوسائل اور مضبوط تنظیم "سرینام مسلم ایسوسی ایشن (SMA)" ہے۔ اس کی بنیاد ۱۹۵۰ء میں رکھی گئی۔ سرینام کی سب سے بڑی مسجد اسی کے تابع ہے یہ مسجد کریبین ممالک میں اسلام کی عظمت کا نشان ہے (SMA) کے تحت ۱۴ اور مساجد ہیں۔ جو باہم مشورہ سے اپنے دینی امور انجام دیتی ہیں۔ یہ مسجد چونکہ ملک کے دار السلطنت "پارامار یبو" میں ہے۔ اس لحاظ سے اسے مزید مرکزیت حاصل ہے SMA تنظیم ہی اس یتیم خانہ کی سرپرستی بھی کرتی ہے جو جامع مسجد سے متصل واقع ہے۔ اس یتیم خانہ میں لاوارث بچے بچیاں اور لڑکے لڑکیاں رہتی ہیں۔ اور یتیم خانہ ان کی کفالت کرتا ہے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کرتا ہے۔

دراصل یہ یتیم خانہ حضرت مولانا انصاری علیہ الرحمہ کی تبلیغی یادگار اور سرینامی مسلمانوں کی دینی پناہ گاہ ہے — سرینام میں اس یتیم خانہ کی بنیاد پڑنے سے پہلے۔ مسیحیوں کے یتیم خانے اور ہندوؤں کے "دھرم شالے" موجود تھے، بہت سے مسلمان بچے لاوارث ہونے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے کوئی سہارا نہ پاکر غیر مسلموں کے محتاج بن جاتے تھے۔ اس طرح ان کے دین مذہب کی بربادی کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ یہ یتیم خانہ بننے کے بعد ایسے مجبور اور یتیم مسلمان بچوں کے لئے جائے پناہ حاصل ہوگئی۔ دینی فکر و شعور کی پختگی اور طلبہ و طالبات کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کا اس یتیم خانہ اور اس کے مدرسہ میں کوئی اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے مجبور بچے یہاں پل کر بڑے تو ہو جاتے ہیں مگر ان میں اپنے دین و مذہب کا رنگ اس طرح نمایاں نہیں ہوتا جیسے ہونا چاہیئے۔ یہ ایک بھاری کمزوری ہے جس پر توجہ دی جائے تو یہاں سے طلبہ اور طالبات دینی افکار و تہذیب سے آراستہ ہوکر اچھے مسلمان شہری نیک مومن خاندان کے بانی ثابت ہوسکتے ہیں SMA کے مبلغین کو سرینام ٹی وی اور ریڈیو پر بھی وقتاً فوقتاً موقعہ دیا جاتا ہے۔ S.M.A کی مساعی سے اس تنظیم کی سرپرستی میں مسلمانوں نے اپنا قبرستان بھی الگ بنایا ہے جہاں کوئی غیر مسلم دفن نہیں کیا جاتا۔ یہ قبرستان SMA کے صدر حاجی اسلام رمضان مرحوم کے زمانے میں منظور ہوا۔ اسلام رمضان مرحوم عرصہ دراز تک سرینام پارلیمینٹ کے ممبر بھی تھے۔ ان کے زمانے میں علماء اسلام کی سرینام آمد کا سلسلہ

تیز ہوا۔ اور مسلمانوں کی دینی ترقی میں اضافہ ہوا۔

سرینام میں ہندوستانی سنی مسلمانوں کی اکثر تنظیمیں اور مساجد S.M.A سے وابستہ ہیں سوائے ایک دو نئی مساجد کے جو تبلیغی جماعت اور رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے بنی ہیں۔ S.M.A کی نگرانی میں ہر سال حجاج کرام حج و زیارت کے لئے جاتے ہیں — ممالک عرب کے سفارتخانے ہر سال اپنی طرف سے کئی حاجیوں کو سفر خرچ فراہم کرتے ہیں جو S.M.A کے ذریعہ حقداروں کو دیئے جاتے ہیں۔

انجمن خلافت کے نام سے بھی ایک تنظیم ۲۱ دسمبر ۱۹۲۱ء میں قائم کی گئی تھی جس کے ماتحت تین مسجدیں ہیں۔ دو مسجدیں تو بن چکی ہیں تیسری ہنوز نامکمل ہے — خلافت انجمن کا تعلق بھی S.M.A کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ مسجد اعظم اور ہدایۃ الاسلام کے ارکان بھی S.M.A سے مل کر کام کرتے ہیں۔ جناب حاجی حبیب عالم صاحب مرحوم نے خود اپنی زمین میں بھی ایک مسجد بنائی ہے، اور قیام ہالینڈ کے زمانے میں راقم الحروف سے اس کا نام رکھنے کے لئے کہا تو میں نے "حبیب المساجد" نام منتخب کیا تھا۔ حاجی صاحب نے مسجد تو بنا دی مگر اس کی صحیح آبادکاری کا کوئی انتظام نہ کر سکے۔ اور وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

نیکری شہر کی تنظیم "اصحاب اسلام" بھی SMA کے مشوروں سے کام کرتی ہے۔

سرینام کے انڈونیشی مسلمان

انڈونیشی مسلمانوں کی بھی سرینام بھر میں مساجد اور تنظیمیں قائم ہیں۔ ان میں "صحابۃ الاسلام" نام کی تنظیم قدیم ترین ہے اس کے ماتحت تین مساجد ہیں۔ اس کے علاوہ المؤسسۃ الاسلامیہ (SIS) ایک وسیع تنظیم ہے۔ جس کا اپنا مرکزی دفتر، بیت الطالبات اور بے سہارا بوڑھوں کے لئے "مستقل مکان" قبرستان چار ابتدائی مدارس چل رہے ہیں۔ SIS نے حکومت سرینام سے ۱۰ ہیکٹر زمین کا ایک پلاٹ بھی حاصل کیا ہے۔ جس میں زراعت کی جاتی ہے۔ نیز ڈیری فارم بنائے گئے ہیں۔ اس تنظیم کی بنیاد ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء میں رکھی گئی۔ اس کے علاوہ انڈونیشی مسلمانوں کی ایک تنظیم کا نام "اتحاد المجتمع الاسلامی" (FIGS) ہے۔ یہ ۱۹۷۸ء میں قائم کی گئی۔ اس کے تحت ۲۰ سے زیادہ مسجدیں ہیں — سرینام میں انڈونیشی مسلمانوں کی یہی سب سے وسیع تنظیم

ہے شروع دور میں انڈونیشی مسلمانوں کی تقریباً سبھی مسجدیں اس کے ماتحت تھیں۔ اور اس کی سرپرستی کم علم انڈونیشی "میاں جی" حضرات کرتے تھے ــــ یہ لوگ ایشیا سے نکل کر براعظم امریکہ میں پہونچنے کے باوجود انڈونیشیا کے لحاظ ہی سے قبلہ رخ کو صحیح سمجھتے تھے۔ میں نے ہنسو قصبہ میں خود ایسی مسجد دیکھی ہے جس کا رخ قبلہ کے عین مخالف ہے ــــ ہمارے ہندوستانی سرینامی مسلمانوں میں بھی اس قسم کے مسائل میں الجھن پیدا ہوئی ہوگی کیونکہ ان کے پاس ہندوستانی عوام میں مروج مسائل دینیہ کی وہی کتابیں رہی ہوں گی جن میں لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کو قبلہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنی چاہیئے ــــ مسلمانوں کا قبلہ اور کعبہ مکہ شریف میں ہے مکہ شریف سمت مغرب میں واقع ہے۔ اگر تم جاننا چاہو کہ سمت مغرب کس طرف ہے تو شام کے وقت سورج ڈوبنے کی جانب منھ کرکے کھڑے ہوجاؤ۔ پھر سمجھ لو تمہارا رخ کعبہ شریف کی طرف ہوگیا" وغیرہ وغیرہ ــــ انڈونیشی مسلمانوں میں نئے تعلیم یافتہ علماء نے اب اصلاحی کاموں کا آغاز کیا ہے۔ عام طور سے انڈونیشی مسلمانوں میں بھی فاتحہ خوانی، کسی کی وفات کے بعد سوئم اور چہلم کے موقع پر ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ نوجوان علماء میں سے جو اپنے وطن کے جامعات سے پڑھ کر آتے ہیں ان میں قدیم علماء کی بوباش قدرے پائی جاتی ہے۔ مگر ان میں جن کو مخلص خداترس علماء کی صحبت نہیں ملی ہوتی ہے وہ دینی عالم سے زیادہ اپٹوڈیٹ بن جاتے ہیں۔ انڈونیشی مسلمانوں کی ایک تنظیم کا نام جمعیۃ الشافعیہ ہے جو ۱۹۳۶ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس کے ذریعہ چار مساجد کا نظم و نسق چلایا جاتا ہے۔

سرینام مسلم فیڈریشن SMF کے نام سے بھی انڈونیشین لوگوں کی ایک تنظیم ہے جو ۱۹۶۰ء میں قائم ہوئی تھی۔ جس کے ساتھ ماڈرن مرزائیوں کا ایک گروپ SIO بھی شامل ہے اس تنظیم میں اکثر تجارت پیشہ لوگ ہیں جنھوں نے مجتمع ہوکر سرینام کے TV اور ریڈیو اسٹیشن پر اپنی تبلیغ کے لئے وقت حاصل کیا ہے۔ اردو، انڈونیشی، سرینامی اور ڈچ زبانوں میں تقریریں کرتے ہیں

سرینام کے ہندی الاصل مسلمان سبق لیں

انڈونیشی منظمات اور جماعتوں میں اس وقت کم و بیش دس علماء کام کر رہے ہیں جن کی کوشش سے سرینام کے انڈونیشی مسلمانوں کا رابطہ، عالم عربی کے ساتھ مضبوط ہوتا جارہا ہے ــــ تنظیمی لحاظ سے ترقی ہورہی ہے اور سرمایہ دار عرب

ریاستیں جو جنوب امریکن ملکوں میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا جذبہ رکھتی ہیں ان کی مدد کررہی ہیں۔ افریقی نژاد لوگوں میں جو مسلمان باقی ہیں ان میں بھی اب تک تعلیم و تبلیغ کا کوئی خاص بندوبست نہیں ہوا۔ ہندی الاصل مسلمان اگر صحیح دینی ہمدردی اور جذبۂ خدمت اسلام سے کام کرتے تو سرینام میں سب سے بڑی اسلامی قوت بن سکتے تھے۔ اور اطراف کے کئی ملکوں میں ان کے مفید اثرات پیدا ہو سکتے تھے ــــ مگر افسوس کہ دین و مذہب کی خدمت اور اسلامی مفاد کے بجائے شخصی انانیت کے شکار افراد نے اس پورے ملک کو سیاسی "بازی گاہ" بنا کر رکھدیا۔ اور عوام کو علماء کے حق میں اتنا بدظن کر دیا گیا ہے کہ جس ملک میں انڈونیشیا کے کم و بیش دس علماء رابطہ عالم اسلامی اور تبلیغی جماعت کے تین مولوی، اور جھوٹے دین مرزائیت اور قادیانیت کے نصف درجن معلم کام کر رہے ہیں۔ مسلمانان اہل سنت کو ایک مستند عالم دین رکھنے کی توفیق نہیں ہورہی ہے۔ اس پسماندگی کی ذمہ داری ان مقرروں اور واعظوں پر بھی آتی ہے جو غیر دانشمندانہ فیاضی سے ناظرہ خواں اماموں کو مولانا، عالم، فاضل کے خطابات سے نوازکر آئندہ اپنے مدعو ہونے کی راہ استوار کرتے ہیں ــــ مسجدوں کی تعمیر پر لاکھوں کی دولت خرچ کرنے والے مسلمانوں کے سینوں میں علم دین کی روشنی پھیلانا گناہ سمجھ رہے ہیں جو در اصل ان کے تاریک مستقبل کا مقدمہ ہے ــــ رب قدیر اپنے دین کا خود نگہبان ہے اس لئے ہم اسی سے دعاگو ہیں کہ سرینامی مسلمانوں میں علم دین کی قدر و منزلت ودیعت کرے اور ان کی ہدایت کے لئے انھیں میں سے علماء پیدا فرمائے۔ آمین

مکتب جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ

مسرت کی بات ہے کہ سرینام میں لیبیا کی عالمی تنظیم جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ کی شاخ بھی قائم ہوگئی ہے، جیسا کہ میرا ذاتی تجربہ ہے جمعیۃ الدعوۃ دنیا کے ہر حصہ میں کام کرنے والے علماء اور تنظیموں کی حتی الامکان مدد کرتی ہے ــــ اور ان پر اپنا کوئی نظریہ مسلط نہیں کرتی ــــ اس لئے مسلمانان سرینام کے لئے یہ سنہرا موقعہ ہے کہ ان کے تعاون سے مخلص علماء اور اساتذہ کی خدمات حاصل کریں، اور علم دین کے فروغ کے لئے کوشش کریں ــــ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ فی الحال مکتب جمعیۃ مندرجہ ذیل امور پر کام کر رہا ہے۔

۱۔ اسلامی تنظیمیں چلانے کے سلسلہ میں مفید مشورے۔

۲۔ مکتب جمعیۃ میں نیز ہر خواہش مند مسجد اور مدرسہ میں عربی زبان سکھانے کا انتظام۔
۳۔ دارالحکومت اور اطراف کی مساجد کا دورہ۔
۴۔ مسلمانوں کی مساجد اور تنظیمات کے لئے قرآن کریم اسلامی کتب اور رسائل کی فراہمی۔
۵۔ قرآن مجید کے کیسٹ ریکارڈ کی فراہمی۔
۶۔ مساجد کی مالی امداد۔
۷۔ سفرِ حج کے لئے مسلمانوں کی امداد (قیام مکتب کے پہلے سال ہی ۲۵ حجاج کو سفر خرچ دیا گیا۔)
۸۔ ڈچ اور انڈونیشی زبان میں اسلامی رسالہ جاری کرنے کے لئے ۱۵ کو مالی مدد۔
۹۔ ائمہ، خطباء اور طلبہ کی ضرورت کے لئے طباعت کتب کا انتظام کیا گیا۔
۱۰۔ پاراماری بو میں "المؤتمر الاسلامی الرابع لمنطقة الکاریبی" کا انعقاد۔
۱۱۔ افریقی مسلمانوں کی مسجد "صدقۃ الاسلام" کے لئے مالی امداد۔
۱۲۔ سرینامی طلبہ کی درسی کتب کے لئے امداد۔
۱۳۔ امریکی مسلمانوں کے وفد کو درپیش مالی پریشانی کو حل کیا گیا۔
۱۴۔ لیبیا سے ہر سال رمضان المبارک میں قاری حضرات کو دعوت دے کر سرینام بلانا۔
۱۵۔ اسلامی تنظیموں کے اجتماعات منعقد کرنا تاکہ مسلمانوں کا باہم رابطہ مضبوط ہو۔
۱۶۔ سرینام کی تمام مسلم تنظیموں کو متحد کر کے ایک مجلس قائم کرنے کی کوشش۔

جمعیت کا دفتر ہفتہ بھر آفس ٹائم میں کھلا رہتا ہے۔ جمعہ کو تعطیل رہتی ہے۔ مکتب کے ذریعہ پرسانِ حال اور حاجت مند طلبا اور محتاجوں کی مدد کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ بہت سے مسیحی اور ہندو طلبہ بھی مکتب جمعیۃ میں اگر اپنی ضرورتیں پیش کرتے ہیں۔ اور بلا امتیاز ان کی بھی معاونت کی جاتی ہے۔

(رپورٹ مخلصاً)

سرینام میں مرزائیت

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں مرزائیت اور قادیانیت برصغیر میں انگریزوں کی شہ پر اٹھایا ہوا ایک عظیم فتنہ ہے۔ جسے انگریزوں کی سرپرستی میں دوسرے ملکوں میں بھی پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا۔ جس زمانے میں سرینام تک علمائِ اسلام

کے قدم نہیں پہونچے تھے۔ اپنے انگریز آقاؤں کے سہارے مرزائی برٹش گیانا پہونچے اور اس جگہ اپنا قدم جما کر سرینام میں گھس گئے۔ علماء اسلام کی کوششوں سے خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی۔ مگر مرزا اور اس کے باطل دین کو عالمِ اسلام کی پھٹکار پڑنے کے باوجود جو سخت بدباطن تھے وہ راہِ راست پر نہ آسکے۔ اور مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا کی ڈگر پر چل کر انھوں نے سرینام میں اپنی کئی جماعتیں اور معبد بنا رکھے ہیں۔ جماعت احمدیہ ۱۹۲۷ء ان کی سب سے پرانی اور باوسائل جماعت ہے۔ حالات زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں سے الگ ہو کر ایک گروپ نے ۱۹۷۰ء "سرینام اسلامی جماعت" نام رکھ کر مسلمانوں سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ قادیانی فتنہ کے اصل لٹریچر چونکہ اردو ہی میں ہیں اس لئے اس زہر کا تریاق بھی اردو داں علماء ہی کر سکتے ہیں۔ عرب اور انڈونیشی علماء تک ان کے تباہ کن نظریات اور اسلام کش عقائد پہونچانے کے لئے بھی علم درکار ہے۔ اور علم علماء کے پاس ہوتا ہے۔ جو قوم و ملت کے معالج و رہنما ہیں۔

نکیری پہونچ کر نمازِ جمعہ

۲۷ جون جمعہ کا دن تھا۔ صبح بہت سویرے ناشتہ سے فارغ ہو کر جناب حاجی احمد مدار صاحب مجھے ساتھ لے کر ایک چھوٹے ہوائی جہاز کے ذریعہ نکیری پہونچے ——— نکیری کا ائیرپورٹ حکومت نے جس زمین میں بنوایا ہے وہ حاجی مدار کی موروثی زمین تھی، ائیرپورٹ بنانا ہوا تو حکومت نے زمین اُن سے بامعاوضہ لے لی۔ اب بھی ائیرپورٹ کے حلقہ سے متصل حاجی صاحب کی پھیلی ہوئی دھان کی کھیتیاں لہلہاتی ہیں، ایک حصہ میں وسیع باغ، اور اس کے کنارے مزدوروں کے لئے بنے ہوئے مکانات ہیں یہی مزدور ان کے جانوروں کے ریوڑ کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور کھیتوں اور باغ کی نگہداشت بھی۔

نکیری ائیرپورٹ پر استقبال کرنے والے مسلمانوں نے استقبال کیا اور گاڑیوں کے ذریعہ ہم لوگ حاجی صاحب کے دولت کدے پر پہونچے۔ شہر نکیری میں حاجی صاحب اور ان کے بھائی کے بنگلے ہیں۔ مکان کا نچلا حصہ دوکان ہے۔ حاجی صاحب کپڑے کے تاجر ہیں۔ اوپری حصہ میں بہت لمبا چوڑا مکان ہے۔ نہایت ہوا دار فرحت بخش مگر رات میں مچھر بہت نکلتے ہیں۔ حاجی صاحب کے مکان کا نصف حصہ مہمان خانہ ہے۔ بیک وقت درجنوں مہمان رہ سکتے ہیں۔ ہر بیڈ کے ساتھ مچھر دانی لازم ہے۔ ورنہ یہاں کے مچھر اٹھائے جانے کی کوشش کریں۔ غسل اور تبدیلی لباس کے

بعد کھانا کھایا گیا۔ اور نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پہونچے۔

ماشاء اللہ لب سڑک خوبصورت چھوٹی سی مسجد کے چاروں کناروں پر چار مینار اور محراب کے اوپر خوبصورت گنبد، وقت ضرورت چاروں بجانب کھلنے والی کھڑکیاں۔ حدود مسجد سے پہلے تین طرف سے جالی دار کمر تک بلند خوبصورت احاطہ نہایت دیدہ زیب لگتا ہے۔ اور لب سڑک کم از کم پچاس کار پارکنگ کا میدان ہے۔ مسجد کی پانچ صفوں میں اندازاً سوا سو مصلیوں کی گنجائش ہے۔ اور زیادہ مصلی جمع ہوں تو خارج مسجد احاطہ میں بھی سیکڑوں لوگ بآسانی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ویسے مسجد جس علاقہ میں واقع ہے جمعہ میں ۵۰ تا ۱۰۰ اور نماز پنجگانہ میں ۵ تا ۱۰ آدمی جمع ہوتے ہیں۔

جمعہ کی اذان ہوئی، سب لوگ سنت سے فارغ ہوتے تو میں نے تعمیر مسجد کی مبارکباد کے ساتھ مسجد کو آباد کرنے کی ذمہ داری پر لوگوں کو مختصر سا خطاب کیا۔

مسجد آباد کرو

حمد و صلوٰۃ کے بعد

"میرے دینی ایمانی بھائیو! ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر بستی میں اللہ کے نزدیک سب سے پیاری جگہ مسجد ہوتی ہے۔ اونچے اونچے بنگلے کوٹھیاں اور بلڈنگوں میں انسانی کاروبار ہوتے ہیں، مسجد میں صرف اللہ والا کام ہوتا ہے۔ ہر علاقہ میں واٹر سپلائی اسٹیشن سے جس طرح گھروں اور بازاروں میں ہر جگہ پانی پہونچایا جاتا ہے اسی طرح بلکہ اس مصنوعی نظام سے کہیں زیادہ قوی قدرتی نظام کے ذریعہ کارخانہ عالم کو جاری رکھنے والا پروردگار انسانی قلوب اور ذہنوں کو اپنی رحمت، برکت، اور سکون و طمانیت تقسیم فرماتا ہے۔

مسلمان کی زندگی کا مسجد سے بہت گہرا رابطہ ہے، جو لوگ اس رابطہ کو مزید تقویت دیتے ہیں اور مسجد میں باجماعت نماز پڑھ کر، ذکر و فکر، وعظ و نصیحت سن کر اپنے گھر جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ بے شمار برکتیں بھی اُن کے گھروں میں داخل ہوتی ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ شہروں اور بستیوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب

مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ بازار ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جنھیں اپنا سایۂ رحمت عطا فرمائے گا، الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔

يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ، رب تعالیٰ انھیں اپنا سایۂ کرم عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ رحمت کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا' ان سات قسم کے خوش نصیبوں میں وہ مسلمان نمازی بھی ہوں گے جن کا حال یہ ہوتا ہے کہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلتے ہیں پھر بھی ان کے دل مسجد ہی کی طرف لگے رہتے ہیں۔

میرے پیارے مسلمان بھائیو! تم نے جو مسجد بنائی ہے سچ مچ نہایت حسین و جمیل اور خوبصورت ہے مگر سنو یہ خانۂ خدا اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں آکر ہم لوگ اپنی آخرت کو خوبصورت اور پسندیدہ بنائیں۔ جو لوگ مسجد سے دل لگاتے ہیں وہ اللہ کے پیارے بندے ہوتے ہیں اور ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں ۔۔۔ امتیوں کے اچھے اعمال دیکھ کر اپنی قبر مبارک میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت ہوتی ہے۔ اور امتیوں کی بد اعمالی دیکھ کر سرکار کو رنج ہوتا ہے۔ نیک اور صالح مسلمان مسجد میں آکر عبادت کو دل سے پسند کرتا ہے۔ اور جو لوگ دن کے اجالے اور رات کی تاریکی میں مسجدوں میں عبادت کرنے آتے ہیں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کی مہمانی کا سامان تیار فرماتا ہے خواہ وہ صبح یا شام کو کتنی ہی بار جائے۔

پیارے دوستو! خدائے تعالیٰ سے بڑا جواد و کریم کوئی نہیں۔ اگر ہم آپ کسی کے گھر کئی بار آئیں جائیں تو چند بار کے بعد اس کے دل سے عزت و توقیر رخصت ہو

جائے گی۔ مولا پاک کا یہ کرم دیکھو کہ ہم جتنی بار مسجد کا رخ کریں گے اتنی بار وہ ہمارے لئے جنت میں انتظام فرماتا ہے۔ ہر مسجد بیت اللہ کے رخ پر ہونے کی نسبت سے خدا کا گھر ہے۔ اس میں ہر آنے والے کو خدا کا مہمان سمجھنا چاہیئے ــــــ ایک تو مسجدوں کو اپنی ذاتی خاندانی یا علاقائی جاگیر سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ بیماری سرینام کے بعض نادانوں میں پائی جاتی ہے ایسے لوگوں کو اللہ سے توبہ کرنی چاہیئے ــــــ اور شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں اپنے گھر کی خدمت کے لئے منتخب کیا۔ مسجد کا متولی اور ذمہ دار مسجد کا خادم ہوتا ہے۔ کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا ــ مسجد تو اس وقت تک شرعی مسجد ہو ہی نہیں سکتی جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر وقف نہ ہو۔

اپنے گھر یا کسی اور جگہ کے بجائے مسجد میں اگر با جماعت نماز کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔ مسجد نماز کی نیت سے آنے جانے میں جو قدم اٹھتے ہیں اُن پر بھی ثواب ملتا ہے۔ اور جو لوگ کار اور گاڑی چلا کر آتے ہیں انھیں اجر ملتا ہے۔ کتنی اچھی بات ہے کہ موٹر کار دنیاوی کاموں کے ساتھ ساتھ اللہ والے کاموں میں استعمال ہو۔ اندھیرے میں مسجد آنے والوں کو حدیث پاک میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور عطا کئے جانے کی بشارت دی گئی ہے ــ مسجد سے تعلق رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم فجر و عشاء کی نمازمیں جن لوگوں کو غیر حاضر پاتے ان کے بارے میں منافق ہونے کا شبہ کرتے تھے۔

اب آپ فرمائیے کہ جو مسلمان عمر بھر مسجد میں قدم نہیں رکھتے، وہ خدا کو کیسے منھ دکھائیں گے۔ ؟

عزیزان محترم! مسجد کو آباد کرنا اس کو تعمیر کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ یقیناً یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے علاقہ میں خانۂ خدا کی تعمیر کر لی۔ اب اس کام سے بہت اہم کام یہ ہے کہ اس کو نمازوں سے آباد کریں۔ اس کو رکوع سجدے اور تسبیح و تہلیل سے سجائیں۔

خدانخواستہ کہیں وہ بات نہ ہو جو شاعر نے کہی تھی۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

دوکان اور مکان کی زینت رنگ روغن اور سامان آرائش سے ہوتی ہے مسجد کی زینت عبادت، ریاضت، تلاوت، تسبیح، نوافل اور درود خوانی سے ہوتی ہے۔

مولا پاک ہمیں سچا مخلص نمازی اور جماعت کا پابند بنائے۔ آمین!

افتتاح مسجد

شنبہ ۲۰ جون کو صبح ہی سے باہری مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ دوپہر تک پارا ماری بو، اور سرینام کے دیگر اطراف سے لوگ آ رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے نکیری میں اپنے اہل قرابت میں قیام کیا۔ زیادہ تر لوگوں کے قیام و طعام کے لئے جماعتِ اصحابِ اسلام کے مسافر خانہ میں انتظام کیا گیا ہے ــــ دریا پار گیانا کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے وہاں سے بھی افتتاح مسجد کے جلسہ میں شرکت کے لئے مہمان آ رہے ہیں۔

گیارہ کے دن میں گیانا کا ایک نوجوان جس کا نام "زیکی" تھا۔ اس نے اسلام کے بارے میں کچھ معلومات کے لئے ملاقات کی اور بفضلہٖ تعالیٰ مطمئن ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کا نام محمد اقبال رکھا گیا۔

گیانا کے ایک دیرینہ سال بزرگ جناب نور محمد عبد الرحمٰن ان کی اہلیہ اور صاحبزادی نے توبہ و استغفار کرنے کے بعد بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں شمولیت پائی۔ مولا تعالیٰ مجھے اور میرے ہاتھ پر تمام توبہ کرنے والوں کو نعمت صالحیت سے نوازے۔ آمین۔

عصر کی نماز کے بعد تمام مہمانوں کی موجودگی میں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے نام سے مسجد کا مرکزی دروازہ کھولا گیا۔ اور رسم افتتاح ادا کی گئی۔ اس موقع پر تمام مسلمانوں نے مل کر الحاح وزاری کے ساتھ مسجد کی آبادکاری کے لئے دعائیں کیں ــــ بانیانِ مسجد کے لئے خیر و برکت کی التجائیں کیں ــــ افتتاح مسجد سے متعلق اس موقعہ پر راقم الحروف نے قلم برداشتہ چند مصرعے موزوں کر دیئے۔ جو یہ ہیں۔

توفیق خیر دی ہے جو پروردگار نے   مسجد بنائی حاجی احمد مدار نے

رحمت کا آبشار ہے مسجد خدا کا گھر — آؤ یہاں پہ بارِ گنہ کو اتارنے
مسجد خدا سے بندوں کے ملنے کا ہے مقام — کہتی ہے آؤ مومنو! سجدہ گذارنے
اس گھر کی آب و تاب ہے حمد و صلوٰۃ و ذکر — مل جل کے آؤ قلب و نظر کو سنوارنے
انیس سو چھیاسی ہوا سالِ افتتاح — پایا قرار سب کے دلِ بے قرار نے

۱۹۸۶ء

اے بندرو وہیگری کے لوگوں کو یہ پیام
آؤ خدا کے بندو! خدا کو پکارنے

عشاء کی نماز کے بعد جلسۂ عام ہوا۔ جس میں ہیگری اور ملک سرینام وگیانا کے۔ اسے زائد ائمۂ مساجد نے شرکت کی۔ پاراماری بو SMA سے بھی جناب حاجی عبدالسبحان مشعل اور جناب محمد شفیق گمان کے علاوہ کاروں جیپوں کے ذریعہ سامعین وشائقین نے جلسہ میں شرکت کی ــ انڈونیشی مسلمانوں کی بھی اچھی خاصی تعداد موجود رہی۔ سب مقررین کے بعد مجھے خطاب کرنے کا موقعہ ملا ـــــ خلاصۂ خطاب حاضر ہے۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد! محترم بھائیو! عزیز بہنو! اور پیارے بچو!

سب سے پہلے میں آپ لوگوں کو مسجد بنانے کی مبارکباد دیتا ہوں مسجد ہماری دینی تہذیبی تعمیر کا اہم مرکز ہوتا ہے۔ جہاں مسلمان ہوں مسجد نہ ہو یا مسجد تو ہو وہاں مسلمان نہ ہوں یہ دونوں چیزیں ہماری مذہبی کمزوری کو ظاہر کرتی ہیں۔ اسلامی اندلس کو جب مسیحیوں نے پامال کیا تو قرطبہ اشبیلیہ اور طلیطلہ میں سینکڑوں عالیشان مساجد تھیں۔ مگر صد حیف کہ مسلمانوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے کفار نے اکثر کو برباد کر دیا۔ خود ہمارے ہندوستان میں تقسیم کے بعد پنجاب کا وہ حصہ جو کہ ہندوستان میں رہ گیا، امرت سر وغیرہ اس میں تقریباً تین ہزار مساجد تھیں پاکستان بننے کا پہلا خمیازہ ہمیں یہ بھگتنا پڑا کہ اس علاقے کے لاکھوں بے قصور انسان مارے گئے اور ہزاروں مساجد شہید کی گئیں۔ بہرحال یہ ایک الگ عنوان ہے۔ بتانا یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسجد سے اور مسجد کو مسلمانوں سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

اہل اللہ کا تو یہ حال ہے کہ انہیں اپنے لئے مکان کی تعمیر کا خیال بعد میں آتا ہے۔ جس خطۂ زمین پر ان کے قدم پہونچتے ہیں سب سے پہلے وہ مسجد کی بنیاد رکھتے ہیں۔ یہی انبیاء ورسل کی سنت بھی ہے۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اپنے فرزند دلبند سیدنا اسماعیل اور بی بی ہاجرہ کو لیکر مکہ مکرمہ وادی غیر ذی زرع میں پہونچے تو انہوں نے خدا کے حکم سے وہاں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر بیت اللہ تعمیر کیا ـــــ حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے بیت المقدس بنایا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے سفر میں سب سے پہلی مسجد قباء میں بنائی۔ اس کو مسجد قباء کہتے ہیں۔ قباء میں کھجوروں کے باغات تھے۔ اور ایک خالی زمین تھی، جو کلثوم بن الہدم کی ملکیت تھی۔ وہاں کھجوریں دھوپ میں پھیلا کر خشک کی جاتی تھیں ـــــ ہجرت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کے مالک کی رضامندی اور خوشی سے وہاں مسجد کی بنیاد رکھی۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں اس مسجد کو اتنی قبولیت نصیب ہوئی کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ

وہ مسجد جس کی بنیاد اول روز ہی سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں قیام کرو۔

اور اسی آیت میں متصلاً اس مسجد میں نماز پڑھنے والے پاکباز صحابہ کی باطنی لطافت کی بھی تعریف کی گئی ہے۔

فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (التوبہ: ۱۰۸)

اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو طہارت بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ طہارت والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد قباء کی تعمیر کے وقت حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد کی دیواریں چننے کے لئے خود بھی پتھر اٹھاتے تھے ـــــ

مل جل کر حضور کے صحابہ تعمیر مسجد کا کام کرتے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کام کرتے کرتے یہ مصرعے گنگنانے لگے ؎

افلح من یعالج المساجدا	وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے،
ویقرأ القرآن قائما وقاعدا	اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔
ولا یبیت اللیل عنہ راقدا	اور رات کو عبادت کیلئے جاگتا رہتا ہے

قبا کی رحمت بردوش فضائیں گواہ ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ کی ایمانی تاثرات سے لبریز آواز میں جب یہ مصرعے لہراتے تھے تو خدا کے آخری رسول رحمت ہر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی، اپنی مبارک آواز سے ان مصرعوں کی تکرار فرماتے اور زبان وحی ترجمان کی تائید سے ان مصرعوں کے الفاظ و معانی کو چار چاند لگا دیا کرتے۔

وزنی پتھر اٹھانے کے لئے حبیب رب العالمین جھکتے تو جاں نثار صحابہ بڑھ کر عرض گزار ہوتے۔ آقا و مولا آپ پر ہماری جانیں قربان ہوں، حضور زحمت نہ فرمائیں یہ خدمت ہم سرانجام دیتے ہیں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جاں باز صحابہ کرام کے لئے وہ پتھر چھوڑ کر ویسا ہی دوسرا پتھر اٹھا لیتے ——— اس رنگ ڈھنگ، اس محبت و عقیدت اور ان معماران انسانیت و شرافت کے ہاتھوں مسجد قبا بن رہی جا رہی ہے۔

اس طرح رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم شریف مدینہ طیبہ میں پہونچا تو ارض یثرب مدینۃ الرسول کے قالب میں ڈھل گئی ——— بیماریوں، بلاؤں اور مصیبتوں کی بستی رحمت و برکت، انعام و اکرام کا شہر بن گئی خدا کے برگزیدہ رسول نے وہاں بھی اپنے لئے کوئی رہائشی مکان بنوانے سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع فرمائی۔

شرفائے مدینہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قسمت میں آیا۔ دولت کدہ ابو ایوب کے سامنے ایک افتادہ زمین دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ سہل اور سہیل صحابی رسول حضرت اسعد بن زرارہ کی ولایت میں پرورش پا رہے تھے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سہل اور سہیل سے فرمایا۔ یہ مربد (زمین) ہمیں فروخت کردو، ہم یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں ——— یتیم لڑکوں نے حضور کا ارشاد مبارک سن کر عرض کیا۔ ہم اسے فروخت کرنے کے بجائے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتے ہیں ——— اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین بلا قیمت لینے سے انکار فرمایا اور ان کو قیمت دے کر مسجد کے لئے زمین حاصل فرمائی۔ کھجوروں کا یہ نخلستان اور ناہموار خطہ قدرت کے رجسٹر میں خاتم المرسلین کی سجدہ گاہ بننے والا تھا۔ ناہموار زمین برابر کی گئی۔ زمین کے ایک حصہ میں چند مشرکین کی پرانی قبریں تھیں۔ جہاں سے انسانی ہڈیاں برآمد ہوئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہڈیوں کو دوسری جگہ دفن کروا دیا۔

ایک روایت میں زمین بلا قیمت حاصل ہونے کا ذکر ہے اور مالکان زمین کا یہ ایمان افروز جواب مذکور ہے۔

واللہ لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ (بخاری ج، ص ۵۶۰)	بخدا ہم تو اس کی قیمت خدائے پاک سے لیں گے۔

مگر راجح یہی ہے کہ آپ نے ابو بکر صدیق سے یتیموں کو قیمت دلوائی۔ عمدۃ القاری، فتح الباری وغیرہ میں تفصیل آئی ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کا نورانی منظر

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے وقت کا منظر بھی بڑا نورانی، ایمان کو تازہ کرنے والا، روح کو نشاط بخشنے والا ہے۔ اے بندگان خدا ——— ! اے امت محمد مصطفیٰ ——— !، نگاہ تصور اٹھاؤ اور آج سے چودہ سو سال پیشتر وادی بطحاء میں تعمیر ہونے والی مسجد نبوی شریف کا نظارہ کرو مدینہ طیبہ کے نخلستانوں میں، کھجوروں کی ٹہنیوں اور زیتون کی شاخوں کو باد بہاری جھولا جھلا رہی ہے عرش بریں سے فرشتگان قدس کی آمد و رفت جاری ہے ——— فرشیوں کے خلوص عمل پر عرشیوں میں مباہات کا سماں ہے ——— مسجد نبوی کی بنیاد رکھی جا رہی ہے ———

م المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

مسجد کی بنیاد میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پتھر رکھا پھر سیدنا ابوبکر نے پتھر رکھا، ان کے بعد سیدنا عمر نے پتھر رکھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے پتھر رکھا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ دیکھئے تو سہی یہ حضرات آپ کے ساتھ مل کر کس طرح کام انجام دے رہے ہیں۔ ارشاد ہوا اے عائشہ یہ لوگ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔

(وفاء الوفا ج ۱ ص ۲۲۷-۲۳۱)

بنیاد سے لے کر کچھ بلندی تک پتھروں کی دیوار چنی گئی اور اس کے اوپر چھت تک کچی [ا]ینٹوں کو جوڑا گیا جماعت صحابہ انصار و مہاجرین رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے مسجد کی تعمیر کر رہے تھے ——— خود سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [ب]نفس نفیس اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھا کر لاتے۔ اور اینٹیں پہونچاتے۔ حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے:

اصحاب رسول کچی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور خود سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی مدد فرماتے تھے ——— میں نے دیکھا کہ حضور نے اتنی زیادہ اینٹیں اٹھا رکھی ہیں کہ وہ آپ کے سینہ مبارک تک پہونچی ہوئی ہیں۔ میں نے گمان کیا کہ اینٹوں کا وزن آپ کو تکلیف نہ دے دے ——— اس لئے عرض کیا حضور! یہ اینٹیں عنایت فرمادیں میں پہونچا دوں۔

فرمایا۔ اینٹیں تو بہت ہیں، تم جا کر دوسری اینٹیں وہاں سے اٹھا لاؤ یہ میرے لئے چھوڑ دو۔ (جذب القلوب ص ۹۸)

مسجد شریف کی تعمیر میں شریک صحابہ کے جوش و خروش کا کیا عالم رہا ہوگا۔ کہ ان لوگوں نے سر کی آنکھوں سے خدا کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ کام کرتے اینٹیں اٹھاتے۔ پتھر اٹھاتے دیکھا ہوگا۔ اس وقت رسول اکرم کے عاشقان باصفا کا وفور شوق دیدنی ہوگا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق جانباز

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اور صحابہ تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے سیدنا عمار ایک ایک بار میں دو دو بھاری اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔ اس عاشق زار کی یہ لگن اور سرشاری دیکھ کر رسول غیب دان نے ان کی کتاب زندگی میں سے مستقبل کا ایک ورق کھول کر رکھ دیا۔ گویا آج رسول خدا کے ساتھ مل کر دین کی تعمیر میں جانبازی کرنے والے عمار کو کل کیا پیش آنے والا ہے۔ وہ بھی سن لو۔ فرمایا۔!

"افسوس کہ عمار کو باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔ عمار انہیں جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ راوی حدیث ابوسعید خدری فرماتے ہیں یہ سن کر عمار بولے! میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں

(بخاری ج ۱ ص ۶۴)

کوئی اینٹ پتھر چن رہا تھا۔ کوئی مٹی میں پانی ملا کر گارا تیار کر رہا تھا اور کوئی اینٹ پتھر اٹھا کر لاتا تھا۔ ایک صحابی طلق بن علی کا بیان ہے۔ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو حضور صحابہ کے ساتھ تعمیر میں مصروف تھے، گارا جو بنا ہوا تھا حضور کو پسند نہیں آیا۔ میں نے پھاوڑا اٹھایا۔ اور گارا بنا دیا۔ میرا بنایا ہوا گارا حضور نے پسند فرمایا، اور ارشاد ہوا۔ انہیں گارے پر لگا دو، یہ تم لوگوں میں گارا بنانے کی زیادہ مہارت رکھتے ہیں، اور ان کا گندھا ہوا گارا مضبوط ہے۔ (وفاء الوفا ج ۱ ص ۲۳۸)

مقدس صحابہ کرام کی جماعت اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اخلاص و للہیت کے جذبہ سے خانۂ خدا کی تعمیر میں مصروف تھی۔ سب کی روحوں پر ایمانی نشاط و کیف چھایا ہوا تھا۔ زبانوں پر دلوں کی کیفیت رجز بن کر نمودار ہوتی تھی، اس موقع پڑھے گئے اشعار حدیث و تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان اشعار میں رب کائنات سے دعا بھی ہے۔ اور تعمیر مساجد کی فضیلت بھی۔ تبرک کے طور پر چند اشعار ہم بھی پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ لَاخَیْرَ اِلَّاخَیْرُ الْاٰخِرَۃ — اے ہمارے پروردگار بھلائی تو
فانصر الانصار والمھاجرۃ — آخرت ہی کی بھلائی ہے انصار و مہاجرین
اَلَا اِنَّ الْعَیْشَ عیش الآخرۃ — کو کامیاب فرما! زندگی تو آخرت ہی کی

فانصر الانصار والمهاجرة — زندگی ہے انصار و مہاجرین کو کامیاب فرما!

فارحم الانصار والمهاجرة — انصار و مہاجرین پر رحم فرما!

کسی جاں نثار صحابی نے حضور کی اٹھائی ہوئی اینٹیں لے کر پہونچانا چاہا تو حضور نے
[ی]ں دیں۔ اور فرمایا:

هٰذا الحمال لا حمال خيبرا
هٰذا ابرّ ربّنا و اطهرا

تحقیق باربرداری تو یہ ہے خیبر کی باربرداری کچھ نہیں اے ہمارے پروردگار! یہ زیادہ نیک اور پاک ہے۔

لا يستوى من يعمر المساجدا
يدأب فيها قائما و قاعدا
و من يُرى عن التراب حائدا

دونوں آپس میں برابر نہیں، ایک وہ جو تعمیر مسجد میں سرگرداں ہے اٹھتے بیٹھتے اسی دھن میں مگن ہے۔ اور وہ جو کپڑوں کو مٹی اور غبار سے بچاتا ہے

سامعین کرام! دیکھا آپ نے حضور اقدس تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان
کے صحابہ کرام نے کس لگن محنت اور محبت کے ساتھ مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں حصہ لیا۔ خو[د]
[س]رکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اینٹ پتھر اٹھائے۔ تعمیر مسج[د]
[ک]ی نگرانی فرمائی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں بنائی جانے والی مساجد کی فضیلت
[ا]ور بنانے والوں کے لئے اجر و ثواب کی تفصیل بتائی — بخاری و مسلم میں حضرت عثمان
[ر]ضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَنْ بَنىٰ لِلّٰهِ مسجدا بنى الله له بيتا فى الجنة۔ جو کوئی اللہ کے لئے مسجد

تعمیر کرے اللہ اس کے لئے جنت میں محل بنائے گا۔ ترمذی ام المومنین عائشہ رضی اللہ ع[نہا]
سے راوی حضور اقدس نے حکم فرمایا کہ محلوں میں مسجد بناؤ اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کی صفائی، او[ر]
ان میں خوشبو کا اہتمام کرو۔ مسجدیں اللہ کی عبادت کا گھر ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کے کچھ آد[اب]
ملحوظات ہیں، مسجد کے اندر پاک صاف انسان ہی داخل ہو سکتا ہے۔ ناپاک انسانوں ک[ا]
مسجد میں آنا جانا جائز نہیں۔ مسجد میں بدبودار چیزوں کا لانا بھی منع ہے حتی کہ کچی پیاز اور لہسن کھا[]
کر مسجد میں آنے کو صاف صاف حدیث پاک میں منع فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

"جو اس (پیاز لہسن) بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے
کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو اذیت و تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے فرشتوں کو بھی
تکلیف ہوتی ہے۔"

مسجدوں میں اللہ کے فرشتے آتے ہیں، اس لئے انسان کو بھی ملکوتی صفات
کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا چاہئے

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا منع ہے، جو لوگ مسجد میں دنیا کی کوئی بات کرتے ہیں
ان کے نیک کاموں کا اجر اس طرح ختم ہو جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ جلا کر ختم کر دیتی ہے
مسجد میں خریدنا بیچنا، اور دنیاوی شعر و شاعری کرنا۔ بیت بازی کرنا گناہ ہے۔ بہت سے
لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر مسجد آتے ہیں، جن کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا
ہوتا ہے۔ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ فرمایا:

تم اپنی مسجدوں سے اپنے چھوٹے بچوں، اور پاگل دیوانوں کو دور رکھو
اور اسی طرح اپنی خرید و فروخت، اپنے باہمی نزاعات، اپنے شور و شغب،
اور حد قائم کرنے کو، اور نیام سے تلواریں نکالنے کو، مسجدوں سے دُور رکھو،

گویا بچوں کو مسجد میں لانا، پاگل دیوانوں کو مسجد میں لانا، تجارت کرنا، پنچایت کرنا
اور ہر وہ کام جس میں شور ہوتا ہے۔ اور بہت سی آوازیں بلند ہوتی ہیں، یا جھگڑے لڑائی
کی نوبت آجاتی ہے۔ ان تمام کاموں کو مسجد میں نہیں کرنا چاہیئے۔
حضرات محترم! مسجد کے احکام کا ذکر ہو رہا ہے — تو اس وقت ہمارے

معاشرے میں ابھرے ہوئے اس سوال پر بھی کچھ گفتگو ہو جائے ـــــ کہ عورتیں عام طور پر مسجدوں سے کیوں روکی جاتی ہیں۔؟ یقیناً یہ ایک نہایت اہم سوال ہے خاص طور سے ایسے ماحول میں جہاں مرد اور عورت میں سے کون خارجی امور کا ذمہ دار ہے اور کسے گھر کے داخلی کاموں پر لگایا گیا ہے۔ یہ فرق اٹھ چکا ہے۔ آج جسے ہم ترقی یافتہ دنیا کہتے ہیں ان میں عورتوں کو گھر سے باہر قدم نکالنے میں کوئی ہچکچاہٹ اور تکلف نہیں رہا۔ اہل مغرب کے نزدیک یہ کوئی معیوب بات نہیں کہ عورت دن بھر کسی آفس یا کارخانے میں کام کرے اور شوہر بچوں کو کھانا کھلائے نہلائے دھلائے اور گھر کی نگہداشت کرے۔

ایک یورپ زدہ کا سوال

بہرحال ہمیں اس وقت بحث اس سے نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس سوسائٹی نے ہمارے مسلمان خاندانوں پر کیا اثر ڈالا؟ ـــــ علم کی کمی اور دین و مذہب کی ناقص معلومات کے باعث اسی سے لاعلمی نے ہمارے سامنے یہ سوال اٹھا رکھا ہے کہ مسلمان لڑکوں لڑکیوں کو عام کلبوں اور ڈانس گھروں میں جانے سے روکنے کے لئے اگر مسلمان اپنا کلب الگ بنالیں تو اس بارے میں دین کیا کہتا ہے ـــــ؟

ہم ایسے سائلوں کے سوال کا بھی برا نہیں مانتے، کیونکہ ایک رخ پھر بھی ہمیں دکھائی دے رہا ہے جس کو مدنظر رکھ کر سائل مسلمانوں کو غیر مسلموں سے الگ رکھنا چاہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس الگ تھلگ ہو کر کئے جانے والے کام کو وہ کلب اور ڈانس ہال بنانا چاہتا ہے یہ دراصل اس کی مغربی معاشرے سے مرعوبیت، اور ان فواحش ہی میں اطمینان و سکون منحصر ہونے کے خیال کی پختگی کے باعث ہے۔

ہم اس بات کو ذرا تفصیل سے سمجھائیں گے۔ آپ حضرات توجہ برقرار رکھیں۔ سب سے پہلے آپ یہ جان لیں کہ اسلام انسان کی زندگی کو چند روزہ عیش و آرام اور مٹر گشتیوں میں نہیں لگاتا، یہ مغربی نظاموں کی دین ہے ـــــ اسلام انسان کو زندگی کی واجبی ضرورتوں کو جائز حدوں کے اندر رکھ کر تکمیل کی اجازت دیتا ہے۔ جس سے اگر صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا

جائے تو انسان کی فطری خواہشیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور پھر انسان مطمئن ہو کر۔ اپنے خالق اور مالک کی عبادت اور رضا جوئی والے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ عورت نکاح کے ذریعہ مرد کی زندگی میں داخل ہوتی ہے۔ اور بیوی بن کر ایک خاندانی نظام قائم کرتی ہے۔ اور اس کے بعد ماں بن کر باوقار ملکۂ خانہ کی حیثیت سے مقصد زندگی میں مصروف ہو جاتی ہے عورت اور مرد کا بے محابا ملاپ، کلبوں میں رقص، نئے نئے ملنے والوں سے یارانہ یہ نہ اسلام میں ہے نہ کسی الہامی مذہب میں رہا۔ تعلیم موسوی ہو یا احکام عیسوی کسی میں بھی ایسے گندے کاموں کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

جس طرح قرآن "فحاشی" "بے حیائی" اور بے شرمی کو مٹانے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی تعلیم پہلے انجیل توریت اور زبور میں بھی آچکی ہے۔ بدکار زانی کو سزا دینے کا حکم جیسے قرآن عظیم میں ہے توریت شریف میں بھی ہے۔

یہ بات کبھی نہ بھولئے کہ بے حیائی اور فحاشی، عورتوں کی بے روک آزادی ہر زمانے میں بربادی اور تباہی کا نتیجہ لے کر ظاہر ہوئی ہے۔ لڑکوں لڑکیوں عورتوں مردوں کا آزادانہ ملاپ بدکاری اور بے حیائی کو جنم دیتا ہے۔ اسلام نے اس کی بنیاد ہی پر پابندی عائد کر دی ہے۔ قرآن مجید کی سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النور: ۱۹)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے بیشک ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور (اس کی مصلحت) اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے۔

سنا آپ نے مسلمان مرد اور عورتوں کو بے حیائی کی راہ پر لگانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ ہے۔ آخرت کا عذاب تو اسے ہوگا ہی۔ دنیا میں بھی اسے دردناک عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں تو خیر کسی برائی کے فروغ پانے کا سوال ہی نہیں تھا بلکہ جاہلی دور کی تمام فحاشیوں بدکاریوں اور بدتمیزی

جڑوں کو اسلام نے اکھیڑ ڈالا ــــ اسلام کے پُرامن انقلاب سے "فحشار،، کے دروازے بند ہونے لگے تو عادی مجرموں نے ڈھک چھُپ کر بے حیائی کی تحریک چلانی شروع کی۔ قرآن عظیم نے اس پر بھی گرفت فرمائی اور حکم دیا۔ کہ:

"ظاہری کھلم کھلا، اور ڈھکی چھپی تمام بے حیائیاں حرام ہیں،،

بے حیائی کی باتوں کا زبان سے ذکر بھی ممنوع قرار پایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن بدترین ٹھکانہ اس انسان کا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور پھر اس کی پوشیدہ باتیں لوگوں سے بتائے۔،،

دو عورتوں کو ایک چادر میں سونے تک سے منع کر دیا گیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں ان میں سے کوئی ایک دوسری عورت کی جسمانی نزاکت کا اپنے شوہر سے ذکر کر بیٹھے، اور اس کے دل میں نفس کا فتنہ جاگ اٹھے۔

زندگی کی دوڑ میں عورتوں کو بھی اپنے گھر سے باہر ضرور جانا پڑتا ہے مگر عورتوں کو عزت اور شرافت کے لباس میں باہر جانے کا پابند کیا گیا ــــ ایسا نہیں کہ بن ٹھن کر بازاروں میں مٹر گشتی کرتی پھریں۔ راستہ میں جانا ہی پڑے تو اس طرح جائیں کہ لوگوں کی نگاہ نہ پڑے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔

ایک بار راستے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ مل جل کر عورتوں کو چلتے ہوئے دیکھا تو حکم فرمایا۔

"پیچھے ہو کر راستہ طے کرو، تمہیں بیچ راستے پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ تمہیں راستے کے کنارے کنارے چلنا چاہیئے۔،،

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتیں راستہ چلتے وقت اس قدر بچ سمٹ کر دیواروں سے مل کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے بعض اوقات دیواروں سے اٹک اٹک جاتے۔ ایک موقع پر مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں جاتی ہیں، اور وہاں ان کے جسم کافروں سے ٹکراتے ہیں،،

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بازار میں ایک عورت سے باتیں کرتے دیکھا تو اسے کوڑا مارا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی بیوی ہے تو معذرت کی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر آنکھ زنا کرتی ہے جب عورت عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ایسی ہوتی ہے۔ (یعنی زانیہ)

ان تمام روایات سے میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اسلام جس طرح سے عورت اور مرد کو رکھنا چاہتا ہے وہ آپ سمجھ لیں۔ ان آیات واحادیث کے مفاہیم سے آپ نے یہ اندازہ لگالیا کہ ہمارا دین بے حیائی، فحش انگاری، عورت مرد کے اختلاط اور ملنے جلنے کو سخت معیوب ہونے کی وجہ سے منع فرماتا ہے۔

خواتین اور مسجد

اب وہ ملنا جلنا اسکولوں کلبوں اور آفسوں میں ہو یا مسجدوں اور مدرسوں میں، اب آیئے اس بات کی طرف کہ حدیث میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت دی ہے۔ یہ آج کل کے مُلّا لوگ روکتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ملتی ہے بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ سرکار نے فرمایا:

اذا استأذنکم نسآءکم باللیل فأذنوا لھنّ۔

جب تمہاری بیویاں رات کو مسجد جانے کی تم سے اجازت مانگیں تو اجازت دے دیا کرو۔

ابو داؤد میں انہی سے مروی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو، اور ان کے لئے ان کے گھر اور بہتر ہیں،،

مسند احمد میں ام حمید سعدیہ کی روایت آئی ہے۔ وہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، میں حضور کی مسجد میں اگر با جماعت نماز پڑھنے کا شرف حاصل کرنا چاہتی ہوں، حضور نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم مسجد میں اگر میرے پیچھے نماز پڑھنے کو محبوب رکھتی ہو (اب سنو کہ) تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصّہ میں پڑھو، وہ اس نماز سے افضل ہے جو تم اپنے گھر کے بیرونی (دالان وغیرہ) حصّہ میں پڑھو، اور گھر کے بیرونی دالان میں تمہاری نماز اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو، اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ قبیلہ کی مسجد میں پڑھو، اور اپنے قبیلہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آکر پڑھو،

اس حدیث پاک نے ہمیں بتا دیا کہ عورتوں کی مسجد میں حاضری کے وہ احکام نہیں ہیں، جو مردوں کے ہیں۔ مرد کے لئے مسجد چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنا، اگر کوئی شرعی وجہ نہ ہو، تو معیوب ہے۔ اور عورتوں کو ان کی حیا داری، پردہ پوشی، اور عزّت وعفت کی بنیاد پہ گھر کے اندر اور اندر سے اندر نماز پڑھنا اور بہتر قرار دیا گیا ہے۔

پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی دور میں محبّتِ رسول میں سرشار خواتین اسلام، جو کہ وقتِ ضرورت جوشِ اسلامی سے مغلوب ہو کر میدان جہاد تک جا پہونچی تھیں (جیسا کہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا مشہور واقعہ ہے) حالانکہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں خواتین اسلام حضور اقدس کی اقتدا کا فیض لینے کے لئے مسجد شریف میں فجر اور عشار کی نمازوں میں شریک ہوتی تھیں، مگر ان نمازوں میں ہر عورت کو شریک ہونے کی اجازت بھی نہیں تھی۔

ابو داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو عورت خوشبو استعمال کرے وہ ہمارے ساتھ عشار کی نماز میں شریک نہ ہو"

اس انداز کی اور بھی کئی احادیث ہیں جن کی بنیاد پر فقہائے اسلام نے عورتوں کو مسجد کی حاضری کے سلسلہ میں شرطیں عائد کی ہیں۔

احادیث پاک اور فقہ اسلامی میں عورتوں کو جہاں بھی گھر سے باہر نکلنے کی اجازت کا ذکر ہے ہر جگہ اس کا یہی مفہوم ہے کہ "وہ اس حالت میں نکلے کہ زیب وزینت سے عاری ہو،

اور ایسی ہیئت اور پردہ داری کے ساتھ ہو، جس کے ہوتے ہوئے مردوں کو متوجہ کرنے دیکھنے اور میلان پر ابھارنے کا کوئی سوال نہ ہو،

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ عورت کو مسجد جانے کی اجازت اسی وقت ہوگی جبکہ وہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، زینت اور آرائش کئے ہوئے نہ ہو، ایسے پازیب زیور پہنے ہوئے نہ ہو جس کی جھنکار سنائی دیتی ہے، مردوں سے اختلاط کا اندیشہ نہ ہو، جوان یا ایسی حالت میں نہ ہو کہ جس سے فتنہ اٹھنے کا خطرہ ہو وغیرہ،

برادران اسلام! اگر آپ اپنی مساجد میں عورتوں کے لئے الگ محفوظ جگہ کا انتظام کر دیں۔ ان کی گزرگاہیں۔ مردوں کی گزرگاہوں سے الگ ہوں۔ ان کی صفیں مردوں کی صفوں سے الگ ہوں اس طرح کہ ان کے درمیان دیوار یا کم از کم دبیز کپڑے کے پردے حائل ہوں، عورتوں کی صفوں کے سارے انتظام بھی عورتیں کریں، اور مردوں سے خلط ملط، کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو آج بھی آپ کی مسجدوں میں عورتیں آسکتی ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مسجدوں کی حاضری اور عبادت کی غرض وغایت اللہ کو راضی کرنے اور حصول ثواب کے سوا تو کچھ نہیں ——— اور جیسا کہ ابھی آپ نے حدیث رسول سنی کہ عورتوں کی افضل ترین نماز اپنے گھر کی اندرونی کوٹھری میں ہوتی ہے۔ پھر کون ایسی نیک و پارسا خاتون ہوگی جو افضل نماز چھوڑ کر، غیر افضل کی خواہش کرے گی۔؟ اس کے علاوہ زمانہ کی روش پر غور کرو، طوفان بدتمیزی، اور سیلاب بے حیائی کی طرف نگاہیں اٹھاؤ ——— مسجدوں میں عورتوں کے آنے کی دورِ نبوی کی اجازت کو اپنے ماحول پر قیاس نہ کرو۔ ——— نادانو! وہ تو رحمت و نور، اور خیر و برکت والا ایک ہی زمانہ تھا، نہ اس سے بہتر زمانہ چشم خورشید نے پہلے کبھی دیکھا تھا ——— اور نہ ہی قیامت تک دیکھنا نصیب ہوگا آج تو ہم تم دورِ فتن میں ہیں ——— محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے مابعد کی بات سنو!

صحیحین کی روایت ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو اب عورتوں نے

یہی طرز زندگی میں پیدا کرلی ہیں تو آپ انہیں مسجد جانے سے خود منع فرماتے
جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو ان کے پیغمبروں نے عبادت خانوں میں جانے
سے روک دیا تھا۔" (رواہ بخاری ومسلم)

حدیث رسول میں جس طرح اجازت پائی جاتی ہے (اور اس میں کوئی شک نہیں)، اسی طرح زمانے کی روش، لوگوں کے حالات کی تبدیلی کے باعث، جیساکہ ام المؤمنین کے فرمان سے ظاہر ہے ممانعت کے وجوہ بھی ظاہر ہیں۔ ام المؤمنین سے زیادہ امت کی خواتین اور عورت ذات کا علم کسے ہوگا۔ انہی کے ذریعہ اور واسطے سے تو دنیا کی عورتوں کو نبی رحمت کی تعلیمات کا سبق ملا۔ اسی طرح یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے اتفاق کے ساتھ اپنے دور میں مسجدوں میں عورتوں کی حاضری کو روکا۔ اور دفع فتن کے لئے ایسا کیا۔ اور ان کا یہ عمل مستحسن ہے جیساکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ حجۃ اللہ البالغہ میں تصریح فرماتے ہیں۔ (ج ۲ ص ۲۶)

محترم سامعین! آپ کا دین آپ کو دنیاوی اور اخروی دونوں لحاظ سے کامیاب بنانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے دین کے احکام کی پابندی کیجئے۔ حلال وجائز کو لیجئے اور حرام وناجائز سے نفرت کیجئے۔ عبادتوں میں دل لگایئے۔ عورتوں بچوں کو مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی تلقین کیجئے۔ رَبِّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

صلوٰۃ وسلام پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ دُور کے مہمان صبح ناشتہ کے بعد رخصت ہوئے ۲۹ر جون کو حاجی مدار صاحب اور چند مخلصین کے ساتھ نکیری شہر دیکھنے گئے۔ ۲۹ر اور ۳۰ر جون کے دن حاجی صاحب کے برادران کے گھر دعوتوں میں گزرے۔ اس دوران لوگوں نے دینی مسائل دریافت کئے ۔۔۔ تین روز اور باقی تھے۔ نکیری کے کئی مخلصین سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کی دعوتیں کھائیں ۔۔۔ جناب حاجی اسحاق خدابخش کے بڑے بھائی صاحب کے گھر بھی ایک دن دعوت رہی ۔۔۔ اسی دوران جناب جمن خدادین صاحب کے گھران

کی بہن اور بچے کی خیریت دریافت کرنے گئے ۔۔۔ حاجی صاحب نے اپنا آبائی قبرستان اور دھان کی لہلاتی کھیتیاں دکھائیں ۔۔۔ چھوٹے ہوائی جہاز سے دھان کی فصل پر کھاد چھڑکتے ہوئے میں نے یہیں دیکھا ۔۔۔ سیکڑوں میل کے فارم میں دھان کی ہریالی دیکھ کر جی خوش ہوگیا ۔۔۔ کیلے کے باغات بھی کثرت سے ہیں۔

سمندر کے کنارے جاکر بحر اوقیانوس کے پانی کی لہروں سے بھی مستفیض ہوا ۔۔۔ حاجی احمد کے بھائی عبدالحمید مدار ایک روز اپنے گھر بھی لے گئے ۔۔۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے چھ بیٹے اور کئی بیٹیاں دی ہیں۔ بیٹے مجھے گاڑی میں بٹھاکر روز لے جاتے تھے نہایت ہونہار اور اچھے لڑکے ہیں۔ مگر دینی تربیت اور اسلامی آداب زندگی سکھانے والا کوئی نہیں۔ میں نے مسجد کے منتظمین کو توجہ دلائی کہ کسی عالم کو بلاکر رکھیں ۔۔۔ مگر یہ بات حلق سے اترتی نظر نہیں آتی۔ تین جولائی کو میں۔ پاراماری ہوائی۔ قیام پھر حاجی نصیر صاحب کے قومی مسافرخانے میں ہوا ۔۔۔ گھر میں رکھو رکھاؤ کو بالائے طاق رکھ کر۔ دوسرے روز نماز جمعہ کے بعد ہی سے جن لوگوں سے ملاقات ضروری تھی ان لوگوں کے پاس جانے کا پروگرام بنا چکا تھا

۴ر جولائی جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ ۸۹ء کی جامع مسجد میں پڑھائی تھی، جمعہ کی سنتیں پڑھنے کے بعد نصف گھنٹہ تقریر بھی کرنی تھی ۔۔۔ سو تقریر ہوئی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ... رب تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے جنوب امریکہ سرینام کی سرزمین پر کلمۂ طیبہ پڑھنے والے آپ جیسے ہندوستانی نسل کے مسلمانوں سے ملنے کا موقع دیا۔ مجھے اس سفر کی دعوت "اصحاب اسلام" نکیری کی طرف سے دی گئی، ان ان لوگوں کے پرخلوص اصرار پر ۔۔۔ میں آمادہ سفر ہوا جس کے لئے ان دوستوں کا شکر گذار ہوں۔

"ہماری اس کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سچے دین "اسلام" کی خدمت سے وابستہ ہیں۔ اسی بنیاد پر ہمارا آپ سے تعلق ہے۔ ایک دوسری تقریب آپ لوگوں سے ہماری اور بھی ہے کہ ہم بھی اسی ہندوستان کے باشندے

میں جہاں سے ایک صدی پیشتر آپ کے آباؤ اجداد آئے تھے ـــــ سنا ہے
اپنائیت کا احساس ہونے پر نصیحتوں کی قبولیت کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں
اس لئے یہ عرض کر دیا۔

دوستو! اور بھائیو! آپ کے یہاں اکابر علماء کے مبارک قدم پہونچتے
رہتے ہیں، ان سے دین کی مفید باتیں آپ ضرور سنتے اور سیکھتے ہوں گے۔
آج جمعہ مبارک کی تقریر میں آپ لوگوں کو "ایک اور نیک بننے" کی نصیحت کرتا
ہوں۔ اس میں کا دوسرا کام پہلے کام پر مقدم ہے ـــ یعنی نیک بننا ـــ نیک
بننے کے لئے آپ کو اور ہم کو بہت کچھ چھوڑنا ہوتا ہے ـــ اور بہت کچھ پکڑنا پڑتا ہے
ایمان کا یہی تقاضہ ہے کہ انسان خدائے واحد کو اپنا رب، سچے دل سے تسلیم
کرکے، اس پر دل سے جم جائے۔ اور اس کے احکام کی تعمیل میں منہمک ہو جائے
نیک مسلمان میں ایمان کی غیرت ہوتی ہے۔ غیرت ایمانی ایک ایسی روشنی ہے جو
اسے اچھائیوں پر اکساتی ہے۔ اور برائیوں سے متنفر کرتی ہے۔ غیرت ایمانی
ہر ماحول میں الگ الگ انداز سے ظاہر ہوتی ہے۔

یہ سرینام ہے۔ یہاں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ حبشی، ریڈ انڈین،
انڈونیشی، اور ہندو بھی رہتے ہیں ـــ سب کی اپنی اپنی تہذیب لباس اور طرز زندگی
ہے۔ مگر آپ لوگوں میں سے جو مسلمان دین کی غیرت رکھتے ہیں۔ ساتر لباس
چہروں پر داڑھی، مسجد میں آنے کے عادی ہیں ـــ ان کی بہو بیٹیاں اگر
حبشیوں جیسا لباس پہنیں ہندوؤں کی طرح رہیں ـــ اور باہمی تعلقات میں ایمان و
کفر کا فرق نہ رکھیں تو آپ کی غیرت ایمان کیا کہے گی ـــ؟

عزت اور ایمان، جان سے زیادہ قیمتی ہیں ـــ عزت کے لئے تو بہت
بہت سے بے ایمان بھی جان دے دیتے ہیں ـــ پھر بھلا بتائیے کہ یہاں
مسلمانوں کی بعض لڑکیاں ہندوؤں اور دوسرے کافروں سے تعلقات
رکھنے میں آزاد کیوں ہیں۔ اور بہت سے مسلمانوں نے اپنے اوپر مذہب

کی چادر ڈالے ہونے کے باوجود۔ اپنے خاندان بیوی بچوں کو اسلام دشمن
تہذیب کے اندھیروں میں کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ یہاں آپ کی غیرت ایمانی
کو بیدار ہونا چاہئے اس کا علاج کیا ہے ـــ؟ اس کا علاج یہ ہے کہ
اپنی بیوی بچوں کو شروع سے ساتر لباس پہنائیے۔ ان کو دین کی تعلیم اور حیا
وغیرت کا درس دیجئے۔ ایمان اور کفر کا فرق بتائیے۔ اور سمجھائیے کہ ایماندار
غریب ومفلس مسلمان۔ نہایت حسین مالدار مشرک سے ہزار درجہ بہتر ہے۔
اسی طرح آزاد خیال مسلمان لڑکوں کے اندر دین کا اتنا شعور ہونا چاہئے کہ
مسلمان کالی کلوٹی باندی حسین وجمیل مشرکہ سے ہزار درجہ بہتر ہوتی ہے۔
بشرطیکہ ایمان کی نظر ہو۔

کفر اور شرک کے خلاف جہاد صرف یہ نہیں ہے کہ میدان کارزار میں
میں ہتھیاروں سے حملہ کیا جائے یہ تو جہاد کی اعلیٰ منزل ہے ـــ مسلمانوں
کی عام زندگی میں بھی جہاد کے مراحل آتے ہیں۔ آپ حبشیوں کے تمدن حیات
کی برہنگی۔ ننگے پن کے سیلاب کا مقابلہ صرف اسلام کی چادر میں چھپ کر
کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو پردہ میں رکھئے خود محنت اور مشقت سے روزی
کمائیے۔ اور اپنی اولاد کو دین کی تعلیم اور اسلامی تہذیب و معاشرت کے لازمی
صراط مستقیم پر شروع سے چلائیے ـــ کفر و شرک۔ اور ایمان و
اسلام کے فرق کو خود بھی ملحوظ رکھئے اور اس کا احساس اپنی نسل میں بھی منتقل
کیجئے یاد رکھئے کہ جو لوگ صدق دل سے خدا کو اپنا رب مان کر اسلام کی چادر
میں چھپ جاتے ہیں ـــ اپنے دین و ایمان پر مستقل مزاجی سے جم جاتے
ہیں۔ مولا کریم اپنے فرشتوں اور روح الامین کو بھیج کر ان کی مدد فرماتا ہے۔
پھر کار زار حیات میں وہ باطل کی قوت سے کبھی سراسیمہ نہیں ہوتے دین اسلام پر
استقامت والوں کو جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اس طرح وہ
دونوں عالم کی کامرانیاں حاصل کر لیتے ہیں۔

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب وتابِ ملّتِ عَرَبی

۵ر جولائی شنبہ عشاء کی نماز کے بعد ۲۴۸ء کی طرف سے جامع مسجد کے زیریں
ال میں جلسہ ہوا۔ جامع مسجد کے امام جناب حاجی عبدالسبحان صاحب جناب شفیق گمان صاحب
نے پاکستان سے آنے والے ایک عالم صاحب کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے سرینام
پہونچ کر قادیانیوں سے اتحاد واتفاق پیدا کرنے ان کی دعوتیں کھانے اور ان کے
ذریعہ اپنا حلقۂ اثر بڑھانے پر کافی زور دیا ہے ___ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہ امام احمد رضا
فاضل بریلوی نے کیا کارنامہ انجام دیا؟ جو میرے آبا نے کیا وہ کس نے کیا؟ وغیرہ وغیرہ
سرینام کے مسلمانانِ اہلِ سنت ان صاحب کی ان حرکتوں اور ایسی باتوں سے
سخت مضطرب اور بے چین تھے۔ چنانچہ لوگوں کی پریشانی کا لحاظ کرتے ہوئے۔ میں نے
مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝
ڈیڑھ گھنٹے تقریر کی ___ جس میں امام احمد رضا کی دینی خدمات کا بھی جائزہ پیش
یا۔ دنیادار مولویوں اور پیروں کی سیہ کاریوں پر بھی کچھ روشنی ڈالی، اور یہ واضح کیا کہ
مرزائی اور قادیانی کافر غدار ہیں۔ ان سے اتحاد کی بات کرنے والا۔ سیدنا رسولِ عربی کا
بھی فرماں بردار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مسلمان کی زندگی کا ترجمہ تو یہ ہے کہ:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو شمشیر ہے مومن

۶ر جولائی کو محمد فیروز گمان سلمہٗ کے وطن ''لہنو'' میں جلسہ ہوا جہاں ''علم اور
علماء کی قدر'' کے موضوع پر تقریر ہوئی۔ مسلمانانِ سرینام میں جس کی سخت ضرورت
ہے۔
اسی عرصہ میں محمد فیروز اور راقم کی، جناب حاجی شفیق گمان، لینڈو گمان، محمد ادریس شرف

اور متعدد اہلِ خلوص کے گھر دعوتیں رہیں۔ حاجی مدار کے بھائی صاحب کا اسپینج کا کارخان
ان کے گھر بھی ناشتہ کی دعوت رہی۔ جناب حاجی انتون منیر عالم نانا صاحب نے بھی ایک
نہایت پر تکلف دعوت کی اور سرینام کے ضعیف بزرگوں سے ملنے کا موقع فراہم کیا۔ امام جا
جناب حاجی عبدالسبحان مشعل کے گھر بھی حاضری ہوئی۔ ان کا وسیع کتب خانہ دیکھا، انہوں
کئی کتابیں بھی ہدیہ میں دیں۔ نوجوان مخلص حاجی ننھے خاں کے گیراج میں بھی جانا ہوا۔ جہاں ا
لائن سے کھڑے ہوئے ٹرک اور گاڑیاں دیکھیں اور ان کے وسیع کاروبار میں مزید برک
کی دعا کی گئی۔ حاجی عبدالجبار گمان کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا۔ مجلس نکاح میں بھی سیکڑو
مسلمانوں سے ملاقات کا موقع ملا۔
پاراماری بو میں قیام کے دوران رحمت گمان سلمہٗ نے تھوڑی دیر کے لئے بھی
ساتھ نہ چھوڑا۔ پاراماری بو کے اطراف وجوانب، اور مساجد ومراکز بھی دیکھے۔ اور جناب
حاجی نصیر محمد ہاشم صاحب جو اپنی اہلیہ کے انتقال کے تازہ غم سے نڈھال تھے ان کے گھ
قیام کے دوران سرینام کے اور کئی لکھے پڑھے لوگوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ حاجی ہا
صاحب کو صبر کی تلقین بھی ہوتی رہی۔
۷ر جولائی پیر کے دن بہت سویرے سرینام ایرویز PY-764 کی سیٹ نمبر
پر بیٹھ کر ساندری سے امسٹرڈم کے لئے روانہ ہوا۔ ڈائرکٹ فلائٹ تھی آٹھ گھنٹے چالیس
منٹ بعد امسٹرڈم پہونچا۔ ہندوستانی نسل کے مسلمانوں کی ایک دور افتادہ سرزمین پر بہت کچھ دیکھ
اور جو کچھ ان کے لئے مناسب اور مفید خیال کیا بے کم وکاست پیش کر دیا۔ مولا پاک مجھے تجر
سفر سے اور انہیں میری دینی اسلامی ہدایات سے فائدہ پہونچائے۔ عمومی یا خصوصی مجا
میں جسے جو بھی نصیحت کی گئی اخلاص اور محبت کی زبان اور لہجہ میں کی گئی کیونکہ:

بہت نازک تعلق ہے دلوں کا
نہ ہو جائے کوئی خاطر کبیدہ

سفرنامۂ طرابلس

(۱۳ ستمبر تا ۲۲ ستمبر ۱۹۸۶ء)

کیسے لہرائے گا اسلام کی عظمت کا عَلَم
جب مسلمانوں میں شمشیر عزیمت ہی نہیں
لے یہ تبلیغ کی جنگاہ کے قرآنی سلاح
حکمت وموعظت وجذبۂ اخلاص ویقیں

آج دنیا بھر کے مسلمانوں میں فروغ اسلام کی کوششیں تیز ہو رہی ہیں۔ نئے زما
کے نئے تقاضوں نے علماء اسلام اور مفکرین ملت کو نشاۃ ثانیہ کی جانب پیش رفت پر کمربس
کر رکھا ہے۔ مختلف جہتوں سے اس دین فطرت کے حلقہ بگوشوں میں اپنے دین کے لیے کا
کرنے کے جذبات بیدار ہیں۔ متعدد تنظیمیں عالمی پیمانے پر دعوت اسلامی اور تبلیغ دی
کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی ایسی تنظیم یا ادارہ نہیں ہے جس میں
ہندوستانی خون کام نہ کر رہا ہو۔ یہ تو اس زمانہ کی مسلّمہ حقیقت ہے کہ اگر ہندوستا
مسلمانوں کو آج دیگر مسلم ممالک کی طرح وسائل مہیا ہو جاتے تو علمی رسوخ اور تعلق مع الدین کی
بنیاد پر اسے امت مسلمہ کی قیادت حاصل ہوتی۔ مگر اپنی کثرت تعداد میں دنیا کے تمام مسلم
ملکوں سے فائق ہونے کے باوجود ہم سب سے بدحال اور مظلوم ہیں۔ مگر تمام عالمی اسلامی تنظیموں
کا جائزہ لیا جائے تو ہر جگہ ہندوستانیوں کے دم قدم سے علم وادب، تحقیق واکتشاف کی
شمعیں فروزاں دکھائی دیتی ہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے وطن کے ذہین وطبّاع، سائنس اور دوسرے علوم میں
ماہر نوجوانوں کو دنیا کی بڑی طاقتیں خرید لیتی ہیں۔ شعراء اور ادباء کی فکروں کا سودا کر لیتی ہیں
نتیجۃً ان کی صلاحیتوں سے ملک ووطن محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دینی علمی میدانوں کے
بھی کچھ ماہرین ہوتے ہیں جنہیں وطن میں تو چاہے کچھ ترقی کا موقع نہ نصیب ہو، مگر دُور بین
ادارے اور تنظیمیں انہیں اچک لیتی ہیں۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں معاشی واقتصادی بدحالی
ان کا دریوزہ گر بنا دیتی ہے۔ اور یہ بھولنے کی بات نہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کا "اسلام"
سیاست کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف اسلام ہے۔ اور دنیا میں عالمی
پیمانے پر اسلامی تبلیغ کا کام کرنے والی شاید ہی کوئی ایسی تنظیم ہو گی جو اپنے کچھ الگ نظریات
نہ رکھتی ہو ایسے نظریات جو جمہور امت اسلامیہ سے متصادم ہوتے ہیں، یہ ایک ایسا کلیہ
ہے جس کا بآسانی تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔

جمعیۃ الدعوۃ اور دوسری عالمی تنظیموں کا فرق

سعودی تنظیمیں ہوں یا کویت وقطر کے ادارے سب اس بدحالی کا شکار ہیں۔ رابطۂ عالم اسلامی وغیرہ، اور انٹرنیشنل اسلامک کال سوسائٹی میں فرق جو ظاہر اور اہم ہے وہ یہ ہے کہ وہ جس کو اپنا نمائندہ بناتے ہیں اس کے بارے میں پہلے اچھی طرح اطمینان حاصل کر لیتے ہیں کہ یہ ہر طرح ہمارا موید ہے۔ بشکل دیگر اسے یا اس جیسے کسی عالم فاضل فقیہ اور محقق کو ان کی زبان میں مسلمان کہلانا دشوار ہے چہ جائیکہ کچھ اور ـــــ اسی طرح کسی ادارہ مسجد، مدرسہ، یونیورسٹی، اسلامک سینٹر، رسالہ، اخبار کو جب تک اپنی تحویل میں نہ لے لیں ان کا قطعاً کوئی تعاون نہیں کرتے۔ چنانچہ اس کا تجربہ خود راقم الحروف کو ہوا۔ اور دیگر متعدد مقامات سے بھی ایسی ہی خبریں موصول ہوئیں۔ بات آگئی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیتی عرض کر دوں۔

ہم شیخ کی سنتے تھے بزرگو لے بزرگی
جب سامنے آئے تو عمامہ کے سوا ہیچ

امسٹرڈم میں نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی کی جدوجہد سے ۱۹۷۹ء میں "المرکز الاسلامی" بنانے کی تحریک چلی ارباب حل وعقد نے "مرکز" کے دینی امور کا ذمہ دار رجسٹرڈ طور پر مجھے قرار دیا، جسے تعمیری کمپنی "خرابوسکی امپورٹ" کی جانب سے تین زبانوں (انگلش عربی ڈچ) میں شائع شدہ کتاب میں بھی واضح کر دیا گیا تھا۔ ہالینڈ میں اس وقت ذمہ دار سعودی سفیر "شواف" تھے ان کے ذریعہ گفت وشنید ہوئی تو بات اسی مرحلہ پر آکر رک گئی کہ سنٹر کی تعمیر کے سارے اخراجات ہم دینے کو تیار ہیں مگر سنٹر کا ڈائرکٹر ہمارا ہوگا۔ اور عملہ ہمارا کام کرے گا، اس پر ہالینڈ کے خوددار مسلمانوں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اسی طرح Voice of Islam میگزین کی اشاعت کے سلسلہ میں مجلس عاملہ کے لوگوں نے ان سے تعاون مانگا تو انہوں نے شرط لگائی کہ مدیر مسئول ہمارا ہوگا۔ کانفرنس کے حالات کے بیان میں اتنی باتیں اس لئے سپرد قلم کر دی گئیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان تنظیموں اور جمعیۃ الدعوۃ میں کیا فرق ہے؟ جمعیۃ الدعوۃ بھی

دنیا بھر میں کام کرتی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے منصوبوں میں تعاون کرتی ہے مگر اور عالمی تنظیموں سے یہ بایں لحاظ ممتاز ہے کہ یہ کسی کے عقائد پر پہرہ نہیں بٹھاتی، اس میں رہتے ہوئے ہر ایک کو نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خیالات ونظریات بیان کرنے اور دلائل پیش کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ اس سے دو عظیم فائدے ہمیں نظر آئے۔

اول: یہ کہ دنیا کے ہر گوشہ میں فکری بدحالی، اور ماحول کی غلاظت سے اگر کوئی بدعقیدگی کا نیا پود اظاہر ہو تو معلوم ہو جاتا ہے۔

دوم: یہ کہ علماء حق اور مفکرین اسلام کو دین صادق شریعت محمدی اور مذاہب حقہ کی توضیح وتشریح کے مواقع میسر آتے ہیں۔

اس پس منظر میں بھی یہ چیز صاف دیکھی جا سکتی ہے کہ رابطہ عالم اسلامی، اور المؤتمر الاسلامی وغیرہ کے ذمہ داران صرف اپنے معتقدین کو ہی مبلغ اسلام سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں اسلام صرف وہی ہے جو ان کے ذریعہ پھیل رہا ہے۔

؎ خورشید کو لاتا ہے ناداں تہ داماں

جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ کی تیسری عالمی کانفرنس میں شرکت کے لئے ہم حسب پروگرام شنبہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۸۶ء امسٹرڈم ائرپورٹ سے KLM 313 کے ذریعہ روانہ ہو کر سوئزرلینڈ کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ زیورخ ZURICH اور وہاں سے LA (لیبین ائرلائن) کے ذریعہ ملانو ہوتے ہوئے طرابلس اترے۔ فندق باب البحر میں قیام ہوا اس سے قبل المؤتمر الثانی منعقدہ اگست ۱۹۸۲ء کے موقع پر یہاں آنا ہو چکا تھا۔ ائرپورٹ سے کانفرنس کے مقام تک جگہ جگہ سبز پرچم سلیقے سے لہراتے، اور چراغاں ہوتا نظر آیا۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ ایئرپورٹ پر شرکار کانفرنس کے لئے مخصوص انتظامات تھے، استقبالیہ کمیٹی کے افراد نے ہوائی جہاز سے اترتے ہی مندوبین کا استقبال کیا۔ اور ایک کمرے میں بٹھا کر مشروب سے ضیافت کی ـــــ ان میں سے ایک صاحب نے ہم سب مندوبین کے ٹکٹ

اور پاسپورٹ لے کر خود امیگریشن اور ائیرپورٹ کی ساری کارروائیوں کی تکمیل کرائی۔ زیورخ سے ہمارے ساتھ، ڈینمارک، سوئزرلینڈ، جرمنی اور چند افریقی ممالک کے وفود بھی شامل ہو گئے تھے۔ امسٹرڈم سے روانگی کے وقت ہالینڈ کے ہمارے دو نفری وفد کے ہمراہ بلجیم کے بزرگ ترک عالم ابراہیم یلدرم بھی تھے۔

اس موقع پر یہ بتانا غیر ضروری نہ ہوگا کہ مالٹا ائیرپورٹ سے طرابلس پرواز کے لئے رن وے سے اٹھتے وقت ہمارے ہوائی جہاز کا ٹائر خراب ہو گیا تھا۔ جس کے باعث پائلٹ اور جہاز کا پورا عملہ قدرے فکرمند تھا مگر انہوں نے مسافروں سے اپنی پریشانی کو چھپائے رکھا۔ اور طرابلس ائیرپورٹ پر اترنے کی تیاری کرتے وقت مسافروں کو ہدایت کر دی کہ سر کو جھکا کر دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیں۔ یہ ہدایت کسی ہوائی سفر میں آج تک درپیش نہیں ہوئی تھی اس لئے اس وقت قدرے الجھن ہوئی اور کسی خطرے کا شبہ ہوا جہاز نے طرابلس میں پختہ رن وے کے بجائے گھاس پر لینڈ کیا۔ جہاز جب بالکل رک گیا تو ہم نے دیکھا کہ فائر بریگیڈ اور دیگر حفاظتی گاڑیاں رن وے کے ارد گرد پھیلی ہوئی ہیں اور ائیرپورٹ کا پورا عملہ باہر کھڑا ہے۔ تمام لوگ پائلٹ اور ہوائی جہاز کے عملہ کو مبارکباد دینے لگے اس وقت پوچھنے پر تمام حقیقت کا علم ہوا۔ اس طرح ہمیں محسوس ہوا کہ رب کائنات کو ہمیں زمین پر زندہ رکھ کر اپنی نعمتوں سے کچھ اور سرفراز کرنا مقصود ہے۔ اور ہماری جرم و خطا سے لبریز کتاب زندگی پر اپنی غفاری و ستاری کا پردہ دراز کرنا مقدر رہے۔

سایۂ غفران و رحمت میں کٹ جائے حیات
میرے مولا! یہی ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں

فندق باب البحر پہونچ کر مجھے رہائش کے لئے تیرہویں منزل پر کمرہ نمبر ۱۳۳۱ ملا۔ احباب اور اہل تعلق کی ملاقات سے فارغ ہو کر کمرہ میں پہونچا نماز ادا کی اور کچھ کھا پی کر سو گیا۔

موضوعاتِ بحث

کانفرنس کے اصل بنیادی عنوانات اقامۃ الدین۔ اور ۔ عدم التفرق فی الدین تھے جن کے ماتحت اہل علم نے موضوعات اختیار کر کے ان پر مقالے پیش کئے۔ ان میں خاص بحثیں مندرجہ ذیل رہیں۔

دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین۔
شوریٰ کی اہمیت
اجتماعی ظلم و عدوان اور نفع اندوزی کے خلاف صف آرائی
جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں رکاوٹیں
علمی تقدم اور حفاظت۔ اسلامی شعائر کی محافظت

اسی طرح دین میں عدم تفرق کے تحت

اسلام دین فطرت ہے اور وہ اپنے مصدر اصلی قرآن کریم سے سمجھا جاتا ہے
اسلام قوموں قبیلوں اور رنگوں کو تقویٰ کی بنیاد پر مجتمع کرتا ہے۔
مسلمان حق کے مددگار اور ظلم و عدوان کے خلاف لڑنے والے ہیں۔

ایک صاحب نے اس بات پر بہت شد و مد سے زور مارا کہ مذاہب (حنفیت، شافعیت، مالکیت وغیرہ) ہی مسلمانوں میں انتشار اور تفرق کا سبب ہیں۔ جس کے نہایت مدلل اور مستحکم جوابات ڈاکٹر ذکی بدوی الکلیۃ الاسلامیہ لندن۔ شیخ خطاب امریکہ۔ اور ہندوستانی پاکستانی کئی علماء نے دیئے۔ اور ثابت کیا کہ مذاہب اسلام کے سہل و آسان اور ہر زمانے میں ممکن العمل ہونے کی علامت ہیں۔ اور ان میں اختلاف تو اس وقت ہوتا جب ایک دوسرے کی تکذیب و تفسیق یا تکفیر کرتے۔ یہاں تو ایک دوسرے کا حد درجہ احترام کرتے ہیں۔ اور مسلمان عالم کو آسانی ہے کہ ان میں سے جس ایک کو چاہیں اختیار کر کے زندگی گزاریں — مذاہب کے حقیقی پیروکار کبھی اس کو وجہ نزاع نہیں سمجھتے۔ ویسے تو دو حقیقی مسلمان بھائی بھی کبھی کسی بات پر لڑ بیٹھتے ہیں۔ تو اسے اسلام کا قصور تو نہیں کہا جائے گا ؟

اہلسنّت کی نمائندگی

پچھلی کانفرنس کے برخلاف اس بار نہایت مسرت مجھے اس بات کی تھی کہ اس کانفرنس میں ہمارے علمار اہلسنت اہل صحافت اور زعمار کی نمائندگی نمایاں تھی ۱۹۸۵ء میں تو میں حد درجہ تنہائی کا شکار ہوا تھا۔ اس موقع پر میں نے شدت سے محسوس کیا کہ اُردو بولنے والی دنیا سے اہل سنّت کی نمائندگی نہیں ہے۔ اور کسی بھرے پرے میووں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ کو کوؤں اور چمگادڑوں کے ہاتھو لٹتے دیکھ کر کسی احساس مند طبیعت پر جو کچھ گزرتی ہے وہی کچھ اس بار مجھ پر گزری تھی۔ میں اور کچھ تو نہ کر سکا البتہ اتنا ضرور کیا کہ طرابلس ہی سے اپنے مؤقر و معزز علمار کو آگاہی کے خطوط روانہ کر دیئے تھے۔ اس کانفرنس کے موقع پر جب مجھے یہ خبر ملی کہ اپنے احباب کرام، علمار و مفکرین خاصی تعداد میں شریک ہو رہے ہیں۔ تو دل باغ باغ ہو گیا۔ اور عالمی سطح پر ابھرنے والے کئی عصری فتنوں سے جو دین اسلام کی اصل صورت کو مسخ کرنے پر تلے ہوئے ہیں عملاً جہاد کا محاذ مرتب ہوتا نظر آیا۔ ہمیں اور کیا چاہیے اگر ہم اپنے مذہب حق کو عالمی اسٹیجوں سے باطل تحریکوں کے علی الرغم پیش کرنے کی سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔ خدا کرے اس قسم کی تنظیموں اور موتمرات کے ذریعہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں الکفر ملۃ واحدہ کی صلابت کا احساس زندہ ہو اور وہ وحدت کلمہ کی بنیاد پر غور کر کے ابطال باطل اور احقاق حق کی راہ پر چل پڑیں۔ جیسا کہ میں نے "طلبار اسلام سے خطاب" نظم میں عرض کیا ہے:

ہے فضائے دہر پر الحاد و لادینی محیط
عظمت لوح و قلم کی سودے بازی عام ہے
اے جواں صدق و صفا عدل و مروّت کی قسم
پھر جہاں میں ذوالفقار حیدری کا کام ہے

خوبصورت ہے لفافہ، اور اندر کچھ نہیں
شوخیٔ انشار ہے گر تو گوہر معنیٰ بھی لا۔

دیں کتاب فلسفی کے خشک مزعومے نہیں
پی مئے توحید، عشق احمد رضا بھی لا۔

اُردو کے حلقہ سے ہمارے جن علمار و زعمار نے اس کانفرنس میں شرکت کی ان کی تفصیل یہ ہے:

انگلینڈ سے: علامہ قمرالزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن — مانچسٹر
مولانا شاہد رضا نعیمی، سکریٹری الکلیۃ الاسلامیہ — لندن
جناب مولانا سید غلام السیدین صاحب، امام اینڈ ماسک کانفرنس — لندن
مولانا مفتی گل رحمٰن — لندن
مولانا محمد حنیف صاحب — انگلینڈ
مولانا غلام جیلانی صاحب، برادر بزرگ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی — برطانیہ
ڈنمارک سے: مولانا محمود نواز ظفر مسلم کلچرل انسٹی ٹیوٹ — ڈین مارک
پاکستان سے: مولانا عبدالستار خاں نیازی جنرل سکریٹری جمعیۃ علمار — پاکستان
پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب — " " "
اور ہندوستان سے: علامہ ارشد القادری صدر مسلم پرسنل لار کانفرنس — دہلی
" : مولانا محمد لیٰسین اختر مصباحی نائب صدر مسلم پرسنل لار کانفرنس — "
جناب شاہ اسرار الحق صاحب کل ہند قومی ایکتا — "
جناب سید احمد بخاری نائب شاہی امام جامع مسجد — دہلی
قاری محمد میاں صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ قاری — دہلی
جناب م۔ افضل ایڈیٹر۔ اخبارِ نو — دہلی

تقریباً سَو ملکوں کے وفود

پوری کانفرنس اپنے مقررہ موضوعات پر جاری رہی اور ہر موضوع پر بحث و تمحیص میں

علماء و مفکرین اور ماہرین فنون حصہ لیتے رہے۔ تقریباً ایک سو ملکوں کے وفود میں ساڑھے چار سو افراد نے شرکت کی۔ رنگ و نسل اور قومیتوں کی ساری فصیلیں اس وقت ٹوٹتی نظر آتی ہیں جب سوڈان، نائیجریا، مالی، حبشہ یا کسی بھی افریقی ملک کے سیاہ فام پیکر میں ایمان و اسلام سے نورِ علیٰ نور کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح قلب و ذہن پر اس وقت بھی رحمت و کرم ربانی کی بارش ہونے لگتی ہے جب امریکہ، کنیڈا، فرانس، جرمن یا کسی یورپین ملک کے نومسلم سے اس کے قبول اسلام کی نورانی داستان سننے میں آتی ہے۔

کتنا مسعود و مبارک ہے دلوں میں وہ دل
پیار سے آپ جسے اپنا مکاں کہتے ہیں
بلکہ جس پر وہ نگاہِ گہر انداز کریں۔
ہم اسے عرش نشاں رشک جناں کہتے ہیں

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ۶۱ — ۸)	چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تو اپنا نور پورا کرنے والا ہے چاہے کافر برا مانیں

اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم

بحرابیض متوسط کی بیقرار موجیں باب البحر ہوٹل کی دیواروں پر سر ٹکرا رہی ہیں، مختلف ملکوں اور علاقوں سے آئے ہوئے مندوبین، علماء، مفکرین، صوفیاء، اور ذمہ داران مراکزِ اسلامیہ، اپنے حلقوں میں اسلامی امور اور مسلمانوں کی دینی و ملی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہیں تو ذہن و فکر پر نئے افق روشن ہو جاتے ہیں۔

فرصت کے لمحات سے فائدہ اٹھا کر ہم نے اس موقع پر اس عالمی اجتماع میں آئے ہوئے بہت سے مندوبین سے ملاقاتیں کیں۔ ان کے عقائد اور اسلام کے اساسی اصولوں پر ان کے یقین کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ آج بھی اکثر دنیا، اسلام کے

متفقہ جمہوری عقائد اہل سنت کو مانتی ہے اور رسول خدا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کو اسلام کی خشت اول سمجھتی ہے

اس کانفرنس میں آنے والے جلیل القدر مشائخ میں سے شام کے مفتی اعظم احمد کفتارو سے ہم لوگ بہت متاثر ہوئے آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے بلند پایہ شیخ بھی ہیں۔ ہم نے ان کی مخصوص مجلس میں بھی حاضری دی اور تصوف کی قیمتی باتیں سنیں، راقم الحروف پر انہوں نے خصوصی نگاہ کرم مبذول کی اور سر پر دست شفقت رکھ کر دعاؤں سے نوازا۔ شیخ سے میری اولین ملاقات اگست ۱۹۸۲ء کی عالمی کانفرنس کے موقع پر ہوئی تھی عنقریب آپ تصوف اسلامی کے موضوع پر ایک عالمی کانفرنس کا ارادہ رکھتے ہیں اسی طرح سلسلۂ تجانیہ کے کئی مشائخ کی زیارت کا شرف میسّر آیا۔ چین کے وفد میں تشریف لانے والے موقر علماء کرام سے الکلیۃ الاسلامیہ کے چینی طالب علم اسحاق یانغ شیالولونغ کے ذریعہ ملاقات کی اور چین کے مسلمانوں۔ اور اسلامی احوال سے شادکامی حاصل کی۔ اللہ اللہ دنیا نے الگ الگ قومیتوں اور حدود کی فصیلیں کھڑی کر دی ہیں مگر وحدتِ کلمہ کی بنیاد پر چینی ہو کہ جاپانی روسی ہو کہ امریکی حبشی ہو کہ ترکی سب شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم

نئے فتنے

کانفرنس میں دنیا بھر کے مختلف الخیال، مختلف النوع اور الگ الگ نظریات و خیالات کے لوگ موجود تھے۔ اسلام کو جدید نظریات کے سانچوں میں فٹ کرنے والے بھی تھے اور قرون اولیٰ سے تا امروز متواتر و متوارث ناقابل تغیر عقائد پر مر مٹنے کا جذبہ رکھنے والے بھی، اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف ملکوں کے مختلف حالات نے اسلام اور مسلمانوں کی دشواریوں کے نئے جبر و کے کھول رکھے ہیں۔ اور قضا و قدر پر عقیدہ کی کمزوری اور تقلید مغربیت وغیرہ اسباب نے دنیا کے بیشتر مسلمانوں کو نئے نئے فتنوں سے قریب کر دیا ہے۔ اب

وہ پختہ، متصلب اور ناقابلِ تسخیر مسلمان بن کر ان فتنوں کی کلائیاں مروڑنے کا حوصلہ تو نہیں رکھتے البتہ ان کے لئے یہ تو آسان نظر آتا ہے کہ اسلام ہی کو خود ساختہ خانوں میں فٹ کرنے کے لئے مسخ کر ڈالیں، مولا تعالیٰ عالمِ اسلام کو اس قسم کے تمام فتنوں سے محفوظ و مامون رکھے ــــ آمین

اس وقت کے چبھتے ہوئے مسائل میں مسلم دنیا کا انتشار و ابتلار اور باہمی سرکشی بھی ہے۔ اور مسلمان ہوتے ہوئے اپنے بھائیوں کے مقابلے میں کفار و مشرکین کا بے غیرتی سے تعاون کرنا بھی۔

ع
شیخ بھی بیٹھ گئے بادہ گساروں کے قریب

اقلیتی مسلم ممالک

وہ ممالک جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور جنہیں ممالک اسلامیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جب ان کا یہ رویہ ہو تو پھر اقلیتی مسلم ممالک میں اسلام دشمن عناصر کو کمزوروں سے کھیل کھیلنے کی پوری آزادی مل جائے گی چنانچہ دیکھا جا سکتا ہے۔ کہ بلغاریہ میں مسلمانوں پر کس طرح عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ فلپین میں ان پر کن مظالم کی ہوا چل رہی ہے۔ حتیٰ کہ ملیشیا میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد ہو رہا ہے۔ خود ہندوستان ہی کو دیکھئے وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔ مذہبی شعائر پر قدغن ہو رہی ہے ان کے شرعی قوانین متعصب غیر مسلموں کی نظر میں کانٹا بن کر کھٹک رہے ہیں۔ اور غلط عناصر اپنے فاسد پروپیگنڈے کی اسپرٹ کو جس طرح تیز تر کر رہے ہیں اس کے سبب سے پورا ملک الاؤ بنتا جا رہا ہے ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے اور جمہوری قوانین کی رو سے وہاں پر ہر مذہب و ملت کو پوری آزادی ہے۔ مگر عملاً اس میں سخت دشواریاں ہو رہی ہیں بلکہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ اس کی عبادت گاہیں اور مذہبی شعائر تک محفوظ و مامون نہیں نظر آتے۔ یقیناً ذمہ داران حکومت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

کانفرنس نے ان مسلم اقلیتی ممالک پر ظلم کے خلاف بھی آواز اٹھائی اور اپنے اسلامی

و ایمانی بھائیوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا جو کسی بھی ملک میں اقلیت کی حیثیت سے رہتے ہیں یا ان پر مظالم ہو رہے ہیں۔

مسئلۂ افغانستان

اسی طرح افغانستان پر روسی جارحیت کا سلسلہ بند کرنے کے لئے بھی ایوان کانفرنس میں شدید مطالبے ہوئے۔ اور کئی ملین پناہ گزیں جو پاکستان کے رحم و کرم پر شام و سحر کر رہے ہیں وہ موجودہ دنیا کا سب سے مظلوم رفیوجی کیمپ ہے۔ کانفرنس نے مطالبہ کیا کہ افغانستان سے غیر ملکی تسلط ختم ہو، اور امن و امان کے بعد دوسری جگہوں پر پناہ گزیں باشندے خوشی خوشی اپنے وطن واپس جائیں۔

ایران عراق جنگ

سب سے دردناک المیہ جس پر کانفرنس ہال میں بار بار مطالبات کئے گئے وہ ایران عراق جنگ کا لمبا سلسلہ ہے۔ سامراجی طاقتیں ان کو اپنے حصولِ مقصد کا آلۂ کار بنا کر لڑا رہی ہیں اور زمین انسانی خون کے بوجھ سے تھک رہی ہے۔ سب نے بالاتفاق جلد از جلد اس جنگ کو مشروط طور پر بند کرنے کا مطالبہ کیا۔

اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف مضبوط حصار

مجموعی اعتبار سے کانفرنس میں شرکت کرنے والے ہر مندوب کا سینہ اس احساس سے لبریز تھا کہ آج دنیا کی تمام مسلم حکومتوں میں سے کسی میں بھی سامراجیت، صیہونیت، اور نصرانیت کے خلاف عملاً جہاد کی وہ اسپرٹ موجود نہیں ہے۔ جو لیبیا اور لیبین بچے بچے میں پائی جاتی ہے۔ اسی خطرہ کو محسوس کر کے دنیا کی سُپر پاور حکومت امریکہ اور اس کے حلیفوں نے لیبیا کے خلاف کھلم کھلا جارحانہ اقدام کیا۔ اور اس کا اقتصادی بائیکاٹ کر کے اسے مفلوج کرنے

ی کوشش کی، اس تیسری کانفرنس کی نشست سے لیبیا کے قائد الثورہ العقید معمر القذافی نے
بھی خطاب کیا۔ اور نہایت جرأت مندی سے مسلم دنیا کی زبوں حالی کا تجزیہ کیا۔ دینی و مذہبی
مور میں ان کے مخصوص خیالات سے قطع نظر سیاسی معاملات اور مسلم دشمن عالمی تحریکوں کی
وسیسہ کاریوں کے علی الرغم انہوں نے جو کچھ کہا وہ نہایت جرأت و ہمت کی بات تھی۔ مندوبین
کانفرنس نے ان کی وہ رہائش گاہ بھی دیکھی جہاں ان کے خانوادہ پر امریکی بم گرایا گیا تھا
جس سے پوری عمارت الیکٹرانک شعاعوں سے ادھڑ گئی۔ اس پس منظر میں جب کہ سعودیہ اور
اکثر عرب ممالک، ادھر مراکش امریکی اور یورپین ممالک کے آلۂ کار بن گئے ہیں۔ مصر اسرائیل
سے دوستی کا ہاتھ ملا رہا ہے اور امریکہ کے ساتھ مل کر بحر ابیض میں فوجی مشقیں کر رہا ہے
پاکستان اپنی عافیت طلبی میں انہیں طاقتوں کا دم بھر رہا ہے۔ ان عالمی سامراجوں کے خلاف
آواز اٹھانا جان جوکھم میں ڈالنا ہے۔

جو بات لیبیا میں داخل ہونے والا ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے وہ یہ کہ ملک
فواحش و منکرات اور نسلوں کو آوارہ بنانے والی تمام آلائشوں سے پاک ہے مگر عرب ملکوں
کے ماحول میں اور لیبیا میں یہ بھی بہت بڑا فرق ہے کہ یہاں کا ہر فرد اپنی جگہ سپاہی ہے
عورت، مرد، لڑکے لڑکیاں سب تربیت یافتہ فوجی ہیں۔

کرنل قذافی نے اپنی تقریر میں امریکہ اور یورپین ملکوں کے اس الزام کا کہ لیبیا
دہشت گرد ہے۔ جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں حلم و مروّت
کا پابند ہونا چاہیے۔ اور یقیناً ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ آبادیوں پر بم گرانا۔ جہازوں کا اغوا کرنا،
چھاپے مارنا اور ہلاکت خیزی کرنا ہمارا کام نہیں۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ اس قسم کے سارے
الزامات دشمنوں کی اختراع ہیں۔ ہاں البتہ ہم بزدل نہیں ہیں اور کسی بھی ظالم و جابر قوت کے
سامنے جھکنا ہمارا شیوہ نہیں۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں ــــ ہم دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں
کی سرخروئی کے خواہاں ہیں۔ ہم خود پر امن ہیں اور دنیا کو پُر امن دیکھنا چاہتے ہیں۔

فرصت کے لمحات

مجھے بہت عرصہ بعد علماء اہلسنت میں سے مذکورہ بالا شخصیتوں اور احباب کا اس طر
اجتماع میسر آیا تھا۔ اس لیے فرصت کے اوقات میں نشستیں، گفت و شنید، اور مسائل حاض
پر تبصرے ہوتے رہے۔ ہندوستانی وفد میں شاہی امام سید عبداللہ بخاری صاحب کے جوا
عزم، دردمند مخلص اور جرأت شعار صاحبزادے سید احمد بخاری سے مل کر بڑی مسرت
ہوئی۔ خدا کرے ہماری نسل جواں میں ایسے افراد سے ملک و ملت کی خدمات جلیـ
انجام پائیں ــــــــ آمین

واپسی

کانفرنس ۱۷ ستمبر کو ختم ہوئی۔ اور مندوبین واپس ہونے لگے۔ میرا ارادہ یہاں سے
عمرہ کرتے ہوئے ہالینڈ جانے کا تھا مگر ایک تو ویزا کی دشواری دوسرے احباب م
سے کسی کو ہمراہ نہ پاکر مجبوراً میں بھی محروم رہ گیا۔ بحر ابیض کی موجوں میں ۲۲ ستمبر کی ـ
بہت شدت آچکی تھی تیرہویں منزل پر تھپیڑوں کا شور رات بھر کھڑکیوں کو دستک دیتا رہا
پانچ بجے اٹھ کر غسل اور نماز فجر سے فارغ ہو کر سمت سمندر کا دروازہ کھولا تو طوفانی ہو
کا جھونکا مجھے ڈور تک کمرہ کے اندر ڈھکیل لے گیا۔ خیال آیا کہ اسی سمندر میں آگے چل ک
چند کلومیٹر کے فاصلے پر امریکی بحری بیڑہ اپنی فوجی مشقیں کر رہا ہے۔

آخر یہ کیسا اندھیر ہے کہ کسی باعزت کو اپنے گھر میں سکون کی نیند لینا بھی ماق
عفریتوں کی آنکھ میں کھٹکتا ہے۔ اور ساری دنیا تماشائی بنی دیکھتی ہے ـ
طرابلس میں مولائی محمد کی جامع مسجد کی طرف رُخ کرتے ہوئے۔ میرے قلب غریب الد
سے دُعا نکلی کہ یا خدا ہم تمام مسلمانانِ عالم کو قرآن و سُنت کی حقیقی تعلیم کا پیرو بنا کر سرفرو
سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے صحابۂ عدول، اور آل رسول ک

...تشِ قدم عطا فرما۔ اور افکارِ عالم سے بے نیاز کر دے ـــ آمین

پھر ہم کو اسی سینۂ روشن میں چھپا لے
اے مہرِ جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش

اسی روز طرابلس سے ہماری فلائٹ ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر تھی جو کچھ تاخیر سے چل
...ر ۲ بجے ایمسٹرڈم پہونچ گئی اور بغیر اطلاع دیے میں یک بیک گھر پہونچا تو
...ل خانہ متعجب بھی تھے اور مسرور بھی۔

شمالی ہند کا سفرنامہ

(۹ راگست تا ۱۸ راگست ۱۹۸۹ء)
(۲۶ راگست تا ۳۰ راگست ۱۹۸۹ء)

مری خاک کے بطن میں سو رہے ہیں
نہ معلوم چرخ اور افلاک کتنے
کئی وارثانِ گلیمِ پیمبر
کُلہ دارِ آئین و ادراک کتنے
کئی رومی رازی و ابن سینا
نگہ دار شمشیر و فتراک کتنے
خدا دوست بندوں کی یہ خاکِ پا
جوانوں کو ہے نسخۂ کیمیا

"دنیا میں فقیروں کا بھیس بدل کر" تماشائے اہل کرم "دیکھنے والوں کی کمی نہیں۔ کچھ اسی انداز سے المجمع الاسلامی مبارکپور کے خدام میں سے ہم دو (مولانا عبد المبین نعمانی اور راقم الحروف بدر القادری) چہارشنبہ ۹ر اگست ۱۹۸۹ء رات میں عشاء کے بعد چل کھڑے ہوئے —— چریاکوٹ دار العلوم قادریہ کی آباد و شاداب عمارت میں علماء و طلبہ، مطالعہ و مکالمہ میں مصروف تھے۔ آبادی پر نیم غنودگی طاری تھی۔ جب ہم دونوں اپنے اپنے ہاتھوں میں بنام سامان سفر دو مختصر پوٹلیاں سنبھالے ہوئے نکل رہے تھے —— ٹھہریئے! اس بستی سے قدم نکالنے سے قبل کچھ اس کی بھی سیر کر لیجئے۔

دار العلوم قادریہ

یہ ہے دار العلوم قادریہ! —— قصبہ چریاکوٹ کی دینی فیروزمندیوں کا علَم، غریب مسلمانوں کی مذہب دوستی کا منہ بولتا ثبوت۔ کہتے ہیں کہ کسی اخلاص مند مومن کے قدم کی برکت سے زمینوں اور علاقوں کا مقدر چمک اٹھتا ہے۔ جی ہاں سچ ہے —— اگر اس کی جیتی جاگتی شہادت چاہتے ہیں تو چریاکوٹ میں رفیق محترم مولانا محمد عبد المبین نعمانی کے سوز نفس سے ابھرنے والے برکات کا منہ بولتا ثبوت دار العلوم قادریہ دیکھیں۔

چریاکوٹ

یہ علوم دینیہ کی تاریخ کے لحاظ سے نہایت مرکزی قصبہ ہے۔ جسے غالباً آٹھویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم شاہ ابو الجلال محمد اسماعیل عباسی علیہ الرحمہ نے فتح کیا۔ اور اس سرزمین پر اسلام کا پرچم نصب کیا —— آپ کے ہمراہی مجاہدین میں سے جو شہید ہوتے ان سے چریاکوٹ کی مٹی آج تک مشک بار ہے۔

چریاکوٹ مسلم دور عروج سے لیکر ماضی قریب تک، متواتر، ہندوستان میں اپنی علمی عظمت

کا لوہا منواتا رہا ہے۔ دور مغلیہ اور شرقی خاندان کے دور حکومت میں یہاں کے عباسی شیوخ نے مسند قضا پر متمکن رہ کر اپنی علمی برتری کا اعلان کیا ہے۔ یہاں کی مٹی علم و شعور، اور فکر و جودت سے عبارت تھی۔ اور خاص طور سے خانوادہ عباسی نے اس غیر معروف قصبہ کو ہندوستان کی علمی تاریخ میں غیر معمولی مقام عطا کیا ہے۔

تیرہویں صدی کے اواخر میں مولانا نجم الدین چریاکوٹی[۱] نے اپنے وطن کی تعریف میں جو کچھ لکھا تھا اس میں سے چند مصرعے آپ کی ضیافت کے لئے حاضر ہیں ؎

چریاکوٹ خوانندش عوامش — ولیکن یوسف آباد ست نامش
فلک تا طرح ایں آباد بنہاد — زخاک پاک جنت کرد بنیاد
چراغ آسماں روشن ز دودش — زجنت می رسد ہر دم درودش

مشاہیر چریاکوٹ

سرزمین چریاکوٹ سے علم و فضل کے کتنے آفتاب و ماہتاب ہویدا ہوئے۔ ہمارے پاس اس کی کوئی منضبط تاریخ تو موجود نہیں ہے۔ تاہم تاریخ علماء ہند کے منتشر اوراق سے سمیٹ کر ہم کچھ مشہور اسماء درج ذیل کرتے ہیں:

○ ان میں سب سے مہتم بالشان شخصیت تو فاتح چریاکوٹ مخدوم شاہ ابو الجلال محمد اسماعیل متوفی ۸۳۲ھ کی ہے۔ جو عباسیان چریاکوٹ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ ان کے بعد مشاہیر کے اسماء گرامی ملاحظہ کریں۔

○ قاضی عاشق نور بن شاہ ابو الجلال چریاکوٹی (متوفی ۸۲۲ھ)

---

۱ موصوف نے چریاکوٹ کی تاریخ اور خانوادۂ عباسی کے شجرۂ نسب پر مشتمل ایک کتاب بھی تحریر کی تھی۔ جس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ جناب محمد اسلم عباسی وکیل دیوانی گورکھپور کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود تھا۔ اور وکیل صاحب اسے ضروری نوٹس اور اضافوں کے ساتھ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ خدا کرے یہ اہم تاریخ جلد منظر عام پر آئے۔ ۱۲ ب۔

- مولانا عبداللہ یوسف چریاکوٹی (م ۱۰۳۰ھ)
- مولانا عنایت اللہ عباسی، قاضی گجرات
- مولانا حمید عباسی چریاکوٹی بعہد شاہ جہاں
- مولانا عبدالحق عباسی چریاکوٹی بعہد اورنگ زیب
- مولانا مجتبیٰ چریاکوٹی بعہد اورنگ زیب
- مولانا محمد چریاکوٹی (م ۹۷۲ھ)
- مولانا منصور عباسی چریاکوٹی
- مولانا عبدالفتاح چریاکوٹی (م ۱۰۵۶ھ)
- مولانا محمد حاکم چریاکوٹی
- مولانا ابوالحسن چریاکوٹی، قاضی دہلی۔ جنہوں نے مناظرہ علمی میں دہلی کے علماء کو عاجز کر دیا اور نواب قمرالدین خاں نے انہیں ان کے علم وفضل کی بنیاد پر مسند قضاء عطا کی
- مولانا احمد علی چریاکوٹی (م ۱۲۷۲ھ)
- مولانا کرامت اللہ چریاکوٹی (م ۱۲۹۱ھ)
- قاضی غلام مخدوم چریاکوٹی (م ۱۲۰۵ھ)
- مولانا غلام رسول چریاکوٹی (م ۱۲۸۸ھ)
- مولانا قاضی علی اکبر بن قاضی عطار رسول چریاکوٹی (م ۱۲۸۳ھ)
- شیخ الاسلام مولانا قاضی عنایت حسین عباسی متوفی ۲۰ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ مرشد تربیت چراغ ربانی حضرت مولانا محمد کامل نعمانی ولیدپوری علیہما الرحمہ
- مولانا قاضی علی عباس چریاکوٹی (م ۱۳۱۰ھ)
- مولانا عنایت رسول عباسی چریاکوٹی (م ۱۳۱۰ھ)
- مولانا محمد احسن چریاکوٹی (بارہویں صدی ہجری)
- مولانا محمد اعظم چریاکوٹی (م ۱۳۳۲ھ)
- قاضی عبدالصمد چریاکوٹی (م ۱۳۴۱ھ)

- مولانا نجم الدین چریاکوٹی

اس علمی انجمن کی آخری شمع مولانا محمد فاروق چریاکوٹی تھے جو عارف کامل، حضرت مولانا محمد کامل ولیدپوری کے داماد اور ان سے فیض یافتہ بھی تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ ادب عربی وفارسی میں مہارت رکھتے تھے ۱۳۲۲ھ میں وصال ہوا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال اور انگریزوں کے تسلط، اور اس کے بعد تقسیم ملک، نیز ہمہ جہتی پستی نے جہاں اسلامیان ہند کو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ قصبہ چریاکوٹ بھی اس کی زد میں آیا۔

علمی بیداری

مگر بھلا ہو۔ معمار قوم وملت، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی ثم مبارکپوری کا جنہوں نے مبارک پور کو اس دور ابتلاء میں اپنی مجاہدانہ علمی کاوشوں کا مرکز بنایا۔ اور یہاں سے علم وفن کے کارواں مرتب کر کے اطراف ہند میں روانہ کئے۔ ان کے تربیت یافتہ افراد نے۔ تعمیر ملی کے ہر میدان میں قدم آگے بڑھایا ——— جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجھتے چراغوں میں پھر سے روشنی عود کر آئی ——— اور سینکڑوں آبادیوں اور شہروں کی طرح چریاکوٹ بھی سلف کے علمی کارناموں کو گمشدگی سے بچانے کے لئے۔ آگے بڑھا۔ اور اس قدیم علمی قصبہ میں جہاں کی دولت عباسی اہل ذوق نے سمیٹی اور تقسیم کی تھی۔ آج بلا امتیاز شجرۂ نسب تمام نونہالان اسلام کے لئے حصول علم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

دارالعلوم قادریہ کا یہ امتیاز قابل اعتبار ہے کہ یہاں زیر تعلیم طلبہ اعلیٰ اسلامی تربیتی نظام کے پابند نظر آتے ہیں۔

"شبان رضا" دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، کی بنیاد ایک مدرسہ کی شکل میں ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں پڑی تھی۔ مگر اس کی اصل ترقی کا دور اس وقت شروع ہوا۔ جب مولانا نعمانی صاحب نے اس کی ذمہ داریاں قبول کیں۔ دیکھتے دیکھتے مدرسہ نے دارالعلوم کی شکل اختیار کر لی۔ اس وقت اس میں بیرونی طلبہ کی تعداد بھی سو پچاس کے درمیان ہے۔ درجہ حفظ وقرأت، عربی فارسی تا متوسطات، پرائمری درجات تا پنجم کے علاوہ باقاعدہ مدرسہ نسواں بھی چل رہا ہے۔ سال رواں میں مدرسہ کا بجٹ ایک لاکھ پچاس ہزار

ہے۔ اس تعلیمی ادارہ کے خوشگوار اثرات قصبہ اور اطراف وجوانب کے قریات میں ظاہر و باہر ہیں۔ مولا پاک اس کے مدرسین وارکین نیز معاونین ومخلصین کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔

دربار شاہ مینا کیطرف

چریاکوٹ مسجد سے عشاء پڑھ کر ہم لوگ لکھنؤ جانے والی بس پر سوار ہوئے۔ مگر رش زیادہ دیکھ کر اس بس سے اعظم گڈھ ہی تک کا ٹکٹ لیا گیا۔ اعظم گڈھ روڈویز پر چند لمحے انتظار کے بعد لکھنؤ جانے والی دوسری بس مل گئی ——— اس میں بھیڑ کچھ کم نہ تھی ——— ہم دونوں کو دو الگ الگ نشستگاہیں میسر آئیں۔ نعمانی صاحب علیل بھی تھے۔ اور کچھ تھکے ہوئے بھی۔ اپنی آگے والی سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آرام پانے کی کوشش میں انہیں کئی بار دھچکا بھی لگا ——— اس کی وجہ کچھ تو سیٹوں کی ساخت کا نامناسب ہونا ——— دوسرے ہندوستان کے اس خطے میں سڑکوں کی حالت زار کی پرواہ کئے بغیر ڈرائیوروں کی بے تحاشا ڈرائیونگ ——— بہرحال۔ طلوع فجر کے ساتھ ہی ہم لوگ لکھنؤ "چار باغ" پہونچ گئے۔ ہماری پہلی زیارت گاہ۔ درگاہ حضرت شاہ مینا تھی۔ رکشہ کے ذریعہ ہم لوگ وہاں پہونچے۔ استنجاء اور وضو سے فارغ ہو کر فجر کی نماز باجماعت کے وقت جا پہونچے۔

مزارات پر عورتیں

یہ دیکھ کر بہت زیادہ قلق ہوا کہ حضرت شاہ مینا علیہ الرحمہ کی مسجد میں مردوں میں مخلوط عورتیں بھی وضو کر رہی ہیں اور مسجد میں دندناتی پھر رہی ہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ اجمیر شریف کو جانیوالی ایک بس کے زائرین اور زائرات ہیں۔ اس دور فتن میں بزرگوں کے مبارک اور مقدس آستانوں پر عورتوں اور مردوں کا اس طرح بے محابا اجتماع، ہزاروں برائیوں اور عیبوں کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کے آستانوں کے تقدس کو بھی پامال کر رہا ہے۔ اور دنیادار مجاورین وخادمین اسے ایک تجارت کی طرح فروغ دے رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

بدترین بات یہ ہے کہ مخالفین اہل سنت عوام کالانعام کے ان جاہلانہ اعمال واطوار کو اہل سنت کے متفق علیہ مسائل میں شمار کرتے ہیں۔

اس باب میں حکم شرع

اللہ اکبر اس باب میں بھی قاطع بدعت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی تحریریں کتنی تیکھی اور شمشیر براں ہیں۔ الملفوظ شریف میں ہے۔ کسی نے سوال کیا۔

عرض: حضور بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں۔ ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد: بلاشبہ (ان اولیاء اللہ اہل قبور کو تکلیف ہوتی ہے) اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی۔ ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے۔ وہ اب کہاں؟ (الملفوظ ج سوم ص ۴۶

فتاوی رضویہ میں ہے:

"امام قاضی سے استفتار ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا، ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔

جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔

جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔

جب قبر پر پہونچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔

جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے" (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۱۶۳ مطبوعہ مبارکپور)

ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے "لعن اللہ زائرات القبور" اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔" (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۱۶۵)

احکام شریعت کے یہ تازیانے بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔ فرماتے ہیں:

"خصوصاً اس طوفان بدتمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے، اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔ نہ کہ وہ جن کو

انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرماکر انہیں نازک شیشیاں فرمایا۔" (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۲۹) لہ

قابلِ افسوس

مگر ہائے افسوس صد افسوس جس مجاہد اسلام نے عمر بھر شریعت مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے نفاذ کے لئے سر سے کفن باندھے رکھا ـــــــ آج اُن کا مزار مبارک بھی اس آفت سے محفوظ نہیں، فقیر کانپ گیا ـــــــ آستانۂ رضویہ کے صدر گیٹ سے متصل اس دروازہ کو دیکھ کر جو خاص زائرات کے لئے بنایا گیا ہے ـــــــ اس نئے دروازے کو دیکھ کر، میرے ذہن میں جو بات آئی وہ یہ تھی کہ ان دنوں بریلی کثرت زائرین کے سبب سے اجمیر ثانی ہو رہا ہے۔ منتظمین عرس نے زائرین کی آسانی کے پیش نظر اس دروازہ کا اضافہ کیا ہوگا ـــــــ لیکن جیسا کہ وہاں کے موجودین میں سے بعض نے بتایا کہ یہ دروازہ خاص عورتوں کی زیارت کے لئے کھولا گیا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو میں منتظمین آستانہ رضویہ کو ان کے جداعلیٰ کی درد میں ڈوبی ہوئی مذکورہ بالا تحریر دوں کی طرف متوجہ کروں گا۔ اور کہوں گا کہ خدارا امام اہلسنت کی روح کو اس طرح اذیت پہونچانے سے باز آئیں

ہم لکھنؤ میں، آستانہ شاہ مینا علیہ الرحمہ کے جوار کی مسجد سے فجر کی نماز ادا کر کے باہر نکلے۔ مسجد میں اندھیرے منہ داخل ہوئے تھے۔ اب سورج کی بنفشی شعاؤں کا کچھ عکس احاطہ درگاہ کے درختوں سے الجھ رہا تھا۔ مسجد کے دروازہ سے مزار شریف کا فاصلہ ایک قدم کا ہے۔ مزار پر حاضری ہوئی۔ فاتحہ خوانی کی گئی۔

لہ عورتوں کی مزارات پر حاضری کی ممانعت پر امام احمد رضا قدس سرہ نے مستقل رسالہ "جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور" تحریر فرمایا ہے۔ جسے المجمع الاسلامی مبارک پور نے "مزارات پر عورتوں کی حاضری" کے نام سے شائع کیا ہے۔ شائقین طلب فرمائیں۔ اور مطالعہ کریں۔ ب ۱۲

سوانح حضرت شاہ مینا علیہ الرحمہ

حضرت شاہ مینا علیہ الرحمہ، فقر و تجرید کی علامت ہیں ـــــــ خطہ لکھنؤ میں آپ کی ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کی گرمی رچی بسی ہے۔ آپ کی ذات راہ حق میں فنائیت اور فدائیت کی ایک روشن مثال ہے۔ آپ کو "اہل اللہ" "واقف رموز ربانی" کا خطاب دیتے ہیں۔

حضرت شاہ مینا کا نام شیخ محمد ہے، شیخ قطب الدین کے صاحبزادے ہیں۔ جن کا شمار حضرت شیخ قوام الدین علیہ الرحمہ کے خدام خاص میں ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ قوام الدین کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام بھی شیخ محمد رکھا گیا۔ وہ لڑکا بڑا ہو کر جید عالم دین بنا، اور اس نے شاہان ہند کے دربار میں بلند مناصب حاصل کئے۔ یہ چیز حضرت شاہ قوام الدین کی خواہش کے خلاف تھی۔ وہ اپنے صاحبزادے کو راہ فقر کا بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ باپ بیٹے میں تعلقات کشیدہ ہوئے۔ بیٹے نے باپ کو رضا مند کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے وطن کا سفر کیا ـــــــ شیخ قوام نے سنا تو فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے سامنے آئے۔ چنانچہ شیخ محمد ناگاناً بیمار ہوئے۔ اور ان کا راستے ہی میں انتقال ہو گیا ـــــــ اپنے صاحبزادے کی موت کے کچھ روز بعد حضرت شیخ قوام الدین نے اپنے خادم خاص سے یہ خواہش ظاہر کی کہ "کاش تمہارے گھر ایک فرزند پیدا ہو، اس کا نام شیخ محمد ہو، مینا کے لقب سے پکارا جائے۔ اور میرے فرزند کا نعم البدل بنے۔ چنانچہ شیخ قطب الدین کے گھر شاہ مینا کی ولادت ہوئی۔

شیخ قوام الدین جیسے عارف ربانی کے زیر سایہ آپ نے پرورش پائی۔ حضرت شیخ سارنگ علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور مراحل سلوک طے فرمائے۔

پانچ سال کی عمر میں جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا۔ تو استاذ نے الف پڑھایا، پھر با پڑھنے کو کہا۔ تو شاہ مینا خاموش ہو رہے۔ استاذ محترم نے اصرار فرمایا تو کہا الف پڑھ لیا ہے۔ یہی کافی ہے اور آپ نے الف کے اتنے معانی، حقائق اور رموز و نکات بیان فرمائے کہ استاذ اور حاضرین محو حیرت ہو گئے۔

حضرت شاہ مینا علیہ الرحمہ نے بہت سخت ریاضتیں فرمائی ہیں۔ رات کے وقت دیوار پر بیٹھ کر عبادت کرتے تاکہ نیند آئے تو نیچے گریں اور نیند سے نجات ملے۔ زمین پر مصروف عبادت ہوتے تو چاروں طرف کانٹے بچھا لیتے۔ تاکہ نیند آئے تو کانٹوں پر گریں اور بیدار ہو جائیں۔ سردی میں کپڑوں کو بھگو لیتے اور مصروف عبادت ہوتے تھے۔ آپ فرماتے۔ خواہش کا پیرو کار صوفی نہیں بلکہ دین احمدی کے راستے کا رہزن ہے۔" حضرت شاہ مینا لکھنؤ کے روحانی امیر ہیں۔ آپ دنیا اور دنیاوی معاملات سے یکسر الگ رہتے تھے۔ آپ کو روحانی خوشی، عبادت و ریاضت سے ملتی تھی۔ آپ نے ۸۸۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی آپ کے ممتاز خلیفہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے شاہ مینا کے حالات و ملفوظات بھی جمع کئے ہیں۔

صدیوں سے آپ کا آستانہ اہل ذوق کے لئے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ مزار شاہ مینا کے ارد گرد اور بھی کئی بزرگوں کی قبریں ہیں ــــــ فاتحہ خوانی کے لئے ہم دونوں آنکھیں بند کئے دست بستہ کھڑے رہے۔ اس دوران زائرین کے کئی گروہ آئے اور گئے۔ زمانہ سالوں اور صدیوں کے قلب میں ڈھلتا آگے بڑھ رہا ہے اور لکھنؤ کی زمین میں آسودۂ خاک ایک درویش سنگ میل کی صورت اپنی جگہ قائم ہے۔

فقر والے گدا نہیں ہوتے
اہل حق بے وفا نہیں ہوتے
ڈوب جاتے ہیں مثل ماہ و نجوم
اہل باطن فنا نہیں ہوتے

ہم لوگ مزار مبارک کے صحن سے باہر نکلے تو پتہ چلا کہ مولانا نعمانی صاحب کی چپلیں، کوئی بدل لے گیا، یا چوری ہو گئیں، میں نے اپنی چپلیں حاضر کیں مگر انہوں نے کمال انکساری سے۔ کہا۔ بات تو ایک ہی ہے۔ میں ننگے پاؤں چلوں یا آپ؟ مجھے عجیب لگا۔ کہ دور قدیم میں اہل عقیدت اولیاء اللہ کے آستانوں کی زیارت کے لئے ننگے پاؤں حاضری دیا کرتے تھے۔ یہاں یہ ہوا کہ واپسی ننگے پاؤں ہوئی۔ کیا کیجئے گا کہ ہندوستان میں مزارات، خانقاہوں اور خاص طور سے مساجد کے مصلیوں کے

جوتوں اور چپلوں کی چوری ایک طبقہ کا وطیرہ بن گیا ہے۔

آستانہ شاہ مینا علیہ الرحمہ سے باادب رخصت ہو کر ہمارا رخ لکھنؤ کے مچھلی محال کی طرف ہوا جہاں اہل سنت کی درسگاہ اور مسجد مدتوں سے روحانی رونق قائم کئے ہوئے ہے۔ اس انجمن کے روح رواں جناب قاری ابوالحسن صاحب ہیں۔ جنہوں نے اپنی محنت شاقہ، اور حسن تدبیر سے شہر لکھنؤ میں تعمیر سنیت کا مثالی کام سر انجام دیا ہے۔ حسن اتفاق کہ قاری صاحب سے ملاقات نصیب آگئی۔ وہ شب گذشتہ ہی اپنے رفیق کار، مولانا قاری عبدالخالق صاحب (فاضل احسن المدارس کانپور اور لکھنؤ یونیورسٹی کے سند یافتہ، مخلص عالم (خطیب) کے ساتھ سفر بمبئی سے واپس ہوئے تھے یہیں چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر مدرسہ اور علمائے لکھنؤ کی احوال پرسی میں وقت گذرا۔ اشتیاق تھا کہ "آزادی ہند کے عظیم مجاہد حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، کانفرنس" کے سلسلہ میں ہو چکے کام کا کچھ جائزہ بھی لیا جائے۔ مگر افسوس کہ اس کام کے محرک اور انچارج جناب سید قیصر وارثی دورہ پر تھے۔ بہرحال اتنا معلوم کر کے قدرے اطمینان ہوا کہ علامہ خیر آبادی علیہ الرحمہ کے مجاہدانہ کارناموں پر مشتمل مقالات کا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے جس میں الجامعۃ الاشرفیہ کے علماء کی کاوشیں معتدبہ ہیں۔

دار العلوم وارثیہ

"گومتی نگر لکھنؤ کا ایک نوآباد علاقہ ہے، چند سال پیشتر جب اس علاقہ کا تعلق شہر سے پل کے ذریعہ قائم نہیں تھا۔ تو عوام تو عوام خواص بھی اس کی زمینوں کو بے وقعت خیال کرتے تھے۔ اس زمانے کی بات ہے کہ قاری ابوالحسن صاحب ان کے رفقاء کار اور حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی صاحب وغیرہ نے گومتی نگر کے اس ویرانے میں، مجوزہ دار العلوم وارثیہ کے لئے ساڑھے دس بیگھے زمین خرید لی، پھر کیا ہوا۔ دیکھتے دیکھتے لکھنؤ بلدیہ نے اس خطہ پر اپنی توسیعی نظر ڈالی اور دریائے گومتی پر ایک خوبصورت اور مضبوط پل بنا کر اس ویرانے کو شہر سے جوڑ دیا۔ اور اس کے بعد یہ عالم ہوا کہ شہر لکھنؤ کے اعلیٰ طبقہ نے گومتی نگر کی زمینیں خریدنا شروع کر دیں۔ اور آبادکاری کے جدید اور ماڈرن اصولوں کے مطابق اسے آباد کرنے پر لکھنؤ بلدیہ ہمہ جہت مصروف ہے۔ اب پورے گومتی نگر میں الیکٹرک

واٹرپائپ لائن، اور سڑکوں کا جال بچھ چکا ہے۔ سیکڑوں بنگلے اور خوشنما عمارتیں اس زمین پر ابھر آئی ہیں۔ اور انھیں کے درمیان "دارالعلوم وارثیہ" ابھی اپنے تعمیری مراحل سے گذر رہا ہے۔ دارالعلوم کے ارباب حل وعقد نے تدریسی اور طلبہ ومدرسین کی رہائشی ضرورتوں کے کمرے تعمیر کرنے کے بعد لکھنؤ کی اس جدید ماڈرن آبادی میں صدائے تکبیر کی سربلندی کے لئے ایک نہایت وسیع وعریض مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا ہے۔ مسجد کے ایک حصہ کی چھت لگ چکی ہے۔ اس میں نماز شروع ہو گئی ہے دارالعلوم کا شعبۂ حفظ فی الحال مسجد ہی میں چل رہا ہے۔ دارالعلوم کی تدریسی خدمات پر ذی استعداد اور قابل اساتذہ متعین ہیں ——— لکھنؤ دور قدیم سے قرات وتجوید کا مرکز بھی رہا ہے۔ اسی مناسبت سے دارالعلوم اس فن کی ترویج پر زیادہ متوجہ ہے۔ شعبۂ تجوید کے سربراہ مولانا قاری محمد یوسف صاحب عزیزی بلرام پوری ہیں۔ جن کے ماتحت مزید کئی مدرسین کام کر رہے ہیں۔ دارالعلوم وارثیہ کے صدر المدرسین جناب مولا سراج الحق نوری پورنوی ہیں، جن کے ماتحت اور متعدد مدرسین تعلیم وتعلّم میں مصروف ہیں۔ گومتی نگر میں دارالعلوم وارثیہ کی وسیع وعریض زمین اہل سنّت کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس کی اہمیت مسلمانان اہل سنت تو نہیں جانتے مگر ان کے مخالفین ومعاندین اس کی اہمیت سے خوب واقف ہیں، چنانچہ متعدد ایسے مواقع آئے کہ علاقائی حکام کا سہارا لے کر اہل سنت کا یہ سرمایہ چھین لینے کی کوششیں ہوئیں مگر خدا کے فضل اور اس کے حبیب کے کرم سے، معاندین کو ہر بار منہ کی کھانی پڑی۔

گذارش

ہندوستان بھر کے تمام مسلمان اہل سنت سے، اس سلسلہ میں مجھے ایک گذارش کرنی ہے کاش وہ کان دھریں جذباتی نعروں، اور نذروں، چادروں جیسے بہت سے مباح امور میں ہماری ملی انرجی لگتی ہے۔ کاش ہم اور آپ اس کو صحیح تعمیری رخ پر لگائیں تو ہندوستان میں دینی انقلاب کی پھر روح پھونکی جاسکتی ہے۔

غور کیجیے کہ ملکی لحاظ سے ہندوستان کا مرکز دہلی ہے، اور یوپی میں صوبائی لحاظ سے وہی اہمیت شہر لکھنؤ کو حاصل ہے۔ دھلی میں، شاہ ولی اللہ دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور منتسبین شیخ احمد سرہندی

کی بساط فیوض پٹ جانے کے بعد، علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا خیر الدین دہلوی وغیرہم تک وہاں سنیت کا جو مزاج قائم تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی باغیانہ کتاب تقویۃ الایمان اور منفی مساعی کے نتیجہ میں دہلی مرکز وہابیت بنتا گیا۔ اسی طرح۔ وہ کوئی مبارک ومسعود زمانہ تھا جب لکھنؤ کا فرنگی محل دنیا میں اسلامی علوم و آگہی میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ علامہ عبد العلی فرنگی محلی (ولادت ۱۱۴۴ھ وفات ۱۲۳۵ھ) شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۶۵ھ وفات ۱۲۳۶ھ) علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی (ولادت ۱۲۳۹ھ وفات ۱۲۸۵ھ) علامہ عبد الحی فرنگی محلی (ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۰۴ھ) کے علمی کارناموں سے لکھنؤ ہی نہیں ہندوستان کا تعارف ہوتا تھا۔ اس دور مسعود کی برکتیں رخصت ہوئیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ آج کا فرنگی محل اپنے اصلی معنی میں آتا جا رہا ہے۔ یہاں کا ندوۃ العلماء نامی دارالعلوم کیا ہے۔ نجدیت کے فروغ واستحکام کی ایک ہندوستانی فیکٹری جس نے رسول اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی باہوں میں باہیں ڈال کر آئین عشق مصطفوی کے بنیادی امتیازات کو ملیامیٹ کر دیا۔ ریالوں کے ریلے نے ان سے سچے غلامان محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشخص سلب کر لیا۔ مسلمانوں کا ہر کام اب انہیں شرک وبدعت نظر آرہا ہے۔ رب تعالی ہدایت دے۔ ہاں تو میں عرض گذار تھا کہ لکھنؤ یوپی کا مرکزی شہر ہے۔ اور یہاں اہل سنت کے مرکز کی سخت ضرورت تھی۔ یہ تمام یوپی کے مسلمانوں کی بالخصوص اور ہندوستان بھر کے مسلمانوں کی بالعموم ذمہ داری ہے کہ اس سرزمین پر سنیت کے کام کی اہمیت کو سمجھیں ——— اور دارالعلوم وارثیہ کی تعمیر واستحکام میں ہر ممکن کوشش کریں۔ لکھنؤ میں اس ادارہ کی ترقی اور ہمہ گیر کارپردازی سے صرف شہر لکھنؤ ہی نہیں پورے صوبے کی سنیت کو تقویت ملے گی۔ انشاء المولیٰ العزیز۔

مورانواں کی طرف روانگی

دارالعلوم وارثیہ کے علماء اور احباب سے رخصت ہو کر قیصر گنج بس اسٹینڈ سے، ہم لوگوں نے قصبہ مورانواں ضلع اناؤ جانے والی بس پکڑی، ایک بجے دوپہر کو موراںواں پہونچے۔ اعظم گڈھ اور گرد ونواح میں بارش اچھی خاصی ہو چکی تھی اور کسانوں نے دھان کی فصل پر محنت ومشقت شروع کردی تھی، ہر طرف ہریالے کھیتوں سے زمین خوشنما بن رہی تھی۔ مگر لکھنؤ اور اس کے آگے کے علاقوں

میں بارش نہیں ہوئی، دھان کی ہریالی بہت کم نظر آئی، ٹیوب ویل، پن چکی اور نہروں سے برآمد شدہ پانی اپنے کھیتوں تک پہونچانے کے لئے کسان، پسینوں میں شرابور دکھائی دیئے۔

مبارک پور الجامعۃ الاشرفیہ میں، شعبۂ نشر و اشاعت کی ذمہ داریاں قبول کرنے سے پہلے، راقم الحروف، مورانواں کے مدرسہ ضیاء الاسلام میں تدریسی خدمت انجام دیتا تھا۔ مورانواں قصبے، مدرسے اور یہاں کے باشندوں سے میرا تمام تر تعلق برادر مخلص مولانا ڈاکٹر محمد قاسم خاں قادری (بی، یو، ایم، ایس) کا مرہون منت ہے۔ مبارک پور دور طالب علمی میں آپ نے مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی حیثیت دی اور یہ رشتہ، نہ صرف ان کے اہل خانہ و خانوادہ بلکہ پورے قصبہ اور ان کے متعلقین و متعارفین نے بطیب خاطر قبول کیا۔ اور وہ تا ہنوز اس رشتہ کا لحاظ کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے مورانواں کو میرے نزدیک ہمیشہ وطن ثانی کا درجہ حاصل رہا۔ اب اگر کبھی ہالینڈ سے ہندوستان پہونچوں اور مورانواں نہ جاؤں تو، ان لوگوں کے پیار بھرے غصے کا سامنا کرنا پڑتا ہے ـــــــ کسی وقت برادر مکرم ڈاکٹر قاسم صاحب ہی نے یہ شعر سنایا تھا ـــ

جس کو کہتے ہیں محبت جس کو کہتے ہیں خلوص
جھونپڑوں میں ہو تو ہو پکے مکانوں میں نہیں

میں مورانواں پہونچا۔ اور حسب سابق مورانواں کے گھر گھر تک میرے پہونچنے کی خبر بجلی کی سرعت سے پہونچ گئی۔ یہاں آنے کے لئے میں اکثر جمعہ کو ملحوظ رکھتا ہوں تاکہ اجتماعی ملاقات کا موقع مل سکے۔

پنجشنبہ ۱۰ر۸ر۸۹ء کو ہم لوگ مورانواں وارد ہوئے۔ ظہر بعد ہی سے ملاقاتوں اور پرخلوص شکایات کا سلسلہ شروع ہوا۔ شب میں جلسہ کا پروگرام رکھا گیا جس میں تقریریں ہوئیں۔ عاشورہ محرم قریب تھا اس لئے شہادت کے عنوان پر بیان رہا۔ اور اسی کی روشنی میں ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل حاضرہ بھی زیر بحث آئے۔ مختصر سی آخری تقریر برادرم نعمانی صاحب نے بھی فرمائی۔ اور جمعہ کے وعدہ پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ مورانواں پہونچ کر اس بات کا علم ہوا کہ چند روز پیشتر یہاں کے معمر اور مخلص ترین دینی رہنما جناب مولوی دلاور حسین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ موصوف نہایت سادہ مزاج، بے زبان دینی خادم تھے۔ بے ریا زندگی گذاری اور تقریباً ۴۰ سال مدرسہ ضیاء الاسلام، اور یتیم خانہ کی خدمت کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ مورانواں میں اتنا بڑا مجمع جنازہ میں ماضی قریب اور

بعید میں کسی کا نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین۔

موصوف مجھ پر بھی بہت شفقت فرماتے تھے۔ خطوط لکھتے تو آداب و احترام کے بڑے بڑے القابات (جن کا میں قطعاً مستحق نہیں) تحریر فرماتے۔ سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلوس (جس کی بنا مورانواں میں فقیر ہی نے رکھی تھی) کی دعوت ارسال کرتے تو اپنی پرخلوص تحریروں سے استفادے کا موقع دیتے۔ افسوس کہ اب میں ان تحریروں سے بھی محروم ہو گیا۔ سچ ہے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

میرے اس سفر سے پہلے مورانواں والوں کو دو اور قیمتی افراد کا صدمۂ موت برداشت کرنا پڑا تھا۔ جن کے گھر بھی مجھے بسلسلۂ فاتحہ خوانی جانا تھا۔ جناب رفیق خاں صاحب مالک ہندوستان ٹرانسپورٹ کمپنی، اور ان کے خوش نصیب صاحبزادے جناب الحاج محمد شفیق خاں صاحب، مورانواں کے زمانہ قیام میں رفیق خاں صاحب جلسۂ میلاد اور دیگر تقریبات دینی میں راقم الحروف کو لازماً بلاتے تھے، اور ڈاکٹر قاسم بھائی کے ذریعہ محمد شفیق خاں تو ایک بے تکلف دوست ہی کی حیثیت رکھتے تھے۔ رفیق صاحب کے انتقال کے بعد کاروبار کی بھاری ذمہ داریاں ان کے بڑے صاحبزادے شفیق پر آئیں۔ اور وہ اندرونی طور پہ مذہب کی طرف زیادہ رغبت رکھنے لگے۔ چند ماہ بعد اہلیہ کے ساتھ حج پر گئے اور خاص مدینہ طیبہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں انتقال کر گئے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔

سیٹھ رفیق خاں صاحب کے دوسرے صاحبزادے جناب لئیق صاحب شروع ہی سے مذہب کے زیادہ پابند ہیں۔ رب تعالیٰ انہیں اور ان کے تمام اہل خانوادہ کو اپنے اسلاف کی طرح اسلام و سنیت کے دامن میں رکھ کر، خدمت دین کی توفیق دے۔ آمین۔

جامع مسجد و دار العلوم ضیاء الاسلام مورانواں

میرے قیام مورانواں کے دوران ہی، دار العلوم کی خالی جگہ پر شفیق خاں مرحوم کے تعاون سے

تعمیر جدید کا کام شروع ہوا تھا جو ایک منزل ہو کر رک گیا تھا۔ شفیق خاں کے والد کے انتقال کے بعد جامع مسجد کو شہید کر کے اس کی از سر نو تعمیر پر ہاتھ لگایا۔ اور اب تک تعمیر کا کام جاری ہے۔ اندازہ ہے کہ ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ اسی رفتار سے کام ہوتا رہا تو جناب لیتق خاں کی سرپرستی میں جامع مسجد مورانواں، اور ضیاء الاسلام کی سہ منزلہ عمارت ۱۹۹۰ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گی۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس دیار کی واحد حسین ترین جامع مسجد ہوگی۔

دار العلوم کی منتظمہ نے اس کی تعلیمی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے مجھ سے بات چیت کی۔ اور میں نے ان لوگوں کو رائے دی کہ محبی نعمانی صاحب کے ذریعہ لائق مدرسین و مبلغین کی فراہمی کا مرحلہ طے کریں۔ امید ہے کہ ارباب انتظام اگر محنت و مشقت سے کام کریں گے تو۔ اس دار العلوم کے ذریعہ اطراف و جوانب میں علم و شعور کا اجالا پھیل جائے گا۔

بوڑھ اور دیگر مقامات پر بھی جناب لیتق خاں کے ذریعہ خوبصورت مساجد کی تعمیریں دیکھیں اور دل سے دعا نکلی۔ ۱۱ر اگست ۱۹۸۹ء کو جمعہ کا دن تھا صبح سے بارش کا سلسلہ رہا۔ ناشتہ جناب محمد معصوم خاں کے گھر پر ہوا۔ انہیں کی بیٹھک میں لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ تاآں کہ جمعہ کی اذان ہوگئی۔ اور ہم لوگ نماز کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ برادرم نعمانی صاحب نے تقریر فرمائی اور راقم الحروف کو بھی تقریر کا حکم دیا۔ پانچ منٹ کی تقریر کے بعد خطبہ اور نماز پڑھی گئی۔ اس کے بعد سلام و مصافحہ اور عمومی ملاقات کا لمبا سلسلہ چلتا رہا۔

شہر اناؤ

۳ بجے کے بعد جناب مولانا ڈاکٹر محمد قاسم بھائی صاحب کی جیپ میں بیٹھ کر ہم لوگ مورانواں سے اناؤ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ اناؤ میں۔ جناب لیتق خاں صاحب کے گھر فاتحہ خوانی، اور مزاج پرسی کر کے کان پور اور پھر وہاں سے۔ مارہرہ مطہرہ جانے کا ارادہ تھا۔ لیتق خاں صاحب کی بلڈنگ سے نکل کر مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے ہم لوگ جامع مسجد اناؤ پہونچے تو وہاں۔ اعظم گڈھ کے باشندے اور اناؤ کے سرگرم مذہبی کارکن جناب لاڈلے بھائی، محمد فاروق صاحب اور صدر کمیٹی جناب ضمیر خاں صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوگئی۔ محرم کی نویں شب تھی۔ ان لوگوں نے موقع غنیمت سمجھا اور فوراً جلسہ کا اعلان کر دیا۔

ڈاکٹر قاسم بھائی کی جیپ جو ہم لوگوں کے نقل و حمل کا ذریعہ تھی۔ جلسہ کے اعلان میں لگ گئی۔ اس دوران ہم لوگوں نے جامع مسجد اناؤ سے ملحق دار العلوم فیض العلوم کی عمارت اور مدرسین و طلبہ میں وقت گزارا۔ جامع مسجد کے امام و خطیب جناب مولانا ذاکر صاحب اور دیگر مدرسین سے ملاقات نصیب ہوئی۔ ارکان دار العلوم نے اپنے ادارے کے تعلیمی پروگراموں کے سلسلے میں مشورہ طلبی کی جس پر برادر محترم نعمانی صاحب نے ان کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ پھر نعمانی صاحب کو مسجد ہی میں کچھ آرام کرنے کے لئے چھوڑ کر، ڈاکٹر قاسم بھائی میں اور محمد عاصم سلمہ بن ڈاکٹر صاحب، جناب طاہر علی و ناظر علی صاحبان، اور ان کے والد بزرگوار سے ملاقات کے لئے نکل پڑے۔ یہ بزرگ ڈاکٹر قاسم بھائی کے خالو ہیں۔ سبحان اللہ! پورا گھرانہ نہایت باوضع، شائستہ، ذہین و فطین، اور شریف، مسلم تہذیب و آداب کا نمونہ ہے۔ خالو، خالہ جان، اور گھر کے سبھی لوگ مجھے قاسم بھائی کے چھوٹے بھائی ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اب خالہ جان کے انتقال کے بعد میری اس علاقہ میں پہلی بار حاضری ہوئی تھی اس لئے فاتحہ خوانی ضروری تھی۔

طاہر بھائی اناؤ مارکیٹ میں کرانہ کی دوکان کرتے ہیں۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اعلیٰ ذوق عطاروں سے زیادہ خوشبو، اور لطافت ہے ان کی گفتگو میں۔ یہی حال ان کے چھوٹے بھائی ناظر علی کا ہے۔ جنھوں نے اسی مارکیٹ میں بساط خانہ کے نام پر پیار اور محبت بھرے غبار لٹانے کا مرکز قائم کر رکھا ہے ——— ملے تو لپٹ لپٹ اور چپٹ چپٹ کر ملے۔ روئے رلایا۔ پھر ہنسے اور ہنسایا۔ خلوص و پیار اور اپنائیت نے مجھ پورے ذرہ کو مسحور کر لیا۔ خدایا! کتنا رس ہے ہندوستانی مٹی کے بنے انسانوں میں۔ جلد جلد امرت دھارا۔ لمحہ لمحہ پیار کا آبشار ——— گھر پہونچے، فاتحہ پڑھی گئی۔ چلے۔ ناظر بھائی کے مکان پر پہونچے۔ شربت نوشی ہوئی۔ کچھ دیر لیٹے۔ عشاء کی اذان ہو گئی۔ نماز بعد جلسہ شروع ہوا۔ میرے دانت میں درد ہو رہا تھا۔ طاہر بھائی نے اس کے لئے ایک نسخہ دوکان پر بندھوایا (جو کوٹ چھان کر بالآخر میرے ساتھ ہالینڈ آیا) میں مسجد پہونچا تو نعمانی صاحب کی تقریر شروع ہو چکی تھی۔ پھر میری باری آئی اور شہادت امام حسین کو موضوع بنا کر قوم کو بیداری کا پیغام دیا گیا۔ ۱۲ بجے کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ رات کو ناظر علی بھائی کے گھر آرام کیا گیا۔ صبح سویرے ہم دونوں کو ٹرین اسٹیشن چھوڑ کر ڈاکٹر قاسم بھائی، محمد عاصم سلمہٗ اور سہراب خاں

مورانواں روانہ ہوئے۔

○ مارہرہ مطہرہ کی جانب

پروگرام کے خلاف رات اناؤ ہی میں بسر ہوئی اس لئے کانپور جانے کے بجائے۔ ہم لوگوں نے اناؤ سے کاسگنج جانے والی "یونین ایکسپریس" کا انتخاب کیا ــــ ٹرین کے جانے کا وقت نو بجے تھا۔ مگر ساڑھے دس بجے روانہ ہوئی۔ اسٹیشن پر شایعت کے لئے آنے والے بھی تھک گئے تھے بہرحال ٹرین چلی۔ مگر کانپور کے آگے "مندھنا" نامی جنکشن پر جاکر رک گئی۔ پتہ لگانے پر معلوم ہوا کہ انجن خراب ہوگیا ہے۔ اب کانپور سے دوسرا انجن آئے گا تو ٹرین آگے جائے گی۔ ہم لوگ کئی راتوں کی نیندیں آنکھوں میں سمیٹے ہوئے تھے۔ اناؤ سے ہی اوپری برتھ پر سوتے تو، نماز اور دوسری ضروری حاجتوں کے لئے اترنے کے علاوہ سونے سے فرصت ہی نہ تھی۔ بالآخر دس بجے رات ہوگئی۔ پھر انجن آیا اور ہم لوگ کاسگنج کے لئے روانہ ہوئے۔ ٹرین نے بھور میں کاسگنج پہونچایا۔ وہاں آخری وقت میں عشاء اور اول وقت میں نماز فجر ادا کی گئی۔ کاسگنج کا پورا اسٹیشن اجودھیا کے مسافروں سے بھرا ہوا تھا۔ وضو سے پہلے دانتوں پر مجھے منجن لگاتے ہوئے ایک سادھو نے دیکھ لیا تھا۔ اس نے کہا مجھے بھی دانت میں سخت درد ہے کوئی منجن یا دوا ہو تو مجھے بھی دیجئے۔ میں نے منجن نکال کر اسے دیدیا۔ منجن سے فارغ ہوکر اس نے کہا اس کا نسخہ بھی آپ مجھے دیدیتے تو بہت مہربانی ہوتی۔ میں نے ڈائری سے نکال کر نسخہ سادھو کے حوالے کیا۔ اس نے لیا اور شکریہ ادا کیا۔

طلوع شمس سے پہلے ہی کاسگنج سے مارہرہ مطہرہ کے لئے ٹرین روانہ ہوئی۔ ہم لوگ ۸ بجے کے قریب مارہرہ کے چھوٹے سے ٹرین اسٹیشن پر اترے۔ ایک مسلمان رکشہ بان دیکھ کر اس کے رکشہ کے ذریعہ روانہ ہوئے۔ خانقاہ برکاتیہ کی قلعہ نما عمارت نظر آئی تو فرط عقیدت سے نگاہیں خم ہوگئیں۔ انوار قادریت بانٹنے والا ضلع ایٹہ کا وہ مرکز اعظم جس کے معدن سے "امام احمد رضا" جیسا عبقری ابھرا، اور جس نے علم وفضل کی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا۔ شجرۂ رضویہ میں جن پاک نفوس کے مبارک ناموں کے واسطہ ووسیلہ سے رب کائنات کی رحمتیں اور برکتیں اس طرح مانگا کرتے تھے :

دین ودنیا کے مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقیِ عشق انتما کے واسطے

حب اہل بیت دے آل محمد کے لئے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پرنور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلی کے واسطے

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

نور جان ونور ایمان نور قبر وحشر دے
بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے

○ برکات ہی برکات

آج ان شہبازان معرفت کے مقدس آستانے نگاہوں کے سامنے تھے۔ مسرت و شادمانی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ جذبات کی عجیب کیفیت تھی۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازے سے بہت پہلے ہم لوگ رکشہ سے اتر گئے۔ اور پیدل چل کر آستانہ بوسی کرتے ہوئے۔ پہلے مسجد میں داخل ہوئے۔ غسل ولباس ہی میں مصروف تھے کہ لاؤڈ اسپیکر سے اعلان سنا۔ اور پھر کسی خادم نے آکر خبر دی کہ آج عاشورہ محرم ہے۔ قرآن خوانی شروع ہوچکی۔ خانقاہ برکاتیہ میں۔ آج حضرت سید الشہداء نوشاہ گلگوں قبا سرکار امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے ساتھ ساتھ۔ امام الاولیا حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمہ کا عرس بھی ہے۔

نعمانی صاحب نے فرمایا ــــ اب بات سمجھ میں آئی ٹرین لیٹ کیوں ہوئی ــــ ؟

خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین بقیۃ السلف حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ملاقات اور زیارت بھی سفر کا خاص مقصد تھا۔ نعمانی صاحب راستے میں بتا رہے تھے کہ باہر کم ہی نکلتے ہیں۔ چند لمحوں کی زیارت ہوجائے تو بھی غنیمت ہے۔ ہم عمر یا عمر کے

پیاسے۔ مگر اس بارگاہ کی چند بوندوں کو بھی دریاؤں پر ترجیح دیتے ہیں ——— خدا کا کرم ایسا کہ سال میں عاشورہ کی تاریخ خاص حضرت حسن میاں کے وعظ کی تاریخ تھی۔ اب ہم لوگ مسجد ہی میں تھے کہ کاسگنج کے مولانا قاری صغیر احمد صاحب تشریف لائے۔ تعارف ہوا۔ اور انہی کے ہمراہ ہم لوگ خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے۔ نعت خواں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگ پہلے فاتحہ پڑھنے لگے۔ اتنے میں آہٹ ہوئی کہ حضرت حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے۔ قاری صاحب کے ساتھ ہم لوگوں نے ملاقات کی۔ قاری صاحب نے تعارف کرایا ——— پھر کیا تھا۔ تقریر شروع ہوئی ڈھائی گھنٹے تک تصوف تاریخ اور معارف و حقائق پر گھن گرج کی بارش ہوتی رہی ——— اور پوری تقریر کے مخاطب اول ہم ہی رہے۔ تقریر اور صلوٰۃ و سلام کے بعد، خاندان کے چند افراد ہم لوگوں کو ہمراہ لے کر سلطان العاشقین صاحب البرکات حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ قل اور فاتحہ ہوئی۔ اپنے ہاتھوں شیرینی عنایت کی۔ اور ہمراہ لے کر خانقاہ سے باہر، اپنی حویلی کے وسیع بیٹھک میں تشریف فرما ہوئے۔ دیر تک مختلف موضوعات پر گل افشانی کرتے رہے۔ اسی دوران صدیق محترم نعمانی صاحب نے میری کتابوں "عالم اسلام اور امن" "اسلام اور تربیت اولاد" "الرحیل" اور بادۂ حجاز کا ایک ایک نسخہ المجمع الاسلامی کی طرف سے حضرت کو نذر کیا۔

مختلف موضوعات کے علاوہ حضرت حسن میاں قبلہ سے ہم لوگ سیدنا اعلیٰ حضرت کی مخطوطہ کتب و رسائل اور مکتوبات کے بارے میں معلومات فراہم کرنا چاہتے تھے ——— کیوں کہ اس بات کا سراغ پہلے ہی لگایا جا چکا تھا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت اپنی ہر تصنیف کی نقلیں، خانوادہ برکاتیہ کے بزرگوں کو ارسال فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح خود اعلیٰ حضرت کے دست مبارک کے لکھے ہوئے سینکڑوں خطوط بھی خانقاہ میں موجود ہیں۔

امام احمد رضا کے مخطوطات

حضرت نے اس سلسلہ میں نعمانی صاحب کے استفسارات پر فرمایا کہ میں گھٹنوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ اور تمام قدیم کتابیں لکڑی کے بڑے صندوقوں میں بند ہیں۔ ان کو نکال کر الگ کرنا

اور ترتیب دینا ایک دشوار طلب کام ہے۔

بہر حال ہم اس بات کا حوصلہ رکھتے ہیں کہ اگر حضرت کی اجازت ہو تو المجمع الاسلامی کے متعدد علماء، حضرت یا حضرت کے کسی نائب کی نگرانی میں ان عظیم اور قدیم تاریخی اور علمی ورثہ کو مرتب کرنے کی خدمت کریں ——— آج سیدنا اعلیٰ حضرت کی تحریروں اور ان سے تعلق رکھنے والی ایک ایک سطر کو آفتاب کی روشنی میں آنا چاہیے۔ امید ہے کہ اس قسم کی نایاب علمی تحریروں کو صرف تبرک کی حیثیت دے کر چھپائے رکھنے والے تمام مشائخ و علماء، اور مسلمانان، میری نوائے درد کو، غور سے سماعت فرمائیں گے۔

ہمیں بے پناہ مسرت ہوئی کہ حضرت حسن میاں صاحب قبلہ نے ہمیں اپنے اس نایاب دفینے کے سلسلہ میں نہایت حوصلہ افزا، اور فیاضانہ جواب عطا فرمایا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس قسم کی نایاب تحریروں کے دیگر حاملین بھی وقت اور حالات کی ضرورت کو نظر انداز نہ کریں گے۔ عاشورہ کی مناسبت سے اور لوگ تو روزہ تھے۔ ہم لوگ مسافرت میں بے روزہ تھے۔ اس لئے ہمارے لئے پر تکلف دستر خوان آراستہ ہوا ——— کھچڑا، بریانی، اور دیگر کھانوں کے ساتھ ساتھ نہایت لذیذ قسم کی کھیر سوندھے سوندھے پیالوں میں لائی گئیں۔ ہم لوگوں نے خوب جی بھر کر کھایا۔ کھیر کچھ ایسی لذیذ تھی کہ میں میٹھا کھانے میں اگرچہ عام طور پر زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا مگر کئی پیالیاں نوش کر گیا۔ تقریباً پانچ گھنٹے تک ہمیں اپنی زیارت، خطابات اور ارشادات اور دعاؤں سے نوازنے کے بعد حضرت دولتکدہ کے اندر تشریف لے گئے۔ جاتے جاتے اپنے دست مبارک سے ہم دونوں کو سو سو روپے بھی عنایت کئے۔ ہم لوگوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی تبرک سمجھ کر لے لئے۔ یہ مجلس برخواست ہونے کے بعد، نماز ظہر ادا کی گئی۔ اور خانقاہ برکاتیہ کے مزارات کی زیارت کے لئے نکل پڑے۔ گرمی سخت تھی۔ حبس کی کیفیت تھی۔ مگر ہم لوگ خانقاہ برکاتیہ کے موروثی مجاور جناب محمد اسرائیل خاں مارہروی کے ساتھ "باب برکات" میں داخل ہوئے۔ خانقاہ کا صدری پرشکوہ گیٹ، ۱۲۷۳ھ میں دوبارہ تعمیر ہوا ہے۔ جس کی پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی آویزاں ہے۔

خرد گو ہر سال تاریخ سفت، زہے باب برکات، برکات گفت
۱۲۷۳ھ

صدری گیٹ میں دونوں جانب خادموں کے لئے دو حجرے بنے ہوئے ہیں۔ پھر صحن

شروع ہوتا ہے۔ جو کافی وسیع ہے۔ چھت دار صحن کے دائیں بائیں بھی خانوادہ کے بزرگوں کی قبریں ہیں ـــــ آیئے پہلے ہم خانقاہ برکاتیہ کے مرکزی درمیانی حصہ میں داخل ہوں جہاں اس روحانی خاندان کے آفتاب و ماہتاب زیر زمیں آرام فرما ہیں :

آہستہ قدم گردش لیل و نہار چل!
اس خاک میں کچھ آبلہ پا سوتے ہوئے ہیں

لیجئے اب آپ بوریہ نشین شہنشاہوں کی آرام گاہ تک آ گئے۔ اس عمارت کا پہلا در چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں اور سلسلہ برکاتیہ کے بانی، سلطان العاشقین، صاحب البرکات، حضرت شاہ محمد برکت اللہ عشقی علیہ الرحمہ کی آستاں بوسی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

حضرت برہان الواصلین

حضرت شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ برہان الواصلین کے لقب سے ملقب ہیں، حضرت میر عبد الواحد بلگرامی (م ۱۰۱۷ھ) کے پوتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ اویس ہے مارہرہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے علم حاصل کیا۔ اور انہی سے بیعت ہو کر اجازت و خلافت حاصل کی۔ خاندانی سلاسل کے برکات سمیٹنے کے بعد میر طیب بلگرامی، سید مزمل اور شاہ لودھا علیہم الرحمہ، سے تعلیمات باطنی پائیں۔ اور ان حضرات سے اجازت و خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ فضل اللہ (م ۱۱۱۱ھ)، کی خدمت میں کالپی شریف حاضر ہوئے۔ اس طالب صادق کا خیر مقدم حضرت شاہ فضل اللہ علیہ الرحمہ نے اس طرح فرمایا کہ :

"اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور تین بار فرمایا" دریا بدریا پیوست" (آئین احمدی)

آپ اعلیٰ درجے کے مصنف اور شاعر تھے۔ فارسی میں عشقی اور ہندی میں پیمی تخلص فرماتے "مجمع البرکات" کے نام سے آپ کا دیوان موجود ہے۔ آپ کی تصانیف میں "مثنوی ریاض عشق" "رسالہ چہار انواع" اور "عوارف" (ہندی) کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ سن ولادت و وفات اس طرح ہے۔ ولادت : ۲۶ جمادی الآخرۃ ۱۰۷۰ھ / وفات شب عاشورہ ۱۱۴۲ھ۔

توفی صاحب البرکات والمجد
وامسیٰ روحہا فی الخلد یسری

واخذنا من کلام اللہ قولا
وارخنا لہم "جنت تجری"

حبذا روضۂ عالی بنیاد
عرش آرائش فردوس صفات
گفت تاریخ مبارک ہاتف
"مرقد سید صاحب برکات" ۱۱۴۲ھ

فاتحہ خوانی کے بعد عجیب احساس ابھرا کہ ہم بے مایہ، گم گشتۂ دشت غفلت، تو دن تاریخ کا لحاظ کئے بغیر یوں ہی سلام کرنے چلے آرہے تھے۔ یہ کتنا حسین اتفاق ہے کہ ٹرین کی گڑبڑی نے ہمیں ایک دن موخر کر دیا۔ اور ہم اس وقت حاضر دربار ہوئے۔ جب آپ کے فیضان کرم کا باڑہ بٹ رہا تھا۔ ہم تو بے صلاحیت ہیں مگر اے عرفان و حقائق کے دریا سینے میں سمیٹ لینے والے عارف، ہمیں اپنی عطا کی چند بوندوں کا اہل بنا دیجئے۔ بالفاظ امام اہلسنت :

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت	میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے	کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا
بد سہی چور سہی مجرم و ناکارہ سہی	اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں

حضرت برہان الواصلین کے دائیں جانب، قطب العارفین شمس الدین ابو الفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ (ولادت ۲۸ رمضان ۱۱۶۰ھ / وفات ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ) آرام فرما ہیں۔ آپ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کے پرپوتے ہیں۔ والد گرامی کا نام حضرت شاہ حمزہ، دادا کا اسم گرامی حضرت آل محمد ہے۔ آپ اپنے والد کے بڑے بیٹے تھے۔ قطب العارفین حضرت اچھے میاں نے ظاہری و باطنی علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ اور مرید ہو کر خلافت و اجازت حاصل کی نہایت جید عالم اور باکمال بزرگ تھے۔

تذکرۂ علمائے اہلِ سنت میں ہے:

"ایک شخص نے نقیب الاشراف بغداد کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مسئلہ وحدۃ الوجود سمجھنا چاہا۔ حضرت نے ہندوستان کے سفر کی ہدایت فرمائی، وہ صاحب علماء و مشائخ سے ملتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں پہونچے، مدعا عرض کیا۔ حضرت محدث دہلوی نے فرمایا، آپ مارہرہ اچھے میاں کی خدمت میں جائیے۔ وہ آپ کی تسکین خاطر فرما دیں گے۔"

ملفوظات عزیزی کے اندر بلند کلمات میں حضرت اچھے میاں کا ذکر موجود ہے۔"

(تذکرۂ علمائے اہلِ سنت ص: ۱۸-۱۹)

آپ کی زیارت سے فارغ ہو کر آگے بڑھے تو حضرت "صاحب البرکات" کے بائیں جانب، جناب مولوی سید شاہ صاحب عالم کی قبر پر گلہائے عقیدت پیش کئے گئے ——— اب تک ہم درمیانی گنبد تک تھے ——— آئیے اب دائیں جانب مڑیں۔ اس جانب رخ پھیرتے ہی ہمیں قطب الکاملین حضرت شاہ حمزہ کا مزار مبارک ملتا ہے۔

قطب الکاملین حضرت شاہ حمزہؒ

اس وقت ہم اس مرد درویش کے روبرو کھڑے ہیں۔ جو فقر کی چٹائی پر بیٹھ کر شاہان اودھ اور نوابان بنگش کی روحانی پشت پناہی فرمایا کرتا تھا۔ بڑے بڑے سلاطین و امراء اپنی مہمات کے وقت حضرت شاہ حمزہ کی روحانی اعانت کے خواستگار رہتے تھے۔ آپ ظاہر و باطن دونوں علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ "کاشف الاستار" اور "فص الکلمات" آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کا تخلص عینی ہے۔

"غوث اعظم بہ من بے سر و ساماں مددے"

آپ ہی کی مشہور نظم کا ایک مصرعہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ اور وفات ۱۴ محرم ۱۱۹۶ھ کو ہوئی۔ حضرت شاہ حمزہ قدس سرہٗ کی قبر شریف کے سرہانے قدوۃ العارفین، خاتم الاکابر، سید شاہ آل رسول قادری علیہ الرحمہ کی قبر ہے۔

آفتاب خانوادۂ برکاتیہ

ویسے تو ایں خانہ ہمہ آفتاب است، سبحان اللہ اس خانقاہ شریف میں مدفون ہستیوں کے علوشان کو ہم کیا بیان کر سکتے ہیں۔ مگر اب ہم جس مرقد انور پر دست بستہ حاضر ہیں، تیرہویں صدی ہجری کے ہندوستان میں، اس مرقد کے مکین نے نہایت انقلاب انگیز شخصیتوں کو ابھارا ہے۔ ان کے سوز نفس نے ناموس رسالت پر دیوانہ وار قربان ہونے والوں کا ایک ایسا منظم دستہ تیار کر دیا۔ جس کی قیادت، امام احمد رضا فاضل بریلوی، اور شاہ علی حسین کچھوچھوی، اور ابوالحسین نوری قدست اسرارہم کر رہے تھے۔ یہ سب کے سب خاتم الاکابر شاہ آل رسول کے فیض یافتہ تھے۔ امام احمد رضا بذات خود ایک عہد ساز شخصیت بن کر ابھرے۔ جنھوں نے ہر اسلام دشمن محاذ پر یکہ و تنہا مردانہ وار قلمی جہاد فرمایا۔ اور باغیان رسول کا ناطقہ بند کر دیا۔

خاتم الاکابر حضرت شاہ آل رسول قدس سرہٗ تیرہویں صدی ہجری کے اعاظم اولیاء میں ہوئے ہیں۔ آپ نے خاندانی بزرگوں کے علاوہ علمائے فرنگی محل اور حضرت خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے علوم اسلامیہ کی تکمیل فرمائی تھی۔ آپ حضرت اچھے میاں کے خلیفہ و مجاز تھے۔ آپ کی ولادت رجب ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ اور سال وفات ۱۸ ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ ہے۔ سیدنا اعلیحضرت انکی مدح میں قمطراز ہیں: (۲۴ اشعار پر مشتمل عالیشان قصیدہ میں سے چند لکھے جاتے ہیں)

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
قبائے شہ بگلیم سیاہ خود نخرد
سیہ گلیم نباشد گدائے آل رسول
دوائے تلخ مخور، شہد نوش و مژدہ نیوش
بیا مریض بدار الشفائے آل رسول
اگر شب است و خطر سخت و رہ نمیدانی
ببند چشم و بیا بر قفائے آل رسول

تواضع شہ مسکین نواز را نازم
کہ چوں بندہ کند بوس پائے آل رسول

"مبارک ہے وہ دل جسے آل رسول، کی محبت دی گئی۔ اور مبارک ہے وہ سر جو حضرت آل رسول پر فدا ہوا۔ اپنی سیاہ کملی کے عوض شاہی قبا خریدنا پسند نہیں کرتا۔ آل رسول کا کوئی فقیر سیاہ گلیم نہیں ہوتا۔ تلخ دوا پی، شہد نوش کر، اور خوشخبری حاصل کر، اے مریض (دل) آل رسول کے شفاخانے میں آجا۔ اگر رات تاریک خطرہ سخت ہے اور تو راستہ نہیں جانتا۔ تو آنکھ موند کر حضرت آل رسول کے پیچھے چلا آ۔ اس مسکین نواز بادشاہ کی تواضع پر میں ناز کرتا ہوں۔ مجھ جیسا غلام بھی حضرت آل رسول کی قدمبوسی کا شرف پالیتا ہے"

یہ بارگاہ تھی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پیر و مرشد کی۔ اللہ اللہ۔ کتنا باادب رہا ہوگا وہ آقا اپنے مخدومین کی بارگاہ میں ——— جس کے سایۂ تربیت نے امام احمد رضا کو اپنے وقت میں ادب و احترام کا معلم بنادیا ——— اسی خانقاہ کے کسی حصہ میں فقیر کی نظر سے یہ شعر گذرا تھا ؎

بے ادب پامنہ ایں جا کہ عجب درگاہ است
منزل رحمت حق روضۂ حق آگاہ است

مجلس برکات میں

حضرت شاہ حمزہ قادری کی قبر شریف کے داہنی جانب کے حجرے میں بالترتیب تین قبریں ہیں

پہلی: سراج السالکین سید شاہ آل برکات ستھرے میاں (ولادت ۱۰ رجب سنہ ۱۱۶۳ھ وفات ۲۶ رمضان سنہ ۱۲۵۱ھ)

دوسری: برہان الموحدین سید شاہ آل محمد بلگرامی (ولادت ۱۸ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ وفات ۱۶ رمضان سنہ ۱۱۶۴ھ)

تیسری: حضرت سید شاہ نجات اللہ ملقب بہ شاہ میاں (ولادت سنہ ۱۱۷۱ھ وفات سلخ شوال سنہ ۱۱۹۰ھ)

حضرت شاہ حمزہ کے پائینتی دو قبریں ہیں۔ بائیں جانب کی قبر حضرت سید العابدین سید شاہ اولاد رسول قادری چشتی کی ہے (ولادت ۱۵ شعبان سنہ ۱۲۱۲ھ وفات ۲۶ ربیع الآخر سنہ ۱۲۶۹ھ)

اب ہم اس عمارت کے دوسرے در سے نکل کر پہلے در میں واپس آتے ہیں ——— باادب الٹے پاؤں واپسی میں بائیں ہاتھ سید شاہ فقیر عالم (متوفی سنہ ۱۳۲۰ھ) کے بعد ہمیں خاتم الاکابر سند حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں آرام فرماملیں گے۔ آپ ۱۹ شوال سنہ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں والدین کا انتقال ہوگیا۔ دادی جان اور دادا بزرگوار نے بکمال شفقت پرورش فرمائی دادا جان حضرت شاہ آل رسول قدس سرہ ہر دم اپنے پاس رکھتے۔ خانقاہ کے لائق اساتذہ نے تعلیم دی، دادا بزرگوار سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ اور اپنے دور کے عظیم شیخ طریقت ہوئے بیعت سے پہلے عقیدہ کی درستگی اور ظاہری اعمال کی تربیت و تعلیم پر زور دیتے تھے۔ ۱۱ رجب سنہ ۱۳۲۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت نوری میاں کے مزار کی خاک بوسی کرنے کے بعد ہم دروازہ کے داہنی جانب بڑھے داہنی جانب سب سے پہلی قبر شمس العرفا سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قادری علیہ الرحمہ کی ہے۔ (ولادت سنہ ۱۲۲۳ھ وفات سنہ ۱۲۹۶ھ) آپ کے علاوہ اور بھی کئی مزارات ہیں۔ سب پر حاضری دیتے ہوئے ——— ہم برکاتی گنبد سے باہر نکلے ——— گنبد والی اس عمارت میں ۳۴ قبریں ہیں۔ جو سب کے سب حضرت برہان الواصلین کے اہل قرابت کی ہیں۔ پانچ مزارات اسی عمارت سے متصل اور ہیں جن کی چھت منہدم ہوگئی ہے۔ انہی پانچ میں حضرت سید شاہ ظہور حسین قادری نامی بزرگ کی تربت بھی ہے۔ برکاتی گنبد کی عمارت سے باہر آکر ہمارے مزور صاحب خانقاہ کے مغربی حصہ میں داخل ہوئے جہاں دالان ہی میں حضرت سید العلماء شاہ آل مصطفےٰ میاں قادری برکاتی کے روضہ کی زیارت ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ کا انتقال ۲ جولائی سنہ ۱۹۷۴ء کو بمبئی میں ہوا۔

اللہ اکبر۔ وہ بھی کیا دور تھا۔ جب سرزمین بمبئی پر سید میاں کا خطاب ہوا کرتا تھا۔ جلسے جلوس کانفرنسیں سید میاں کے بغیر بے رونق ہوتیں ——— آپ نے تا عمر سنی جمعیۃ العلماء کے ذریعہ اسلام

اور سنیت کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی۔ حکومت وقت کو للکارتے رہے۔ اور بد مذہب کے تمام تخریبی ٹولوں کو دعوت مبارزت دیتے رہے۔ حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے ہم زمانہ تھے۔ انہی کے دور میں صدر الشریعہ کی درسگاہ میں پہونچے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے محرم راز تھے۔ حافظ ملت کی تحریک علمی میں لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر علم بردار بن کر کود پڑے تھے۔ اور تعلیمی کانفرنس مبارکپور کی مقصدیت کو چار چاند لگا دیا تھا۔ مجھ غریب پر بھی حافظ ملت کا کفش بردار ہونے کے ناطے نہایت شفقت فرماتے تھے۔

ع آسماں ان کی لحد پر گوہر افشانی کرے

اس حصے میں قطار سے حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں خانوادہ برکاتیہ کے بزرگوں کی قبریں ہیں۔ جو بالترتیب یوں ہیں :

(۱) حجۃ الخلف مجدد برکاتیت مولانا حافظ سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل، شاہ جی (۳ محرم ۱۲۷۲ھ / یکم صفر ۱۳۴۷ھ) اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ اور حضرت سید محمد میاں نے تاریخ وفات کو یوں نظم کیا ہے:

پنجشنبہ کا تھا دن ماہ صفر کی تھی یکم	مرے مرشد مری آنکھوں سے مستور ہوئے
کرکے اس عالم فانی سے وہ خوش خوش رحلت	دائمی وصل سے اللہ کے مسرور ہوئے
سال رحلت کی جو مجھ خستہ حزیں کو تھی فکر	دل سے بے ساختہ نکلا کہ وہ مغفور ہوئے

(۲) وارث الاکابر تاج العلماء حضرت مولانا حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری (رمضان ۱۳۰۹ھ / جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ)

(۳) حضرت سید شاہ اولاد نبی عرف چھمّا میاں آرام فرما ہیں (متوفی یکم صفر ۱۴۰۰ھ)

پانچویں در میں جس کا دروازہ مغربی رخ کو ہے حضرت سید شاہ آل نبی آرام کناں ہیں اور اسی میں مہدی میاں صاحب بھی مدفون ہیں۔ درمیان میں چھمّا میاں کی خاتون خانہ کی قبر ہے۔ مغربی جانب کے پرانے حجرے میں حضرت حسن میاں صاحب کے والد گرامی کی قبر ہے۔ حضرت سید آل عبا آوارہ تخلص کرتے تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۸۲ھ میں ہوا۔ حضرت سید آل عبا کے حجرے کی پچھمی سمت کے حجرے میں حضرت حسن میاں قبلہ کی والدہ کا مزار ہے۔ جن کی تاریخ وصال کو حضرت

شیر بیشۂ سنت نے تحریر فرمایا ہے :

قدیم اور دائم ہے وہ رب قادر	جو ہے حی و باقی مقدم و مؤخر
لے اپنے مولا سے آقا بھی جاکر	جو ہیں حی قیم نذیر و بشر
درود و سلام ان پہ اور آل پر بھی	اور اصحاب پر جو ہیں ہادی و منذر
تو پاس اپنے آبا کے جائیں نہ کیونکر	وہ مخدومہ پاک ذات المفاخر
وہ نور نظر شاہ حاجی میاں کی	سمی ام اصغر کی بنت الاطاہر
وہ خواہر اس ناصر دین کی جو	ہے تاج الاکارم سراج الاکابر
صفر کی تھی عشرین یوم الثلثا	ہوئیں دار عقبیٰ کی جب وہ مسافر
رسول مکرم کا نور معظم!	ہمیشہ ہو ان کی لحد کا منور

عبید الرضا سنہ دعائیہ لکھو

کرو عرض .... (اسکے بعد کی تحریر ٹوٹ پھوٹ گئی ہے)

مذکورہ حجروں کے بغل میں جانب شمال مخدرات کے مزارات کا حجرہ ہے۔ جن پر کوئی نام نہیں لکھا ہے ایک دیوار پر "نور فاطمہ" اور ایک جگہ سنگ مرمر کی تختی پر "تاریخ فوت داخل خلد کندہ ہے۔ ایک مقام پر" وادخلی جنتی۔ زن نیک صفات ۱۳۳۵ھ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ الغرض خانقاہ برکاتیہ کے گنجینۂ گرانمایہ میں داخل ہوکر یہاں کے تمام اولیاء و عرفاء و مخدومین و مخدومات کے حضور سلام و نیاز پیش کرتے کرتے کئی گھنٹے گذر گئے۔ اس اثناء میں سخت گرمی زائل ہوئی اور خنک و سرد ہوا چلنے لگی ——— گھٹائیں گھر آئیں اور خوب موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ——— ہم تو یہ محسوس کرنے لگے کہ تاجداران روحانیت کی جانب سے ہم تہی دامانوں پر ابر کرم برس رہا ہے ——— دوران زیارت خشک اور پیاسی زمین پر بارش کو ہم لوگوں نے فال نیک تصور کیا اور صاحب البرکات کی چوکھٹ پر سلام رخصت پیش کرتے ہوئے۔ بارشِ رحمت میں نہاتے ہوتے مارہرہ مطہرہ کی گلیوں سے روانہ ہوئے۔

داتا سخی، دیا لو کچھ ایسی بھیک دیدے

تیرے سوا بھلا دوں ہر ایک آستانہ

یکشنبہ ۱۰ محرم ۱۴۱۰ھ / ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء ساڑھے چار بجے کا عمل تھا جب ہم لوگ مارہرہ مطہرہ سے چل کر کاسگنج شہر کے بس اسٹینڈ پر اترے۔ اور اب ارادہ تھا کہ "برکات خانقاہ برکاتیہ" میں سے ایک اور یادگار دیکھی جائے۔ یعنی جامعہ برکاتیہ سید العلوم کاسگنج ضلع ایٹہ۔ بس اسٹینڈ سے بذریعہ رکشہ ہم لوگ مسجد سرائے پہونچے۔

جامعہ برکاتیہ سید العلوم

مارہرہ شریف سے کاسگنج کا فاصلہ تقریباً دس کلو میٹر ہے۔ شہر میں پندرہ بیس مساجد ہیں انہی میں کی ایک مسجد "مسجد سرائے" میں مدرسہ برکاتیہ سید العلوم قائم ہے۔ حضرت حسن میاں صاحب قبلہ کے پاس ملاقات کے دوران قاری صغیر احمد صاحب برکاتی مہتمم مدرسہ نے یہاں آنے کا اصرار فرمایا تھا ـــــ سو ہم آپہونچے۔ یہ شہر اور اطراف کے علاقے کارپردازان اہل سنت سے یکسر خالی رہے۔ جس کی وجہ سے اغیار نے آبادیوں پر یلغار کر دی۔ مگر الحمد للہ کہ قاری صغیر احمد صاحب نے نہایت حکمت عملی سے شہر اور اطراف میں سنیت کے استحکام کے کام پر توجہ دی ہے۔

جامعہ برکاتیہ سید العلوم ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء میں بیادگار سید العلماء علامہ سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ بدست احسن العلماء قائم ہوا۔ مسجد اور اس کے گرد بنے ہوئے چار کمرے ہی فی الحال مدرسہ کا دار العمل ہیں۔ درمیان میں ایک وسیع برآمدہ بھی ہے۔ سات مدرسین علماء و قراء و حفاظ تعلیم و تعلم کا شغل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ شعبۂ تعلیم کے علاوہ، شعبۂ افتاء، اور شعبۂ نشر و اشاعت و تبلیغ بھی کام کر رہا ہے۔ مقامی طلبہ کے علاوہ، بیرونی طلبہ کی تعداد پچاس ہے۔ جناب قاری صغیر احمد صاحب مدرسہ کے ناظم اور محرک ہیں۔ بڑی خوبیوں اور اعلیٰ صفات کے مالک ہیں۔ گفتگو میں بڑی مٹھاس ہے۔ تبلیغ و اشاعتِ حق کے جذبہ سے سرشار ہیں ـــــ خوش حال ہیں ـــــ مدرسین و طلبہ کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں اس مدرسہ کے قیام سے شہر اور اطراف میں سنیت کو استحکام نصیب ہو رہا ہے۔ مدرسہ میں ٹیلیفون بھی ہے جس کا نمبر ۵۱۹ ہے۔ نیز مدرسہ گورنمنٹ سے رجسٹرڈ ہے جس کا رجسٹریشن نمبر ۵۰۶ ہے۔ مولا کریم اس ادارہ کو فروغ اسلام و سنیت کا ذریعہ بنائے۔ اور یہاں کے علماء و قراء و حفاظ و طلبہ و معاونین کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

رات کا کھانا قاری صغیر احمد صاحب کے دولتکدہ پر کھایا گیا۔ مدرسہ میں سوئے۔ اور فجر کی نماز کے بعد علی گڈھ کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

ع سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۸۹ء ۸ بجے صبح کو بذریعہ بس ہم لوگ علی گڈھ کے لئے روانہ ہوئے۔ چند گھنٹے بعد، بذریعہ رکشہ، دودھ پور، سول لائن علی گڈھ، میں بیت السادات کے دروازہ پر کھڑے دستک دے رہے تھے۔ یہ ہمارے مخدوم مکرم صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی گھوسوی علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی سابق استاذ دینیات، سٹی ہائی اسکول، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ کا دولت کدہ ہے۔ موصوف گھر سے برآمد ہوئے۔ سلام و مصافحہ، تعارف، مزاج پرسی سے فارغ ہو کر ہم لوگوں نے سامان بیٹھک میں رکھا۔ اور یونیورسٹی کی طرف چل پڑے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ جو یقیناً ہندوستان میں علوم عصریہ کا عظیم الشان مرکز، اور قدیم مسلم تہذیب کا منہ بولتا ثبوت ہے ـــــ اس کے بانی سر سید احمد خاں نے فلسفۂ جدید کے اثرات سے متاثر ہو کر اگرچہ اسلامی نظریات کے بارے میں جو اظہار خیال کیا ہے۔ وہ روح اسلام سے متصادم، اور نیچریت محض ہیں، تاہم، ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی، اور عصری ضرورتوں کی تکمیل کے سلسلہ میں انہوں نے جس مدرستہ العلوم کی بنیاد رکھی وہ ہمارے لئے ازبس ضروری تھا ـــــ کسی شخص کے کسی خاص کام کی اچھائی اور خوبی کا برملا اعتراف اس سے من کل الوجوہ اتفاق کا ثبوت ہرگز نہیں ـــــ اس لحاظ سے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کو ہم مسلمانوں کی ملی تعمیر کا ایک اہم ذریعہ سمجھتے ہیں ـــــ اس کے بانی نے یہ یونیورسٹی کیوں قائم کی ـــــ؟ اور اس کا مطمح نظر اس سے کیا تھا ـــــ اور اس راہ میں اسے کن زہرہ گداز مراحل سے دوچار ہونا پڑا۔ دور حاضر کے ہندوستان میں دین کا کام کرنے والوں کو اس سے بھی روشنی

لے گی۔ اس سلسلہ میں میں خود سرسید احمد خاں کی تحریر کردہ اس روداد کی تلخیص نقل کروں گا۔ جو انہوں نے "محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۲۰ ردسمبر ۱۸۸۹ء میں پیش کی تھی ـــــــــ سرسید نے اس سلسلہ میں انگلینڈ کا سفر کیا خود کہتے ہیں ....

● میں وہاں گیا ـــ وہاں رہا ـــ اور جو کچھ دیکھا سو دیکھا ـــ اور جو سوچا وہ سوچا ـــ

● میں نے صرف اس خیال سے کہ کیا راہ ہے جس سے قوم کی حالت درست ہو دور دراز کا سفر اختیار کیا اور بہت کچھ دیکھا جو دیکھنے کے لائق تھا میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جب کبھی علمی مجلسیں دیکھیں، جہاں کہیں عمدہ مکانات دیکھے جب کبھی عمدہ پھول دیکھے، جب کبھی کھیل کود عیش و آرام کے جلسے دیکھے، یہاں تک کہ جب کبھی کسی خوبصورت شخص کو دیکھا، مجھ کو ہمیشہ اپنا ملک اور اپنی قوم یاد آئی۔ اور نہایت رنج ہوا کہ ہائے ہماری قوم ایسی کیوں نہیں؟

مگر اپنی ہمت نہیں ہاری اور جب تک زندہ رہوں نہ ہاروں گا۔

● لندن ہی میں میں نے مدرسہ کے قائم کرنے کی اور تعلیم کی تمام تجاویزوں کو پورا کیا یہاں تک کہ جس نقشہ پر آپ اس کالج کی عمارتوں کو بنتا ہوا دیکھتے ہیں یہ بھی لندن ہی میں قرار پا چکا تھا

● میں بدنصیبی سے انگریزی سے ناواقف تھا میں سید محمود کا نہایت شکر گذار ہوں کہ تمام واقفیت اور اطلاع میں جو مجھ کو حاصل ہوئیں ان میں سید محمود نے میری بہت بڑی مدد کی مجھے اس بات کے اقرار کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ اگر ان کی مدد نہ ہوتی تو جس مقصد سے میں لندن گیا تھا میرا جانا فضول تھا۔

● غرض کہ ان تجویزوں کو مکمل کرکے میں نے لندن سے واپس آنیکا ارادہ کیا اور لندن ہی میں اس کام کو جو نہایت اہم تھا شروع کرنے کے تین طریقے قرار دیئے۔

● اول: ایک ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے عموماً خیالاتِ تعصب جو مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یورپین سائنسز اور لٹریچر کا پڑھنا کفر اور مذہب اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔

● دوم: خود مسلمانوں سے پوچھا جاوے کہ وہ یورپین سائنسز اور لٹریچر کو کیوں نہیں پڑھتے اور اس میں انکو کیا اندیشہ ہے۔

● سوم: کالج کے لئے چندہ شروع کیا جاوے۔ لندن ہی میں علی گڑھ کا مقام قرار پا چکا تھا۔

ہندوستان میں پہونچ کر اول کے مطابق پرچہ تہذیب الاخلاق جاری کیا اگر لوگوں کا خیال صحیح ہے تو تہذیب الاخلاق نے تمام ہندوستان کو ہلا دیا، لوگوں کے دلوں کو قومی ہمدردی پر مائل کر دیا تو شاید میری نجات کے لئے یہی کافی ہوگا۔

● دوسری تجویز کے مطابق ایک کمیٹی قائم ہوئی اور کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان اس کا نام رکھا۔

● کالج کا قائم ہونا ہی مقصد تھا جو تجویز سوم میں قرار پایا تھا۔

● ۱۸۷۲ء میں چندہ کرنے کے لئے بمقام بنارس ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کا نام محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی رکھا گیا۔

● اس کمیٹی نے ۲۰ رجون ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں مختلف مقامات میں سب کمیٹیاں واسطے وصول چندہ کے مقرر کیں۔ ۱۰ رنومبر ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ مدرسہ بمقام علی گڑھ بنایا جائے۔

● دسویں جنوری ۱۸۷۴ء کے اجلاس میں کمیٹی نے متعدد تجویزیں منظور کیں۔ (۱) علی گڑھ میں جو زمین پرانی چھاؤنی فوج کی بے کار پڑی ہے تعمیر مدرسہ کے لئے گورنمنٹ سے لی جاوے۔ (۲) سکریٹری کو اجازت دی گئی کہ اگر زمین مل جاوے تو اس میں تعمیر مدرسہ کا خرچ نہ ہو بلکہ اس کی آمدنی یا چندہ خالص تعمیر کا صرف کیا جاوے۔

● ۱۹ رمارچ ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں سکریٹری نے اطلاع دی کہ گورنمنٹ نے اس زمین کے دینے کا وعدہ کر لیا ہے جہاں مدرسۃ العلوم کا تعمیر ہونا تجویز کیا گیا ہے۔

● ۲۵ رفروری ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں بنارس کی کمیٹی نے علی گڑھ میں ابتدائی تعلیم کے لئے مدرسہ کھولنا تجویز کیا۔

۲۰ رمئی ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں اسی کمیٹی نے جو بنارس میں تھی تاریخ افتتاح مدرسہ تبدیل کی اور بعوض اسکے ۲۴ رمئی ۱۸۷۵ء روز سالگرہ ملکہ معظمہ تاریخ افتتاح مدرسہ قرار دی۔

چنانچہ میں خود اور بعض ممبران اس تاریخ پر علی گڑھ میں آئے اور مدرسہ کھولا گیا۔

● جس وقت علی گڑھ میں مدرسہ کھولنے کا ارادہ ہوا اسی وقت میں نے پنشن لینے کا ارادہ کیا اور اواسط ۱۸۷۶ء میں علی گڑھ میں آگیا۔

● تمام اخراجات مدرسہ بجز دو کل کالج فنڈ کمیٹی کرتی رہی۔

● اس وقت طالب علموں کی تعداد قلیل تھی اور کوئی بورڈنگ ہاؤس نہ تھا۔ طالب علم جس قدر تھے چھوٹے چھوٹے کمروں میں بھر دیئے جاتے تھے مگر رفتہ رفتہ ہر ایک چیز میں ترقی ہوتی گئی۔

● اسکول جو ۱۸۷۵ء میں انٹرنس تک پڑھائی کے لئے کھولا گیا تھا ۱۸۷۸ء میں ایف۔ اے کی پڑھائی تک اور ۱۸۸۱ء میں بی۔ اے اور ایم۔ اے کی پڑھائی تک ترقی کر گیا۔

● ہر نواح کے بزرگوں اور قومی بھلائی چاہنے والوں بلکہ انسان کے ساتھ نیکی کرنے والوں اور علی الخصوص پنجاب کے زندہ دل بزرگوں اور والیان ریاست اور وہاں کے دیگر امراء و رئیسان نے اور بالتخصیص اسلامی سلطنت حیدرآباد نے نہایت فیاضی سے امداد کی ان بزرگوں کا خاص کر مجھ کو اپنی ذات سے بے انتہا شکر ادا کرنا لازم ہے کہ انھوں نے مجھ ناچیز پر اس قدر بھروسہ کیا کہ لاکھوں روپیہ کا چندہ مجھ کو دیدیا نہ کسی کمیٹی کو پوچھا نہ کسی ممبر کو اور نہ یہ جانا کہ روپیہ جو وہ دیتے ہیں کہاں جاتا ہے اور کیا ہوتا ہے۔ میں اپنی تمام زندگی میں کسی امر پر اس قدر فخر نہیں کر سکتا

جس قدر کہ اس اعتماد اور طمانیت پر فخر کرتا ہوں جو میرے قوم اور غیر قوم کے بزرگوں نے مجھ پر کیا۔

لوگوں کو یہ غلط خیال پیدا ہوا ہو۔

- ہر مہینے کی پہلی تاریخ ایک آفت کی گھڑی ہوتی ہے اور گھنٹوں تک اس رنج و فکر میں پڑا رہنا پڑتا ہے کہ لوگوں کی تنخواہیں کس طرح اور کہاں سے تقسیم کی جاویں۔
- کالج کی تعمیر کے فنڈ میں ایک پیسہ موجود نہیں ہے اور بعض مکانوں کا تعمیر کرنا اور ہر سال مرمت طلب مکانات کا مرمت کرنا ایسا ضروری ہے جس کے انجام کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ کم بخت سکریٹری بھیک مانگ مانگ کر روپیہ جمع کرتا ہے اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرتا ہے اور اپنی ذاتی ذمے داری پر دستاویز لکھ کر روپیہ قرض لیتا ہے اور ان ضروری کاموں کو پورا کرتا ہے کالج کے خزانے میں ایک پیسہ تعمیری فنڈ کا تو موجود نہیں ہے اور ہمارے دوست تو اعد تجویز کرتے ہیں کہ تعمیر میں خرچ کرنے کا سکریٹری کا اختیار نہ ہو۔ اے صاحبو! تم سب پہلے خزانے میں روپیہ تو جمع کرو پھر قواعد بھی بنانا۔ سکریٹری کو نکال دینا اور جو چاہنا سو کرنا۔
- اے صاحبو! کالج سے میری کوئی ذاتی غرض بجز اس کے کہ میں نے قومی بھلائی، قومی بہتری، قومی ترقی کیلئے کیا ہے متعلق نہیں ہے۔

(ہفت روزہ "ہجوم" دہلی سرسید نمبر ۱۰ نومبر ۱۹۸۶ء ص: ۱۲-۱۳)

خوشی کی بات یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کے حل کا جو منصوبہ لے کر قائم ہوئی تھی مسلمانوں نے اس کا فائدہ اٹھایا۔ اور اس یونیورسٹی سے دنیاوی علوم کے بہت سے ماہرین پیدا ہوئے۔ آج مسلم یونیورسٹی دنیا بھر میں ایک عظیم مسلم درسگاہ کے لحاظ سے جانی پہچانی جاتی ہے۔

اس کی چہار دیواری میں داخل ہو کر مسلمانوں کے عہد عروج کی یادوں کے چراغ نگاہ میں جھلملانے لگتے ہیں۔ دفتر رابطہ عامہ نے ایک مختصر مگر نہایت اہم تعارف شائع کیا ہے۔ جو ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۶ء تک کی ترقیات کے جائزہ پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ کریں۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی شاہراہ ترقی پر

- سنجیدہ تعلیمی مشاغل کے لئے سازگار فضا کی تشکیل۔
- مثالی نظم و ضبط اور یونیورسٹی میں غیر نصابی سرگرمیوں کو فروغ۔

- انجینیرنگ اور ٹیکنالوجی کی فیکلٹی میں کیمیکل انجینیرنگ الیکٹرانکس، اپلائیڈ کیمسٹری، فزکس اور اپلائیڈ میتھ میٹکس کے شعبوں کا قیام۔
- شعبہ بایو ٹیکنالوجی میں بایو ٹیکنالوجی انسٹی ٹیوٹ اور پورشن ریسرچ لیبارٹری کا قیام۔
- ایم، ایس، سی (زراعت) کورس کا آغاز۔
- آرٹس فیکلٹی میں جدید ہندوستانی زبانوں سے متعلق ایک شعبے کا قیام اور ملیالم زبان میں پوسٹ گریجویٹ ڈگری کورس کا آغاز۔
- فوڈ کرافٹ انسٹی ٹیوٹ کا قیام۔
- یونیورسٹی پالی ٹیکنک کی تنوع کاری اور اسے کمیونٹی پالی ٹیکنک کی حیثیت دی گئی۔
- میتھ میٹکس، فزکس، جغرافیہ اور کامرس کے شعبوں میں یو جی سی کے منظور کردہ خصوصی رہنمائی کے نئے مرکز کا قیام۔
- جواہر لال نہرو میڈیکل کالج میں دانتوں کی سرجری کے شعبہ کا اضافہ۔
- اجمل خاں طبیہ کالج میں معالجات، کلیات اور جراحت کے نئے شعبوں کا اضافہ۔
- طب یونانی کی فیکلٹی کا قیام۔
- بایو کیمسٹری، وائلڈ لائف اور اور تھیولوجی اور میوزیولوجی کے تین نئے شعبوں سمیت لائف سائنسز کی نئی فیکلٹی کا قیام۔
- جواہر لال نہرو میڈیکل کالج میں ۱۵۰ بستروں کے اسپتال کی تعمیر نرسنگ اور مڈوائفری کے اسکول کا قیام۔
- فیکلٹی آف میڈیسن میں ایم بی بی ایس طلبہ کی تعداد ۵۰ سے بڑھا کر ۱۰۰ کی گئی۔
- فروغ اردو بیورو کی امداد سے شعبۂ اردو میں کتابت مرکز کا قیام۔
- ۵۰۰ طلبہ کے لئے علامہ اقبال ہوسٹل کی تعمیر۔
- شعبۂ سائنس و ٹیکنالوجی کے این آر ڈی ایم ایس پروگرام کے تحت ریموٹ سنسنگ اپلی کیشن سینٹر کا قیام۔
- شعبۂ مائکرو بایولوجی میں چھوت کی بیماریوں کے مرکز کا قیام۔

- شعبۂ اناٹومی میں انٹرڈسپلنری برین ریسرچ مرکز کا قیام۔
- حکومت یوپی کے دست کاروں کی ترقی کے پروگرام پر عمل درآمد۔
- یونیورسٹی پالی ٹیکنک اور شعبۂ کامرس میں نئے ڈپلومہ و پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ کورسوں کا آغاز۔
- اترپردیش کے وزیر اعلیٰ کے عطیہ سے مولانا آزاد لائبریری کے ریڈنگ روم کی توسیع۔
- فروغ سائنس کے مرکز کا قیام۔
- ویمنز کالج میں طالبات کے لئے کیریر منصوبہ بندی مرکز کا آغاز۔
- یونیورسٹی کینٹین کی تعمیر۔
- طلبہ کو حاصل سہولتوں میں اضافہ تمام ہوسٹلوں کے ہر کمرے میں پنکھے لگوائے گئے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی طلبہ فلاح فنڈ کا قیام۔
- ایڈمنسٹریٹو بلاک کی عمارت میں وائس چانسلر کے دفتر کی تعمیر۔
- کمپیوٹر مرکز، نئے گیسٹ ہاؤس اور کامرس و قانون کی فیکلٹیوں اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کا کالج (لڑکوں اور لڑکیوں کے) کی نئی عمارتوں کی تعمیر۔
- کھیلوں کی خصوصی تربیت کے لیے فیلڈ اسٹیشن کے قیام کے لیے مسلم یونیورسٹی کا انتخاب۔
- ۱۰+۲+۳ نظام تعلیم کا زیادہ قابل عمل بنایا جانا اور طلبہ وطالبات کے لئے نئی عمارتیں زیر تعمیر۔
- ۲۰۰ طالبات کے لیے ہوسٹل کی تعمیر۔
- یو جی سی کے تعاون سے مقابلہ جاتی امتحانات کے لئے کوچنگ کلاس چلانے کی اسکیم کے تحت کوچنگ اور گائڈنس مرکز کی توسیع۔
- اکیڈمک اسٹاف کالج کا قیام۔
- صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام فرقوں وطبقوں کو فائدہ پہونچانے اور ملک کی ترقی کے لئے یونیورسٹی کی ترقی و فروغ کے اقدامات۔
- ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی وثقافتی ترقی کے مرکز کا قیام۔

- اندرا گاندھی اوپن یونیورسٹی کے امتحانات کی تیاری کے لئے ایک علاحدہ کمرے کی تخصیص

مسلم یونیورسٹی اور علمائے اہلسنّت

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا یہ مختصر تعارف محض اس غرض سے حیطۂ تحریر میں لایا گیا ہے کہ ہم موجودہ ہندوستان میں، باعزت زندگی کے حصول کی راہوں میں دینی لحاظ سے اپنے مذہبی علمی مراکز کی اہمیت کو سمجھیں تو، علوم عصریہ کے حصول کے لئے خالص دیومالائی تہذیب میں لپٹی ہوئی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے بجائے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ترجیح دیں جہاں اب بھی مسلم تہذیب وثقافت کے اثرات پائے جاتے ہیں ـــــــ ایک دور تھا جب ہمارے اکابر علماء نے اس ادارہ کے لئے اپنی مساعی جمیلہ صرف کی ہیں ـــــــ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی اور ان کے خانوادہ کا اس یونیورسٹی کے قیام میں خاص حصہ رہا ہے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات کے سلسلہ میں فروری ۱۹۲۶ء میں، جب ملک بھر کے دانشور علماء کا اجتماع ہوا۔ اور نواب صدر یار جنگ کے ایماء پر یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے صدر الشریعہ کو بھی، نصاب تعلیم مرتب کرنے والے علماء میں دعوت دے کر علی گڑھ بلایا، اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، حضرت سید سلیمان اشرف صاحب صدر علوم مشرقیہ اے، ایم، یو، اور مولانا عبد العزیز میمن راجکوٹی استاذ ادبیات عربی، یہ سب علمائے اہلسنت ایک ہفتہ تک شعبۂ دینیات کا نصاب مرتب کرتے رہے۔ اس اجتماع میں مولانا مناظر احسن گیلانی اور سید سلیمان ندوی بھی شریک تھے۔ مؤخر الذکر نے۔ اس اجتماع اور اس کی کارکردگی کو ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ شمارہ فروری ۱۹۲۶ء میں شائع کیا ہے۔

اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب صدر علوم مشرقیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، تو ایک عہد تک اس یونیورسٹی کے ماحول میں "حق کی آواز" بن کر گونجتے رہے ـــــ ان کے نظریات، معتقدات، اور علمی برتری کا سکہ یونیورسٹی کی تاریخ کا ایک روشن اور تابندہ باب ہے۔ جسے پروفیسر رشید احمد وغیرہ کی تحریروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

خود بقیۃ السلف مولانا سید ظہیر احمد زیدی دامت برکاتہ کی (اے، ایم، یو، کالج سے اب تک وابستگی، اور ان جیسے متعدد اساتذہ و متنظمین کی خاصی تعداد یونیورسٹی میں ہر دور میں موجود رہی ہے۔ اب آخری پچیس تیس سالوں میں نجدیت کی یلغار، اور تبلیغی کارندوں کی چلت پھرت، اور اہل سنت کی بے حد غفلت نے بہت سے مرکزی مقامات کی طرح، مسلم یونیورسٹی کو بھی اپنا اڈہ بنا لیا ہے۔ اور دینی علوم میں کم سواد طلبہ اور اساتذہ ان سر گشتیوں ہی کو اصل دین سمجھ بیٹھے اور ان کی راہ لگ رہے ہیں ـــــ کاش علی گڈھ کے پڑھے لکھے مسلمان، محض سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرنے کے بجائے حقائق معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ تو صحیح اور غلط عقائد کا فرق بآسانی واضح ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے جانبین کی کتابوں کا انصاف و دیانت کے ساتھ مطالعہ ضروری ہے۔

شعبۂ دینیات

زیدی صاحب کے دولتکدہ سے نکل کر ہم لوگ احاطۂ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ اور سیدھے شعبۂ دینیات آپہونچے۔ سنی دینیات کے نائب صدر ڈاکٹر عبد العلیم خاں صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور انہی کے دفتر میں فاضل نوجوان جناب ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم بستوی سے ملاقات نصیب ہوئی ہمارے اس سفر علی گڈھ کی غایت، انجم صاحب، اور یونیورسٹی کی زیارت ہی تھی، خدا کا شکر کہ ان سے ملاقات کر کے

چشم ما روشن دل ما شاد

جناب ڈاکٹر انجم صاحب کی معیت میں، ہم لوگ یونیورسٹی دیکھنے نکلے۔ وقت کم تھا مگر ہم لوگوں نے نہایت سرعت سے جائزہ لینا شروع کیا۔ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی تو بذات خود علوم و فنون عصریہ کا ایک گنجان شہر ہے۔ شعبۂ دینیات کا جائزہ لینے کے بعد، ہم لوگ ماہنامہ فکر و نظر کے آفس میں داخل ہوئے۔ جہاں رسالہ کے نائب مدیر جناب صابر صبر حدی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فکر و نظر کی اہم "خصوصی اشاعتیں" دکھائیں، اور ہم لوگوں نے فوراً ان خاص نمبروں کے آرڈرس بک کرا کے پیسے جمع کئے اور دوسرے شعبوں کی طرف چل پڑے۔ ہمیں یونیورسٹی کی سب سے زیادہ

محبوب شئی "آزاد لائبریری" ہے۔ جس کا ذکر بہت سنتے رہے۔ لہٰذا وہاں پہونچے ـــــ نہایت شاندار عمارت کے اندر کئی کئی منزلوں میں علوم و فنون کے خزانے بند ہیں۔ ایک ایک زبان کے لئے ایک ایک الگ الگ منزل ہے۔ اسی لائبریری میں دنیا بھر سے مجتمع کی ہوئی لاکھوں کتابیں موجود ہیں ـــــ واضح رہے کہ یہ تو یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری ہے اس کے علاوہ، یونیورسٹی کے ہر شعبہ کی اس کی اپنی متعلقہ لائبریری بھی ہے۔ جہاں اس شعبہ کی جدید و قدیم کتابیں موجود ہیں ـــــ ہم نے جناب انجم صاحب کی مدد سے مخطوطات کا صیغہ بھی دیکھا۔ جہاں ہاتھوں کی لکھی ہوئی نایاب کتابیں محفوظ طریقہ سے رکھی ہیں۔ جنہیں نہایت جتن کے ساتھ اہل تحقیق دیکھتے اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

لیڈن یونیورسٹی کے مخطوطات

میری نظر سے ہالینڈ لیڈن میں "مخطوطات کی عظیم لائبریری" بھی گزری ہے۔ لیڈن یونیورسٹی نے ابھی چند سال پیشتر جسے ایک ماڈرن عمارت میں منتقل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لیڈن کی یہ لائبریری عربی مخطوطات کا دنیا میں دوسرے نمبر کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں موجود کسی کتاب کا کوئی صفحہ ضائع نہیں ہو سکتا۔ بوسیدہ سے بوسیدہ اوراق کو بھی، علم کے ان قدر دانوں نے مائیکرو فلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا ہے۔ یہاں اس بات کی پابندی نہیں ہے کہ فلاں مخطوطہ آپ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اگر مخطوطہ اتنا خستہ ہے کہ ہاتھوں میں نہ دیا جا سکے تو اس کی بھی مائیکرو فلم قیمتاً دستیاب ہے۔ چنانچہ "غریب الحدیث" کی مائیکرو فلم راقم الحروف نے ۹۲ ر گلڈر میں حاصل کی تھی۔ جس کتاب کے بارے میں بعد کو پتہ چلا کہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ کاش یہی انتظام ہندوستان میں بھی ہو جائے تو مخطوطات ضائع ہونے سے بھی بچ جائیں اور اہل ذوق کو حاصل کرنے میں دشواری بھی نہ ہو۔

آزاد لائبریری کی زیارت کے دوران ہی کئی طلبہ سے ملاقات ہوئی جو میرے وطن گھوسی کے تھے، انہیں "مسلم دانشگاہ" میں دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اور ان کے روشن مستقبل کے لئے دل سے دعا نکلی۔

شعبۂ طبیعیات

اس کے بعد ہم شعبۂ طبیعیات میں داخل ہوئے، جہاں پروفیسر اسرار احمد صاحب صدر شعبۂ طبیعیات سے ملاقات ہوئی۔ ہمیں اس سے پیشتر پتہ چلا تھا کہ "فروغ سائنس" کے تحت یونیورسٹی نے مذہبی مدارس کے اساتذہ کے لئے کوئی ٹریننگ کورس مرتب کیا ہے ـــــــ شعبۂ طبیعیات کے اس اقدام سے مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ اور میں اس بات کو وقت کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ علوم دینیہ کے ماہرین سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی اپنے کورس میں داخل کر کے طلبہ کو معاصر دنیا کے دوش بدوش چلنے کے لائق بنائیں ـــــــ بہر حال اس عنوان پر پروفیسر اسرار احمد صاحب سے ہم لوگوں کی طویل گفتگو ہوئی۔ اور ہمیں ان کے، اور انہیں ہمارے نظریات جاننے کا موقع ملا۔ ہمارے نظریات سن کر پروفیسر صاحب نے غایت درجہ خوشی کا اظہار کیا۔ ہمیں اپنے شعبہ کے مختلف حصے دکھائے اور اپنے لٹریچر دیئے۔ ضلع اعظم گڈھ سے تعلق کی بنیاد پر وہ کچھ زیادہ ہی مہربان ہوئے۔ بنیادی طور پر پروفیسر صاحب دینی مدارس کے حق میں نہایت مخلص اور خیر خواہ ہیں۔ ذمہ داران مدارس کو ان پروگرامات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

موجودہ تعلیمی اسلوب

اس موقع پر یہاں ایک اور بات کہہ دینے کی ہے۔ کہ اب پوری مسلم دنیا میں چند پسماندہ ملکوں کے علاوہ خالص دینی تعلیم کا ہم لوگوں جیسا ماحول کم رہ گیا ہے۔ بلکہ ہر جگہ دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ دینیات، اسلامیات وغیرہ کی تعلیمات ہوتی ہیں، اور حسب خواہش طلبہ اپنی زندگی کی راہ متعین کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کو عالم بننا ہوتا ہے تو وہ دینیات، اسلامیات کے متعینہ موضوعات پر ڈاکٹریٹ کر لیتا ہے۔ سب تو سب اس بار کے سفر میں خود ہندوستان کے سنی اور بعض دوسرے مدارس کو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ساتھ ہائی اسکولس، اور کالجوں کا قیام ہوتا جا رہا ہے۔ اس قسم کے اسکولوں اور کالجوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ مدنظر رکھا گیا ہوگا کہ علوم عصریہ سے طلبہ کو مذہبی رنگ میں متعارف کیا جائے۔ اور طلبہ دنیوی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ آزاد کالجوں کے

مضر اثرات سے محفوظ بھی رہیں ـــــــ ہم اہل سنت کو ملک بھر کے اندر اس رخ پر بھی بھرپور کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور واضح رہے کہ دنیاوی تعلیم کے معقول اداروں کے قیام میں حکومت بھی معاون بنتی ہے۔ اور خود ہم میں کا آزاد طبقہ اس ذریعہ سے دین پر متوجہ ہوتا ہے۔

ملاقات نوجوان اہل تحقیق سے

شعبۂ دینیات، آزاد لائبریری، اور شعبۂ طبیعیات سے ہو کر ہم لوگ، آرٹس فیکلٹی میں داخل ہوئے۔ جہاں چند احباب سے ملاقاتوں کے بعد انجم صاحب ہم لوگوں کو لے کر یونیورسٹی کینٹین میں جا پہونچے۔ ساڑھے تین بج رہے تھے۔ اور محترم مولانا سید ظہیر الدین زیدی صاحب کا حکم تھا کہ چاہے کتنی بھی تاخیر ہو کھانا گھر ہی آکر کھائیں۔ اس لئے ہم لوگوں نے کینٹین میں کچھ میٹھا کھا کر ٹھنڈا پانی پیا ـــــــ اور یونیورسٹی کی بہاریں دیکھتے ہوئے سر راس مسعود ہال کی جانب روانہ ہوئے۔ جہاں ہمیں مولانا محمود حسن بریلوی ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی اے، ایم، یو سے ملاقات کرنی تھی سو ہوئی۔ محمود میاں یونیورسٹی میں سنیت کے پورے تشخص کے ساتھ رہتے ہیں۔ بڑے بے باک جری، اور حوصلہ مند ہیں۔ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عربی کتب پر ریسرچ کر رہے ہیں ـــــــ موصوف کے ذریعہ ہم لوگوں کو سیدنا اعلیٰ حضرت کے متعدد رسائل اور نایاب تحریروں کی زیارت کا موقع ملا۔

محمود صاحب نے اعلیٰ حضرت کے نایاب رسائل وکتب کی دستیابی کے سلسلہ میں جن دشواریوں کا سامنا کیا، اور کتابوں کے مالکین وورثین نے ان علمی خزانوں کے سلسلہ میں جس کنجوسی کا ثبوت دیا۔ وہ اپنی جگہ خود ایک دلچسپ اور افسوسناک داستان ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت پر پردہ ڈالنے میں جس زور و شور سے غیروں نے کام کیا ـــــــ اپنوں نے بھی ان کے علمی کارناموں کی بربادی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انہی حالات سے جل بھن کر انھوں نے کچھ نظمیں لکھی ہیں جو خاصی تیکھی، اور انوکھی ہیں۔ ان میں کا ایک شعر میرے پاس محفوظ رہ گیا۔ ہے

غیروں کی طرف کیسے ہو روئے سخن میرا
خود میرے ہی اپنوں نے لوٹا ہے چمن میرا
(محمود بریلوی)

وہیں پر جناب قمر الہدیٰ فریدی ریسرچ اسکالر شعبۂ اُردو بھی قیام کرتے ہیں۔ خدا کرے جامعہ ان نوجوان علماء کے ذریعہ یونیورسٹی میں پھر سنیت کی فصل بہار لوٹے۔ افسوس کہ ڈاکٹر بیت اللہ صاحب اوران کے بھائی ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی ——— ہم محمود بریلوی صاحب کے کمرے ہی میں اعلیٰ حضرت کی نایاب تحریریں دیکھنے میں مصروف تھے کہ زوروں کی بارش شروع ہوئی۔

یونیورسٹی جامع مسجد

کچھ دیر بعد بارش تھمی تو یونیورسٹی جامع مسجد میں نماز عصر ادا کرنے گئے ——— جامع مسجد نہایت خوبصورت کشادہ۔ جامع مسجد دہلی کے نقشہ پر تعمیر کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ اسی طرح یونیورسٹی کے احاطہ میں پچیس سے زائد مساجد ہیں۔ اس مرکزی مسجد کو خود سر سید کے دور میں تعمیر کیا گیا ہے۔ شاہ در اور اس کے بلند و بالا حصوں میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ۹۹ اسمائے مبارکہ نہایت خوشنما لکھے ہوئے ہیں۔

علی میاں ندوی کی ایک بے ادبی یاد آئی

یہ دیکھ کر مجھے ابوالحسن علی ندوی کی ایک بات یاد آگئی جو نجدیوں کی صحبت بد کے اثر سے خود ان کا بھی مزاج بن گئی ہے۔ اور دنیا بھر کے سچے مسلمانوں کو وہ اسی رسالۃ التوحید والے چشمے سے دیکھنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی دیکھ کر بقول ندوی صاحب ایک موحد مسلمان کے ذہن پر چوٹ لگتی ہے۔ لیجئے موصوف کا بیان دیکھئے:

> " آپ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو برداشت نہیں کیا کہ (اللہ اور رسول کا نام اس طرح آئے جس طرح ہماری بعض مسجدوں کی محرابوں میں لکھا جاتا ہے۔ اللہ محمد۔ اللہ محمد۔ بعض مرتبہ تو مجھے خیال آتا ہے کہ بڑے چھوٹے بھائی تھے۔ جن کا نام ساتھ ساتھ لکھ دیا گیا ہو۔"
>
> (العیاذ باللہ) (اسلام اور مستشرقین جلد اول مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ص۱۲۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۸۶ء)

جن نوابوں اور والیان ریاست نے مسلم یونیورسٹی اور اس مسجد کی تعمیر کی ہے، الحمد للہ کہ وہ ندوی صاحب کی مزعومہ نجدی توحید سے بری تھے۔ بہرحال یہ تو ایک بات چلتے چلاتے آگئی تھی ——— نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگوں نے جمال پور کا رخ کیا۔ جہاں انجم صاحب قیام کرتے ہیں۔ انجم صاحب کے مالک مکان جناب اقبال صاحب کے ہمراہ مل کر ——— چائے نوشی ہوئی۔ اور ہم لوگوں نے ڈاکٹر انجم صاحب کی قلمی کاوشوں کو دیکھا۔ ویسے تو انجم صاحب کے قیمتی علمی ادبی اور مذہبی و تاریخی مضامین اہم مجلات میں برابر چھپتے رہتے ہیں۔ اس سفر میں ہمیں ان کی پی، ایچ، ڈی کا وہ عربی مقالہ زیادہ دیکھنے کا شوق تھا۔ جو انہوں نے کتاب "المقفی الکبیر للمقریزی" پر تحریر کیا ہے۔ یہ بسیط و وقیع مقالہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ اس کے علاوہ موصوف کی کتاب مصری مورخین "نویں صدی ہجری کے حوالے سے" اور علمائے بستی۔ المجمع الاسلامی مبارکپور سے شائع ہوچکی ہے۔

ڈاکٹر انجم صاحب نے اپنی چند اور غیر مطبوعہ تصانیف کی بھی زیارت کرائی، جن کے اسماء یہ ہیں:

(۱) متنبی ایک تحقیقی مطالعہ، (پچھلے مہینوں سے ماہنامہ برہان دہلی میں اس کی اشاعت بالاقساط شروع ہوگئی ہے)، (۲) مولانا حشمت علی اور تحریک پاکستان (۳) بحث و نظر (مقالات کا مجموعہ) (۴) نصرۃ الادب (ترجمہ نزہت الادب)، (۵) نقش آخرت (مجموعہ نعت) (۶) مخطوطات کی تحقیق کیسے کی جائے (۷) صلاح الدین المنجد کی کتاب قواعد تحقیق المخطوطات کا ترجمہ وغیرہ۔

مغرب کی نماز جمال پور کی مسجد میں ادا کرکے۔ انجم صاحب کے چند مقالات کی ماہنامہ اشرفیہ کے لئے فوٹو کاپی کرائی گئی۔ اور رات گئے زیدی صاحب کے دولتکدہ "بیت السادات" پہونچے۔ موصوف نے بزرگانہ شفقت سے ہم سب کو کھانا کھلایا۔ رات کو آرام کرنے کے لئے اپنے دولتکدہ کا بالائی نو تعمیر حصہ عنایت فرمایا۔ عشاء بعد دیر تک اپنے سفر کراچی کی روداد اور وہاں کی تقریر کا ٹیپ سناتے رہے۔ میں تو تھک کر سو گیا۔ برادرم نعمانی صاحب ان کے چلے جانے کے بعد بھی دیر تک ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

بدایوں شریف حاضری

صبح فجر بعد محترم زیدی صاحب کی کرم فرمائی سے گرم ناشتہ کرکے ہم لوگ، علی گڈھ سے،

کاس گنج ہوتے ہوئے بدایوں کے لئے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو بدایوں پہونچے۔ رکشہ سے مولوی محلہ میں مدرسہ عالیہ قادریہ کے دروازے پر اترے۔ سوئے اتفاق کہ خانقاہ کے سجادہ نشین اور روح رواں حضرت سالم میاں اور بزرگ کرم فرما حضرت خواجہ مظفر حسین صاحبان میں سے کوئی بھی بدایوں میں موجود نہ تھا ـــــ مگر بحمدہ تعالیٰ خانقاہ شریف اور مدرسہ کی زیارت سے شادکامی ہوئی۔ اور خواجہ صاحب کے تلمیذ رشید، مدرسہ کے استاذ مولانا نیاز احمد نوری اور سید اظہر میاں وغیرھما نے کسی کی غیر موجودگی کا احساس نہ ہونے دیا۔ دونوں نوجوانوں نے بزرگوں جیسی شفقت سے نوازا۔ سالم میاں کے ہونہار صاحبزادے سے بھی ملاقات ہوئی جو ماشاء اللہ قلیل مدت میں حافظ قرآن ہو چکے ہیں۔ اور مزید حصول علم میں منہمک ہیں۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

مولائے کریم انہیں اپنے لائق وفائق اسلاف کا سچا وارث، اور خادم اسلام وسنیت بنائے آمین مدرسہ کے طلبہ اور تمام متعلقین کو نہایت سنجیدہ، اور باضابطہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوا۔ دوپہر کے کھانے سے فراغت پاکر، نماز ظہر ادا کی گئی۔ اور دھوپ ہی میں ہم لوگ مولانا نیاز احمد نوری کی معیت میں درگاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ پر سلام نیاز لٹانے چل پڑے۔ آبادی سے خانقاہ تک کا راستہ پہلے تو لگتا ہے کہ اہل شہر کی گندگی پھینکنے کے کام آتا رہا ہوگا۔ مگر جناب سالم میاں صاحب کے اثر ورسوخ سے اب آبادی سے خانقاہ تک سڑک متعین ہو چکی ہے۔ اور جگہ جگہ پتھر وغیرہ بھی گرائے جارہے ہیں۔ جس سے امید ہو چلی ہے کہ کچی سڑک جلد پختہ ہو جائے گی۔ کسی وزیر نے اس سڑک کے افتتاح کی سعادت بھی حاصل کرلی ہے اس کے نام کا پتھر کارنر پر آویزاں ہے۔

تاریخ بدایوں

بدایوں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کا مولد، اور بہت سے اولیاء کاملین، اور علماء ربانیین کا مسکن ومدفن ہے۔ یہاں کی سرزمین تاریخی ہے۔ جہاں ہندوستان کے سینکڑوں یگانۂ روزگار آسودہ خاک ہیں۔ جناب محمود خاں کمال بدایونی نے سچ کہا ہے : ؎

تیری ارض پاک میں ہیں دفن صدہا اولیاء — جن کے زہد واتقاء کا چار سو شہرہ رہا
گلستاں تیرا اجڑ جانے پہ بھی آباد ہے — اے بدایوں آج بھی تو ہند کا بغداد ہے

علماء، اولیاء، اور اکابرین امت کے علاوہ، مورخین اور شعراء بھی اس سرزمین کی سربلندی اور شہرت کا ذریعہ بنے۔ ملا عبد القادر بدایونی، فانیؔ، ضیاءؔ، شکیلؔ، بخشیؔ، ہمزہ وغیرہ متعدد اہل فن نے بدایوں کی شہرت کو چار چاند لگائے۔ مگر ہمارے نزدیک بدایوں کی اصل عظمت ان شہدائے کرام، اولیائے عظام اور علمائے دین سے ہے جو اس خاک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انہی پاکیزہ نفوس کی بدولت، چاند بدایونی، بدایوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ؎

چشم بینا کے لئے ذروں میں تیرے نور ہے
اے بدایوں خاک تیری خاک کوہ طور ہے

سرزمین بدایوں پر مجاہد آزادی ہند حافظ رحمت خاں کی تعمیر کردہ پرشکوہ مسجد، اور کئی فلک بوس مساجد وخانقاہیں ہیں۔ میرے ذہن میں بدایوں کی عظمت بچپن کے اس دور سے قائم ہے۔ جب میں اردو فارسی کا طالب علم تھا۔ اور میرے سامنے کسی شاعر کا یہ شعر گزرا ؎

قاتل تری گلی بھی بدایوں سے کم نہیں
ہر گھر میں جس کے ایک مزار شہید ہے

اسی شعر نے مجھے اس سرزمین کے مرکز شہداء ہونے کا مرکزی علم عطا کیا۔ رفتہ رفتہ علم وشعور نے وسعت اختیار کی تو گوناگوں وجوہ کی بنیاد پر بدایوں کی عظمت ذہن نشیں ہوتی گئی۔

مدرسہ عالیہ قادریہ سے درگاہ قادریہ مجیدیہ پہونچے۔ ابتدائی پرشکوہ گیٹ کی چھت پر گنبد خضرا شریف اور مینار شریف کی ایک نہایت خوبصورت اور صحیح نقل دیکھ کر دل خوش ہوا۔ رب کریم ہمارے قلوب واذہان میں اس گنبد مبارک اور مکین گنبد خضرا کو رچا بسا رکھے آمین

قطب زماں شاہ عین الحق عبد المجید علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۶۳ھ) کے روضۂ مبارک پر فاتحہ پڑھ کر اندر لوٹے جہاں ایک قطار سے چار بزرگوں کی قبریں ہیں (۱) شیخ المشائخ شاہ عاشق الرسول محمد عبد القدیر قادری (۱۳۱۱ھ تا ۱۳۷۹ھ) (۲) حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر

مطیع الرسول قادری (۱۲۸۲ھ تا ۱۳۳۴ھ) (۲) تاج الفحول شاہ عبدالقادر محب الرسول قادری (۱۲۵۳ھ تا ۱۳۱۹ھ) (۴) سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری (۱۲۱۳ھ تا ۱۲۸۹ھ) ان لوگوں کو سلام نیاز گزارنے کے بعد ذاکر رسول مولانا عبدالقیوم، (۱۲۸۶ھ تا ۱۳۱۸ھ) اور مولانا حکیم عبدالماجد (۱۳۰۶ھ تا ۱۳۵۰ھ) علیہما الرحمہ کی قبروں پر فاتحہ پڑھ کر ہم لوگ خانقاہ کی عمارت سے باہر نکلے جہاں پھیلے ہوئے مزارات پر سلام پیش کرکے اس قبر کی جانب بڑھے۔ جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ فتاویٰ صندیہ کے مرتبین میں آپ بھی تھے (رحمۃ اللہ علیہ دائما) خانقاہ سے باہر نکل کر سڑک کے بجائے۔ ہم لوگ قدیم قبرستانی باغیچے سے ہوتے ہوئے نکلے۔ جھاڑیوں اور درختوں کے زیر سایہ سینکڑوں قدیم پختہ قبروں کے نشانات پر سلام و تحیۃ ادا کرتے ہوئے ایک ایسے پرفضا مقام پہ پہونچے۔ جہاں نہایت رونق اور دل بستگی کا احساس ہوا ـــــ میں نے برادر محترم نعمانی صاحب اور مولانا نیاز سے عرض کیا ـــــ یہاں کچھ دیر رکنے کو جی چاہتا ہے بیٹھنے کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ملے گی۔ مولانا نیاز نے برجستہ ابڑا ہی پیارا جواب دیا۔ یہ جگہ تو لیٹنے کی ہے۔ سونے کے لئے اس سے اچھی جگہ کیا ہوگی۔ ہم لوگوں نے وہاں باطمینان رک کر فاتحہ خوانی کی اور زیر زمین عالم برزخ میں خداوند عالم کی نعمتوں سے متمتع ہونے والوں کو ہدیہ پہونچا کر رخصت ہوئے ـــــ پپیتوں کے باغات سے گزر کر آبادی میں داخل ہوئے۔ اور تھوڑی دیر بعد ـــــ بریلی شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

چہار شنبہ ۱۶ راگست ۱۹۸۹ء بریلی شریف ہم لوگ اس دوائے دل بیچنے والے حکیم روحانی کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ جو چند سال پہلے تک اسلامیان ہند کو ایمان وایقان، اور عرفان وحقیقت کی دولت بانٹ رہا تھا۔

یہ میری خوش بختی تھی کہ ۱۶ راگست ۱۹۸۹ء کو ۱۴ رمحرم حضور مفتی اعظم ہند کا یوم وصال تھا۔ اس موقع پر اس بارگاہ میں اپنی حاضری کو خوش بختی پر محمول کرتے ہوئے۔ ہم لوگ ایک روز قبل ہی شام کو "رضا نگر" جا پہونچے۔ مغرب کی نماز ہو چکی تھی ـــــ ہم لوگوں نے نماز ادا کی۔

سامان منانی میاں صاحب کے دولتکدہ پر رکھ کر آستانۂ رضویہ پر فاتحہ پڑھی گئی اس کے بعد حضرت مولانا اختر رضا ازہری صاحب کی خدمت میں حاضری دی گئی۔ لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سلام وکلام اور مختصر خیریت پرسی کے بعد ہم لوگوں نے دیگر منتظرین کے خیال سے خود ہی جلد وہاں سے نکل آنا مناسب خیال کیا ـــــ وہاں سے نکل کر مولانا سبحان رضا صاحب فرزند مولانا ریحانی میاں علیہ الرحمہ سے ملاقات کی گئی۔ وہیں بمبئی میں سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم پر ثبت وقیع کام کرنے والی تنظیم "رضا اکیڈمی" کے محرک جناب سعید بھائی اور دیگر ارکان واعوان سے ملاقات ہوئی ـــــ وہ لوگ اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں نہایت اہم موثر کاموں پر لگے ہوئے تھے۔ جنہیں دیکھ کر دل سے دعائیں نکلیں ـــــ سعید بھائی ہم لوگوں کو دسترخوان تک لائے مگر چونکہ ہم لوگ پہلے ہی کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اس لئے شریک طعام نہ ہوئے۔ البتہ ان لوگوں کی خاطر بیٹھے رہے ـــــ کھانے کے بعد جناب ازہری میاں صاحب کے مہمان کدے میں پہونچے جہاں بمبئی کے اور کئی مہمانوں سے ملاقات ہوئی۔ وہیں دارالعلوم محبوب سبحانی کے دو طلبہ سے ملاقات ہوئی جو اعلیٰ حضرت کی کوئی کتاب چھپوانے کے سلسلہ میں سفر کر رہے تھے ان لوگوں سے بات چیت کے بعد وہیں رات گذار کر صبح بعد فجر ہم لوگ محلہ سرخا، خواجہ مظفر حسین کی زیارت کے لے چل پڑے ـــــ ہمیں بتایا گیا تھا کہ محلہ سرخا میں اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم علیہما الرحمہ کے ایک جاں نثار جناب الحاج لیاقت حسین خاں سڑک والے رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب کا قیام انہی کے دولتکدہ پر ہے ـــــ خواجہ صاحب مجھے اپنی تلاش میں سرگرداں دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔

ارادہ تھا کہ خواجہ صاحب اور ان کے بزرگ دوست صوفی صاحب سے مل کر جلد ہی ہم لوگ لوٹ آئیں گے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ خواجہ صاحب تو تھوڑی دیر بعد اپنے پروگرام کے مطابق شام تک لوٹنے کا وعدہ کرکے کہیں چلے گئے۔ اور ہم دونوں الحاج لیاقت حسین صاحب کی دلچسپ اور اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم علیہما الرحمہ سے عقیدت ومحبت میں ڈوبی ہوئی باتوں میں خود بھی ڈوب گئے۔ معاملہ یہاں جا رسید کہ دوسرے کاموں کو پس پشت ڈال کر ہم لوگوں نے حاجی صاحب کے پاس سے کچھ قدیم تحریروں (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کو منتخب کیا اور ان کی فوٹو کاپی کرانے میں لگ گئے۔

محلہ سوداگران پہونچے تو وہاں کے واقف کار علماء کو اپنی تلاش میں پریشان پایا۔ سب یہی پوچھتے تھے۔ آپ لوگ کہاں چلے گئے تھے؟ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطرؔ تلمیذ خواجہ مظفر حسین صاحب نے "مسئلہ ٹی، وی اور تکفیری غوغا پر حرف آخر" نامی کتاب عنایت کی ـــــ بدایوں سے مولانا نیاز صاحب وغیرہ بھی آگئے تھے۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے۔ نصف شب تک تقریریں سنتے رہے۔ اور ایک بج کر چالیس منٹ پر قل شریف ہوا۔ بڑی رقت کا سماں تھا۔

قل شریف کے بعد آستان رضوی کی سنگ بوسی کی گئی ـــــ اور ایک جیپ میں سوار ہوکر ضلع بریلی کی جدید، قابل ذکر درسگاہ الجامعۃ القادریہ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ، رفیق محترم مولانا عبد المبین نعمانی۔ الجامعۃ القادریہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا حنیف خاں رضوی مصباحی۔ راقم الحروف اور کئی احباب سے جیپ پُر تھی۔ اگلی سیٹ پر جناب حاجی نیاز احمد صاحب رئیس ہیپڑی (جنہوں نے زمین کے چون بیگھے الجامعۃ القادریہ کے لئے وقف کئے ہیں) اور خواجہ صاحب بیٹھے۔ راقم الحروف پیچھے احباب کے ہمراہ بیٹھا۔ ساڑھے چار بجے صبح ہم لوگ جامعہ میں داخل ہوئے۔ فجر کی نماز پڑھی گئی۔ اس کے بعد بستروں پر دراز ہوگئے۔

الجامعۃ القادریہ رچھا

بریلی ضلع میں یہ ادارہ نوجوان علمائے اہلسنت کی کاوشوں، محنتوں اور قربانیوں نیز رئیس ہیپڑی جناب الحاج نیاز احمد صاحب کی مخلصانہ پیش کش کا نتیجہ ہے۔ جناب حاجی صاحب نے زمین کا اتنا بڑا رقبہ دینی تعلیم کے لئے وقف کرکے، رؤساء، امراء کو سبق سکھایا ہے۔ اور قومی و ملی خدمات کی راہ میں ایک سنگ میل قائم کیا ہے۔

الجامعۃ القادریہ کا اہم تاریخی کام دراصل تعلیمی کانفرنس کے ذریعہ ۵ر جون ۱۹۸۶ء کو شروع ہوا۔ یہ اس کے افتتاح کی تقریب تھی ـــــ پھر ۳۱ر مارچ و یکم اپریل ۱۹۸۹ء کو آل انڈیا تعمیری کانفرنس کے نام سے رچھا میں علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ ملک بھر کے قابل ذکر علماء مشائخ اور قائدین نے اس میں شرکت کی۔ جلسۂ عام کے علاوہ ـــــ خصوصی مجلسیں بھی ہوئیں جہاں، تعلیمی موضوعات پر قابل قدر مقالے پڑھے گئے۔ اس کانفرس کے اشتہار کی پیشانی پر لکھا ہوا

مندرجہ ذیل شعر شرکاء کے احساسات کی ترجمانی کر رہا تھا ؎

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے
اندھیرا پاس آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہو

اس وقت اس ادارے کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ رچھا ریلوے اسٹیشن کے قریب لب سڑک حد نظر تک جامعہ کے وسیع منصوبے پھیلے ہوئے ہیں۔ اس وقت ۹ر مدرسین ۴ر ملازمین، ڈیڑھ سو کل وقتی قیام کرنے والے طلبہ جامعہ میں موجود ہیں۔ اشاعتی کام بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ رضا دار الاشاعت کے نام سے خاص اسلامی موضوعات پر کتابوں کی اشاعت کی جاتی ہے۔ رضا دار الاشاعت سے ہر ماہ ماہنامہ "رضائے مصطفٰے" نکلتا ہے جو دینی اور اصلاحی موضوعات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس دار الاشاعت نے اب تک کئی اہم کتابیں بھی شائع کی ہیں چند کتابوں کے نام یہ ہیں :

"فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، بہار شریعت اول دوم بزبان ہندی، حدائق بخشش کامل، رنگوں کی دنیا، نحوی پہیلیاں، بسملہ کی تحقیق، ٹی۔ وی کی تحقیق مسائل زکوٰۃ، خطبات علمائے اہل سنت، خطبات اول دوم، مسئلہ قرأت، فوائد حنفیہ ترجمہ جامع الغموض فارسی شرح کافیہ"

جامعہ کا تعمیری نقشہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، کی سنٹرل بلڈنگ کا نقش ثانی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مبارک پور کو جس معمار قوم و ملت (حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ) نے خون جگر سے سینچا ہے۔ انہی کے آغوش تربیت و تعلیم کے پروردگان، مصباحی علماء رچھا کی سرزمین پر اس علمی ادارہ کی بنیادوں میں اپنی قربانیوں کی داستان ترتیب دے رہے ہیں ؎

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

فاضل نوجوان مولانا محمد حنیف خاں صاحب، جامعہ کے صدر المدرسین ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اس کے داخلی نگراں بھی ہیں۔ واعظ خوش بیان جناب مولانا صغیر احمد صاحب کے زیر اہتمام اہل سنت اس ادارہ کی جانب رفتہ رفتہ متوجہ ہو رہے ہیں ـــــ اور مولانا محمد حنیف صاحب

مولانا محمد تطہیر صاحب وغیرہما کے ذریعہ تعلیمی اور تعمیری امور سرانجام پا رہے ہیں۔ نیز علاقائی سطح پر تمام مدرسین نہایت جانفشانی سے کام کرتے ہیں۔

جامعہ کے احاطہ میں ۱۶ گھنٹے قیام کے دوران میں نے یہاں کے اساتذہ کرام بالخصوص مولانا محمد حنیف خاں مصباحی کو عملی جد وجہد میں جس طرح سیماب پا دیکھا۔ اس سے یہ یقین اجاگر ہونے لگا کہ انشاء المولیٰ تعالیٰ اس ادارہ کو کامیابی سے ہمکنار ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ کیوں کہ جب ملت کے باشعور نوجوانوں میں جذبۂ تعمیر جاگ اٹھتا ہے تو وہ ستاروں پر کمندیں ڈال کر بھی اطمینان کا سانس نہیں لیتے ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

---

۱۱ بجے کے قریب چریاکوٹ کے ایک انسپکٹر صاحب جو بہیڑی میں سالوں سے مقیم ہیں نعمانی صاحب سے ملاقات کرنے آپہونچے۔ تھوڑی دیر بعد جامعہ کی جیپ میں بیٹھ کر ہم لوگ بہیڑی ان کے دولت کدہ پر پہونچے۔ ان کی مساعی سے تعمیر شدہ نہایت حسین وجمیل مسجد، اور مدرسہ کی زیارت کی۔ علمائے کرام سے شرف نیاز حاصل کیا۔ جلد جلد ان تمام کاموں سے فارغ ہوکر ہم لوگ رچھا لوٹے۔ اور بلا تاخیر بریلی شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ کیونکہ چند ایک ضروری ملاقاتوں کے بعد ساڑھے چار بجے یہاں سے لکھنؤ کی ٹرین پکڑنے کا ارادہ تھا۔ بریلی ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی عالم جلیل مولانا مفتی محمد اعظم صاحب کی مسجد میں پہونچے کہ ان سے ملاقات کرلیں۔ وہ موجود نہیں تھے۔ ہم لوگ اسٹیشن کی طرف سرعت سے بڑھے۔ الحمد للہ کہ مولانا موصوف ادھر سے تشریف لاتے ہوئے مل گئے۔ مختصر مگر پرخلوص ملاقات رہی۔ ٹکٹ لیا اور ان بزرگوں سے الوداع لے کر ریلوے پلیٹ فارم پر پہونچتے ہی ٹرین آگئی۔ پلیٹ فارم ہی پر ہم دونوں نے عصر کی نماز پڑھی، اور لکھنؤ کے لئے چل پڑے۔ شہر مرشد کو سلام، دیار امام احمد رضا کو سلام، شب ۱۱ بجے کے بعد لکھنؤ سے اعظم گڈھ کے لئے بس مل گئی۔ صبح کو اعظم گڈھ روڈویز سے رفیق محترم نعمانی صاحب کو چریاکوٹ کے لئے سواری پر بٹھا کر، بازبہادر پہونچا۔ تو میرے چند روز

مؤخر ہوجانے کے باعث اہلیہ اور تمام متعلقین اور گھوسی میں بہن بھائیوں کی پریشانیوں کی خبر ملی، ابھی دنوں بنارس میں فساد اور کرفیو کی خبر نے لوگوں کو میرے سلسلہ میں بھی فکرمند کر دیا تھا مگر کفار کے ہاتھوں ابھی مجھے دولت شہادت تو ملی نہیں ـــــ؟

بہت سے بادہ کش سیراب ہیں جس جام سے ساقی
عنایت سے مجھے بھی اس کا اک جرعہ عطا کردے
آمین

اعظم گڈھ، مبارکپور، محمد آباد،

اعظم گڈھ پہونچنے سے پہلے ہی یہ خوشخبری مل چکی تھی کہ محترم قاری محمد اسلام اللہ صاحب اعظمی (میرے ہمزلف) خطیب درگاہ مسجد بریلی، ومدرس دار العلوم محمدیہ چوتھی بار سفر حج وزیارت سے واپس آکر صرف ہم لوگوں کی ملاقات کے لئے مع اہل وعیال اعظم گڈھ پہونچ چکے ہیں۔ میرے وطن گھوسی سے اعظم گڈھ پہونچنے کے بعد برادر ماموں زاد نسیم احمد سلمہ احوال پرسی کے لئے اعظم گڈھ کا چکر لگا چکے اور میری بہنوں اور بھائی بھتیجوں کو میری خیریت بتاکر اطمینان دلا چکے ہیں۔ قاری صاحب کو محض دو روز قیام کرنا تھا۔ اس لئے ہم دونوں ہمراہ ہی مبارکپور آستانۂ عزیزی اور الجامعۃ الاشرفیہ کی زیارت کے لئے گئے۔ قاری صاحب مزار حافظ ملت کے لئے مدینہ طیبہ سے چادر لائے تھے۔ جسے نذر کیا۔ مفتی اعظم اشرفیہ علامہ محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری، ومشیخ الحدیث علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری، مولانا محمد احمد مصباحی، علامہ عبد الشکور گیاوی مولانا شمس الہدیٰ صاحب، مولانا اعجاز احمد صاحب وغیرہم سے شرف ملاقات حاصل کرکے، دلہن پورہ جناب عبد الباری بھائی اور ان کے والد گرامی نیز مبارکپور کے چند مخلصین سے مل کر ہم لوگ محمد آباد کے لئے روانہ ہوئے (نہایت درجہ افسوس رہا کہ اس موقع پر اپنے کرم فرما جناب عبد الستار بھائی پورہ خواجہ سے ملاقات نہ کرسکا) محمد آباد میں دار العلوم فیض العلوم کے منتظمین وعلماء مولانا مجد علی قادری، حافظ ارشاد احمد صاحب، مولانا نصر اللہ صاحب، مولانا عارف اللہ صاحب مولانا سلطان صاحب سے ملاقات کرکے، ہم لوگ المجمع الاسلامی کے دفتر میں پہونچے۔ اپنی نئی مطبوعات

"اسلام اور امن عالم" "اسلام اور تربیت اولاد" اور بادۂ حجاز (نعتیہ مجموعہ) کے کچھ حصے تھے۔ اور مدرسہ کی قدیم اور جدید عمارتیں۔ اور عیدگاہ کی مجوزہ زمین دیکھتے ہوئے، اعظم گڈھ کی طرف چل پڑے۔ نہایت خوشی کی بات یہ ہے کہ فیض العلوم کے اساتذہ و علماء ٹھوس علمی خدمات اور تعمیری امور کے علاوہ قصبہ کے فلاحی کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ اور راقم الحروف کو اس خبر نے باغ باغ کر دیا کہ مولانا نصر اللہ صاحب اور مولانا عارف اللہ صاحب جو مصباحی صاحب کے تربیت یافتہ ہیں۔ عربی اردو لغت ترتیب دے رہے ہیں۔ جن کے کچھ باب مکمل بھی ہو چکے ہیں۔

سہ شنبہ ۲۲ر اگست ۱۹۸۹ء کو صبح قاری صاحب کو بنارس کے لئے بس پر بٹھا کر گھوسی روانگی ہوئی۔ اہل خانہ، اہل وطن خورد و کلاں، مسجد زاہدہ قادری کے مصلیان اور میرے مخلص پڑوسی بھی چشم براہ تھے۔ ہر ایک کا ایک ہی شکوہ تھا ——— تھوڑے دنوں کے لئے تو آتے ہیں۔ اس میں بھی ہم لوگوں کو وقت نہیں دیتے ——— اور سفر شروع کر دیتے ہیں ——— حد تو یہ ہے کہ اس بار یہاں رہتے ہوئے ہم لوگ دو دو جمعے آپ کا خطبہ نہیں سن سکے ——— بہر حال اس کے بعد ایک ہفتہ متواتر میں وطن ہی میں رہا۔ گھر والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں سے خوب ملاقاتیں اور نشستیں رہیں۔

وطن سے ہالینڈ کے لئے روانگی

جمعہ ۲۵ر اگست کو نماز کے بعد جب لوگوں کو پتہ چلا کہ میں صبح روانہ ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد قصبہ گھوسی کی فضا میں پھر اتھل پتھل شروع ہوئی ——— ایک بجے شب تک جلسے کے نام پر لوگوں کے روبرو رہا۔ جناب مولانا رضوان احمد شریفی، شیخ الادب شمس العلوم اور مجیبی جناب مظفر صاحبان نے بھی جلسہ میں تشریف لاکر رونق افزائی کی ——— صبح بعد نماز فجر سینکڑوں اشکبار آنکھوں اور پر محبت اور پر خلوص دعاؤں کے سائے میں جیپ سے مئو اور وہاں سے بنارس پہونچے۔ نعمانی صاحب کے ہمراہ کئے گئے سفر کے دوران ہی بنارس اور الہ آباد کا بھی پروگرام تھا جو پورا نہ ہو سکا تھا۔ اب چند گھنٹوں کا موقع ملا تو اہلیہ کو ان کے برادر سراج الدین سلمہ و نسیم و فخر عالم کے ہمراہ بنارس جنکشن روانہ کر کے میں اور مولانا رضوان احمد صاحب ——— شریفی

(جو دہلی کے ایک جلسہ کی دعوت پر میرے ہمراہ ہی سفر کر رہے تھے) بنارس سٹی اتر گئے اور اسٹیشن کی پچھلی سمت سے چل کر آستانۂ نوریہ حمیدیہ رشیدیہ شکر تالاب، علی پور، مدرسہ حمیدیہ نوریہ پہونچے۔ جہاں حضرت شاہ عبد الحمید قطب بنارس، شاہ نور محمد شاہ عبد الرشید اور مولانا شاہ عبد الوحید بانی جامعہ حمیدیہ نوریہ کے مزارات اور اسی سے متصل مدرسہ کی عمارت ہے ——— نوجوان روشن جبیں سجادہ نشین مولانا محمد معین الدین فریدی۔ جو اس ادارہ سے نکلنے والے ماہنامہ کے ایڈیٹر بھی ہیں ان سے مل کر بیحد خوشی ہوئی۔ ساتھ ہی مولانا محمد عزیز احمد دانش رضوی۔ اور مولانا محمد فاروق نوری سے بھی شرف ملاقات ملا۔ چند ثانیہ بعد ہم لوگ اپنے دیرینہ رفیق و مخلص مولانا محمد زاہد القادری صاحب کا شوق لقاء لئے جھپتن پورہ سے ہوتے ہوئے نواپورہ کی پُر پیچ گلیوں میں داخل ہوئے ——— مولانا کے گھر پہونچے۔ مگر ملاقات نہ ہو سکی ——— وقت کم تھا اس لئے ہم لوگ بلا تاخیر بنارس جنکشن لوٹ آئے ——— اور بر وقت ٹرین کے اندر سوار ہو کر عازم دہلی ہوئے ——— صبح کے وقت نئی دہلی اسٹیشن پر اتر کر جامع مسجد ایریا کے ایک ہوٹل میں قیام کیا

دہلی میں علماء اور احباب سے ملاقاتیں

دہلی میں پہلی اور خاص ملاقات کے لئے ہم لوگ ذاکر نگر پہونچے، جہاں ایک یار رہتا ہے۔ دور طالب سے عملی دنیا میں قدم رکھنے تک کے بیشمار ماہ و سال ہم نے ایک ہی خواب دیکھتے گزارے ہیں ——— ملت مسلمہ، السواد الاعظم اہل سنت و جماعت کی سربلندی سرفرازی اور عظمت کا خواب ——— الحمد للہ کہ شہنشاہ حجاز صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ متوالا سرزمین دہلی پر اب سنیت کی علامت بن کر ابھر رہا ہے۔ اور ماہنامہ "حجاز" کے ذریعہ حجازی لے میں، ہندوستان کے باسیوں کو اپنی تاریخ گم گشتہ کی یاد دلاتا ہے ——— رفیق محترم مولانا محمد یسین اختر مصباحی ——— اور ماہنامہ حجاز دہلی، آج اردو داں نوجوانان ملت کے دلوں کی دھڑکن ہیں ——— انھوں نے اپنی علمیت، ذہانت، اور اعلیٰ فکری صلاحیتوں سے اہل سنت کی تاریخ کے احیاء کا منطقی اسلوب اپنا کر ——— ملت کو تعمیر کی راہ پر لگانے

کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے ۔ ع خدا کرے ترا خانہ ہو اور گوہر بار

رم جھم بارش میں ہم لوگ ماہنامہ حجاز کے دفتر اور اختر مصباحی صاحب کی رہائش گاہ پر پہونچے ۔ اور خوب دل کھول کر ملے ۔ دیکھا کہ وہ مولانا ارشد القادری صاحب کی کتاب "لسان الفردوس" کے نوک پلک درست کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ کل ہی کشمیر کی ایک شاندار کانفرنس سے واپس ہوئے ہیں ــــ بڑے خوش اور پُر حوصلہ ہیں ــــ وہاں سے روانہ ہو کر ہم لوگ اختر مصباحی صاحب کی طرف سے دوپہر کا کھانا کھانے دہلی کے مشہور ماڈرن مسلم ریسٹورنٹ ۔ کریم ہوٹل نظام الدین آئے کھانا کھایا گیا ۔ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں سلام ـ و نیاز گزارتے ہوئے ۔ ایک مصباحی ، جناب مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر صاحب کی ملاقات کے لئے حکیم اجمل طبیہ کالج پہونچے ــــ وہاں ان کو اپنی کتابیں ، اسلام اور امنِ عالم ، بادۂ حجاز ، اور اسلام اور تربیتِ اولاد اور دالرحیل پیش کی ــــ دعائیں لیں ــــ اور الجامعۃ الاشرفیہ ، حضور حافظِ ملت ، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نائب شیخ الحدیث کے بارے میں وقیع باتیں سنتے رہے ۔ تا آنکہ مغرب کا وقت ہو گیا ــ وہیں نماز پڑھ کر ــــ ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی صاحب کے صاحبزادے جو ابھی زیر تعلیم ہیں سے ملاقات کرنے ان کے ہاسپٹل گئے ۔ اور پھر ڈاکٹر شرر صاحب کے ہمراہ علاقہ حضرت سیدنا محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء میں ۔ علامہ ارشد القادری صاحب کی زیارت کے لئے جا پہونچے میں نے انھیں بھی اپنی کتابیں پیش کیں ــــ شرر صاحب ان سے دیر تک جامعہ نظام الدین اولیاء کی متعینہ زمین ، اور اس کی موجودہ صورتِ حال کے بارے میں باتیں کرتے رہے ۔ اس وقفہ میں میں اور شریفی صاحب نے نمازِ عشاء ادا کر لی اور بارش میں بھیگتے ہوئے نصف شب کے بعد میں ہوٹل وکیل پہونچا ۔ اہلیہ تھکی ماندی میری راہ دیکھتے دیکھتے سو گئی تھیں ۔

۲۸ اگست ۱۹۸۹ء پیر کا دن تھا میں نے ایئر انڈیا آفس میں اپنا ٹکٹ او کے کرانے کے لئے بھیجا تو معلوم ہوا کہ ۱۲ ستمبر سے پہلے کوئی سیٹ خالی نہیں ہے ۔ اس بات نے سخت الجھن میں ڈالا ۔ بہر حال مولانا سید اسرار الحق صاحب صدر قومی ایکتا کی عیادت

کرنے گیا تو وہاں یہ بات بھی چھڑ گئی ۔ موصوف بسلسلۂ علاج جلدی امریکہ جا کر لوٹے تے انہوں نے اس کام پر اپنے خدام کو لگایا ۔ ۲۹ اگست کا پورا دن بھی علماء اور احباب کی ملاقاتوں میں صرف ہوا ۔ اخبار نو کے ایڈیٹر م ، افضل سے کئی سال بعد ملنا نصیب ہوا جناب احمد بخاری صاحب نائب شاہی امام جامع مسجد دہلی نے باصرار ۲۹ اگست کو دن میں کھانے کی دعوت پر بلایا ۔ کریم ہوٹل میں ، ہوٹل کے مالکان م ۔ افضل اور برادرم اخت مصباحی کے ہمراہ بخاری صاحب کی دعوت نہایت پُر تکلف رہی ۔

اس سے پیشتر بعد نمازِ فجر ، باڑہ ہندو راؤ مسجد شیخان کی طرف سے ، مولانا رضوان شریفی صاحب کا ہرکارہ ہوٹل وکیل پہونچا تھا ۔ دراصل آج ہم لوگوں کا ارادہ تھا کہ کچھ بزرگان دین کے آستانوں پر حاضری دیں ۔ باڑہ ہندو راؤ مسجد شیخان اور مدرسہ کے مدرسین و اساتذہ ، اور سکریٹری صاحبان نے زیارت کے لئے جناب گل شیر صاحب (ٹھیکیدار) والے جو نہایت ــ ش سنی کارکن ہیں ان کی کار کا انتظام کیا ۔

حضرت علامہ مفتی ثمر دہلوی

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم لوگوں نے پہلے سرزمین دہلی پر اسلاف کی نشانی حضرت شیخ طریقت علامہ مفتی قاری محمد میاں ثمر دہلوی نقشبندی مجددی قادری چشتی سجادہ نشین خانقاہ مسعودیہ مظہریہ شاہی مسجد فتحپوری دہلی سے شرف ملاقات حاصل کرنا مناسب سمجھا ۔ ویسے تو یہ امید تھی کہ آج شب اور کل کے جلسۂ عام میں ، جو احاطہ کدارہ باڑہ ہندو راؤ میں ہونے والا تھا ۔ راقم الحروف بھی شریک ہوگا ۔ اور وہاں حضرت ثمر صاحب قبلہ کی بھی اور علماء کے ساتھ ساتھ زیارت ہو جائے گی ۔ اس لئے کہ میرا ہوائی جہاز کا ٹکٹ اب تک او کے نہیں ہوا تھا ۔ اور نہ اتنی جلد ہونے کی امید ہی تھی ۔ تاہم ، ہم لوگ حضرت والا سے ملاقات کے لئے پہونچ گئے نہایت سادگی کے ساتھ گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر اہل دہلی کو اپنے فیوضِ علم سے نوازنے والے بزرگ نے ہم لوگوں کے ساتھ بھی اپنے بے پایاں کرم اور نوازش کا برتاؤ کیا ۔ کچھ دیر علمی موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں ۔ اور پھر ہم لوگ دعائیں لے کر لوٹ آئے ۔

بے تکلف سادہ و پرکار اسلوب حیات۔
مصطفیٰ کے جاں نثاروں کے یہی انداز ہیں

حضرت قطب صاحب اور محبوب الٰہی کی بارگاہ میں

جناب گل شیر صاحب، سکریٹری صاحب اور اساتذہ مدرسہ مسجد شیخان کی معیت میں مولانا شریعتی صاحب اور راقم الحروف دلی کی مختلف شاہراہوں، جدید و قدیم محلوں اور راستوں سے گزرتے پارلیمنٹ ہاؤس وغیرہ دیکھتے ہوئے قطب الوقت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ، اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے جا پہونچے۔ تقریباً گیارہ بجے دن کا وقت تھا۔ موسم گرم اور آفتاب میں تمازت تھی۔ حضرت قطب صاحب کا مزار شریف بہت وسیع دائرہ میں بغیر گنبد کے ایک سادی چھت ہے۔ گرد و پیش عشاق و متعلقین کے مزارات ہیں،۔ نہایت رونق اور دل بستگی ہوتی ہے۔ سکریٹری صاحب اور جناب گل شیر بھائی نے پھولوں سے بھری ٹوکریاں یہاں بھی اور حضرت محبوب الٰہی کے آستانہ پر بھی منگوائیں۔ اور ہم سب نے انھیں ان بزرگوں کے مزارات پر عقیدت و محبت سے بکھیرا۔ اور فاتحہ خوانی کر کے رخصت ہوئے یہاں سے چل کر آستانہ محبوب الٰہی پر فاتحہ پڑھ لینے کے بعد میں نے ہوٹل کا رخ کیا۔ گل شیر بھائی نے مجھے ہوٹل وکیل تک پہونچایا۔ اور شام کو ملاقات کی توقع لے کر وہ لوگ باڑا ہندو راؤ چلے گئے۔ ہوٹل سے ہو کر میں نے بخاری صاحب کی مذکورہ بالا دعوت میں شرکت کی

ہالینڈ واپسی

اس وقت تک مجھے اپنے ملک کی کوئی خبر نہیں تھی ـــ اختر مصباحی صاحب کے ساتھ میں فوراً "کوپرنیکس لین" روانہ ہوا اور ان لوگوں کی ہدایت کے مطابق رات گیارہ بجے

تک ایئرپورٹ کے لئے نکل جانے کا پروگرام بنالیا۔ کیونکہ ۱۲ بجے رات کے بعد آل انڈیا پیمانے پر "بند" کا پروگرام چلنے والا تھا۔ ایسی صورت میں لامحالہ بہت سے مسافر جہاز تک نہیں پہونچ پائیں گے اس طرح مجھے جگہ ملنے کی امید دلائی گئی۔ رات ایئرپورٹ پر گزار کر صبح کو جب سب مسافر اندر چلے گئے تو ۱۴ ویٹنگ سٹ والوں کو بھی جہاز میں جانے کی اجازت ملی۔ میں نے ایئرپورٹ کے اندر ہی سے فوراً ہالینڈ شرف الدین سنڈر کو فون سے اپنی روانگی کی خبر دی، دہلی لوگوں کو اطلاع دینے کے لئے فون کیا مگر لائن نہ مل سکی۔ سامان اندر دینے سے پہلے ایئرپورٹ ٹیکس دینے گیا تو معلوم ہوا کہ کس سو روپئے کی جگہ اب تین سو روپے جمع کرنا ہوگا بہرحال اتفاق سے چھ سو روپئے موجود تھے جمع کئے۔ اور پھر وطن عزیز کی سرزمین سے ایئرانڈیا ۱۳۵ کے ذریعہ پرواز کر کے ہالینڈ کے وقت کے مطابق ساڑھے چار بجے امسٹرڈم اترا ذہن و دماغ علماء، احباب، اہل خانہ اہل محبت، بزرگان دین اور دینی دنیاوی ہزاروں یاروں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

میں اپنی خاک کی خوشبو سے پیار کرتا ہوں
وطن کی قدر غریب الدیار سے پوچھو — بدر

یہاں پہونچ کر پتہ چلا کہ مدیر استقامت مولانا ظہیر الدین قادری ہالینڈ تشریف لائے تھے اور آج ہی انگلینڈ واپس ہوئے ہیں۔ یہ سن کر رنج ہوا۔

سفرنامہ ناروے

(۱۳ر جولائی تا ۱۶ر جولائی ۱۹۸۴ء)
(۲۲ر نومبر تا ۲۴ر نومبر ۱۹۸۵ء)

شاخوں پہ کونپلوں کے دہن کھلتے دیکھ کر
اندازہ ہونے لگتا ہے فصلِ بہار کا
منزل کا شوق قافلے والوں میں ہو تو پھر
اندیشہ کلفتوں کا نہ گرد و غبار کا
فرعون سے کراتا ہے موسیٰ کی پرورش
جلوہ ہے یہ مشیتِ پروردگار کا
ناقوس کی صدائیں ہوں شورِ اذاں میں گم
لمحہ وہ زیادہ دُور نہیں انتظار کا

اوسلو کی سرزمین پر منعقد ہونے والی سہ روزہ اسلامی کانفرنس ہماری ملّی بیداری اور ایمانی زندگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ہمارے سنّی ماحول میں جلسوں اور جلوسوں کی تو کمی نہیں مگر وہ بامقصد نشستیں جو مسلمانوں کے چھپتے ہوئے مسائل کو ابھاریں۔ اور ان پر تحقیق و تدقیق کے ذریعہ لائحۂ عمل کا تعین کریں شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں۔ یہ کام اکثر کچھ دوسروں ہی کا حصّہ تصور کر لیا گیا ہے۔ بیدار مغز، اور روشن دماغ مفکرین کی ہم میں بھی کمی نہیں ہے مگر ان کی صلاحیتیں ابھرنے کے مواقع کم ہی پاتی ہیں۔ بہت کوششیں ہوئیں تو کبھی چراغِ سحری کی طرح بھڑکے اور پھر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے حالانکہ ہر جدید سوال کا جواب فراہم کرنا اور اس سلسلہ میں اہتمام کرنا ہم اہلسنت سوادِ اعظم ہی کی ذمہ داریوں میں سے ہے ہالینڈ کی سرزمین پر چھ سال کا طویل وقت گزارنے کے بعد پہلی بار یورپ کی سطح پر اہلسنت کی پیر... بیداری کی رمق مجھے صرف اوسلو کی سرزمین پر نظر آئی۔ مقصدیت سے بھرپور، خروشِ اسلامی سے لبریز، جذبۂ تعمیر سے ہم آہنگ یہ اجلاس مجھے اپنی شش سالہ مسلسل زندگی میں مینار... کی طرح بلند نظر آتے ہیں۔

کانفرنس میں حاضری کے تاثرات کو میں نے دو شعروں کا جامہ پہنانے کی کوشش کی تو یہ لکھ سکا کہ:

اگر ہوں اہلِ نظر آئے کچھ نظر اب بھی
ہماری خاک میں باقی ہیں کچھ شرر اب بھی
عرب کے مالی نے سینچا لہو سے، دیر ہوئی
پنپتے رہتے ہیں گلشن میں دیدہ ور اب بھی

اجلاس عام کے دوران

خلوص اور مروّت کی چھلکتی ہوئی کیفیات، جذباتِ محبت سے گلنار ہوتے ہوئے

رخسارِ عشقِ رسولِ اکرم میں بہتی ہوئی آنکھیں، سوزِ ایمانی، اور سرورِ عرفانی کا موجزن ماحول دل سے اٹھ کر دلوں پر برسنے والی باتیں، بیشمار زندگیوں کی قیمتی متاع ہیں۔

بالخصوص نوجوانوں کی محنت شاقہ "انتظامی عملے کی پیہم تگ و دو" اور فرض شناسی کانفرنس کو کامیاب اور بامقصد بنانے کی دھن ——— قابل دید ہے۔

اے اوسلو اسلامی کانفرنس کے منتظم، مؤید، اور وابستہ نوجوانو! اگر اسی خلوص و للٰہیت کے ساتھ تم اپنی قیمتی قیادت کا احترام کرتے رہو گے۔ اور ملی اور اجتماعی مفادات پر انفرادی اور شخصی خود غرضیوں کی قربانی دیتے رہو گے تو مستقبل کے یورپ میں اسلامی تاسیس کی تاریخ اپنے دامن میں فخر سے تمہارے ناموں کو مزین کرے گی۔ یاد رہے کہ تاریخ اسلامی کے صفحات میں خالد و طارق، محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کے عظیم ناموں کے پیچھے لاکھوں لاکھ ان بے نام شہیدوں کی قربانیاں بھی ہیں، جنہوں نے کارگاہ حیات میں "انقلاب اسلامی" ہی کو اپنا مقصد حیات بنا لیا تھا۔ گردنیں کٹتی رہیں۔ سر لڑھکتے رہے۔ کشتوں کے پشتے لگتے رہے۔ نسلیں قلم ہوتی رہیں۔ اور اسلام کا شجر تناور رہا۔ وہ مقدر والے۔ سر کٹاتے جان دیتے ہوئے بھی زبان حال سے یہی کہتے جاتے تھے:

جسے جس کے لئے جاں اس پہ دیدی
یہی بس داستانِ ——— زندگی ہے

ذکر شہید ہالینڈ میں

۷ رشوال ۱۴۰۴ھ بمطابق ۸ رجولائی ۱۹۸۴ء کو امسٹرڈم (ہالینڈ) بیلر ہاؤس ہال میں "ذکر شہید" کے عنوان سے ہم ایک بزم کے انعقاد میں مصروف ہیں۔ انگلینڈ سے خطیب اعظم علامہ قمر الزماں الاعظمی مدظلہ حضرت مولانا محمد حنیف رضوی دامت برکاتہم اور ہالینڈ بھر کے علماء کرام شریک ہیں۔

اپنی مفید خواہشات کے ساتھ، بھیونڈی میں شہید ہونے والے تمام مسلمانوں کے غم میں شریک ہیں۔ ملک و اطراف کی قابل ذکر تنظیموں میں سے:

اسلامک سنٹر نیدرلینڈ
عقائد الاسلام
پاکستان اسلامک سنٹر
شان اسلام
مسجد الاقصیٰ
اینٹ ورپ اسلامک ایسوسی ایشن
دار العلوم غوثیہ

شہید ملت حضرت مولانا رضوان احمد الاعظمی علیہ الرحمۃ کی یاد میں جمع ہیں اس جلسہ کی سرپرستی کا سہرا مبلغ اسلام حضرت مولانا الحاج سید سعادت علی القادری ادام اللہ انوارہٗ کے سر ہے۔ علماء کرام شہید ملت کی شخصیت اور خدمات پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ اور قوم پر واضح کیا جا رہا ہے کہ علماء اسلام کے قیمتی خون جب ظلم و تعدی سے بہائے جاتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس سرزمین پر اسلامی نشو و نما کا آغاز ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ خون شہیدانِ اسلام بہرحال اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ مولانا شہید کے علاوہ دیگر شہدائے ظلم و ستم کے تذکرے ہو رہے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو۔ یہ کہ یہی تذکرے تو قوم کی رگِ خفتہ میں زندگی کی حرارت لاتے ہیں۔ شجر اسلام کی آبیاری پانی سے نہیں اپنی باعظمت لوگوں کے لہو سے ہوتی ہے۔ اگر یہ قربانیاں نہ ہوں تو دین کے گلستاں میں بہاریں کہاں سے آئیں عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلیاں کیسے چٹکیں، نظام مصطفیٰ کے پھول کیسے مہکیں۔ شہیدانِ وفا کا یہی زندۂ جاوید گروہ ہے جس سے قوم و ملت کی حیات و بقا وابستہ ہے۔ اور خدا کے لئے مرنے والے، خدا کے گھر میں جان دینے والے انعام خداوندی سے خود بھی حیات جاوداں پا جاتے ہیں۔

رب کے رضواں پہ مصطفےٰ کیلئے ‏ ‏ ‏ ‏ سر کٹا دین کی بقا کے لئے
مار سکتا ہے کون اس کو بھلا ‏ ‏ ‏ ‏ جان دیتا ہے جو خدا کے لئے

جہاد ایک مومن کی زندگی کا لازمہ ہے اور اس کا نتیجہ اور مقصود شہادت کے سوا کچھ نہیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

حضرت مولانا رضوان احمد شہید بن حافظ محمد رمضان بن شیخ محمد اسحاق ہندوستان
تر پردیش (یو-پی) کے مردم خیز ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ گھوسی، ملک پورہ میں یکم جنوری
۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ ناصر العلوم ملک پورہ میں حافظ اسد اللہ صاحب
کے پاس ہوئی، اور فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں خیر المدارس مداپور میں حضرت مولانا
کرام الحق صاحب سے پڑھیں، جو مولانا محمد عمر نقشبندی (متوفی ۱۳۹۱ھ) خلیفۂ مولانا
شاہ ابو الخیر نقشبندی دہلوی کے جانشین ہیں۔ درس نظامیہ کی تکمیل جامعہ اشرفیہ مبارکپور
سے کی۔ قاری کی سند ۱ر فروری ۱۹۶۰ء میں اور سند فراغت درس نظامیہ ۱۹۶۳ء میں
حاصل کی، حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ کے منظور نظر رہے
۱۹۶۳ء میں شادی ہوئی۔ مبارک پور سے فراغت کے بعد مدرسہ کنز العلوم مادھو نگر بنارس
دار العلوم غوثیہ ہبلی میں کچھ دنوں تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ روز پیشۂ تجارت سے
وابستہ رہے۔ اور کچھ دنوں تک آبائی اراضی میں شوق زراعت بھی پورا کیا، اپنے وطن
میں مدرسہ رضویہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اور اس کی بہت کچھ داشت پرداخت
کی، بحمدہ تعالیٰ اب بھی وہ جاری و ساری ہے۔ امامت و خطابت کے سلسلہ میں جمشید پور
اور اسلام آباد بھیونڈی کی مساجد میں طلب کئے گئے مگر زیادہ دنوں تک نہ رہ سکے اور
واپس آگئے۔ ۱۹۷۳ء میں بھیونڈی پارناکہ مسجد کی امامت قبول کر لی جو دراصل ان کا مشہد
بننے والی تھی۔ آپ نے ۱۹۷۹ء میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ حج کیا حرم شریف کے اندر ہنگامہ
کے دوران آپ حرم پاک ہی میں تھے۔ اس موقعہ پر شہید ہونے والے حجاج کو اپنی آنکھوں
سے دیکھا۔ ایسا لگتا ہے اس موقعہ پر شہید ہونے والوں کو دیکھ کر رب کعبہ سے اپنی شہادت
مانگ لی، عمر کا کچھ حصہ ابھی باقی تھا اس لئے رب تعالیٰ نے مسجد حرام میں تو نہیں ہاں ایک
دوسری مسجد ہی ان کی شہادت کے لئے پسند فرمادی

ہالینڈ کے اہل خلوص کی دعوت پر ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو امسٹرڈم تشریف لائے
اسلامک سنٹر ہیگ ہالینڈ کی عالیشان عمارت کا افتتاح اپنے ہاتھوں سے کیا کچھ احباب اصرار کر کے
ATOMIUM دکھانے کے لئے برسلز لے گئے مگر انہوں نے تفریح وغیرہ سے بڑی بیزاری
کا اظہار کیا۔ اور اس کے بعد گھومنے کے لئے کہیں نہیں نکلے۔ یورپ کی عریانیت، اور
فاسد ماحول سے ایسے اکتائے کہ ۲۸ر مارچ ۱۹۸۴ء تک کا ویزا تھا مگر ساری مصروفیات
کرکے ۶ر ہی مارچ کو واپس وطن لوٹ گئے وطن پہونچ کر ایک ہفتہ اپنے بچوں کے پاس
اور والدہ کی خدمت میں رہے پھر بھیونڈی چلے گئے۔ بھیونڈی میں فساد کی ہوا گرم ہونے
کے باوجود مسجد ہی کے حجرہ میں رہے۔ ۱۷ر مئی کی شب میں کئی مقامات پر بلوائیوں کے حملے
ہوئے۔ پچھلے پہر حکومت نے کرفیو آرڈر لگادیا۔ اسی عالم میں جمعہ کی صبح ہوئی۔ آپ کے ہمراہ مسجد
میں چند لوگ اور بھی تھے، بلوائیوں نے تیسری بار مسجد پر پھر حملہ کیا۔ اور آپ کو نہایت بے دردی
سے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس شہید وفا کی یادگار تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں
رب تعالیٰ انہیں پروان چڑھا کر قوم وملت، اور دین و دانش کی خدمات کا شرف بخشے۔ آمین
۸ر جولائی ۱۹۸۴ء کو ہم سب انہیں کے عرس چہلم کے موقع پر "ذکر شہید" کر رہے تھے
کہ مرکزی جماعت اہلسنت ناروے۔ اوسلو سے حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی کا فون آیا۔ علامہ
قمر الزماں اعظمی، اور مولانا محمد حنیف رضوی کو وہ پہلے ہی مدعو کر چکے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ
عشق و عرفان کی سرفرازی کا یہ جشن عظیم مجھے بھی میسر آئے گا۔ مگر کرم خدا کا کہ ہم بھی اس
کانفرنس میں شرکت سے مشرف ہوئے۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

اوسلو، ناروے کا سفر

۱۳ر جولائی ۱۹۸۴ء کو محب مخلص الحاج محمد صادق۔ مہتمم پاکستان اسلامک سنٹر
کی معیت میں ۷ بجکر ۵۵ منٹ پر امسٹرڈم سے ناروے کے لئے روانگی ہوئی۔ اوسلو ائیرپورٹ

پر کا عرس ے ریج لگائے ہوئے کارکنان مصروف عمل تھے حاجی ملک نذیر احمد قادری، اور
چند پھرتیلے نوجوانوں نے پیشوائی کی اور اپنی گاڑی میں بیٹھا کر جماعت اہلسنت کے مرکزی
دفتر Stoad-36 (Innghouse mamm.ggt) Oslo-1 پہونچایا۔ اندر داخل ہوئے تو
لوگ نماز مغرب ادا کر چکے تھے، علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ بھی شاید چند ثانیہ پیشتر پہونچ کر تنہا
نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگ بھی لپکے کہ جلد از جلد مغرب کی نماز سے فارغ ہولیں۔ اتنے میں
خرقۂ چشتیہ زیب تن کئے ہوئے حلقۂ یاراں میں شمع محفل کی صورت جناب مولانا مشتاق احمد
چشتی صاحب پر نظر جا پڑی، ان کی جانب بڑھے مصافحہ معانقہ اور خیریت پرسی کے مراحل طے
کرکے دیگر علمائے کرام اور حاضرین سے ملاقاتیں ہوئیں۔

وسیع مسجد کے ہال میں ہر طرف خوبصورت کتبے اور آیات قرآنیہ کے طغرے دیکھ کر
وطن کا ذوق مجالس سینے میں بکنے لگا عید میلاد کے موقع پر بنارس بنیا باغ، اور پٹھانی ٹولہ کی
رہائش ایام محرم میں بمبئی کے اسٹیج اور محافل کی رونقیں ایک ایک کرکے نگاہوں میں پھرنے
لگیں۔ ایسی محفلیں آراستہ کرنے والے قلوب سبز گنبد کے مکیں کی جانب اس التجا کے ساتھ
متوجہ ہوتے ہیں۔ کہ اک نظر دیکھ جائیے آقا

بزم ہم نے بھی اک سجائی ہے

ہم دونوں کے قیام کا انتظام جماعت اہلسنت ناروے کے مخلص رکن جناب عبدالمجید
صاحب کے مکان پر تھا جنہوں نے خاطر مدارت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سادہ مزاج
رقیق القلب انسان ہیں، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، علماء اور اہل اللہ سے محبت، عرصہ سے
یورپ میں رہنے کے باوجود ان میں مذہبی عادات وخصائص کی برقراری فال نیک ہے،

مولانا مشتاق احمد چشتی کی دور اندیشی، اور انتظامی مہارت نے جماعت کے لئے
مخلص اور ایثار پسند حضرات کی ایک ٹیم تیار کی ہے جنہیں "خدام" کہتے ہیں یہ خدام ہی
دراصل وہ کل پرزے ہیں جن سے یہ جماعتی کارخانہ مرتب ہے۔ یہ حضرات ماہانہ سو کرون
یا کم وبیش، رقمیں دیتے ہیں خود محنت سے جماعتی کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔
جناب عبدالمجید صاحب ہم لوگوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ اجلاس کی شرکت

کے لئے اپنی گاڑی میں لے جاتے اور حسب موقع شہر کے قریبی مشہور مقامات دکھاتے
ہوئے واپس لاتے، خود ان کا مکان نہایت دلفریب مقام پر ہے۔

کچھ تاریخ ناروے سے

کانفرنس پر روشنی ڈالنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم کچھ ناروے اور اس کی
تاریخ کے بارے میں تحریر کریں۔ ناروے شمال یورپ کی ایک سلطنت ہے۔ اس میں سکنڈے
نیویا کا چھوٹا مغربی حصہ بھی شامل ہے۔ ناروے کے مشرق میں سویڈن فن لینڈ، اور سوویت
یونین۔ شمال میں بحر منجمد شمالی، مغرب میں بحیرۂ نارویجن، اور جنوب میں بحیرۂ شمالی کا ایک بازو سکا
گیرک ہے

رقبہ: ۱۲۵،۵۳ مربع میل
آبادی: ۴۰،۸۰،۰۰۰ ۔ اکثریت نارڈورک نسل کے لوگوں کی ہے شمال
میں ۲۰ ہزار لیپ قوم کے لوگ رہتے ہیں
دارالسلطنت اوسلو OSLO
زبان: نارویجن، شمالی علاقے میں فینیس اور لیپس بھی بولی جاتی ہے
مذہب: ایوان جی نکل لوتھرن چرچ کے ماننے والے ۹۴ فی صد ہیں۔ باقی دیگر
سکہ: نارویجن، کرونے

ملک میں آئینی بادشاہت ہے۔ حکومت کے اختیارات وزیر اعظم اور کابینہ کے پاس
ہوتے ہیں، دوایوانی پارلیمنٹ کے ۱۵۵ رکن ہوتے ہیں جنہیں بالغ رائے کی بنیاد پر چار سال
کے لئے منتخب کیا جاتا ہے —— ناروے بیشتر کوہستانی حصوں پر مشتمل ہے۔
جنگلات کی کثرت ہے وادیوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ عوام کا عام پیشہ زراعت اور ماہی گیری
ہے۔ صنعتوں میں مچھلی کا تیل، اور جہاز سازی قابل ذکر ہیں چاندی تانبا، نکل، جستہ اور سیسہ
ناروے کے زیر زمین سے برآمد کیا جاتا ہے۔

رات ہی رات اور دن ہی دن

مئی کے دوسرے ہفتے سے جولائی کے
آخری ہفتے تک نارتھ کیمپ میں ۲۳ گھنٹے

سورج نظر آتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس ۱۸ رنومبر سے ۲۳ جنوری تک سورج بالکل دکھائی نہیں دیتا، جاڑوں کی ان طویل راتوں میں ایک عجیب سی روشنی دکھائی دیتی ہے جسے شمالی علاقوں کی روشنی کہتے ہیں۔

ناروے متفرق بستیوں کا ایک غیر منظم علاقہ تھا جسے نویں صدی عیسوی میں پہلی بار شاہ ہیرالڈ ہورفر Herald Horfarge نے متحد کیا۔ اور ایک قوم بنانے کی کوشش کی وہ زمانہ بحری قزاقوں کا دور کہلاتا ہے۔ پندرہویں صدی تک ناروے ایک خود مختار ریاست تھی۔ اس کے بعد اس پر ڈینمارک کا تسلط ہوگیا۔ جو چار سو سال تک رہا۔ نارویجن (ناروے کے باشندوں) قوم کے نزدیک وہ دور اس ملک کا بدترین دور تھا۔

۱۷ رمئی ۱۸۱۴ء وہ تاریخ ہے جس دن ناروے کے باشندوں نے ڈینمارک کے تسلط کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ اور اپنی الگ قومی اسمبلی بناکر خود ساختہ آئین جاری کیا۔ اسی بنیاد پر ۱۷ رمئی ناروے کا قومی دن کہلاتا ہے۔ ڈینش استبداد سے نجات حاصل کرنے کے سلسلہ میں اس قوم کو سویڈن سے مدد لینی پڑی تھی۔ سویڈن کے بادشاہ نے نارویجن عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیا۔ اسی احسان مندی کا بدل اہل ناروے نے اس طرح دیا کہ سویڈن کے بادشاہ کو اپنا بھی بادشاہ تسلیم کرلیا۔ البتہ دونوں ملکوں کی اسمبلیاں الگ الگ رہیں دونوں ملکوں کا یہ الحاق ۱۹۰۵ء تک قائم رہا۔ اس کے بعد ناروے خود مختار ہوگیا تھا۔ مگر عالمی حالات کے پیش نظر، اور کچھ قومی جبلت کے تقاضوں سے متاثر ہونے کے سبب، خود مختاری کے بعد بھی ملک کی اکثریت کسی بادشاہ کے ماتحت ہی رہنا پسند کرتی تھی۔ چنانچہ کچھ ہی روز بعد اس سلسلہ میں استصواب رائے ہوا تو عوام نے بادشاہت کے حق میں ووٹ دیا۔ اس وقت ناروے میں کوئی پشتینی بادشاہ موجود نہیں تھا اس لئے ڈینمارک کے شہزادے کارل Carl کو بادشاہ بننے کی دعوت دی گئی۔ شہزادے نے یہ دعوت قبول کی اور "ہاکن ہفتم" کے لقب سے ناروے کے تخت پر متمکن ہوا چنانچہ ناروے کا موجودہ بادشاہ کسی شاہ ہاکن ہفتم کی اولاد میں سے ہے۔

نارویجن قوم اپنے مذہبی رہنماؤں کی بہت عزت کرتی ہے۔ جس کے مظاہر

ان کی قومی زندگی میں نظر آتے ہیں —— چنانچہ اپنے ایک پادری کے کہنے پر گرین لینڈ کی برفانی زمین پر ان کا ایک قافلہ جاکر آباد ہوا۔ بعض قومی خصائل اس بارے میں ولیم ایل لینگر لکھتے ہیں۔

"۱۷۲۱ء میں ناروے کے ایک پادری نے اپنے بادشاہ کو یہ کہانی سنائی کہ ہمارے ہم وطن گرین لینڈ میں ایک آبادی قائم کرچکے تھے۔ اس کا سراغ لگانا ہے چنانچہ پادری چالیس آدمیوں کی ایک جماعت لے کر گرین لینڈ پہونچا وہاں پرانی آبادی تو نہ ملی۔ البتہ انہوں نے نئی آبادی قائم کردی۔ اور گرین لینڈ کے مقامی باشندوں کو جو "اسکیمو" تھے عیسائی بنانا شروع کردیا۔ پھر دوسرے لوگ بھی وہاں پہونچے —— اگرچہ مشکلات پیش آئیں تاہم آبادکاری کا سلسلہ جاری رہا —— خاص طور پر اس لئے کہ وہاں اعلیٰ درجہ کی کھالیں بہت ملی تھیں جو بہت قیمت پاتی تھیں مثلاً سیل اور رینڈیر (Reindeer منطقہ باردہ کا بارہ سنگھا جیسا جانور) لومڑی اور ریچھ کی کھالیں۔ (انسائیکلوپیڈیا)

انیسوی صدی کے ربع آخر میں امریکہ اور کئی یورپی ملکوں نے مل کر بین الاقوامی قطبی مرکز کی تشکیل دی تو ناروے بھی اس کا رکن بنا۔ منجمد خطوں میں اکتشافات کے لئے بین الاقوامی قطبی مرکز کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی۔ جب یہ اندیشہ ہوا کہ قطب شمالی کی طرف جانے والی مہموں میں کشمکش نہ شروع ہوجائے۔

"۱۸۷۹ء اور ۱۸۸۰ء میں متعدد ملکوں نے کانفرنسیں کیں۔ آخر ناروے سویڈن، ہالینڈ روس، ڈینمارک، برطانیہ، جرمنی، آسٹریا اور امریکہ نے آپس میں تعاون کا فیصلہ کرلیا اور طے ہوگیا کہ بین الاقوامی قطبی مرکز قائم کرلیا جائے"

(انسائیکلوپیڈیا ص ۱۶۹)

نارویجن قوم میں کئی ایسے سپوت بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی ہمت وجرأت سے کام لے کر برف پوش دنیا کے سینے میں شگاف ڈالا ہے۔

"۱۹۱۱ء میں ناروے کے ایک کپتان "روالڈ امنڈسن" نے قطب شمالی میں قدم

رکھا اور ۱۷ دسمبر کو اس نے ناروے کا جھنڈا ــــ اس بلند ترین مقام پر گاڑ دیا۔ وہ سلسلۂ کوہ کی دریافت میں کامیاب ہوا جس کی بلندی پندرہ ہزار فٹ تھی کہا جا سکتا ہے کہ رونالڈ انسانی دنیا کا پہلا شخص ہے جس نے اس پہاڑ پر قدم رکھا۔

(انسائیکلوپیڈیا ص ۱۸۳)

ناروئجن قوم کے لوگ عام طور پر صلح پسند ہیں۔ اگر کوئی ان پر زیادتی بھی کرے تو حتی الامکان سنجیدگی سے بات چیت کر کے معاملہ کو سلجھانا پسند کرتے ہیں۔ ان کی تاریخ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ:۔

"گرین لینڈ پر ڈینمارک نے ۱۹۲۱ء میں اپنے اقتدار کا اعلان کر دیا۔ ناروے نے اس سے اختلاف کیا پھر دونوں ملکوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا کہ ۱۹۴۳ء تک اہل ناروے کو مشرقی ساحل پر مچھلیاں پکڑنے کی اجازت ہو گی۔ ۱۹۳۱ء میں ناروے نے گرین لینڈ کے ایک ساحلی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ معاملہ ہیگ (ہالینڈ) کی عالمی عدالت تک پہونچا جس نے ڈینمارک کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔" گرین لینڈ کے مشرق میں ایک جزیرہ Spits Bergen ہے۔ یہ بھی قطب شمالی کی طرف پیش قدمی کا مرکز بنا۔ ۱۹۲۵ء میں ناروے نے اس پر قبضہ کیا ــــ یہاں سے ہوائی جہاز اڑ کر قطب شمالی میں جاتے رہے۔

(انسائیکلوپیڈیا ص ۱۸۴)

ناروئجن قوم ایک صلح پسند، امن جو، "جیو اور جینے دو" کی پالیسی پر چلنے والی نرم مزاج قوم ہے۔ اسی لئے اس قوم کی تاریخ میں دوسری قوموں پر چڑھ دوڑنے کے نشانات نہیں کے برابر ہیں۔ الا یہ کہ ان کی سلامتی خود خطرے میں پڑ گئی ہو ــــ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے موقع پر جو عالمی طوفان چلا اس کی زد سے ناروے بھی نہ بچ سکا۔

ولیم ایل. لنگر لکھتے ہیں:۔

ابھی فرانس اور برطانیہ پوری طرح لڑائی کے لئے تیار بھی نہ ہوئے تھے کہ جرمنی نے پولینڈ کا فیصلہ کر کے اپنا رخ ڈینمارک اور ناروے کی طرف پھیر دیا

چنانچہ ۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو ڈینمارک پر قبضہ جمایا۔ دوسری طرف ہوائی جہازوں کے ذریعے ناروے کے بڑے بڑے شہروں میں فوجیں اتار دیں۔ برطانیہ کے بیڑے نے ناروک پر حملہ کیا ــ امریکی اور فرانسیسی فوج بھی جنوبی ناروے میں اتاری گئی مگر وہ شکستوں کے بعد اسے ہٹانا پڑا ــــ ۳۰ اپریل کو ناروے کی مزاحمت ختم ہو گئی۔ شاہ ناروے اور اس کے وزیر ملک چھوڑ کر لندن چلے گئے۔

(انسائیکلوپیڈیا ص ۱۸۴)

شکست کے بعد جرمن فوجیں یہاں سے نکل گئیں۔ ناروئجن قوم پر نازیوں کے قبضہ کا زمانہ نہایت اذیت ناک، تکلیف دہ اور سخت ترین زمانہ تھا۔

ناروے کے نامور فرزندوں میں "ٹرگوے لی" کا نام آتا ہے جس نے اپنی علمی فکری اور سیاسی صلاحیتوں سے ترقی کر کے دنیا بھر میں اپنا اور ملک کا نام روشن کیا۔

۲۵ اپریل ۱۹۴۵ء کو پچاس ملکوں کے نمائندے سان فرانسسکو میں جمع ہوئے انجمن اقوام متحدہ کا منشور مکمل کیا گیا۔ جس میں قرار پایا کہ اس کی ایک جنرل اسمبلی ہو جس میں پالیسی کے بنیادی اصول وضع کئے جائیں۔

سیکورٹی کونسل ہو (سلامتی کونسل) جو سیاسی اور فوجی معاملات کی نگرانی کرے۔

ان کے علاوہ اقتصادی اور سماجی کونسل ہو جو اقتصادی معاملات سے بحث کرے اور سماجی جھگڑوں کو روکے۔

ایک بین الاقوامی عدالت ہو

خود انجمن کا دفتری کاروبار اچھے طریقے پر چلانے کے لئے ایک سکریٹریٹ ہو

غرض ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو انجمن اقوام متحدہ باقاعدہ وجود میں آگئی۔ اور ٹرگوے لی Tsygve Lee. اس کے پہلے سکریٹری جنرل منتخب ہوئے۔

اس وقت ناروے چار ملین آبادی والا ایک سرسبز و شاداب ملک ہے۔ ناروے شمالاً جنوباً بہت لمبا ہے۔ End of the world اور Mid night Sun اس ملک کی دو خصوصی چیزیں ہیں۔ مڈ نائٹ سن کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ۲۳ جون کی رات میں سورج

ایک سکنڈ کے لئے ڈوب کر فوراً طلوع ہو جاتا ہے۔ اسی روز یہاں کا سب سے بڑا دن ہوتا ہے۔ اسے نارتھ پول کا علاقہ کہتے ہیں۔

اینڈ آف دی ورلڈ ناروے کے اس حصّہ کو کہتے ہیں جو زمین کی خشکی کا کنارہ ہے اس کے بعد سمندر ہی سمندر ہے۔

اس ملک کا سب سے خوبصورت علاقہ "ٹیلی مارک" کا ہے جو ملک بھر میں عمارات کی تزئین اور قدرتی مناظر کے لئے مشہور ہے۔ نشیب و فراز پہاڑوں کا حسن، سبزہ زار پیڑھی، بانکی سڑکیں۔ شہر کے قدیم حصوں میں تہذیب قدیم کا اور نو آباد علاقوں میں جدید فیشن ایبل عمارات کا حسن بڑا ہی دیدہ زیب ہے۔

اس ملک کے قدرتی مناظر ____

یہاں کے پہاڑی نشیب و فراز سیاح کو محو کر لینے کے لئے کافی ہیں۔ اوسلو اپنے دامن میں ایسی دلفریبیاں رکھتا ہے کہ زیادہ دور جائے بغیر کہیں کھڑے ہو کر آپ بہت دور تک نشیبی علاقوں اور بالائی سطح کے حسن و جمال کو تھوڑی دیر میں سمیٹ سکتے ہیں۔

کاروں سے گذرتے ہوئے، بسوں، اور ٹرینوں پر سفر کرتے ہوئے سیاح گرد و پیش کے دور دور تک مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس خطہ ارضی میں حسن فطرت اپنے رُخ سے نقاب اٹھائے ہوئے ہے، نظر فریب مناظر، دلکشی و شادابی سرور و بہجت کے ایک نئے ماحول میں لا ڈالتی ہے۔

حسنِ فطرت شانِ قدرت جلوۂ حسنِ حقِ کل
کیا نہیں اس سرزمیں میں دیدۂ عبرت سے دیکھ — بدرؔ

ہالینڈ کے برخلاف ____ اوسلو کا پانی بہت لذیذ اور صحت بخش ہے۔ ہالینڈ میں رہ کر تو ہم پانی پینے کو ترس گئے۔ اگر پانی پینا چاہیں تو بوتل بند دوسرے ملکوں سے درآمد کیا ہوا پانی ملتا ہے۔ جو قیمتی مشروبات کے نرخ پر خریدنا پڑتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہاڑوں کا سینہ پھاڑ کر برآمد ہونے والے جھرنوں کا پانی ہوتا ہے۔

مقدسی کی بات

یہاں چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح ابو عبداللہ شہاب الدین محمد مقدسی البشاری کے قیمتی سفرنامہ "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" کی ایک قیمتی بات یاد آئی جو انہوں نے پانی کے ہلکے اور وزنی ہونے کی اہمیت پر لکھی ہے۔ اور جس مقام کا پانی بھاری اور غیر صحت بخش ہو وہ اس زمانے کے لوگوں کو وہاں سے کسی طرح نکل جانے کا مشورہ دیتے ہیں:

"کسی جگہ کا ہلکا بھاری پانی معلوم کرنا ہو تو وہاں کے بزازوں عطاروں کے چہرے دیکھو اگر ان پر رونق ہو تو سمجھو کہ پانی ہلکا ہے۔ رونق و تازگی جتنی ہی زیادہ ہوگی۔ پانی اتنا ہی زیادہ ہلکا ہوگا۔ اور اگر ان کے چہرے مُردوں کی طرح زرد کمہلائے ہوئے ہوں اور سر جھکے ہوئے تو پہلی فرصت میں وہاں سے نکل جاؤ۔"

مقدسی نے اس سے قبل پانی کے ____ اچھے اور خراب ہونے کی چند اور علامتیں بھی لکھی ہیں:

"جو پانی جلدی ٹھنڈا ہو جائے وہ ہلکا ہوتا ہے۔ ہلکے پانی کی دوسری پہچان یہ ہے کہ اس کو پی کر پیشاب دیر میں آتا ہے۔ بھاری پانی پینے والے کو جلد پیشاب آتا ہے۔ ہلکے پانی کی تیسری پہچان یہ ہے کہ وہ بھوک لگاتا اور کھانا جلد ہضم کرتا ہے"

(احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم)

سنا ہے ناروے اور ڈنمارک سے مخصوص جہازوں کے ذریعہ تازہ دودھ سویڈن کے شاہی خانوادہ کے لئے روزانہ بھیجا جاتا ہے۔ ناروے کا دودھ اپنی لذت میں یکتا ہے۔

کانفرنس کی تیسری نشست

کانفرنس کی دو نشستیں ہم لوگوں کے ناروے پہونچنے سے پیشتر مرکز اہل سنت میں منعقد ہو چکی تھیں۔ ۲۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو کانفرنس کی تیسری نشست میں شرکت کے لئے جب ہم لوگ "ولکٹ ہاؤس ہال" پہونچے تو دل باغ باغ ہو گیا کہ پورا پورا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اوپر کی بغلی بارہ نشستگاہ

خواتین کے لئے تھی۔ جلسہ گاہ کے باہر اسلامی کتب پر مشتمل ایک بہت وسیع کتب خانہ سجا ہوا شائقین مطالعہ کو دعوت التفات دے رہا تھا۔

یورپین ماحول میں اپنی کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ دیکھ کر غیر ارادی طور پر میں تو ادھری کھنچے لگا مگر الحاج محمد صادق صاحب نے کہا آپ کے لئے یہ وقت اس کام کا نہیں ہے۔ پھر دیکھیں گے۔ اختتام اجلاس پر لوٹ کر دیکھا تو اہل نظر نگینے چن چکے تھے۔

اس اجلاس کی صدارت پیر سید منیر حسین شاہ صاحب نے کی۔ جناب والا پاکستان کے ضلع گجرات کی درگاہ جنڈانوالہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ بہت ہی سادہ مزاج، متواضع شخص ہیں۔ مزاح سے باتوں میں دلچسپی پیدا کر دیتے ہیں۔ لطیفے اور نکاہت، ان کی مجلس میں خوب چلتی ہے۔ دھیمی آواز سے بہت روانی سے پنجابی بولتے جاتے ہیں۔ ناروے میں پیر صاحب کے ارادتمندوں کا وسیع حلقہ ہے۔

پیر صاحب نے اپنا خطبۂ صدارت پیش کیا، علمائے کرام نے اپنے مقررہ موضوعات پر سیر حاصل تقریریں کیں، زمزمہ سنجوں نے بارگاہ حبیب میں نذرانے پیش کئے۔ بار بار فضا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے مرتعش ہو ہو جاتی، عجیب روحانی کیف وسماں تھا۔ کسی بات پر لوگوں کی آہیں سنائی دیتیں، مستوں کی حق ہو، گونجتی، کبھی تبشیر و تفہیم کا موقع آتا تو چہرے امید و رجا بن جاتے۔ مداح رسول قاری اشرف سیالوی نے نعت خوانی شروع کی تو مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے نوٹوں کی بارش کرنے لگے۔ بالخصوص قطب گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا کلام رس گھولتی آواز میں پورے مجمع کو مسحور کر رہا تھا گویا مادح و ممدوح کی روحانیتیں مضراب قلوب کے تاروں کو جھنجوڑ رہی ہوں:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا ٭ گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

حالات حاضرہ اور مسلمان

اس عنوان پر الحاج محمد صادق صاحب نے مختصر مگر جامع خطاب کیا۔ دور حاضر مسلمانان عالم کے لئے متعدد وجوہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مادیت کا سیلاب دین اور

دینداروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ خالص مسلم ممالک تک اس متعدی زہر سے متاثر ہو رہے ہیں، عالمی پیمانہ پر سیاسی بازیگر دنیا کو جنگ کی آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔ اور مسلم بلاک جو اگر حقیقۃً متحد ہو جائے تو عالمی سیاست کا رُخ بدل ڈالنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے آپسی انتشار، اور طاغوتی قوتوں کا آلۂ کار بن کر ایک دوسرے کی تباہی کے سامان فراہم کرتا ہے۔ قومی اور ملی سطح پر عالم اسلام آج قیادت عظمیٰ کی دولت سے محروم ہے۔ ممالک مسلمہ کے حکام، اور علمائے اسلام اب تک ہم آہنگ نہ ہو سکے۔ درمیان کی یہ خلیجیں پاٹ کر تمام مسلم ممالک کو جب تک خالص اسلامی بنیادوں پر منظم نہیں کیا جاتا کشتیٔ امت کا ساحل مراد سے ہمکنار ہونا دشوار ہے۔ جب تک تمام مسلم رہنما اس امر پر صدق نیت سے متحد نہیں ہوتے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا تمام ضابطۂ حیات صرف اسلامی بنیادوں پر استوار ہوگا۔ اس وقت تک عظمت رفتہ کی بازیابی کا مسئلہ خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ دوسری طرف ہر مسلم فرد کو اپنی دینی اور اسلامی ذمہ داریوں کا بھرپور خیال ہونا چاہئے۔ تاکہ تمام معاملات زندگی میں اپنے ملی تشخص کو مد نظر رکھیں۔ خود ماحول فاسد میں گم نہ ہو جائیں بلکہ اس طور پر اپنے اوپر ایمان و اسلام کی حکمرانی قائم کریں کہ اندر سے باہر تک بہمہ وجوہ مسلمان ہو کر رہیں۔ پھر یہ پہنائی آفاق ہمیں گم نہیں کر سکتی بلکہ ہمارے دامن میں سما جانے کی خواہش مند ہوگی۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

انقلاب اسلامی ایٹمی ہتھیاروں کی بنیاد پر نہیں لایا جا سکتا کیونکہ یہ اسلحہ جات انسانیت کی تباہ کاری کا سامان ہیں، وہ اسلام خالص تعمیری اور تاسیسی نظریہ حیات عطا فرماتا ہے۔ دشمنان اسلام کی سینہ کوبی کے لئے آمادہ جہاد رہنا تو ہماری عملی زندگی کا لازمہ ہے۔ مگر دلوں میں اگر ایمان کی حرارت ہی باقی نہیں، تو آرام دہ صوفوں سے اٹھ کر سردی میں سرد پانی سے نہیں نیم گرم پانی سے وضو کرنا دشوار محسوس ہوتا ہے۔ پھر کہاں ہے اسلام؟ کہاں ہے ایمان؟ یہ ہمارا قومی اور ملی المیہ ہے کہ آج مسلمان دنیا کی پوری گولائی پر باہم دست و گریباں ہیں ایران و عراق میں کٹ رہے ہیں، لبنان و سیریا میں ٹھن رہے ہیں فلسطین اور ہندوستان میں قتل کئے جا رہے

ہیں اس کے باوجود عالمی سطح پر مسلم رہنماؤں نے اس سلسلہ میں کون سا موثر اقدام کیا۔ ؟
حالانکہ اسلام و ایمان تو آگ سے زیادہ حرارت رکھنے والی شئے ہے۔ بات وہی ہے کہ ہمارا
تعلق رب کائنات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا مضبوط نہیں رہ گیا ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ہر فرد بشر جو دامن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے۔ اپنے ایمان کا احتسا
کرے۔ اور دینداری میں اخلاص اور صداقت پیدا کرے۔ یہی ہماری عظمت رفتہ کی بازیافت
کا ذریعۂ واحدہ ہے۔ یہی دور حاضر کا تقاضا ہے اور مسلمانانِ عالم سے اسلام کا یہی مطالبہ
ہے۔ کہ مسلمان مومن کامل بن جائیں، امن عالم کی بحالی کا صرف ایک راستہ ہے کہ اسے
اسلام کے دامن میں پناہ مل جائے۔ روحیں بیقرار ہیں، قلوب بے چین ہیں اس صبح جانفزا
کے لئے اس موسم رحمت کے لئے کہ جب:

آجائے پھر ایماں کی بہاروں کا زمانہ
ہر سمت ہو تکبیر مسلسل کا ترانہ
عالم کی قیادت تری راہ دیکھ رہی ہے
قرآن کو بڑھ کر ذرا سینے سے لگا

یہ تھا الحاج محمد صادق صاحب کا موضوع جو نہایت اہم اور وقیع ہے
اجلاس کی نظامت ہی تو اجلاس کی جان ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مولانا چشتی اس حق
کے حقدار ہیں، رب تعالیٰ نے اجمیری درویش کا فیضان دنیا بھر میں کس کس طرح عام کیا ہے
ولیاء اللہ کے فیضان کرم اور جود و سخا میں سے یہ بھی ہے کہ آقاؤں کو غلاموں جیسی انکساری
بخش دیتے ہیں۔ ان کی نسبت کے تصدق یہ گروہ علماء اور اولیاء اللہ ایسے قلندر ہوتے ہیں
و سکندری تقسیم فرمایا کرتے ہیں۔ دنیا میں اس نسبت کا احترام کرنے والے کامیاب و کامراں
ہیں، اور اسی کی ناقدری کرنے والے خائب و خاسر، مولانا مشتاق احمد چشتی کی انہی اعلیٰ
ــــر کاروں سے وابستگی ہے اور یہی تعلق ہم ناداروں کا سب سے عظیم

سرمایہ ہے اور طرۂ امتیاز بھی:

ہوائے خلعتِ شاہی ندارم
بگردن حلقۂ طوقِ غلامی

او سلو کی سرزمین پر دین و دانش کا اتنا عظیم شامیانہ علم اور علماء کے قدر دانوں کے
بغیر کیسے ممکن ہوا۔ ہمارے انحطاط و تنزل کے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے
کہ ہم نے اپنے علماء کرام اور ذمہ داران دین و ملت کی عزت اور احترام کو فراموش کر دیا۔ دل و
نگاہ کو غفلت سے پاک و صاف کرنے کے لئے، علم اور علماء کے فضائل کی ایک جھلک دیکھتے چلیں:

علم اور علماء

قرآن کریم میں رب تبارک تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	اللہ بلند کرے گا تم میں سے ان لوگوں کو کہ ایمان
وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ: ۱۱)	لائے اور ان لوگوں کو درجہا کہ جو علم دیئے گئے

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لِلْعُلَمَاءِ دَرَجٰتٌ فَوْقَ الْمُؤْمِنِيْنَ	علماء کا درجہ مومنوں سے سات سو گنا بلند
بِسَبْعِمِائَةِ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ	ہے اور ایک درجے سے دوسرے کا فاصلہ
الدَّرَجَتَيْنِ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ	پانچ سو سال کی راہ ہے۔

دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ	کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ جانتے ہیں (علم)
وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (زمر: ۹)	اور وہ لوگ جو نہیں جانتے (بے علم)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ	سے سنا ہے فرماتے تھے جو کوئی علم کی خاطر
مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا	کوئی راستہ طے کرے، اللہ تعالیٰ اسے

سلك الله به طريقا من طرق الجنة وان الملئكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم ليستغفر له من في السموات ومن في الارض والحيتان في جوف الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على الكواكب وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر

جنت کے راستہ پر چلائے گا، اور فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اس کے سامنے پر بچھاتے ہیں۔ اور عالم کیلئے آسمان وزمین کی تمام چیزیں اور مچھلیاں پانی میں بخشش طلب کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء، مال ودولت کا وارث نہیں بناتے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ پالیا۔

(رواہ الترمذی، ابوداؤد، وابن ماجہ)

شہنشاہ چشت کا ارشاد

سلطان اولیاء تاجدار چشتیاں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ ایک روز درویشوں کی مجلس میں آپ نے فرمایا:

علماء اور مشائخ کے چہرہ کی طرف محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔ جو شخص عالموں کی زیارت کیلئے نظر اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نظر سے ایک فرشتہ کو پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس عقیدتمند کے لئے دربار الٰہی میں بخشش کی دعائیں مانگا کرتا ہے۔ جس شخص کے دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہزار برس کی عبادت کا ثواب درج فرماتا ہے۔ اگر اس زمانہ میں اس کا انتقال ہو جائے تو عالموں کی قربت عطا فرماتا ہے اور اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرماتا ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ: ایک شخص تھا کہ عالم اور درویش کی صورت دیکھ کر منہ پھیر لیا کرتا تھا جب مرگیا لوگوں نے قبر میں اتارا، کئی مرتبہ اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا مگر منہ

پھر جاتا تھا، ہاتف غیبی نے آواز دی یہ دنیا میں ہمارے علماء اور مشائخ سے منہ پھیرتا تھا، اس لئے ہم نے اس کا منہ اپنے قبلے سے پھیر دیا۔

(خواجہ غریب نواز مصنفہ شبیر حسن چشتی ص ۱۸۵)

رب دو عالم ہمیں اپنے علماء، مشائخ اور اکابرین کی قدر شناسی عطا فرمائے۔ اور ان کے ادب واحترام ملحوظ رکھتے ہوئے۔ ان سے علمی اور روحانی استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

آئیے ہم پھر بہار جولائی کے اجلاس کانفرنس کی طرف چلیں۔

اک زمیں نو، نیا اک آسماں پیدا کریں
بحر ظلمت سے، حیات جاوداں پیدا کریں
آؤ بزم کیف و مستی میں چلیں پھر ایک بار!
اور شعور عشق کا تازہ جہاں پیدا کریں

اس تیسری نشست میں راقم الحروف کو بھی "اسلام اور تربیت اولاد" کے عنوان پر کچھ روشنی ڈالنی تھی، کانفرنس کی دعوت بہت دیر میں موصول ہوئی تھی، اس لئے کوئی خاص اہتمام بھی نہ ہو سکا تھا۔ بہرحال اپنے ناقص علم اور کوتاہ مطالعہ کی بنیاد پر جو ممکن ہوا عرض کر دیا۔[1]

میرے بعد مولانا نثار بیگ قادری صاحب نے "سنت کی آئینی حیثیت" کے عنوان پر پرمغز تقریر کی۔ تقریر وخطاب میں زور بیان کے ساتھ جذبۂ دروں بھی شامل ہو تو بات تاثیر کا زیور پالیتی ہے درد آشنا خطیب ہی دولت درد تقسیم کرتا ہے۔

کیوں دعا کروں یارب درد کی دوا کردے
دل کی آرزو یہ ہے درد کو سوا کردے
درد عشق و مستی ہی زندگی کا حاصل ہے
اپنی خاص رحمت کر درد لادوا کردے

اجلاس اپنی شان و شوکت سے جاری تھا، پرمغز بیانات اور تقاریر قلوب واذہان کو بالیدگی

۱؎ یہ مقالہ المجمع الاسلامی مبارک پور کے زیر اہتمام کتابی شکل میں ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

عطا کر رہے تھے وقفہ وقفہ سے نعرہائے تکبیر، اور شانِ مصطفوی کا اعلان و اظہار اہلِ ایمان
جذبات سے سرشار ہو کر، فرما رہے تھے:

خدا کی حمد و ثنا مدحت نبی ہو گی
جہاں بھی محفلِ اہلِ نظر بھی ہو گی
مے نے والے کی الفت کے لڈھتے ہونگے جام
ہر ایک رند پہ یک گونہ بے خودی ہو گی

علامہ اعظمی

اب کرسی خطابت پر جسے آنا تھا وہ ہیں۔ پر وقار عظیم اسلامی اسکالر، ورلڈ اسلامک مشن کے
جنرل سکریٹری علامہ قمر الزماں اعظمی جنہیں صرف ہندوستان ہی میں نہیں یو کے اور متعدد یورپین ممالک
میں اہلسنت "خطیب اعظم" کا لقب دیتے ہیں، اہل علم و شعور طبقہ علامہ کی تائید کو اپنے لئے سند
سمجھتا ہے، اپنی دس سالہ خدمات اور خلوص کا رلا جذبات سے انگلینڈ کی زمین پر آپ نے جو
مساعی کی ہیں، ملی سطح پر وہ اس بارانِ رحمت کے مثل ہے، جس کے بعد زمین سے بیشمار خود رو پودے
ابھر کر اسے سبزہ زار بنا دیتے ہیں اور آگے بڑھ کر گلہائے رنگا رنگ سے ایک مزین گلشن آباد
ہوتا ہے۔ ۱۹۷۵ء سے بریڈ فورڈ اور مانچسٹر میں قیام کرتے ہوئے آپ نے پورے برطانیہ اور
دیگر یورپین ملکوں میں اپنی خدمات سے اسلام اور سنت کو بہت کچھ فروغ بخشا ہے۔

برصغیر ہند و پاک کی سب عظیم اسلامی دانشگاہ الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) مبارکپور کے
فاضل ہیں، معمار سنیت، حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ کے
چہیتے اور منظور نگاہ ہیں، اپنے جن تلامذہ پر حضرت ناز فرمایا کرتے ان میں آپ کا بھی شمار ہے۔

دورِ قدیم سے وطن عزیز کیلئے جاں باز فراہم کرنے والے ضلع اعظم گڈھ کے خطہ خاصپور نے
اسلام و سنیت کی اشتباق کے لئے بھی کئی مایہ ناز سپوت دیئے ہیں۔ جن میں علامہ اعظمی ممتاز ہیں،
علمی دبدبہ، اور عالمی افق پر ابھرنے والے نت نئے رنگوں سے واقفیت کے بعد علامہ اعظمی ایک
سیماب صفت تحریک بن گئے ہیں۔ اے کاش زمانہ ان کے دردمند دل، اور خلوص آگیں نگاہوں

کا سوز سمجھ سکے، دامن بھر بھر کر خلوص و محبت لٹانا علامہ اعظمی کا مزاج اور فطرت ہے اور یہ سنت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔ یوروپین ماحول ایکٹنگ کا دلدادہ ہے۔ اس لئے کسی
دردمند کے آنسو، اور تفتہ جگر کی آہیں اپنا حقیقی مفہوم کھو چکی ہیں برصغیر کے اس قیمتی نگینے کی بھی
اس فاسد ماحول میں خوب خوب ناقدری ہوئی، مگر گوہر شب تاب کو کیچڑ میں ڈالنے والے اپنے ذہن
و افکار کی سطح سے بلند کیسے ہو سکتے۔۔؟ پھر ایسا بھی تو نہیں کہ دنیا قدر شناسوں سے خالی
ہو گئی ہو، آج برطانیہ کی ہر علمی و دینی مجلس اور اجلاس اور کانفرنس کے اسٹیج پر علامہ اعظمی بے بدل
شخصیت کی حیثیت سے رونق افروز ہیں، انہی کے لئے کبھی کہا گیا ہے کہ:

کیا تقسیم ہر سو، حافظِ ملت کا سوزِ دل — کبھی ابرِ کرم بن کر، کبھی برقِ تپاں بن کر
لٹائے کانِ اشرفیہ کے موتی جس نے ہر جا — پئے حق بے نیازِ خدشۂ سود و زیاں بن کر
نہیں برصغیرِ ہند بلکہ اہلِ یورپ تک — عطا کی چاندنی اسلام کی قمر الزماں بن کر

(استقبالیہ اشرفیہ)

آپ کا عنوان ہے۔ "ختم نبوت"۔ حق گوئی و صداقت نیوشی میں بے لاگ، اعداء دین پر برق
و شرر کی طرح ٹوٹ پڑنے والے، اور دوران خطاب سامعین کے تنفس کی ڈور مٹھی میں تھام لینے
والے، براہین و دلائل کے انبار لگانے والے، دقیق کو پانی کی طرح رقیق بنا کر سامعہ کی راہ سے
دل میں اتار دینے والے خطیب اعظم ـــــ نے شوکت الفاظ، لطافت تراکیب سے آراستہ
کرکے اپنے موضوع پر انمول خطاب فرمایا۔

کانفرنس کی چوتھی نشست

چوتھی نشست ۱۶ر شوال ۱۴۰۵ھ م ۵؍ جولائی ۱۹۸۵ء یکشنبہ کو دس بجے صبح فولکٹ ہاؤس
ہال میں ہوئی، یہ مجلس بطور خاص نارویجن باشندوں کے لئے تھی جن تک اسلام کا ابدی اور
پیغام پہونچانا بھی کانفرنس کا فریضہ منصبی تھا۔ اس لئے اس نشست کی زبان انگریزی رہی۔ اس
مجلس کی صدارت حضرت مولانا الحاج پیر سید برکات احمد شاہ سجادہ نشین جلالپور شریف جہلم
پاکستان، نے فرمائی۔ نظامت بزم کا فریضہ جناب محمد داؤد اعوان صاحب نے انجام دی

داؤد اعوان صاحب نہایت ذی علم، اور سنجیدہ نوجوان ہیں۔ اوسلو یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔

سب سے پہلے قاری محمد اشرف سیالوی نے تلاوت قرآن کی۔ اور قاری محمد مشرف صاحب نے نعت حبیب پیش کی۔ پھر چودھری محمد زمان صاحب نے جماعت اہلسنت ناروے (اوسلو) کا تعارف کرایا اس کے اغراض و مقاصد بیان کے لئے۔ اور واضح کیا کہ قیام پذیر ہونے کے بعد سے اب تک جماعت اہلسنت نے کون کون سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، کن میدانوں میں کام کی اور ضرورت ہے اس کے بعد جناب حافظ مشرف حسین صاحب نے "اسلام اور عورت" کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ آپ حافظ و قاری ہونے کے ساتھ اعلیٰ تعلیم سے بھی بہرہ ور ہیں۔ برمنگھم میں زیر تعلیم ہونے کے باوجود ان پر فاسد ماحول کا بحمدہ تعالیٰ کوئی اثر نہیں، دینی عنوانات پر نتیجہ خیز گفتگو کر لیتے ہیں۔ آپ کا شمار ان بے تاب نوجوانوں میں ہے جو مستقبل کے افق پر اسلام کو دین کی حیثیت سے سارے عالم پر غالب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور صرف تقریروں میں نہیں نجی ماحول میں بھی ان پر یہ خیال حاوی ہوتا ہے:

ع۔ خدا اس عشق کی آتش کو اور بھڑکائے

پروفیسر مولانا طاہر القادری

۱۵ر جولائی ۱۹۸۴ء کی مجلس میں پروفیسر طاہر القادری صاحب نے "اسلام اور عیسائیت" کے عنوان پر اپنے علمی جواہر لٹائے افسوس کہ راقم الحروف اس مجلس سے استفادہ نہ کر سکا۔

لیکن جہاں تک پروفیسر صاحب کا تعلق ہے۔ آج پاکستان کی علمی دنیا میں آپ اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ادارہ منہاج القرآن کے ذریعہ آپ نے اشاعت اسلام کا جو کام شروع کیا ہے وہ لائق تحسین اور امید افزا ہے۔

اسلام اور عیسائیت

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم یہاں اسلام اور عیسائیت کے عنوان پر کچھ اہم معلومات سپرد قلم کرتے ہیں موجودہ عیسائیت رطب و یابس کا پلندہ۔ اور پولس کے اختراعات کا مجموعہ

ہے۔ تحریف کے فاسد ہاتھوں نے منزل کتاب الہٰی کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام دنیا میں رسول اللہ بن کر ایک خدا کی ربوبیت کا کلمہ پڑھانے آئے تھے مگر برا ہو غلو نے فاسد کی ستم رانیوں کا کہ نا عاقبت اندیش۔ مفاد پرست رہبوں اور مسیحی پروہتوں نے انہیں دنیا کے سامنے خدا کا بیٹا بنا کر پیش کر دیا۔ اس طرح وہ دین جو توحید کی تعلیم لے کر آیا تھا شرک و صنم پرستی کا داعی بن گیا۔

عیسائی مذہب کے حقائق کی نشاندہی کے طور پر یہاں ہم مختصراً اس کے اصل ماخذ کے بارے میں کچھ معروضات حاضر خدمت کرتے ہیں۔

ہر مذہب اپنے دستور اور قانون سے پہچانا جاتا ہے۔ عیسائیت بھی اپنا اصل ماخذ انجیل کو بتاتی ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ صحیفہ مقدسہ انجیل۔ آج دنیا میں اپنی اصلی شکل میں موجود ہے یا نہیں؟ اور انجیل کے نام پر جو کچھ موجود ہے اس میں کتنی تحریفات ہو چکی ہیں۔ اہل علم و دانش پر یہ مخفی نہیں۔ انجیل (BIBLE) کی دو قسمیں ہیں جنہیں یہ اپنے مذہب کی اساس قرار دیتے ہیں۔ ایک عہد نامہ عتیق۔ یعنی دور عیسوی سے قبل کے انبیاء کرام کی کتابیں جو تواتراً ان کو ملی ہیں اس کو عہد عتیق، پرانا عہد نامہ ——— کہتے ہیں۔ دوسری قسم جسے عہد نامہ جدید کا نام دیا جاتا ہے وہ مجموعۂ کتب ہے جس کے بارے میں عیسائی دنیا کا دعویٰ ہے کہ یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد الہام کے ذریعہ سے لکھی گئی ہیں۔

عہد نامۂ قدیم اور عہد نامۂ جدید کی اس لحاظ سے بھی تقسیم ہوئی ہے کہ ان دونوں ہی کے مندرجات کا ایک حصہ ایسا ہے جس پر قدیم عیسائی متفق ہوئے ہیں اور انہوں نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جس کی صحت پر عیسائی دنیا کے پرانے علماء نے اختلاف کیا ہے۔ یعنی وہ اسے صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

اناجیل کے مندرجات آپس میں کس قدر متصادم ہیں وہ تو الگ ایک نہایت اہم عنوان ہے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عیسائیوں کے درمیان خود حصص انجیل کتنے ہیں ان میں بھی کافی اختلاف ہے۔ علماء قدیم عہد عتیق کی مسلمہ کتب میں ۳۸ کتابوں کو معتمد سمجھتے ہیں ——— اور عیسائیوں کا سامری فرقہ صرف سات کتابوں کو تسلیم کرتا ہے بقیہ کی تردید کرتا ہے۔

ان کا مشہور مورخ یوسیفس جو سنہ ۳۷ء میں پیدا ہوا ہے لکھتا ہے کہ:

"ہمارے پاس صرف ۲۲ کتابیں ہیں جن میں زمانۂ ماضی کے حالات مندرج ہیں اور الہامی تسلیم کی جاتی ہیں" (ہماری کتب مقدسہ از جی، ٹی، منیلی ص۳)

یوسیفس کے اس بیان کی تاویل میں عیسائی علماء نے بہت زور لگایا ہے اور اپنی پرانی اسکیم ایک کو تین اور تین کو ایک کے حساب سے ۳۸ کو ۲۲ بنانے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔

عہد قدیم کی کتابوں میں وہ کتابیں جن پر علماء قدیم نے غیر معتمد ہونے کا خود فتویٰ دیا ہے وہ نو ہیں:

۱۔ کتاب استیر ۲۔ کتاب باروخ۔ ۳۔ کتاب دانیال ایک جز۔ ۴۔ کتاب طوبیاہ۔ ۵۔ کتاب یہودیت۔ ۶۔ کتاب دانش۔ ۷۔ کلیسائی پند و نصائح۔ ۸۔ کتاب المکابین الاول ۹۔ کتاب المکابین الثانی۔

اب آئیے عہد جدید کی کتابوں میں ان کتابوں کو دیکھیں جو متفق علیہ ہیں ان میں اناجیل اربعہ یعنی انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، اور انجیل یوحنا کے علاوہ بھی سولہ کتابیں ہیں۔

عہد جدید کی جن کتابوں کو خود موسسین مسیحیت نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے اور اختلاف کیا ہے وہ سات کتابیں ہیں: ۱۔ پولس کا خط عبرانیوں کے نام۔ ۲۔ پطرس کا دوسرا رسالہ۔ ۳۔ یوحنا کا دوسرا رسالہ۔ ۴۔ یوحنا کا تیسرا رسالہ۔ ۵۔ یعقوب کا رسالہ۔ ۶۔ یہوداہ کا رسالہ۔ ۷۔ مشاہدات یوحنا اور مکتوبات یوحنا کے بعض حصے۔

اناجیل کے سلسلہ میں تحقیق کام کی تکمیل کے لئے بادشاہ قسطنطین اول (م ۳۳۷ء) نے ۳۲۵ء میں اس دور کے عیسائی علماء کی مجلس بلوائی تھی ــــــ تاکہ یہ لوگ مشکوک کتابوں کے بارے میں اپنے فیصلے صادر کریں اور جن کتابوں پر یہ مجلس متفق ہو جائے تمام عیسائی دنیا میں اس کو نافذ کر دیا جائے۔ اس مجلس نے بڑی رد و کد کے بعد کتاب یہودیت کو واجب التسلیم قرار دیا اور بقیہ تمام کو مشکوک ہی رکھا۔

اس کے بعد عیسائی علماء کی دوسری کانفرنس ۳۶۴ء میں جو مجلس روڈیشیا کے

نام سے مشہور ہے منعقد ہوئی۔ اس میں کتاب مشاہدات کے علاوہ اور سب کتابوں کو واجب التعمیل۔ اور معتمد قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد تیسری میٹنگ "کارتھیج" کے نام سے ۳۹۷ء میں ہوئی۔ اس میں فیصلہ ہوا کہ مذکورہ بالا تمام کتابوں کے ساتھ ساتھ سات اور کتابیں بھی معتبر ہیں۔

۱۔ کتاب دانش۔ ۲۔ کتاب طوبیاہ۔ ۳۔ کتاب باروخ۔ ۴۔ کتاب کلیسائی۔ ۵۔ کتاب المکابین اول۔ ۶۔ کتاب المکابین ثانی۔ ۷۔ مشاہدات یوحنا۔

اناجیل کی تحقیق کے سلسلہ میں ان کے علاوہ تین کانفرنسیں اور ہوئیں جنہیں مجلس ٹرلو مجلس فلورنس، اور مجلس ٹرنٹ کہا جاتا ہے۔ ان میں کی ہر بعد کی مجلس نے ماقبل کی مجلسو کی توثیق کرتے ہوئے غیر معتبر فہرست میں سے کچھ کو غیر معتبر ہی قرار دیا ــــــ بہت جرأت کی بعد کی دو مجلسوں نے کتاب باروخ کا نام فہرست کتب میں شامل نہیں کیا بلکہ الگ لکھ دیا۔ اور سنہ [illegible]ء تک تمام عیسائی دنیا اسی پر رہی تاآنکہ ان میں پروٹسٹنٹ فرقے نے جنم لیا۔ جس نے میں معتبر قرار دی جانے والی کتابوں میں سے۔

۱۔ کتاب باروخ، کتاب طوبیاہ، کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب پند کلیسا اور دونوں کتابوں کو ناقابل تسلیم گردانا ــــــ اور اسی طرح کتاب استیر کے بعض اجزاء کو بھی مرد قرار دے دیا۔ البتہ کیتھولک فرقہ اپنے پیش روؤں کی تقلید میں اب تک ان تمام مذکورہ با کتابوں کو صحیح تسلیم کرتا ہے مگر اہل فراست پر واضح ہو چکا ہوگا کہ ایسی کتابوں پر علمی عقلی منطقی ا سائنسی رو سے کلیتہً اعتبار کے کیا دلائل ہیں ــــــ جن کے بارے میں اس مذہب کے معتبر ارباب حل و عقد خود ان گنت خانوں میں تقسیم ہوں۔

اس کے برخلاف دین اسلام جن حقائق کو لے کر فلاح و بہبود انسانیت کی دعوت دے رہا ہے اور اپنا لائحہ عمل منشور حیات، اور دستور حقیقی پیش کرتا ہے اس کا نام "قرآن مجید" ہے جو حرفاً حرفاً نزول کے وقت سے تا امروز محفوظ ہے اور اس کی حقانیت صداقت، او منزل من اللہ ہونے کو دنیا کی کوئی طاقت چیلنج نہیں کر سکی۔ قرآن کے دعاوی پیش گوئیا صفحۂ ہستی پر روشن تحریروں میں واضح ہوتے جا رہے ہیں ــــــ

کسی بھی بات اور نظریہ کو تسلیم کرنا۔ اس کے عقلی معیار پر صحیح اترنے سے بھی گہرا تعلق رکھ

ہے۔ تضاد، اختلاف اور ریب وشک۔ الہامی کتابوں کی شان ہرگز نہیں۔ الہی صحیفے تو ان عیوب سے ہر طرح پاک اور صاف ہیں۔ جب تک وہ اپنی اصلی شکل وشباہت میں ہیں۔

مگر برا ہو دنیا داری کی ہوا وہوس کا کہ اس نے خداوند قدوس کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کو بھی ادل بدل کر مسخ کر ڈالا۔ بائبل کے متفقہ حصص کے اندر پائے جانے والے تضادات خود اس کی ثقاہت کو مجروح کرتے ہیں۔ قارئین کرام کے سامنے ہم متفقہ بائبل کے چند تضادات نمونتہً پیش کرتے ہیں۔

"اخزیاہ بائیس ۲۲ برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا۔"

(کتاب سلاطین-۲ باب آیت ۲۶)

انہیں کے بارے میں کتاب تواریخ میں ہے:

"اخزیاہ بیالیس ۴۲ برس کا تھا جب وہ حکومت کرنے لگا۔"

(تواریخ ثانی باب ۲۲ آیت ۲)

یہ ہے بائبل کی منطقی حیثیت — انہی ذخائر سے ثابت ہے کہ اخزیاہ اپنے باپ کی وفات کے معاً بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے باپ یہورام کی عمر بوقت وفات، ۴۰ چالیس سال تھی۔ گویا دوسرے قول کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں اخزیاہ اپنے باپ سے دو سال بڑا ہوا۔ یہ ایسا شہتیر تھا جو بائبل کے مفسرین بھی چھپا نہ سکے۔

دوسری مثال:

"اور سلیمان کے ہاں اس کے رتھوں کیلئے چالیس ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے۔"

(سلاطین اول باب ۴ آیت ۲۶)

اسی سلسلہ میں کتاب تواریخ کی آیت پڑھئے:

"اور سلیمان کے پاس گھوڑوں کے لئے چار ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے۔"

(تواریخ ثانی باب ۹ آیت ۲۵)

اب عیسائی حضرات ہی فیصلہ کریں کہ چالیس اور چار ہزار میں سے ہم کس کو صحیح

تسلیم کریں۔ اور آپ کس کو صحیح مانتے ہیں۔؟

تیسری مثال۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک حوض کی تعمیر ہوئی تھی جس کی کیفیت کا بیان کتاب سلاطین اور کتاب تواریخ دونوں میں آیا ہے، ملاحظہ کیجئے:

"اور اس کے کنارے کے گرداگرد دو سو ہاتھ تک لٹو تھے" (سلاطین-۷-۲۴)

"اور اس کے نیچے بیلوں کی صورتیں اس کے گرداگرد دس ہاتھ تک تھیں اور اس بڑے حوض کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں"۔ (تواریخ-۴-۳)

بائبل کے مفسرین اور عیسائی مسئولین اپنے ماخذ کی ان کمزوریوں پر چیں بجبیں ہیں اور انہیں اعتراف تضادات کے سوا چارہ نہیں۔

چوتھی مثال۔ کتاب نحمیاہ ۷ باب، اور کتاب عزرا کے باب ۲ میں بابل کی قید سے رہا ہونے والوں کی تعداد کا ذکر ہے مگر دونوں کتابوں میں قبائل کے نام کے ساتھ ساتھ کس قبیلے کے کتنے آدمی رہا ہوئے تھے اس کی تفصیل میں بیس تضادات موجود ہیں ——— دونوں کتابوں میں کل تعداد بیالیس ہزار تین سو ساٹھ لکھی ہوئی ہے مگر جب الگ الگ افراد قبائل کو ملا کر ہم جوڑتے ہیں عزرا کی مجموعی تعداد انتیس ہزار آٹھ سو اٹھارہ اور نحمیاہ میں اکتیس ہزار نو سو اسی بنتی ہے۔

یہودی کاہن جوزیفس اپنی تاریخ کی کتاب ۱۱ باب ۱ میں کہتا ہے کہ:

"جو لوگ بابل سے یروشلم آئے ان کی مردم شماری بیالیس ہزار چار سو باسٹھ افراد تھی۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر انجیل میں جس کو بعد کی ایک پوری جماعت علماء نے مل کر مرتب کیا عزرا کی اس عبارت کی شرح میں لکھا ہے کہ:

"اس کتاب میں اور کتاب نحمیاہ کے باب ۷ میں کاتبوں کی غلطی سے بہت بڑا اختلاف پیدا ہو گیا۔"

ان مترجمین نے دوسرے نسخوں کی ترمیم کرنے اور یکساں بنانے کی انتھک کوشش کی اور انگریزی ترجمہ کو گویا صاف ستھرا کرنے کی کوشش کیا پھر بھی ابھی بیسیوں اختلافات سر اٹھائے کھڑے ہیں

ہم نے متفقہ اور مصدقہ بائبل ہی کی عقلی اور منطقی تناقض اور ٹکراؤ کی محض دو چند مثالیں آپ

یہ ہے عیسائیت کے مراجع اور ماخذ کی اسنادی حیثیت اور تضادات کا حال۔ قطع نظر اس سے کہ انسانی فلاح وبہبود، معاشرتی تمدنی اقتصادی، اور بالخصوص شرعی احکامات اس مذہب کی کتاب میں کتنے موجود ہیں، اور انسانی فلاح وبہبود کے کیا قوانین واصول ہیں، ہم بائبل کی اسنادی حیثیت ہی کو بے سروپا دیکھ رہے ہیں۔

اسلامی معیار

اس کے برخلاف اسلام: قرآن عظیم کا مقدس صحیفۂ نورانی رکھتا ہے۔ اور احادیث رسول یعنی پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، اعمال اور آپ کے صحبت یافتہ اصحاب نبی کے فرمودات اور تشریحات وتفسیرات وغیرہ۔ روشن آفتاب کی طرح احکام دین ودنیا کا خزانۂ عامرہ لئے انسانی دنیا کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ اسلام اور عیسائیت کے ماخذ کا فرق بنیادی فرق ہے۔ جو قابل توجہ ہے۔ صرف آیات قرآنیہ نہیں بلکہ احادیث مصطفیٰ کی تحقیق وجستجو میں محققین امت نے لاکھوں زندگیوں کو کھنگال کر رکھ دیا ــــــ علمار اسلام نے فن اصول حدیث کے اندر روایتوں اور سندوں کے پرکھنے کی غرض سے معیارات اور ردّ وقبول کے پیمانے متعین کر دیئے۔ سندوں کے لئے شرطیں رکھیں راوی حدیث کے اندر عدالت، ضبط اور حفظ اور ہر راوی کا اپنے شیخ سے براہ راست سننا لازم قرار دیا۔ ان کے علاوہ صحت روایت کے لئے بھی معیار رکھا کہ:

حدیث کے الفاظ واسلوب ایسے تو نہیں جسے کلام بلیغ کا درجہ حاصل نہ ہو۔ اور مضمون بداہت عقل کے اتنے مخالف نہ ہو کہ تاویل ناممکن ہو۔
احکام واخلاق کے عام اصول سے فروتر یا مخالف نہ ہو۔
صفاتِ الٰہی اور صفاتِ رسول کے بنیادی عقائد کے مخالف نہ ہو۔
قرآن یا محکم سنّت یا اجماع یا ضروریات کے مخالف نہ ہو۔
عہد رسالت سے متعلق مشہور تاریخی حقائق کے مخالف نہ ہو۔
روایت کسی ایسی رذیل شے پر مشتمل نہ ہو جس سے شریعت پاک معرا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

کے سامنے رکھی ہیں مگر ناقدین علمار نے اس عنوان پر ہزاروں صفحات لکھ کر اس حقیقت کو اظہر من الشمس کر دیا ہے کہ بائبل آج کی دنیا میں عام انسانی محققانہ تصنیف کے معیار پر بھی پوری نہیں اترتی۔

عہدناموں کی اسناد

چونکہ ایک مدت دراز سے ایک دنیا توریت وانجیل کے موجودہ نسخوں کو مانتی آرہی ہے اس لئے آج کی دنیا کے لوگ ان کی تقلید میں اسے پڑھتے اور مانتے چلے جارہے ہیں ورنہ استنادی حیثیت سے دیکھا جائے تو توریت کا حال یہ ہے کہ شاہ یوسیاہ تک اس کا کہیں کوئی پتہ نہیں تھا

"اچانک اس دور کا کاہن خلقیاہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں ہیکل سلیمانی کو صاف کر رہا تھا اور مجھے وہاں توریت کا نسخہ ہاتھ آگیا۔"

بس کیا تھا اس کاہن کے قول کو دنیا نے بلادلیل کے تسلیم کرلیا۔ (سلاطین ۲۲۔۳ تا ۱۱ دیکھئے)

یہی حال عہد قدیم کی اور دوسری کتابوں کا ہے۔ اکثر وبیشتر کتابوں کے بارے میں تو آج تک کوئی تحقیق نہیں ہوئی کہ ان کا مصنف کون تھا۔؟ اور کس زمانے میں لکھی گئیں۔

خود اناجیل اربعہ کی بھی کوئی سند موجود نہیں ہے۔ کہ وہ جن کے ناموں سے مشہور ہیں واقعی انہی لوگوں کی مرتب کردہ ہیں یا ان کے شاگردوں کے ہاتھ کی لکھی ہیں ــــــ دوسری صدی عیسوی سے پہلے تک ان سب کا کہیں پتہ نہ تھا کہ یہ اناجیل موجود بھی ہیں یا نہیں۔؟ اور ہیں تو کہاں ہیں۔

اناجیل اربعہ کے بارے میں برنٹ ہیلمین اسٹریٹر اپنی کتاب FOUR GOSPEL میں لکھتے ہیں

"عہد نامہ جدید کی تحریروں کو جو الہامی نسخوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے اداروں نے اتفاق کرلیا تھا۔؟ یہ بھی معلوم نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے سنہ ۱۸۰ء کے لگ بھگ اناجیل اربعہ کو انطاکیہ، افسس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔" (فور گاسپلز ص۶ مطبوعہ نیویارک)

ان صاف وشفاف چشموں سے ہوکر جو احکام و اصول اور لائحہ عمل ہم تک آئے ہیں۔ وہ صرف اسلام کے ہیں کسی اور مذہب کے ہرگز نہیں

اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن وحدیث ہیں ــــ اور عیسائیت کے بنیادی مآخذ بائیبل، قدیم وجدید عہد نامے ہیں۔ مآخذ اسلام کے معیاری ثابت ہونے کے لئے بالاختصار مذکورہ بالا معلومات کافی ہیں۔ اور ہم نے محض اناجیل کے تضادات کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید کی تدوین وحفاظت کے لئے کن سخت قدرتی انتظامات کی تاریخ مسلمانوں کے پاس ہے وہ ایک مشہور عام حقیقت بن چکی ہے۔ اور اپنا پرایا کوئی اس سے ناواقف نہیں۔

تدوین قرآن کے سلسلہ میں غیر مسلموں کے کثیر اقوال وبیانات میں نے "قرآن اور صحابہ، امام خمینی کی نظر میں" نامی مقالے میں لکھ دیئے ہیں اہل ذوق وشوق وہاں مطالعہ فرماسکتے ہیں۔

یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اصولی اور قانونی حیثیت سے بھی صرف مسیحیت ہی نہیں موجودہ دنیا کے کسی بھی مذہب کو اسلام کا ہم پلہ قرار نہیں دیا جاسکتا ــــ یہ ایسا مضبوط اور مستحکم مرحلہ ہے جہاں پہونچ کر ہر صاحب انصاف اسلام کی صداقت وحقانیت کا قائل ہو ہی جاتا ہے۔ یورپین دنیا میں اس سلسلہ کی بہت عمدہ کتاب بائیبل قرآن اور سائنس، مصنفہ موریس بوکائیے ــــ اسلام اور قرآن کی حقانیت کو اجاگر کرنے والی تحریر ہے۔

خطبۂ صدارت

یکشنبہ ۱۶ رشوال ۱۴۰۴ھ / ۱۵ رجولائی ۱۹۸۴ء کو آخیر اجلاس میں پاکستان کی عظیم اسلامی شخصیت حضرت علامہ سید برکات احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین جلالپور شریف جہلم پاکستان۔ و امیر حزب اللہ ثانی نے اپنا وقیع خطبۂ صدارت پیش کیا۔ جس کا عنوان تھا "اسلام کا عالمگیر پیغام" چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

میرے عزیزو! یورپ، امریکہ اور روس کی جہاں آزادی نظریات کا دور دورہ ہے

اور اس سے متاثر ہوکر ادھر ادھر بھی یہی نظریات پھیل چکے ہیں اور پھیل رہے ہیں، اسلام کا بس ایک ہی پیغام ہے کہ خدائے قدوس پر ایمان لے آؤ۔ ایسا عمیق ایمان جو قلب وروح اور اعضاء وجوارح میں ہلچل پیدا کردے۔ اس ایمان کے بغیر انسان ان مشکلات میں سے نہیں نکل سکتا۔ جن میں ان ممالک کی بالادستی نے اسے مبتلا کردیا ہے ساری دنیا میں انسان انہی نظریات کی لپیٹ میں آگیا ہے۔ اخلاقیات کا کوئی ربط انسانوں کی زندگی کے ساتھ قائم نہیں رہا اور یہ ربط ایمان باللہ ہی سے قائم رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید اولین اہمیت اللہ پر ایمان کو دیتا ہے۔

عزیزان من! خداوند تعالیٰ اس کارخانہ عالم کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور چلانے والا بھی اور جس کے قبضۂ قدرت میں تمام باگ ڈور ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں دل وجان سے اس کی بالادستی کیوں نہ قبول کی جائے۔ انسان جب صحیح معنوں میں اس کا مطیع اور فرماں بردار بن جائے گا اس کی ہر قسم کی مشکلات کافور ہوجائیں گی۔ یہ بے بنیاد بات نہیں۔ تاریخ انسانی میں یہ تجربہ بڑی کامیابی کے ساتھ کیا جاچکا ہے اور اب بھی اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔

آخیر میں فرمایا:

ادھر اگرچہ ملت اسلامیہ زوال خوردہ ہے مگر فکر اسلامی بدستور توانا ہے، بصیرت نواز ہے، روح پرور ہے اور اپنے اندر اولاد آدم کو صالح راہوں پر چلنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا صرف ان دو بالادست طاقتوں بلکہ دنیا بھر کے تمام ممالک کی بھلائی اس بات میں ہے کہ اسلام کی انسانیت نواز تعلیمات پر کھلے دل سے ایمان لائیں اور بڑے خلوص اور بے نفسی سے انہیں زندگی کا اوڑھنا اور بچھونا بنائیں۔ یہ بات محض انسانیت کبریٰ کے خیر خواہ کی حیثیت سے اس فقیر نے کہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ انفرادی اور اجتماعی فلاح اسی سے وابستہ ہے۔

حضرت امیر حزب اللہ ثانی کا جامع خطبہ یورپین دنیا کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا تھا جس میں ہماری روشن تاریخ کی جھلک ــــ غیروں کا اس سلسلہ میں اعتراف واقرار ــــ اور قرآنی تعلیم سے انقلاب عالم

نشستیں	وقت۔ دن۔ تاریخ	مقام	صدر مجلس	ناظم مجلس	خطباء۔ عنوانات خطاب شعراء	قراء	شعراء
پہلی	۲ بجے دن جمعہ ۱۳ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء	مرکز اہلسنت اوسلو	صوفی محمد افضل صدر جماعت	علامہ مشتاق احمد چشتی	حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی "صراط مستقیم"	قاری مظہر حسین	قاری محمد ہدایت اللہ نقشبندی
دوسری	۳½ بجے جمعہ ۱۳ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء	مرکز اہلسنت اوسلو	صوفی محمد افضل صدر جماعت اہلسنت	علامہ مشتاق احمد چشتی	جناب خالد محمود (زبان نارویجن) "کانفرنس کے اغراض و مقاصد"۔ رکیس انگیسن "اسلام میری نظر میں"، جناب مولانا محمد صدیق ملتانی "صراط مستقیم"	قاری ہدایت اللہ نقشبندی	صوفی طاہر محمود
تیسری	۴ بجے دن شنبہ ۱۵ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۴ جولائی ۱۹۸۴ء	فولکٹ ہاؤس ہال	پیر سید منیر حسین شاہ صاحب زیب سجادہ جنڈ شریف ضلع گجرات پاکستان	علامہ مشتاق احمد چشتی	الحاج محمد اسحاق قادری [illegible] "اسلام اور تربیت اولاد"، علامہ [illegible] قادری خطیب [illegible] "سنت کی آئینی حیثیت"، علامہ [illegible] "ختم نبوت"	قاری محمد ہدایت اللہ نقشبندی	قاری اشرف سیالوی، صوفی طاہر محمود
چوتھی (بزبان انگریزی)	۱۰ بجے صبح یکشنبہ ۱۶ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۵ جولائی ۱۹۸۴ء	فولکٹ ہاؤس ہال	حضرت مولانا الحاج پیر سید برکات احمد شاہ سجادہ نشین جلالپور شریف جہلم پاکستان	جناب محمد داؤد اعوان صاحب	[illegible] "اہلسنت و الجماعت کے مقاصد"، خالد محمود [illegible] "یورپ میں مسلمان"، قاری مشرف حسین "اسلام اور عورت"، ڈاکٹر [illegible] "اسلام اور [illegible]"، پروفیسر محمد طاہر القادری "اسلام اور عیسائیت"	قاری محمد اشرف سیالوی، قاری محمد مشرف حسین	جناب عبد الجبار، محمد اشرف سیالوی
پانچویں	۳½ بجے یکشنبہ ۱۶ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۵ جولائی ۱۹۸۴ء	فولکٹ ہاؤس ہال	حضرت مولانا سید برکات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف جہلم پاکستان	علامہ مشتاق احمد چشتی	علامہ محمد صدیق نقشبندی ملتانی "صراط مستقیم"، حضرت مولانا سید عبد القادر جیلانی "اسلام اور ریاست"، پروفیسر محمد طاہر القادری "مقام مصطفےٰ"، پیر برکات احمد کا خطبۂ صدارت "اسلام کا عالمگیر پیغام"	قاری محمد ہدایت اللہ نقشبندی	قاری محمد اشرف سیالوی، قاری محمد ہدایت اللہ نقشبندی

کے نئے دور کا بڑی خوش اسلوبی سے جائزہ لیا گیا۔ آپ نے کانفرنس کے اور دیگر پروگراموں میں بھی بڑے خلوص اور لگن سے حصہ لیا۔ اور اپنی نیک خواہشات نیز دعاؤں سے نوازا ——— ایک موقع پر فرمایا:

"کئی دفعہ مجھے یورپ میں ایسے مواقع ملے، کانفرنسوں اور جلسوں میں شرکت نصیب ہوئی —— مگر جوش و خروش، ولولہ، جذب اور نظم و ضبط اوسلو میں دیکھا، کم دیکھنے میں آیا ہے۔"

یہ کانفرنس "جماعت اہل سنت اوسلو" کی طرف سے منعقد کی گئی۔ جماعت اہلسنت اشاعتی میدان میں بھی کام کرتی ہے ماہنامہ ترجمان اسلام اس نے جون ۱۹۸۳ء سے جاری کر رکھا ہے۔ وقتاً فوقتاً کتابچے اور اشتہارات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں ——— اسی کے زیر اہتمام مجاہد اسلامیہ نامی مدرسہ بھی جاری ہے۔ جس میں حفظ قرآن اور دینیات کی تعلیم ہوتی ہے ——— مولا پاک اس ادارے کے ذریعے دین متین کی بیش از بیش خدمت لے۔ اور یورپ میں ایسے مزید مدرسے قائم کرنے کی ہمیں توفیق بخشے ——— آمین ———

ناروے کی سیر

کانفرنس کی تمام کارروائیاں ختم ہونے کے بعد جناب اوسلو کے ذریعہ تمام علماء و مفکرین کو شہر کے مشہور مقامات کی سیر کرائی گئی۔ تاریخی ——— اور تفریحی مقامات دکھائے گئے ——— کچھ لوگ اینڈ آف دی ورلڈ دیکھنے بھی گئے ——— مگر راقم الحروف اور بیشتر مہمان اپنی اپنی مصروفیات کے سبب جلد اوسلو سے روانہ ہو گئے "البتہ راقم الحروف اس کے بعد ۱۲ ربیع الاول شریف عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ۲۸ نومبر ۱۹۸۴ء کو جب اوسلو حاضر ہوا اس وقت جناب مولانا مشتاق احمد چشتی اور جناب مولانا سید زاہد حسین رضوی قادری مقیم ناٹنگھم انگلینڈ کے ہمراہ اینڈ آف دی ورلڈ اور کچھ دیگر تاریخی مقامات دیکھے گیا ———

چند ملاقاتیں

اوسلو کانفرنس اختتام پذیر ہونے کے بعد مہمان علماء اور جماعت اہل سنت کے نمائندوں کو خالد محمود صاحب کے ذریعہ۔ دوسرے دن صبح سٹی ہال (RADHOUS) لے جایا گیا مولانا مشتاق چشتی اور معززین جماعت کی معیت میں مولانا سید برکات احمد شاہ ۔ پروفیسر طاہر القادری علامہ صدیق ملتانی۔ علامہ قمر الزماں اعظمی مولانا نثار احمد بیگ مولانا سید منیر حسین شاہ صاحب جناب الحاج محمد صادق روٹرڈم ہالینڈ اور راقم الحروف وفد میں شریک تھے۔ وہاں پر تمام حاضرین نے مہمانوں کی کتاب پر دستخط کئے اور تاریخی دفنی چیزوں کو دیکھا ـــــــ سٹی میئر نے نہایت اخلاق اور خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

اسی طرح جناب خالد محمود صاحب ممبر آف کونسل (اوسلو) کے ذریعہ جناب " سوائین لونڈے " Swain Londay سے ایک معلوماتی ملاقات ہوئی ـــــ جو ناروے پارلیمنٹ کے ممبر ہیں ـــــ مسٹر لونڈے کے بارے میں امتیازی بات یہ ہے کہ وہ ۴۰ سال کی عمر سے ہی پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہیں ـــــ اس کے علاوہ ہاؤس آف کامن اور ہاؤس آف لارڈ کے بھی ممبر ہیں ـــــ ناروے میں ووٹ دینے کا حق ۱۸ سال کی عمر سے مل جاتا ہے۔ کسی کو ممبر آف پارلیمنٹ ہونے کے لئے ۲۵ ہزار ووٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملک میں ۸ سیاسی جماعتیں ہیں ـــــ موجودہ حکومت لیبر پارٹی کی ہے ـــــ حزب مخالف میں کمیونسٹ بھی ہے ـــــ جن میں ایک دھڑے کا تعلق ماسکو سے ہے اور دوسرے کا تعلق چین سے ہے۔ ۱۵ ارکین مذہبی بنیاد پر بھی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں ـــــ عام آبادی میں ۹۰ فیصد لوگ چرچ سے تعلق رکھتے ہیں ـــــ برسر اقتدار لیبر پارٹی کے ۱۹۱ میں سے ۷۶ ممبر ہیں ـــــ تمام چرچ گورنمنٹ سے امداد پاتے ہیں ـــــ حق اشاعت ہر مذہب والے کو حاصل ہے۔ جو جس طرح چاہے اپنے مذہب کی تبلیغ کرے۔ چرچ کے پادریوں کو حکومت سے تنخواہ ملتی ہے ـــــ گورنمنٹ کی امداد پارٹی ممبروں کی تعداد کے لحاظ سے تقسیم ہوتی ہے ـــــ حکومتی انتظام میں مختلف الخیال تنظیمیں دشواریاں پیدا کرتی ہیں مگر مجموعی اعتبار سے تنظیم پر حکومت کی گرفت مضبوط ہے۔

سوال کیا گیا کہ :۔ آپ کے ملک میں مسلمان بچوں کے اسلامی تحفظ کی کیا صورتیں ہیں ـــــ
جواب ملا کہ : آپ اپنے بچوں کو عام اسکولوں سے اٹھائیں اور لازمی ملکی تعلیم برقرار رکھتے ہوئے انہیں اپنے مدارس میں تعلیم دیں۔ اور ہم ایک قانون پاس کر رہے ہیں جو پرائیویٹ اسکولوں کے قیام میں مفید سہولتیں فراہم کرے گا ـــــ اس کی روشنی میں اسکول قائم کرنے والی کمیونٹی کو ... فیصد خرچ برداشت کرنا ہوگا۔ اور ۸۵ فیصد اخراجات کا ذمہ حکومت پر ہوگا

... تعلیم سے متعلق چند دیگر سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیر مذکور نے بتایا کہ :

"یہاں پرائمری اور سکنڈری اسکول ہیں۔ جن میں ۲۵ گھنٹے فی ہفتہ ملکی تعلیم (زبان کلچر وغیرہ) ہوتی ہے (مزید پرائمری کے دو حصے ہیں ۳ سے ۶ سال تک اور ۷ سے ۹ سال تک)

ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ :

"پاکستان کو اس سال ۸۰ ملین کراؤن (۱۴۰ ملین پاکستانی روپے) کی مدد دی گئی لیکن یہ کوئی سیاسی امداد نہیں ہے اسی دوران بتایا کہ :

"افغانستان وغیرہ میں روس کی دست درازی اور وسعت پسندی ناروے کو بالکل پ... نہیں" یہ ملاقات سیاسی اور ملکی معلومات کے لحاظ سے بہت مفید رہی ـــــ ان مذکورہ باتوں ... کے علاوہ جماعت اہل سنت ناروے کی تعمیری اور اصلاحی کارگزاریوں کے ساتھ حکومتی تعاون ... مسئلہ بھی پیش آیا جس پر وزیر موصوف نے ملکی قوانین کی روشنی میں حوصلہ بخش جواب دیا۔

ناروے کا دوسرا سفر

ہالینڈ سے ناروے کے لئے ہماری روانگی جمعہ ۲۲ نومبر ۸۵ء KLM کے جہاز نمبر ... سے صبح سوا آٹھ بجے ہوئی۔ رفیق سفر شیر علی بچن قادری تھے۔ جو دی ہیگ میں آباد ہیں۔ ہمیں ... نشست کے لئے سیٹ نمبر ۲۲ - B اور S بالترتیب دی گئیں۔ تیز رفتار فلائٹ نے محض ڈیڑھ گھنٹے ... میں ہالینڈ سے نکال کر سویڈن پار کرکے ناروے کے دارالسلطنت اوسلو OSLO کے انٹرنیشنل ... ایئر پورٹ پر پہونچا دیا۔ ناروے کا یہ میرا دوسرا تبلیغی سفر تھا۔ اس سے قبل میں یہاں " اسلامی کانفرنس ... منعقدہ ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۵ / جولائی ۱۹۸۵ء میں شرکت کے لئے حاضر ہو چکا تھا۔ ۱۹۸۰ء کی رپورٹ ...

مطابق ناروے کی کل آبادی چالیس لاکھ تھی۔ اور [illegible] تک ناروے میں غیر ملکیوں کی مجموعی تعداد [illegible] ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور اسلامی تنظیموں کے اندازے کے مطابق اس وقت پورے ناروے میں کم و بیش پانچ ہزار مسلمان آباد ہیں جن میں نصف سے زیادہ پاکستانی ہیں۔ اس وقت یہ بات قابل ذکر ہے کہ تمام مغربی یورپین ممالک اور ممالک متحدہ امریکہ میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جس میں پاکستانی مسلمان موجود نہ ہوں۔ اور ان میں کی بیشتر تعداد [illegible] کے بعد ان ممالک میں منتقل ہوئی ہے۔ مجموعی اعتبار سے ہزار گئے گزرے مذہبی رجحانات کے باوجود چونکہ ان کا رابطہ اپنے خانوادوں سے مضبوط ہوتا ہے۔ جو بیشتر دینی و مذہبی خیالات کے حامل ہوتے ہیں اس لئے وہ دنیا میں جہاں کہیں ہوتے ہیں یک گونہ اسلامیت کا ماحول ان پر قائم رہتا ہے یہ تو بات عوام الناس کی ہے ورنہ ان میں باوقار علمی خاندانوں اور دینی آغوش کے پروردہ یافتہ افراد جہاں بھی ہوتے ہیں اپنی ذات میں انجمن ہوتے ہیں۔ بالخصوص اولیاء کاملین کے دامنوں سے خلوص کے ساتھ وابستگان یورپین ماحول میں بھی اپنا تشخص برقرار رکھتے ہیں اہل پاکستان پر یہ خدا کا عظیم احسان ہے۔

اوسلو اور ناروے اس حیثیت سے تمام دیگر مغربی یورپین ممالک میں خوش نصیب ہے کہ وہاں مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا ماحول کم ہے۔ یوں چھوٹی چھوٹی تنظیمیں تو کئی ایک ہیں مگر پورے ملک کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت "جماعت اہلسنت" ہے۔ جسے حکومت ناروے بھی تسلیم کرتی ہے۔ اور اسلامی معاملات میں اہمیت دیتی ہے۔ جس کا بخوبی ثبوت "اسلامی کانفرنس" کے موقع پر بھی ملا۔ اور عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر بھی ملا۔ عیسائیت اس ملک کا اکثریتی مذہب ہے۔ اور ناروے حکومت نے اپنے ملک میں اب دوسرے بڑے مذہب کے طور پر اسلام کو قبول کر لیا ہے۔

قادیانی مرزائی تنظیمیں اور تمام یورپین ممالک کی طرح ناروے میں بھی سرگرم عمل ہیں۔ عالم اسلام نے قادیانیوں کو جب سے متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دے کر ان کے حج و زیارت پر پابندی لگادی ہے۔ اس کے بعد سے ان کی زیر زمین تحریکیں اور زیادہ مستعد اور پر زور ہو گئی ہیں۔ کتب و رسائل اور اشتہارات کی اشاعت تیز تر ہو گئی ہے۔ علماء اسلام کو اس فتنہ عظیم کی طرف متوجہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ قادیانی فرقہ یورپین ملکوں کے آزادانہ قانون سے فائدہ اٹھا کر اپنے

کو مسلمان کہتا ہے اور اسلام کے نام پر اپنے باطل عقائد و نظریات کی اشاعت کر کے۔ اور فواحش منکرات کے دروازے کھول کر حقیقی اسلام کو بدنام کر رہا ہے۔

اوسلو ائیر پورٹ پر سربراہ تنظیم مولانا مشتاق احمد چشتی اور مخلصین جماعت پہلے ہی سے موجود تھے سلام و مصافحہ کے بعد گاڑیوں میں بیٹھ کر ہم لوگ جماعت کی مرکزی عمارت 36, STORGD پہونچے جہاں ایک وسیع قدیم ہال کو مسجد کی شکل دی گئی ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی خانۂ خدا کے تمام لوازمات نظر آتے ہیں۔

احباب حاضرین سے ملاقات اور چائے نوشی سے فارغ ہونے کے بعد جمعہ کی نماز کا وقت آن پہونچا۔ مولانا چشتی اور دیگر معززین کے اصرار پر نماز جمعہ راقم الحروف نے پڑھائی، یہاں عام طور خطبۂ جمعہ سے قبل مقامی زبانوں میں خطبات ہوتے ہیں۔ جو مصروف ماحول کے لئے مفید بھی ہیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران-۱۰۳)

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر۔ اور آپس میں پھٹ نہ جانا (ترجمہ رضویہ) کے عنوان پر سنت قرآن

مسلمان اور اجتماعیت

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "حبل اللہ" سے جماعت مراد لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تم جماعت سے وابستہ رہو، وہ حبل اللہ ہے یہ آیت کریمہ اسلامیان عالم کو منظم و متحد ہو کر رہنے کی تعلیم دیتی ہے اور انتشار و اختلاف سے دور رہنے کی تاکید فرماتی ہے۔ امم سابقہ میں جس طرح یہود و نصاریٰ تفرقہ اور انشقاق کا شکار ہوئے۔ اس سے عبرت حاصل کرنے کی تعلیم مرحمت ہوتی ہے۔ اس ضمن میں آقائے نعمت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اقوال موثر ثابت ہوئے کہ:

"اتفاق زندگی ہے ۔ اور اختلاف موت ہے"

جب سو آدمی متحد و متفق ہوتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کے اندر سو کی طاقت اور ہمت ہوتی

اس بیان کے موقع پر حافظ ملت علیہ الرحمہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب ۔۔۔ موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

الاعتصام بحبل اللہ کے سلسلہ میں قیادت کا احترام بھی اہم ترین مرحلہ ہے۔ جس پر ذخائر اسلامی سے وافر روشنی ملتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ (ترمذی) — جماعت کو مضبوطی سے تھامے رہو اور انتشار سے الگ رہو

دوسرے مقام پر زبان وحی ترجمان کا فرمان ہے:

امرکم بخمس بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهاد فی سبیل اللہ۔ (رواہ احمد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۳۲۰)

میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جماعت کے ساتھ رہنے کا سمع (اپنے امیر کے احکام سننے) کا طاعت (رہنما کی فرماں برداری) کا ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا۔

یہ ارشادات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت مسلمہ کے ہر فرد کو اپنے دائرۂ عمل میں اسلامی رہنماؤں کی اطاعت، قائدین و مرشدین کی فرماں برداری کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی سے ہماری ملی زندگی کی شیرازہ بندی ہے۔ محض اخلاقی رشتوں کے احترام کی بنیاد پر مسلمان منظم نہیں رہتا۔ بلکہ سمع وطاعت کو جماعت اور رہنمائے جماعت کے احکام کا پابند بنانا بھی ضروری ہے۔

جس طرح اتحاد بین المسلمین ملی زندگی کی اساس ہے۔ اسی طرح انتشار و افتراق مہلک امراض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور متحد جماعت مسلمین کو منتشر کرنے والے مفترین محض افراد جماعت ہی کے مجرم نہیں ہوتے بلکہ وہ ملت اسلامیہ کی بنیادوں کو کھودنے والے ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ خدا اور رسول کے بھی باغی کہلاتے ہیں۔ اسی لئے تو ایسوں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرجۂ آخر سزا تجویز فرماتے ہیں۔

من اراد ان یفرق امر هذه الجماعة وهی جمیع فاضربوه بالسیف کائنا من کان (مسلم ج۲ ص۱۲۸)

جو شخص اس جماعت کو، جبکہ وہ متحد ہو پراگندہ اور منتشر کرنا چاہے۔ اسے تلوار سے ختم کر دو۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

امیر اور رہنما جو دینی امور کو نافذ کرتا ہے اس کی اطاعت کو خدا اور رسول کی اطاعت کہا گیا ہے اور اس کی نافرمانی کو خدا اور رسول کی نافرمانی فرمایا گیا ہے۔ اسلامی اجتماعیت کے لئے ضروری ہے

کہ مسلمان زمین کے ہر خطے میں علماء حق، اور ارشاد و افتاء کے مسند نشینوں کو، جن سے شرعی قوانین کا نفاذ ہوتا ہے۔ حلت و حرمت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ خواہ وہ دنیوی اقتدار سے محروم رکھے گئے ہیں اپنا امیر و رہنما تسلیم کر کے ان کے لئے اپنے سمع و طاعت کی بساط کشادہ رکھیں۔ اس کے بغیر من حیث المسلم ہم کوئی اجتماعی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہی ہمارا کوئی ملی تشخص قائم ہو سکتا ہے۔

کیا یہی ہمارا ملی خلوص ہے؟

موجودہ دور میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے اندر اختلاف و انتشار کی جتنی دراڑیں پیدا ہو گئی ہیں شاید ہی کوئی قوم اتنے خانوں میں تقسیم ہو۔ السواد الاعظم کے اندر بھی شخصی اور ذاتی مفادات کے پیش نظر بہت سے اجتماعی کاموں کو خراب کر دینے کے واقعات عام ہیں۔ عقائد و اعمال کے تمام امور میں اتحاد کے باوجود۔ محض طریقۂ کار کے اختلاف کا نظریہ ہر شخص کو اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے پر آمادہ کر دے کیا یہی اخلاص فی الدین ہے۔ بہتیرے دیگر نے نیست کی وبا ترقی کر کے علماء اسلام اور فقہائے کرام کے پاک دامنوں کو آلودہ کر رہی ہے۔ جن کی شان یہ ہے کہ "ورثة الانبیاء" کے لقب سے ملقب ہیں اور جن کے قلم حق رقم کو خون شہداء کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

اطاعت امیر کے سلسلہ میں۔ باوقار علماء اسلام ہی نے ہم تک رسول دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی پہونچایا ہے:

من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی (مسلم ج۲ ص۱۲۲)

جس نے امیر کی فرماں برداری کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ملت اسلامیہ کو اپنے امیر کی فرماں برداری کا اس درجہ پابند کیا گیا ہے کہ اگر امراء کی زندگیوں کے بعض گوشے برائیوں سے آلودہ ہوں پھر بھی مسلمانوں کو ان کے احکام و فرامین (جو مطابق کتاب و سنت ہوں) پر عمل کرنا ضروری ہے ایسے ظالم و فاسق امراء کو امر بالمعروف کے سلسلہ میں محض اس لئے برداشت کرنے کی ہدایتیں آئی ہیں تاکہ مسلمانوں کی اجتماعیت برقرار رہے۔ اور اختلاف و انتشار کی

شکار ہو کر مسلمان کمزور نہ ہو جائیں۔

اطاعت کی جبیں خم کرنے والے رب کے پیارے ہیں
وہ آنکھیں عشق میں نم کرنے والے رب کے پیارے ہیں
مٹا کر اپنی ہستی، ہو کے غلطاں خاک اور خوں میں
بلند ایماں کا پرچم کرنے والے رب کے پیارے ہیں — بدر

کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام احکام ان لوگوں کے ہیں جو اسلامی ریاست میں اولوالامر کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ بجا ارشاد ہے۔ مگر اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بدنصیبی سے اگر ہم اسلامی ریاست یا دارالاسلام کے کامل نظام سے محروم ہیں، تو اپنے ماحول کے قائدین اور دینی و اسلامی رہنماؤں سے علم بغاوت بلند کرتے پھریں، اپنی من مانی اصلاح کے نام پر فرقہ بندی کو ہوا دیں۔ اقتدار کے حصول کا جذبہ ہمیں اخلاقی دناءت کی اس سطح پر پہونچا دے کہ ہم ملی اداروں اور اسلامی تنظیموں کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے اللہ کے بندو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اعتماد اور بے اعتمادی

اپنی عام زندگی میں ہم اور آپ کسی پر اعتماد اور بھروسہ کا جو مظاہرہ کرتے ہیں اسے پیش نظر رکھیے ایک شخص انگلینڈ کے ہیتھرو ایرپورٹ سے بنکاک جانا چاہتا ہے۔ برٹش ایرویز کا ٹکٹ خریدتا ہے ٹکٹ ایجنسی سے حاصل کرتا ہے۔ ایجنٹ قیمت لے کر اسے کاغذ کا ایک ٹکڑا جس پر فلائٹ نمبر، وقت ایرپورٹ کے نام وغیرہ اور دیگر تفصیلات ہوتی ہیں۔ دے دیتا ہے۔ مسافر وقت مقررہ پر متعینہ ٹرمینل سے گزر کر متعینہ جہاز کی متعینہ سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔ مسافر کو پورا اعتماد ہے کہ پائلٹ صحیح طور پر جہاز کو چلائے گا اور مجھے بنکاک ہی پہونچائے گا کہیں اور نہیں۔؟ ـــــ میں پوچھتا ہوں مسافر یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھونگا۔ میں ایرفون اپنے کان میں لگاؤں گا۔ جہاز کا انجن میں اسٹارٹ کرونگا۔؟؟ ـــــ آپ فرمائیں گے۔ ہوائی جہاز ہو، ریل گاڑی ہو یا بس وغیرہ

مسافر کا اختیار اور کام سواری پر سوار ہونا ہے۔ جہاز کس روٹ سے جائے کہاں لینڈ کرے۔ کتنی بلندی پر اڑے، ٹرین اور بس کس لائن اور روڈ سے جائیں کیا رفتار ہو کہاں رکیں یہ مسافر کا منصب نہیں بلکہ کپتان اور ڈرائیور کی ذمہ داریاں ہیں۔ جہاز ہوائی حادثہ کا شکار ہو ٹرین ایکسیڈنٹ کر جائے یا بس کسی گڈھے میں جا گرے۔ کسی مسافر کو چلانے والوں کے منصب میں دخل اندازی کا کوئی اختیار نہیں آپ بھی سفر کرتے ہیں تو مسافرت کے انہی اصولوں پر کاربند ہوتے ہیں۔

کیا ملی زندگی میں اپنے دینی قائدین اسلامی رہنماؤں کو جن کے ہاتھوں اسلام اور شریعت کے نظام کا نفاذ ہوتا ہے۔ ہم ایک پائلٹ اور بس ڈرائیور کی بھی حیثیت دیتے ہیں ـــــ؟؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے۔ تو یقیناً اسلامی زندگی کے سفر میں آپ نے خدائی قوانین کا لحاظ رکھا ہے۔ رب تعالیٰ دنیا و آخرت میں آپ کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ملی شیرازہ بندی کی عمارت میں آپ کی حیثیت ایک نصب شدہ اینٹ کی ہے۔

اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے ـــــ تو خود ہی غور فرمائیے کہ سینکڑوں زندگیوں کو لے کر چلنے والے بس ڈرائیور کا اسٹیرنگ آپ کبھی نہیں پکڑتے کہ تو یوں کیوں چلاتا ہے یوں چلا۔ حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ ڈرائیور کے ہاتھ معمولی چوک سینکڑوں کی جان لے لیتی ہے۔ محکمۂ بس سروس کے انتخاب کردہ ڈرائیور پر اور محکمۂ جہاز رانی کے چنے ہوئے پائلٹ پر آپ اتنا اعتماد کرتے ہیں۔ پھر اپنے اور مذہبی رہنماؤں پر آپ کا اعتماد اتنا پھسپھسا کیوں ہے ؟ ـــــ بغاوت اور انتشار کا ذہن پہ ایسا غلبہ ہو چکا ہے کہ اور کہیں چاہے نہ ہو۔ مگر دینی اور مذہبی امور میں جدھر نظر اٹھائیے ـــــ "مستند ہے میرا فرمایا ہوا" ـــــ کا غوغا سنائی دیتا ہے۔

اسلامی اجتماعی زندگی کے سلسلہ میں ہماری یہ آزاد روی، نفسا نفسی، زیاں کاری، نقصان و خسارہ اور تباہی اور بربادی کا مقدمہ ہے۔

اس آزادی میں فکر و غم و افسوس کے آگے کچھ بھی نہیں
پابندی حق میں تلخی ہے، تکلیف ہے پھر آرام بھی ہے

اجتماعیت سے مفر نہیں۔

اسلامی اجتماعیت صرف حکومت اور ریاست سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہر خطۂ زمین میں ہر زمانہ میں اور ہر حال میں اسلام اپنے پیروؤں کو انفرادیت پر اجتماعیت کو فوقیت دینے۔ اور اسلام و ایمان کی بنیاد پر مجتمع رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔ ابو داؤد حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا خَرَجَ ثَلٰثَةٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوا	جب تم میں کے تین آدمی سفر پر نکلیں
اَحَدَهُمْ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۵۱)	تو چاہیے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

غور فرمایئے کہ سفر جیسی عارضی حالت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الگ الگ رہ کر اس وقت کو گزارنے کے بجائے۔ اجتماعی طور پر اپنے ہی میں سے کسی کو امیر بنانے کا حکم فرما رہے ہیں۔ تاکہ وہ دوران سفر اوامر و نواہی کا خیال کرے نیک باتوں کی تلقین کرتا جائے اور بقیہ اس کی اطاعت کرتے جائیں۔

اگر مسافرت کی حالت میں محض تین آدمیوں میں کا ایک امیر ہونا ضروری ہے۔ یعنی ایک حکم دینے والا ہو اور دو تابعداری کرنے والے۔ یہ ذمہ تو تیسرے فرد کو اگر وہ کم احساس مند ہو گا تو زیادہ احساس مند بنا کر بقیہ دو ماموریں کے سامنے قابل امر بننے پر برانگیختہ کرے گا اور بقیہ دو اگر اپنے تیسرے رفیق سفر کی اطاعت کا شعور پالیتے ہیں تو ملی زندگی میں اسلامی رہنما اور قائدین کی بجا آوری اور فرمان کیشی کا سلیقہ حاصل کرلیں گے۔

اور یہ بات محتاج دلیل نہیں کیونکہ تنہا انسان مصائب و آلام اور شیطانی ہتھکنڈوں کا بآسانی شکار ہو جاتا ہے بمقابلہ چند کے۔ انسانی کمزوریوں کے آشنا، اور فطرت بشری کے نباض حقیقی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہر لحاظ سے تراش خراش فرمائی اور انہیں اخلاق حسنہ کے سانچے میں ڈھالا ہے ان کے ارشادات ہمارے لئے مینار نور ہیں۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں کا طریقہ تھا کہ سفر کے دوران جب کہیں پڑاؤ ڈالتا۔ تو ادھر اُدھر پھیل جاتے اور اپنی اپنی پسند کی مختلف جگہیں رکنے کے واسطے منتخب

کرلیتے۔ حضور صلی عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت حال پر ارشاد فرمایا:

ان تفرقکم فی هذه الشعاب و	تمہارا اس طرح گھاٹیوں اور میدانوں
الاودیه انما ذلکم من الشیطان	میں منتشر ہونا صرف شیطان کی وجہ سے ہے

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۵۳)

آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس تاکید کا اثر یہ ہوا کہ پھر صحابہ جب کہیں منزل کرتے تو ایک دوسرے سے خوب لگ لگ کر قیام کرتے کہ اگر ان کو ڈھکنے کی کوشش کی جائے تو ایک ہی چادر میں آجائیں۔

گویا مسلمان کی زندگی کا کوئی گوشہ اجتماعی زندگی سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اب مسلمان چاہے کسی بھی خطۂ ارض میں ہو اس کا ذمہ ہے کہ باہم منظم اور متحد ہو کر رہے اور ان میں جو دین و تقویٰ اور معاملات میں سب سے لائق فائق ہو اسے اپنا رہنما بنائے اور پھر اس کی بات سنے اور اطاعت کرے۔ اتحاد اور اجتماعیت کے سلسلہ میں احادیث کی شرح کرتے ہوئے علماء نے مسلمانوں کو تعلیم فرمائی ہے کہ:

"اگر ان تین افراد کے لئے جو کسی جنگل میں ہوں یا ایک ساتھ سفر کر رہے ہوں جب شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک شخص کو اپنا امیر بنالیں، تو مسلمان کی اس بڑی تعداد کیلئے جو کسی گاؤں یا شہر میں ایک ساتھ رہتے ہوں۔ کسی کو اپنا امیر بنانا بدرجۂ اولیٰ مشروع ہے"

(نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۵۷)

۲۳ نومبر ۸۵ء کو آخری تقریر "نوڈ" کے عنوان پر ہوئی اور دوسرے روز ہالینڈ واپسی ہوئی

عرضِ مُسافر

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول
تو کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

حسنِ ازل، حدود و قیود، اور زمان و مکان سے بے نیاز ہے ــــ تاہم اس کے مظاہر ہر کہیں موجود ہیں دشت و جبل، دریا و کہسار، آبادیاں ویرانے، قدم قدم اور ڈگر ڈگر

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے
انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے

تہذیبوں اور تمدنوں کے نشیب و فراز ــــ افراد اور اقوام کا عروج و زوال ــــ سب میں اس کی مشیت کارفرما ــــ ہر جا اس کی قدرت ظاہر ــــ شاخِ گل کی نازک پنکھڑیوں سے لے کر پہاڑوں کی سر فلک چوٹیوں تک ــــ اور افلاک و زمین کے تغیرات سے عالم کواکب کے انقلابات تک ہر جگہ اور ہر مقام سے تسبیح و تہلیل کے خاموش اشارے رواں ہیں۔
ــــ اور خود یہ عالمِ اصغر انسان اس کی خلاقی کا عظیم شاہکار ہی تو ہے ــــ

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست

سنتے ہیں جہاں اپنی معرفتِ ذات کا وسیلہ ہے ــــ اور اپنی پہچان کے بعد عرفانِ الٰہی کی منزل قریب ہو جاتی ہے ــــ یہ دنیا اپنے دامن میں لاکھوں ایسے عجائبات سمیٹے ہوئے ہے، جو نگاہِ طالب کے لئے اپنی جگہ "تجلی طور" ہیں ــــ خدائے لم یزل نے سِیرُوا فِی الْاَرْضِ (زمین میں سیر کرو) کا حکم اپنے اپنی مظاہر قدرت تک پہونچانے کے لئے دیا ہے ــــ
ــــ اور اس مئے ناب کے لذت آشنا عاشقانِ پاک طینت نے ہی "سفر" کو "وسیلۂ ظفر"

قرار دیا ہے ــــ الحمدللہ کہ "سیرِ ارض" کے ظاہری و باطنی رموز سے واقف مقربانِ الٰہ کے نقوشِ قدم کی جستجو ــــ کو میں اپنی سعادت مندی تصور کرتا ہوں اپنا خالی، خانۂ دل لئے مہمانِ عزیز کی طلب میں، شہروں شہروں، بستیوں بستیوں پھرتا ہوں توفیقِ ایزدی سے کاش وہ اہلیت لے کر کہہ سکوں ــــ

کارِ عاشق جز تماشائے جمالِ یار نیست

"سفرنامہ" کا مرتب دینِ اسلام کا ادنیٰ خادم ہے ــــ اور اس میں مندرج اکثر اسفار بھی تبلیغی اور مذہبی نوعیت کے ہیں ــــ سفرنامے کی غرض یہ ہے کہ "ایمان والے" بھائیوں کو بھی شریکِ سفر کیا جائے ــــ کسی مقامِ عبرت پر پہونچ کر اگر میرے احساس نے آنکھوں سے کوئی اشکِ ندامت ٹپکایا ہے ــــ تو اس میں آپ کی تائید بھی شامل ہو جائے ــــ اور اگر آثارِ مبارکہ کی قربت سے مجھے "تقوی القلوب" کی کوئی کرن میسر آئی ہے تو اس مقامِ فیض سے آپ کو بھی باخبر کر دوں ــــ میں از خود اس بات کا معترف ہوں کہ دورانِ سفر میرے قدم ایسے مقامات تک بھی پہونچے، جن کی عظمتوں تک میری رسائی نہیں ہو سکی، اب آپ رسائی اور رسوخ کے لئے دعا بھی فرمائیں ــــ بہرحال دورانِ سفر میں نے جو کچھ دیکھا محسوس کیا، اس کو آپ تک پہونچا رہا ہوں ــــ مسافر نئی وادیوں اور نئے آفاق کا سراغ رساں ہوتا ہے ــــ مفید سیاحت کے لئے علم، تجربہ، تدریس کے ساتھ ساتھ تجزیہ اور نتائج کی غواصی میں بھی مہارت ہونی چاہئے ــــ دیار و امصار سے گزرتے ہوئے عبرت و نصیحت کے موتی چنتے جانا، ژرف نگاہوں کا کام ہے ــــ اور اس سفرنامے کا مرتب ایک متعلم سے زیادہ کچھ نہیں ــــ عام سفرناموں کا دامن تاریخی سوانحی اور مختلف علوم تک وسیع ہوتا ہے، اور یہ سفرنامہ اسلامی اور مذہبی قدروں پر مشتمل ہے مرتب کو اپنی کم علمی کا پورا پورا احساس ہے ــــ اہلِ فضل سے امید ہے کہ مذہبی علمی یا ادبی لحاظ سے کوئی غلطی دیکھیں تو مطلع کر کے شکریہ کا موقع دیں
ــــ سفرنامے کا کوئی جز اگر آپ کے لئے مفید اور باعثِ اطمینان ثابت ہو

اولیاء اللہ کے تذکرے، اہل اللہ کے آثار، مساجد، مقابر اور دیار و امصار کی باتیں، آپ کے ایمان و عقیدت کے چراغ کی لو بڑھا سکیں —— تو میرا مقصد پورا ہوا — اور محنت ٹھکانے لگی۔

ہمارے زخم پا سے اہل منزل
کریں گے کچھ تو اندازہ سفر کا

بدر القادری غفرلہ

دوشنبہ ۱۶ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ
۵ نومبر ۱۹۹۰ء

اشاریہ

ترتیب

مولانا نصر اللہ رضوی

فیض العلوم۔ محمد آباد گوہنہ مئو
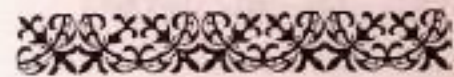
اعلام واشخاص

مقامات

ادارے

(مدرسے، تنظیمیں، خانقاہیں وغیرہ)

STEYANCO

مسجدیں

مذاہب، فرقے، سلاسل طریقت وغیرہ

کتابیں

اخبارات، رسائل وغیرہ

متفرقات

(جبال، بحار، دریا، آبار وغیرہ)